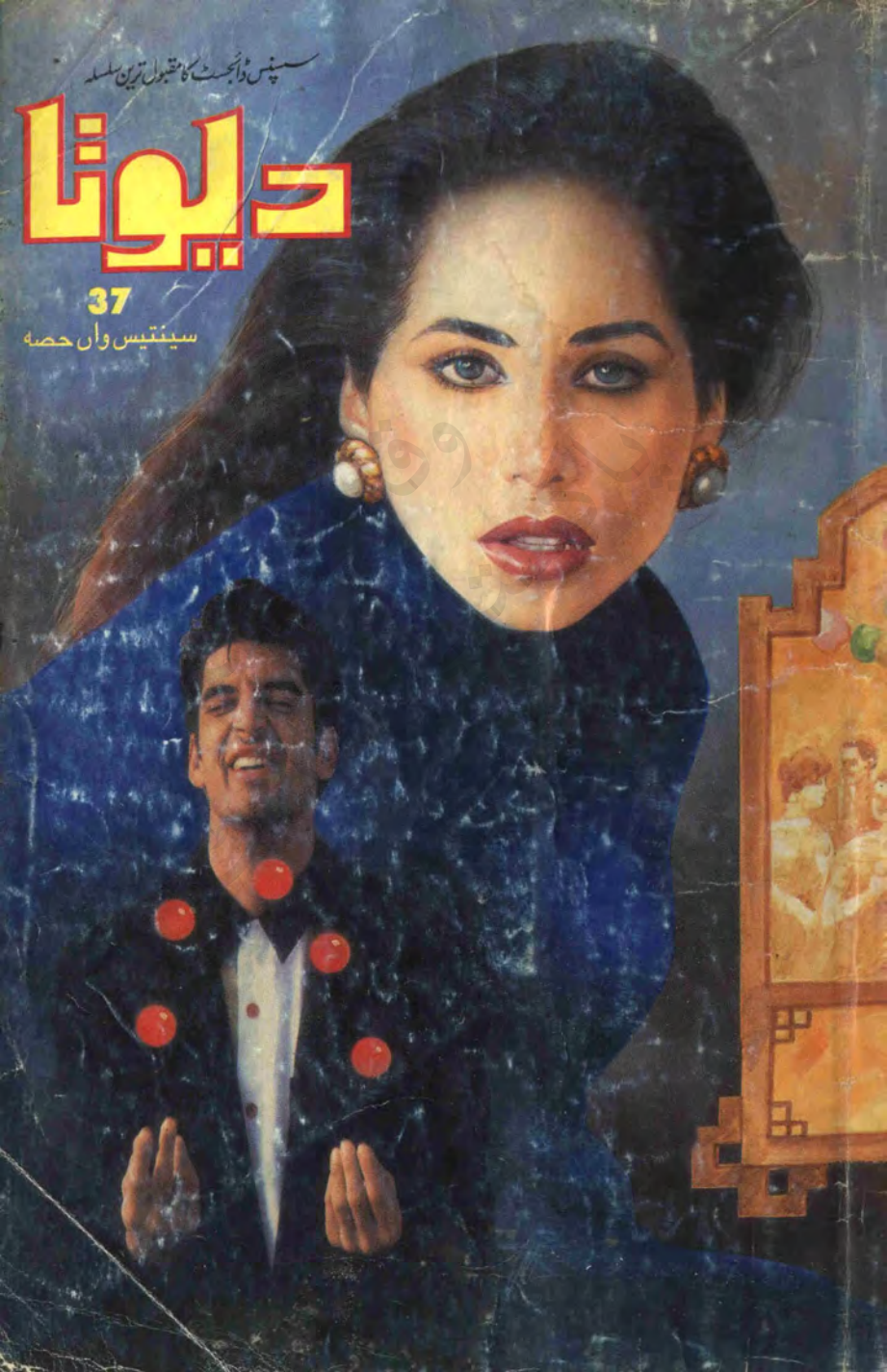


سینس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیونا

37

سینتیس واں حصہ



ملونا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینوں اور تصویروں کے آس پاس تاج بادشاہ کی مسکراہٹیں گزرتی جیسے چوہے پر ہندو
زندگی میں بھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جبا اور جس کے ذہن میں چاہتا تھا
لگتا اور بھی اس کا مہلک ترین ہتھیار ہے شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و وطن
کی تاریخ کی خوشحال کے فم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں عیدت جس میں وہ
فرہاد علی تیمور کے لازوال اور بے مثال داستان عیدت میں وہ
لکھنے کے سارے رشتوں کے ساتھ حسینوں
سے پر سر پر کار ہے۔
اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اور طویل ترین کلام

یہاں رہیں گے تو نیلاں ہم سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لے گی۔

”اب سے پہلے ملی ڈوٹا نے بھی مکی کیا تھا۔ مجھے دھوکا دینا چاہا۔ میں بچ گیا۔ تم سب اس کے تابعدار بن گئے۔ پھر تم سب دیکھ چکے ہو کہ اس کا انجام کیا ہو رہا ہے۔ وہ خود نیلاں کی داسی بن چکی ہے۔ آئندہ نیلاں بھی مکی کرے گی اور تم سب کو اپنا تابعدار بنائے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم سب ایک عرصے سے میرے وفادار ہو۔ میں تمہیں نیلاں کے محرمے بھی نکال لوں گا۔“

پارس نے سوچا تھا کہ وہ کسی طرح بے رانگا کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا لیکن وہاں ڈی بے رانگا بیٹھا ہوا تھا اور اصلی بے رانگا آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ اس طرح وہ محفوظ تھا۔ اس نے کہا۔ ”اگر ہمارے درمیان نیلاں موجود ہے اور میری باتیں سن رہی ہے تو میں یہ بتا دوں کہ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا ہے تاکہ نیلاں کی آنکھیں مجھے چہرے سے نہ پہچان سکے۔“

پارس وہاں رہ کر بے رانگا کی مزید گفتگو سنتا چاہتا تھا لیکن اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بولا۔ ”کون...؟“

”میں پارس بول رہا ہوں۔ مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی کہ

یہ پارس کے لئے نئی بات تھی کہ بے رانگا کی ٹیلی ویژن کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے تو پھر وہ مالک کون ہے جو ابھی ان سے رابطہ کرنے والا ہے؟

بے رانگا کی ڈی نے کہا۔ ”مجھے پروا ڈر لگ رہا ہے۔ نیلاں مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اس نے ملی ڈوٹا کے دماغ سے یہ معلوم کیا ہو گا کہ میں ہی بے رانگا ہوں۔“

خاص ماتحت نے کہا۔ ”تم خواہ مخواہ خوفزدہ ہو۔ نیلاں تمہارے چور خیالات پڑھ کر سمجھ لے گی کہ تم ہمارے مالک کی ڈی ہو۔ اصلی بے رانگا نہیں ہو اس لئے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔“

ڈی نے چونک کر کہا۔ ”مالک میرے اندر آگئے ہیں۔ وہ ہم سے بول رہے ہیں۔“

پارس یہ سنتے ہی ڈی کے اندر پہنچ گیا۔ اصلی بے رانگا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی ڈی کی زبان سے خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا۔ ”تم درست کہہ رہے ہو۔ میری ڈی کو نیلاں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ مجھے تلاش کر لے گی۔ میں ابھی اسی لئے آواز بدل کر بول رہا ہوں کہ وہ خطرناک عورت میرے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔“

خاص ماتحت نے پوچھا۔ ”ہمارے لئے کیا حکم ہے...؟ اگر ہم

تم ایک بے قصور لڑکی روشنا (نالیہ) کو اغوا کر گئے اسے مار ڈالو
 گئے کیا اس کالب و لوجہ بدل دو گئے تباؤ تم نے کیا کیا ہے؟ کیا اس کا
 لب و لوجہ بدلا ہے یا اسے ہلاک کر دیا ہے مجھے اس کا داغ نہیں
 مل رہا ہے۔

”یہ تم سے کس نے کہا ہے کہ میں روشنا کو اس بچکے سے لے
 گیا ہوں۔ یا میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے؟“
 ”تم نے ہی سازش کے تحت روشنا کو اس ساحلی بچکے میں
 پھنسا دیا ہے۔ اس کے لئے تم نے ہم شعل اور ہم آواز ہونے کا فائدہ
 اٹھایا۔ بچکاری روشنا تمہیں دیکھ کر دھوکا کھائی رہی کہ تم اس کے
 محبوب پورس ہو۔“

”بے شک میں نے ایسا کیا ہے۔ محبت اور جنگ میں سب جائز
 ہے مگر میرے کچھ اصول ہیں۔ میں کسی بے قصور کو بھی ہلاک نہیں
 کرتا۔ اپنی کھوپڑی سے یہ بات نکال دو کہ میں ایسی کوئی حرکت
 کروں گا؟“

”تو پھر روشنا کہاں ہے؟“
 ”یہ صرف نیلاں جانتی ہے۔ میرے ایک ماتحت کی طرح
 تمہارا ایک ماتحت بھی روشنا کے داغ میں رہتا تھا۔ میرے ماتحت کی
 رپورٹ ہے کہ اس نے روشنا کے اندر ایک عورت کی آواز سنی
 تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ جو بھی اس کے داغ میں چھپا ہوا ہے وہ
 فوراً چلا جائے۔ میرا ماتحت جانا نہیں چاہتا تھا لیکن آپ ہی آپ
 اس کے داغ سے نکل آیا۔ اس نے دوسری بار پھر روشنا کے اندر
 جانا چاہا تو اس کی سوچ کی لہروں کو روشنا کا داغ نہیں ملا۔ جیسے وہ
 مرچکی ہو لیکن پارس! تم بہت مکار ہو۔ یہ تمہاری کوئی چال ہو سکتی
 ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو اس کا الزام نیلاں کو دے رہے ہو۔“

”میں نے جو جج تھا کہ دیا۔ تم یقین نہ کرو۔ میرے لئے کوئی
 فرق نہیں پڑتا۔“

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لیا۔ پورس دماغی طور پر اپنی
 جگہ حاضر ہو گیا۔ منشا بھی اس کے ساتھ پارس کے داغ میں گئی
 تھی اور اس کی باتیں سنیں۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”پارس جھوٹا
 اور مکار ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ نیلاں پھر کسی نئے روپ میں
 واپس آگئی ہو۔“

پورس نے کہا۔ ”یہ ممکن ہے۔ آخری وقت میں نے نیلاں کو
 مصیبت میں ڈالا تھا۔ تاہم یہ بن کر اس کے اندر سا گیا تھا۔ وہ اپنی
 آتما کشی کے ذریعے مجھے اپنے اندر سے نہ نکال سکی۔ اس نے
 مجھ سے سمجھو آ کرنا چاہا پھر بھی میں نے اس کا چھینا نہیں چھوڑا۔
 اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنا موجودہ جسم چھوڑ کر کسی دوسری حینہ
 کے جسم میں جائے گی تو پھر اس دنیا میں آکر مجھ سے ضرور انتقام لے
 گی۔“

منشا نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ اس نے انتقام لینا شروع
 کر دیا ہے۔ نالیہ کے اندر پہنچ کر معلوم کر چکی ہو کہ تم اس کے

دیوانے ہو۔ اس لئے اس کالب و لوجہ بدل کر اسے کہیں لے گئی
 ہے۔ پتا نہیں میری بن کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟“
 ”تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بن کو ہر حال میں وہاں سے نکال
 لاؤں گا۔ جہاں وہ ہوگی۔ خواہ وہ پارس کے پاس ہو یا نیلاں اسے
 لے گئی ہو۔“

”ہم ایک دشمن کو بھول رہے ہیں۔“
 ”کسی کی بات کر رہی ہو؟“
 ”وہ شخص جو حویلی میں تاہم بن کر مجھے ٹھپ کرنا چاہتا تھا اور
 تم نے بڑی چالائی سے مجھے اس سے چھین کر اسے شکست دی تھی۔
 جب وہ حویلی میں پہنچ کر تمام اہم دستاویزات لے جا سکتا ہے تو
 تمہارے ساحلی بچکے میں پہنچ کر نالیہ کو بھی وہاں سے لے جا سکتا
 ہے۔“

پورس میرے متعلق سوچتے ہوئے بولا۔ ”ہماری مصروفیات
 اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہم اب تک اس حویلی والے پراسرار شخص کے
 بارے میں کچھ معلوم نہیں کر پائے ہیں۔“

”میں اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچ
 رہی ہوں کہ اس پراسرار شخص اور گردو پد کے درمیان گہری دشمنی
 ہے۔ وہ گردو پد کو نقصان پہنچا کر حویلی سے جا رہا تھا کہ اچانک میں
 وہاں ہو گئی تھی۔ شاید وہ مجھے گردو پد کی آلا کار سمجھ کر اپنے ساتھ
 لے جانا چاہتا تھا۔“

پورس نے کہا۔ ”ہوں اور تا کام ہونے پر وہ میرے ساحلی بچکے
 تک پہنچ گیا۔ وہ تمہیں نہ لے جا سکا۔ تمہاری بن کو لے گیا۔
 تمہاری یہ بات دل کو گھٹی ہے۔“
 ”مجھے اس پراسرار شخص کی آواز اور لہجہ یاد ہے۔ کیا اس
 سے بات کی جائے؟“

”ہم نالیہ تک پہنچنے کے لئے دوست اور دشمن سب ہی سے
 رابطہ کریں گے۔“

منشا نے میری آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کر کے خیال
 خوانی کی پروا کی۔ پورس منشا کے داغ میں تھا۔ میں نے سوچ کی
 لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا۔ ”کون ہے؟“

پورس نے کہا۔ ”میں دی ہوں جس نے حویلی میں اس
 عورت کو ٹھپ نہیں ہونے دیا تھا اور اسے تم سے چھین کر لے گیا
 تھا۔“

میں نے کہا۔ ”بہن! میں نے اس وقت تمہاری ذہانت اور
 حاضر دماغی کی تعریف کی تھی۔ کچھ اور تعریف سننے آئے ہو؟“

”تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میں کس لئے آیا ہوں۔“
 ”میرے متعلق معلومات حاصل کرنے آئے ہو۔ میں نے بھی
 اس رات کے بعد بڑی معلومات حاصل کی ہیں۔ حویلی میں جس
 عورت کو نہیں جانتا تھا اور اسے جاننے کے لئے اپنے ساتھ لے
 جانا چاہتا تھا اس کا نام منشا ہے اور یہ تو سب ہی کو معلوم ہو چکا ہے

کہ آج کل منشا اور پورس میں بڑی گہری دوستی ہے۔ اس حوالے
 سے تم پورس ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہا ہوں۔“
 ”غلط کیسے سمجھو گے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں پورس ہوں
 تم نے ہمیشہ کے ساحلی بچکے میں پہنچ کر میری محبوبہ کو اغوا کر لیا۔“
 ”بہن! تم بہت دور تک پہنچ جاتے ہو۔ ایک مثال ہے کہ چھپے
 کو تیرا۔ اس کے مطابق تم نے جیسا کیا ہے ویسا پارے ہو۔“

”آخر ہمارا خیال درست نکلا۔ تم نے اس بچکاری کو اغوا کیا
 ہے۔“

”بہن! میں نے ایک مثال دی ہے۔ یہ اقرار نہیں کیا ہے کہ
 اسے بچکے سے کہیں لے گیا ہوں۔“

”دیکھو مسز! بات کو نہ الجھاؤ۔ ہم سے سمجھو آ کرلو۔ ہم
 تمہاری کوئی سی بھی شرمناک لیں گے۔ تم اسے واپس کر دو۔“
 ”یہ ماننے ہو کہ ہماریت عقل سے بھی ہوتی ہے اور عقدر سے
 بھی۔ اس رات میں ہمارا کیا تھا۔ آج تمہاری ہار ہو رہی ہے۔“

”میں اپنی ہار مانتا ہوں۔ کسی بھی شرط پر میری محبوبہ کو واپس
 کر دو۔“
 ”وہ تمہیں گھر بیٹھے واپس نہیں لے گی۔ ذرا تکلیف اٹھانی
 ہوگی۔“

”کیسی تکلیف؟“
 ”وہ جہاں بھی ہے وہاں تمہیں جا کر اسے لانا ہوگا۔“
 ”مجھے سچاں چل رہے ہو۔ یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بتائی ہوئی
 جگہ جاؤں اور تمہارے دامن میں آ جاؤں؟“

”اس رات حویلی میں تمہیں ذہین کہا تھا؟ آج احق کہہ رہا
 ہوں۔ کیا تم اپنے کسی آلا کار کے داغ میں نہ کر نہیں جاسکو گے؟“
 ”وہ جھینپ کر بولا۔ ”میں اپنی محبوبہ کے لئے اس قدر پریشان
 ہوں کہ ایک آلا کار کے بارے میں نہ سوچ سکا۔ تمہارے
 مشورے کا شکریہ ادا کرتے ہو۔“

”بہن! تو میں نے شرط پیش نہیں کی ہے۔“
 ”کیا ہے تمہاری شرط؟“
 ”یہ وعدہ کرو کہ آج میں تمہارے کام آ رہا ہوں۔ آئندہ کبھی
 تم میرے کام آؤ گے۔“

”اتنی آسان شرط؟ کیا مجھ پر بھروسہ ہے کہ میں کام نکل جانے
 کے بعد آئندہ وعدہ پورا کروں گا اور تمہارے کام آؤں گا۔“

”میں جانتا ہوں کہ پارس اور پورس دونوں میں یہ خوبی ہے کہ
 وہ اپنے کام آنے والوں کے کام آتے ہیں۔“

”تم دوسری بار میری تعریف کر رہے ہو۔ تمہارا شعر یہ۔“
 ”اب اصل بات سنو۔ ہمیشہ سے خیر آباد جانے والی ہائی
 وے کے درمیان ایک چھوٹا گاؤں ہے۔ اس گاؤں کا نام بدھ پور
 ہے۔ اس کے قریب ہائی وے کے بائیں طرف ایک بستی آباد
 ہو رہی ہے۔ وہاں ایک چھوٹا سا مندر اور درہم شالا ہے اور وہیں

ایک عایشان محل قبر کے آخری سرے پر ہے۔ پہلے وہاں صرف دو
 چھوٹی بنیاں تھیں۔ ایک چھوٹی بنی میں مندرہ رانی نام کی نہایت حسین
 و دھندلہ تھی جو نہایت ہی معصوم اور بزدل تھی۔ اچانک ایک رات
 وہ شیرنی بن گئی۔ غریب سے بے انتہا دولت مند بن گئی۔ میری باتوں
 کا یقین تمہیں اس وقت آئے گا جب تم وہاں اپنے آلا کار کے
 ذریعے مندرہ رانی کو دیکھو گے اور حیران رہ جاؤ گے۔ وہ بالکل شہی تارا
 کی ہم شکل ہے۔“

”یہ واقعی ہمارے لئے چوٹا دینے والی بات ہے اور یہ سمجھ
 میں آ رہا ہے کہ وہ غریب معصوم اور بزدل مندرہ رانی اچانک شیرنی
 کیسے بن گئی ہے۔ یقیناً نیلاں اس کے اندر سا گئی ہے لیکن میری
 روشنا (نالیہ) کہاں ہے؟“

”اسے نیلاں نے لے گئی ہے۔ یہ تو وہاں جا کر معلوم ہو سکتا ہے
 کہ اس نے تمہاری محبوبہ کو کہاں چھپا کر رکھا ہے۔“

”تم مندرہ رانی اور نیلاں کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟“
 ”میری معلومات کے کچھ ذرائع ہیں۔ تم اپنے ذرائع مجھے نہیں
 بتاؤ گے میں تمہیں کیسے بتا دوں؟ ہاں یہ بتا سکتا ہوں کہ ملی ڈونا باہ
 گھٹنے کے لئے ٹیلی پیشی کے علم سے محروم ہو گئی تھی اور باہ گھٹنوں
 تک محفوظ رہنے کے لئے اس بستی میں گئی تھی۔ میں اسے اپنی
 معمول اور تابعدار بنانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے خبر ہے کہ

احساس ہوا پھر میں نے ایک خاموش تماشائی کی طرح دیکھا۔ وہاں
 جو مندرہ رانی کھاتی ہے اس نے ملی کو اپنے گھٹنے میں لے لیا اور
 اسے اپنی داس بنایا۔ اس کے بعد ہی میں نے جب مندرہ رانی کے
 متعلق معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ وہ ایک غریب اور معصوم

دھندلہ تھی اور اچانک دولت مند بن گئی تھی۔ میرا خیال ہے میں
 نے بہت کچھ بتا دیا ہے۔ اب جاؤ اور میری چھائی کی تصدیق کر لو۔“

میں نے سانس روک لی۔ منشا اور پورس چلے گئے۔ نیلاں
 کی پارس اور پورس دونوں سے دشمنی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ نیلاں
 کو میرے بیٹھے کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملے اور وہ اپنے
 موجودہ معاملات سے غمتا رہے۔ اس لئے میں نے پورس کو نیلاں
 کے پیچھے لگا دیا۔ اب وہ دونوں کچھ عرصے تک ایک دوسرے سے
 الجھتے رہیں گے۔

میں نے علی اور فنی کو مخاطب کیا۔ ان سے کہا وہ تیار رہیں۔
 ایک گھنٹے بعد فنی، نیلاں سے رابطہ کر سکتی ہے۔ میں نے پورس کو
 ادھر کا راستہ دکھا دیا ہے۔

علی نے کہا۔ ”ٹھیک ہے پاپا! فنی ٹھیک ایک گھنٹے بعد نیلاں
 کے لئے براہِ علم بنے گی۔“

ادھر منشا اور پورس منصوبے بنا رہے تھے کہ کس طرح
 نیلاں سے نالیہ کو چھین کر لایا جائے۔ منشا نے کہا۔ ”وہ ہماری
 آواز سن کر آتما کشی کے ذریعے ہمارے داغوں میں پہنچ سکتی ہے۔
 ہماری رہائش گاہ کا پتا معلوم کر کے ادھر آ سکتی ہے۔“

پورس نے کہا۔ ”درست کہتی ہو۔ ہم نے اس کی آتما کو دھوکا دینے کے لئے اپنے چہرے بدل لئے ہیں۔ میں آواز اور لہجہ بدل کر پہلے اس سے رابطہ کروں گا اور معلوم کروں گا کہ اس حویلی والے شخص نے جو معلومات فراہم کی ہیں، وہ کہاں تک درست ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکا رہا۔ بیٹھا رہا۔ اپنی ایک نئی آواز اور لہجے کی پریکٹس کرتا رہا پھر اس نے نیلے کے داغ پر دستک دی۔ وہ بولی۔ ”میرے داغ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ چلے آؤ اور اپنا تعارف کراؤ۔“

پورس نے کہا۔ ”تم اپنے خالقین کے بارے میں یہ نہیں جانتیں کہ کون کہاں چھپا ہوا ہے مگر تمہاری آتما تمہارے جسم سے نکل کر چھپنے والے خالقین کو پہچان لیتی ہے۔ اسی لئے سب نے اپنے چہرے بدل لئے ہیں۔“

وہ بولی۔ ”اب مجھ میں اتنی کشتی آگئی ہے کہ میں آواز اور لہجے کو پہچان کر یوگا جاننے والوں کے داغوں میں چلی آتی ہوں۔“

”تو پھر میرے داغ میں چلی آؤ۔“

یہ کہہ کر پورس دافنی طور پر حاضر ہو گیا پھر دس منٹ کے بعد نیلے کے پاس پہنچ کر بولا۔ ”کیا ہوا؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ آتے کی زحمت نہیں کرو گی؟“

”تم کھانا لایا رکھا رہے ہو۔ یہ تمہارا اپنا اصلی لب و لہجہ نہیں ہے۔ تم کون ہو؟“

”میں ہوں پورس۔ میں نے اپنا سابقہ لب و لہجہ بھی اپنے داغ سے مٹا دیا ہے۔ تم اسے بھی آزما کر دیکھ لو۔“

وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ ”میں جانتی تھی کہ تم اپنی محبوبہ کو تلاش کرنے ہوئے میرے پاس ضرور آؤ گے۔“

”دو شتا میرے لئے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ تم نے اسے لے جا کر اپنے لئے مصیبت مول لی ہے۔ بہت بری طرح بچھتاے والی ہو۔“

”میں تو اس وقت بچھتا رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی جب تم نادیہ بن کر میرے جسم میں سما جاتے تھے۔ تم سے بچنے کے لئے مجھے شئی تاراکے جسم کو چھوڑنا پڑا۔ اب میں ایک نئے روپ میں ہوں۔ تم میرے سامنے کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔ اور اگر میں نے کسی دن تمہیں ڈھونڈ لیا تو سمجھ لو کہ وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔“

”اپنی دھمکیاں اپنے پاس رکھو۔ میں دو شتا کو حاصل کرنے

وہاں تک میں پہنچ نہیں پاؤں گا۔“

”وہ مطمئن ہے کہ تم اسے زندہ رانی کے روپ میں پہچان نہیں پاؤ گے۔“

”یہی اطمینان اس کی موت کا سبب بنے گا۔ زندہ رانی میرے ہاتھوں مرے گی تو اسے دوسرے جسم میں پہنچنے کے لئے وقت ملے گا۔ اس وقت تک میں تمہیں متاثرہ کوہاں سے لے آؤں گا۔“

نیلے غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل تھی لیکن اس کے پاس نادیہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول نہیں تھے۔ وہ ان کی تلاش میں تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں جا نہیں سکتی تھی ورنہ بہت کچھ حاصل کر لیتی۔ چند ٹیلی میٹھی جاننے والوں کے پاس یہ چیزیں تھیں لیکن ان افراد کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ سب نے اپنے چہرے اور لب و لہجہ بدل لئے تھے۔ نیلے سے محفوظ رہنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا تھا۔

اور ٹیلی میٹھی کا علم عارضی طور پر ختم کرنے والی دو اتمام ٹیلی میٹھی جاننے والوں کے لئے مصیبت بنی ہوئی تھی۔ اس دو اتمام خوف سے سب نے اپنے ملک اور اپنی جانیں گاہیں چھوڑ دی تھیں اور جگہ بدل کر پورس رہتے تھے۔

نیلے کو یہی ایک پریشانی تھی کہ وہ جسمانی طور پر نادیہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسے میں پورس سے سامنا ہوتا تو وہ گولی مار دیتا۔ اگرچہ اس کی آتما سلامت رہتی لیکن وہ جسم مردہ ہو جاتا اور اس کی آتما کو نئے جسم میں جانا پڑتا۔ یوں جسم تبدیل کرنے سے آتما کشتی میں پھر کی ہوئے لگتی۔ بار بار ایسا ہوتا رہتا تو وہ آتما کشتی سے محروم ہو جاتی۔

اس نے مندر میں ایک بے خانہ بنایا تھا۔ وہاں متاثرہ کو رکھا تھا۔ اس کے عمل سے متاثرہ کو اپنی بچھلی زندگی اور شخصیت یاد آگئی تھی اور وہ اس کی دافنی بن کر راضی خوشی بے خانے میں رہتی تھی۔ باہر جانے کی خواہش نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی وہ اپنی بہن ناتاشا سے دافنی رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ نیلے نے اس پر جیسا عمل کیا تھا اسی کے مطابق وہ بے خانے میں دن رات گزار رہی تھی۔

نیلے نادیہ کو گولیاں حاصل کرنے کی فکر میں تھی۔ اس وقت اسے پرانی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ بولی۔ ”میرے داغ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اپنا تعارف کراؤ۔“

”میں نے کہا۔“ ”میں وہ ہوں جسے تم نے شیشے کے قید خانے میں رکھا تھا اور مطمئن ہو گئی تھیں کہ میں تمہارے کالے چادو کے اڈ

کا موقع مل جائے تو اپنی قسم پوری کر کے رہوں گی۔“

”چلوں تمہاری خواہش پوری کر دیتی ہوں۔ میرے داغ کا بھی دردناک کھلا ہے۔ تم ابھی آگئی ہو اور میرا کام تمام کر سکتی ہو۔“

نیلے نے فنی کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خدائی کی پرواز کر کے اس کے داغ میں پہنچ گئی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ ایسا ہو گا اور وہ دافنی فنی کے داغ میں پہنچ سکے گی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ ”تجربہ ہے تم نے اپنی موت کو اپنے اندر بلایا ہے۔“

”کیا تم نے سب کی موت کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟ تم خود مرتی رہتی ہو اور جسم تبدیل کرتی رہتی ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھے مار ڈالو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ تمہیں مجبور کروں گی کہ مرتی رہو، جسم تبدیل کرتی رہو اور آتما کشتی سے محروم ہوتی رہو۔“

نیلے نے اچانک اس کے داغ میں ڈنڈل پیدا کیا۔ اسے ایسا لگا جیسے فولا پر چھو ڈالا مارا ہو۔ پھر بھی فولا کا کچھ نہیں بگڑا۔ اس نے دوسری پھر تیسری بار ڈنڈل پیدا کیا مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔ چناں چہ جیڑی نے اس کے داغ کو پاس کی طرح غجبہ بیا دیا تھا۔ فنی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ بولی۔ ”میری تپش میں کمی نہ گئی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی آتما کشتی کی بچھلی کمزوریاں دور کر سکتی ہوں مگر تمہاری دافنی قوت نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں اپنی کمزوریوں کو دور کروں گی اور یہاں رہ کر دن رات تپش کرتی رہوں گی۔“

”تم ایسا نہیں کر سکو گی۔ میں تمہارے پاس آؤں گی اور تمہارے موجودہ جسم کو گولی مار دوں گی۔ تمہاری آتما کو پھر ایک نئے جسم میں جانا ہو گا۔ اپنے موجودہ جسم سے محروم ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

”مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ میرے پاس پہنچنا آسان نہیں ہے۔ میں ایسی جگہ ہوں جہاں تم پہنچ نہیں سکو گی۔“

فنی نے کہا۔ ”تم سے اتنا کاؤڈید ہو گیا ہے کہ میں اب خوابوں میں دیکھتی ہوں کہ ایک چھوٹا سا مندر ہے۔ درم شالا ہے۔ ایک شاندار عمل تعمیر ہو رہا ہے۔ میں ہندوستان میں نہیں ہوں۔ پھر بھی فلائنگ کیپول کے ذریعے آؤں گے کھٹے میں وہاں پہنچ سکتی ہوں۔“

نیلے حیرانی سے سوچنے لگی۔ ”یہ کیا بلا ہے؟ یہ کیسے جان گئی ہے کہ میں یہاں ایک معمولی رہائی دہیو کی طرح رہتی ہوں۔“

وہ غصے سے بولی۔ ”تم آؤ گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں

جا سو کی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

افسان کی ترقی و تہذیب کے حیات اہل و واقعات صدیوں سے زندہ ایک پراسرار شخص کی آپ بیتی، ہوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نبو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

پہلے حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۵۰ روپے • ڈاک خرچ فی حصہ ۱۲ روپے

مکمل سیٹ منگانی پر قیمت صرف ۲۵۰ روپے، ڈاک خرچ، معاف۔ کل ۲۵۰ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی

ضروری کام سے کہیں جاری ہوں۔ کچھ روز بعد آؤں گی۔ آپ میرے بارے میں کوئی فکر نہ کریں۔“

غیر ہونے والے محل کے ایک گیاراج میں تین گاڑیاں تھیں۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ رامو چرائی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی بیٹی پہلے ہی بھولی بھالی اور ہرول تھی۔ تیل گاڑی نہیں چلا سکتی تھی۔ اب اس کے سامنے کار ڈرائیو کرتے ہوئے پہلی گئی تھی۔

وہ اپنی بچی سے بولا۔ ”ایسا لگتا ہے ہماری بیٹی کے اندر کوئی دیوی سما گئی ہے۔ اسے اتنی ہمت اور اتنی دولت ملی ہے کہ ہم جمو پڑی میں رہ کر کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔“

رامو کی بیٹی یعنی مندرہ رانی کی ماں دونوں ہاتھ جو ڈکر بھگوان کا شکر ادا کرتے تھی۔ اسی وقت پورس کے دو آلہ کار فلائنگ کیپول کے ذریعے ماہدین بن کر ایک بڑے سے درخت کے پیچھے آئے پھر وہاں نمودار ہو گئے۔ ایک آلہ کار مرد تھا اور دوسری عورت تھی۔ ایک کے داغ میں پورس تھا اور دوسری کے داغ میں منشا موجود تھی۔

وہ دونوں وہاں سے پلٹے ہوئے جمو پڑی کے پاس آئے۔ ایک نے رامو سے کہا۔ ”ہم مسافر ہیں بہت دور سے آئے ہیں۔“

رامو نے کہا۔ ”ہم آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ دھرم شالا میں کھانے پینے اور رہنے کا انتظام ہے۔ آپ دونوں میرے ساتھ آئیں۔ میں وہاں تک ساتھ چلتا ہوں۔“

منشا نے آلہ کار عورت کی زبان سے کہا۔ ”ہم نے مندرہ رانی کا بت نام اور بہت تعریفیں سنی ہیں۔ ہم اس دیوی سے ملنا چاہتے ہیں۔“

رامو نے کہا۔ ”وہ میری بیٹی ہے۔ ابھی آواٹھائے پہلے کہیں گئی ہے۔ اب پتا نہیں کب آئے گی۔“

مرد آلہ کار نے پوچھا۔ ”آپ کی بیٹی کے پاس ایک خوبصورت لڑکی شرسے آئی ہوگی؟“

”ہاں پہلے ایک لڑکی آئی تھی۔ وہ کسی کام سے مہمبھی گئی ہے۔ دوسری یہاں آئی تھی مندرہ رانی کے ساتھ مندر کے اندر گئی تھی۔ پھر ہمیں نظر نہیں آئی۔“

”آپ نے بیٹی سے پوچھا ہوگا کہ وہ مندر میں کیوں رہتی ہے باہر کیوں نہیں نکلتی؟“

”ہم اپنی بیٹی سے کوئی سوال نہیں کرتے ہیں۔ اس کے اندر کوئی دیوی سما گئی ہے۔ ہماری بیٹی اب جو کرتی ہے سب کی بہتری کے لئے کرتی ہے۔“

منشا اور پورس نے پہلے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ منشا کی ماں ہے اور کس حال میں ہے؟ پتا چلا کہ نیلاں نے اس کے داغ سے روشنا کلاب و لوجہ مندا ہے اور اس کے داغ کو لاک کر دیا ہے۔

اب اپنے دو آلہ کاروں کے ذریعے انہیں معلوم ہوا کہ شرسے آنے والی ایک لڑکی مندر کے اندر گئی تھی پھر ہر نہیں آئی۔ رامو نے یہ بات سادگی سے بتادی۔ وہ اپنی بیٹی کے بارے میں غر سے کتا تھا کہ مندرہ رانی سب کی بہتری کے لئے کام کرتی ہے۔ اگر شرسے آنے والی کو وہ مندر میں لے گئی ہے تو اس میں اس شردالی کی بہتری ہوگی۔

منشا نے گامبھی نیلاں کہیں گئی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کی خبر موجودگی میں منشا تک پہنچنا چاہیے۔“

پورس نے کہا۔ ”یہ صاف ظاہر ہے کہ مندر میں دوپوش رہنے یا رکھنے کی کوئی جگہ ہے۔ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ نیلاں کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟“

”تم اس سے رابطہ کرو کہ تو وہ سمجھ لے گی کہ تم منشا کو حاصل کرنے کے لئے کوئی چال چلنے کے لئے اس کے پاس آئے ہو۔“

”غصہ ہے“ اس بار تم اس سے رابطہ کرو۔“

وہ دوسری آواز اور لہجے کی پریکٹس کرتے گئی۔ پورس نے کہا۔ ”اگر وہ پوچھے تو کہہ دینا کہ تمہارا تعلق فراد علی تیور کی فیملی سے ہے۔ اس طرح وہ ہم پر شبہ نہیں کرے گی۔“

منشا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور نیلاں کے داغ میں انگر بولی۔ ”میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے بیان کتی ہو؟“

وہ بولی۔ ”جی! تم ہزار لہجے بدل کر بولو۔ میں تمہارے قریب میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ بھی نہیں معلوم کر سکو گی کہ میں کہاں دوپوش رہنے کے لئے جاری ہوں۔ میں جب تک تمہیں ہلاک نہیں کروں گی تب تک کسی کو اپنے داغ میں نہیں آئے دوں گی۔ تم کسی بھی روپ میں اور کسی بھی لہجے میں مجھ تک نہیں پہنچ سکو گی۔“

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ منشا اپنی جگہ حاضر ہو کر پورس سے کچھ کتا چاہتی تھی مگر وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ رامو کے داغ میں وہ کر اس کے ذریعے اس گمن میں سے باتیں کر رہا تھا جو مندر کے بند دروازے پر کھڑا ہوا تھا تاکہ صبح سے پہلے کوئی مندر کا دروازہ کھول کر اندر نہ جاسکے۔

پھر وہ گمن میں کے اندر پہنچا اور اس کے خیالات بڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ گمن میں خود کو بڑا بھانجوان سمجھتا ہے کیونکہ کوئی ضروری بات ہو تو اسے اپنے داغ میں مندرہ رانی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ اسے کوئی ضروری حکم دیتی ہے پھر اس کے داغ میں خاموشی چھا جاتی ہے اور وہ فوراً اس کے حکم کی قیبل کرتا ہے۔

پورس اس کے داغ سے نکل آیا۔ منشا سے پوچھا۔ ”کوئی بات ہوئی؟“

منشا نے کہا۔ ”اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ میں بول رہی ہوں۔ کیا مجھے بیان کتی ہو؟ میری آواز سننے ہی وہ غصے سے پھٹ پڑی اور کہنے لگی۔ تمی تم ہزار

لہجے بدل کر بولو۔ میں تمہارے قریب میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ بھی معلوم نہ کر سکو گی کہ میں کہاں دوپوش رہنے کے لئے جاری ہوں۔“

پورس نے کہا۔ ”تجربہ ہے اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ جی سے چپنے کے لئے کہیں جاری ہے یعنی کہ وہ جی سے خوفزدہ ہے۔“

”ہاں! مجھے جی سمجھ کر کہہ رہی تھی کہ جب تک اسے ہلاک نہیں کرے گی تب تک اپنے داغ میں کسی کو نہیں آنے دے گی۔ اس طرح جی کسی بھی روپ میں اور کسی بھی لہجے میں اس کے پاس نہیں پہنچے گی۔ اتنا کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے داغ سے نکل آئی۔ اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔“

پورس نے کہا۔ ”میں حیران ہوں۔ میرے سامنے یہ نئی بات آ رہی ہے کہ اتنا ہمتی رکھنے والی اور کسی کے قابو میں نہ آنے والی نیلاں! فراد کی بوہین علی کی شریک حیات جی سے ڈرتی ہے اور ایسی خوفزدہ ہے کہ جی سے چپنے کے لئے وہ مندر و دھرم شالا، محل اور تمام زمینیں چھوڑ کر کہیں چپنے جاری ہے۔“

منشا نے پوچھا۔ ”جی کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا وہ نیلاں سے زیادہ خطرناک ہے یا نیلاں کی کوئی بہت بڑی کمزوری جی کے ہاتھ آگئی ہے۔“

”ہم منشا کو یہاں سے لے جانے کے بعد جی اور نیلاں کے معاملے کو سمجھیں گے۔“

”تم ابھی خیال خوانی کر رہے تھے کیا معلوم کر رہے تھے؟“

”نیلاں کسی بھی گمن میں کے اندر آتی ہے اور کوئی ضروری حکم دیتی ہے۔ ہمیں اس مندر کے اندر جانا ہے اور اس گمن میں کو قابو میں کرنا ہے۔“

”وہ کہیں دور دوپوش رہنے کے لئے گئی ہے۔ اس سلسلے میں گمن میں سے یقیناً کچھ کہا ہوگا۔“

”جی! ابھی اس کے خیالات دوبارہ پڑھتا ہوں۔ تم بھی اس کے اندر چلو۔“

وہ دونوں اس گمن میں کے اندر آئے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ابھی چند سیکنڈ پہلے مندرہ رانی (نیلاں) نے گمن میں کو حکم دیا ہے کہ منشا کو مندر کے دروازے سے نکل کر شیو شکر کی مورٹی کے سامنے بٹھا دے۔ وہ اس کی طرح یوگا کے ایک آسن میں تپا کرے گی۔ ایک دشمن عورت اسے دیکھ کر یہی سمجھے گی کہ وہ مندرہ رانی ہے کیونکہ وہ مندرہ رانی کو چرسے سے نہیں بچتا پتی ہے۔

نیلاں نے گمن میں کو حکم دیا تھا کہ وہ ایسا کرنے کے بعد مندر کے دروازے کے باہر جا کر سو جائے۔ کوئی منشا کو اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو اسے لے جانے دے۔ اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔

جب منشا اور پورس اس گمن میں کے خیالات پڑھ رہے تھے تو وہ گمن میں نیلاں کے احکامات کی قیبل کر رہا تھا۔ مندر کے دروازے سے منشا کو شیو شکر کی مورٹی کے سامنے لے آیا تھا۔ اب پورس منشا کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے نیلاں کو سمجھا چکی تھی کہ یوگا کے کس آسن میں بیٹھ کر اسے تپا کرنا چاہیے۔

اور اگر تپا کرے دوران میں کوئی اسے ساتھ چلنے کے لئے تو وہ خوفزدہ رہے مگر اس کے ساتھ چلی جائے۔ وہ اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرے گی۔

پورس نے منشا کو دیکھ کر پوچھا۔ ”یہ معاملہ کچھ سمجھ میں آیا؟“

”میری سمجھ میں یہ آ رہا ہے کہ جی! نیلاں پر حملہ کرنے! اسے نقصان پہنچانے یا اسے مار ڈالنے کے لئے اس مندر میں آنے والی ہے۔ جی اسے چرسے سے نہیں بچتا پتی ہے اس لیے نیلاں میری بہن منشا کو قربانی کی بجائے تپا کرنا چاہتی ہے۔“

”بالکل ایسی بات ہے۔ اس سے پہلے کہ جی یہاں آئے، ہمیں منشا کو لے جانا چاہیے۔“

پورس کے دو آلہ کار دھرم شالا میں تھے اور دو آلہ کار ایک کار میں سڑک کے کنارے تھے۔ انہوں نے ان سب کو کار سمیت مندر کے سامنے آنے کا حکم دیا۔ ان سب نے حکم کی قیبل کی۔

منشا اپنی آلہ کار عورت کے داغ میں تھی۔ پورس ایک مرد آلہ کار کے اندر تھا۔ وہ سب مسلح تھے۔ مندر کے دروازے پر گمن میں سو گیا تھا۔ وہ باج بھی رہا ہو گا تو اس نے نیلاں کے حکم کے مطابق آنکھ نہیں کھولی۔

وہ سب دروازہ کھول کر مندر کے اندر آئے۔ منشا یوگا کے ایک آسن میں تپا کر رہی تھی۔ منشا نے اپنی آلہ کار کی زبان سے کہا۔ ”نیلاں! اب یہ تپا چھوڑو۔ میں جی ہوں۔ میرے ساتھ سیدو طرح چلو ورنہ میں تمی شکر انگلی سے گھٹکانا چاہتی ہوں۔“

پھر منشا نے پورس سے کہا۔ ”علی! ہمیں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اٹھا کر لے چلو۔“

”نیلاں! منشا کے اندر جی اور منشا کے ذریعے خود کو خوفزدہ ظاہر کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”جی! تم پتہ نہ ڈالو۔“ ابھی میں تمہارے ساتھ اس لیے چلوں گی کہ تم میرے موجودہ جسم کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ میں بار بار جسم بدلتا نہیں چاہتی۔“

وہ تمام آلہ کار اسے زبردستی مندر سے نکال کر کھینچے ہوئے اسے پچھلی سیٹ پر لے آئے۔ اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ کچھ آگے بیٹھ پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ کچھ دور آگے سڑک پر جاتے ہی پورس نے منشا کے اندر پہنچ کر ڈزلر پید کیا۔ وہ بچپن ماہ کر تڑپنے لگی۔ پھر دوسری بار ڈزلر پید کیا تو وہ برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بے ہوش اور بے حس داغ میں

نیلماں نہیں رہ سکتی تھی۔

نیلماں ایک سڑک کے کنارے کاروبار کرانی دانت میں
نہی اور علی کو قریب دے رہی تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ پورس نے
ایسی چوہن سے فائدہ اٹھایا ہے۔

نیلماں کو اطمینان ہو کہ وہ نالیہ کو نیلماں سمجھ کر لے گئے ہیں
اور یہ بھی اچھا کیا ہے کہ نالیہ کو بے ہوش کر دیا ہے۔ جب تک وہ
ہوش میں آئے گی ان پر یہ بھی نہیں کھلے گا کہ وہ صو کا کھا کر نالیہ کو
اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اتنی دیر میں وہ نہی کی پہنچ سے بہت دور چلی
جائے گی۔

نئی بیٹی کی دنیا میں سب سے اول اور آخر داغ کا ہی کھیل
ہے۔ جو ذہانت میں کم ہوئے ہیں اور انسانی نفسیات کو نہیں سمجھتے وہ
ہزار غیر معمولی ملائمتیں رکھنے کے باوجود قریب میں جہاں کر
گھٹک کھاتے رہتے ہیں۔

☆○

اسرائیلی فوج کا ایک اعلیٰ افسر دوسرے چار اعلیٰ افسران سے
اہم معاملات پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو
محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ چند سینکڑے کے بعد پھر سوچ کی
لہروں کو محسوس کیا۔ اس بار آواز سنائی دی۔ ”میں دھرم راج
(گردیو) بول رہا ہوں۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”اچھا تو تم ہو؟ میرے پاس آنے کی تکلیف
کیوں کی ہے؟“

گردیو نے کہا ”میں حیران ہوں کہ تم یوگا کے ماہر نہیں تھے۔
شراب بھی پیتے تھے پھر تم نے سانس روکنے میں کیسے مہارت
حاصل کر لی ہے۔“

”میں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ سگریٹ بھی نہیں پیتا
ہوں۔“

”لیکن تم سوچ کی لہروں کو کیسے روک رہے ہو۔ سچ بتاؤ کیا کسی
نے تیری عمل کے ذریعے تمہارے داغ کو لاک کیا ہے؟“

”سچ یہی ہے کہ ایک فرشتے نے ہم پانچ اہم افسروں کے
داغوں کو لاک کر دیا ہے۔ تم کسی کے داغ میں نہیں جاسکو گے۔“

”تم لوگوں کو مجھے اپنے داغ میں آنے سے نہیں روکنا
چاہیے۔ میں تمہارے اہم فوجی راز جانتا ہوں۔“

”ہم تمہارا راستہ اسی لیے روک رہے ہیں کہ تم آئندہ
ہمارے دوسرے رازوں تک نہ پہنچ سکو۔“

”جو راز پہلے سے جانتا ہوں“ اس کے عوض ہر ماہ کی پہلی
تاریخ کو مجھے دس لاکھ ڈالر دیتے ہو۔ آج چھ تاریخ ہے اور تم لوگوں
نے اب تک ادائیگی نہیں کی ہے۔“

”دھرم راج! تم بہت عرصے سے ہمیں بلیک میل کر کے حرام
کی کھاتے آ رہے ہو۔ اب تمہارے پاس ہماری کوئی کمزوری نہیں
رہی ہے۔“

”یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ تمہارے تمام اہم ڈوکو جنس
ہمارے پاس ہیں۔“

”جس فرشتے نے ہمارے داغ لاک کئے ہیں“ اسی نے کہا ہے
کہ حویلی کے بیٹے خاٹے سے ایک نہیں، کئی ممالک کی اہم
دستاویزات چرائی گئی ہیں۔“

گردیو کو تھوڑی دیر کے لیے چپ سی لگ گئی۔ دوسرے افسر
نے کہا ”اگر وہ فرشتہ جھوٹ کہتا ہے تو ہمارے فوجی رازوں سے
تعلق رکھنے والی دستاویزات کی فوٹو اسٹیٹ کیا جائیں ہمیں دکھا دو۔“

گردیو نے کہا ”اچھا تو وہ چور تمہارے لیے فرشتہ بن گیا
ہے۔“

”جو ہم سے غلطی کرے اور ہمیں حرام کھانے سے روکے
اسے فرشتہ ہی کہیں گے۔“

”تم لوگ اس ماہ کی ادائیگی سے انکار کر کے مشکل میں
پڑ جاؤ گے۔“

”ہم تو اسے رقم ادا کریں گے جس کے پاس ہماری اہم
دستاویزات ہوں گی۔“

”اب میں سمجھ رہا ہوں کہ تمہارے سراغ رسالوں نے انہیں
چرایا ہے۔“

”تم یہاں سے جا کر امریکی اکابرین اور روسی حکمرانوں کو بلیک
میل کرو گے تو ہمیں یہی جواب ملے گا۔ کسی بھی بڑے ملک سے
جہیں رقم نہیں ملے گی۔ پھر تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ اسرائیلی
جاسوسوں نے تمہارے ہاں چوری نہیں کی ہے۔“

”تمہارے اس فرشتے نے بتایا تو ہو گا کہ وہ کون ہے۔“

میں نے کہا ”میں ابھی آ رہا ہوں اور مدافعت کے لیے معذرت
خواہ ہوں۔ چونکہ میرا ہی ذکر ہو رہا ہے اس لیے گردیو کھلانے
والے دھرم راج کو اپنی آواز سنایا ہوں۔ میں چور ہوں یا فرشتہ“ یہ

پورس سے جا کر پوچھو کیونکہ اس رات حویلی میں پورس بھی تھا۔“

”میں ابھی جا کر پورس سے تمہاری حقیقت معلوم کروں گا۔“

وہ چلا گیا۔ میں نے جتنی تحریری دستاویزات ڈیو پیکشس اور
مائیکرو فلمیں حاصل کی تھیں ”ان میں ایسی دستاویزات بھی تھیں“
جن کا تعلق چند اسلامی ممالک سے تھا۔ میں نے اسرائیلی ”امریکا“
روس اور فرانس کے اکابرین کو دکھایا دی تھیں کہ میں ان سے
کوئی رقم تو نہیں لوں گا لیکن وہ اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں
کریں گے تو ان تمام بڑے ممالک کے راز فاش کر دوں گا اور یہ

کبھی ظاہر نہ ہو کہ ان کی دستاویزات کو اپنے قبضے میں رکھنے والا اب
انہیں چرانے والا ایک ایسا شخص ہے جو اسلامی ممالک کا حامی
اور محافظ ہے۔ ان تمام ممالک کے اکابرین نے اپنی بہتری کے لیے

میرے سلسلے میں اپنی زبانیں بند رکھی تھیں۔

میں پورس کے داغ میں پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو
محسوس نہیں کیا کیونکہ گردیو وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس سے

کہہ رہا تھا ”تم اس شخص کو یقیناً جانتے ہو جس نے ہماری تمام
دستاویزات چرائی ہیں۔“

پورس نے کہا ”اگر میں جانتا تو اسی دن اس کے بارے میں
بتا دیتا۔“

”وہ اسرائیلی فوجی افسران اسے فرشتہ کہہ رہے تھے۔“

پورس نے کہا ”اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ فرشتہ ہے۔ میں
نے اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنی محبوبہ کو نیلماں بھیجی
چریل سے نجات دلائی ہے۔“

”وہ تم سب کے لیے فرشتہ ہے اور ہمارے لیے غذا بیہ جان
ہے۔ آخر وہ ہے کون؟“

”بعض افراد پر اسرار ہیں کہ رہتے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں
کسی کو کچھ نہیں بتاتا ہے۔ وہ میرے لیے بھی پر اسرار ہے لیکن جو
احسان اس نے مجھ پر کیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسے
دوست بنا کر رکھو تو وہ دوست بن کر کام آتا رہے گا۔“

”کیا ہم اپنے گھر میں چوری کرنے والے کو دوست بنا لیں۔“

”نہ بتاؤ۔ اس نے تو تمام بڑے ممالک کو دوست بنایا ہو گا۔“

”وہ نہیں جانتا ہے کہ مہاراج کتنے شہتی مان ہیں۔ اسے بے
غتاب کو دیں گے۔“

”یہ بات اس شخص سے کہو“ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟“

گردیو نے مہاراج سے دافنی رابطہ کیا اور اسے موجودہ
حالات بتائے۔ مہاراج نے کہا ”جس دن وہ شخص تمام دستاویزات
چرا کر لے گیا تھا“ اسی دن سے میں اپنے غیر معمولی علوم سے اس
کے بارے میں معلوم کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔ وہ کوئی فولادی
دل داغ کا آدمی ہے۔ میرے علوم کے دائرے میں آتے آتے وہ
جاتا ہے۔ مجھے اس کی پرچائیں ملتی ہے مگر وہ پہچانا نہیں جا رہا
ہے۔“

”مہاراج! اب کیا ہو گا؟ تمام بڑے ممالک نے لاکھوں
ڈالروں کی ادائیگی روک دی ہے۔“

”پریشان کیوں ہوتے ہو۔ ہم کنگال تو نہیں ہیں۔ آمدنی کے
اور بھی ذرائع ہیں لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ شخص بڑے
ممالک کو بلیک میل نہیں کر رہا ہے اور ان سے رقم نہیں لے رہا
ہے۔ جیسے خدا کی خدمت گار ہو یا وہ اتنا دولت مند ہو کہ دولت اس
کے لیے ہاتھ کا میل ہو۔“

”پتا نہیں کون پاگل کا کچھ ہے؟ آخر اسے کس طرح تلاش کیا
جاسکتا ہے؟“

مہاراج نے کہا ”مختلف ٹیلی بیٹنی جاننے والوں سے رابطہ کرنا
ہو گا۔ شاید کوئی اسے جانتا ہو۔“

گردیو نے کہا ”پاپراس اور پورس میں ہمیشہ دشمنی رہتی ہے۔
اگر اس شخص نے پورس کو اپنا احسان مند بنایا ہے تو پھر وہ پاپراس کا
مخالف ہو گا۔ ہمیں پاپراس سے پوچھنا ہو گا۔“

مہاراج کے ریکارڈ بوم میں تمام ٹیلی بیٹنی جاننے والوں کی
آوازیں اور انہوں کے آڈیو کیسٹس موجود تھیں۔ مہاراج نے گردیو
کو پاپراس کی آواز اور لہجہ سنایا۔ گردیو نے پاپراس کے داغ میں آکر
کہا ”سٹراس“ جسے مجھے نہیں جانتے ہو۔ میرا نام دھرم راج ہے۔
میرے چیلے مجھے گردیو کہتے ہیں۔ میں ایک پر اسرار شخص کے
بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا دشمن پورس اس کا احسان
مند ہے اور اس کی بڑی تحریض کرتا ہے۔“

”پھر تو پورس کا دوست یا دشمن میرا دشمن ہو گا مگر وہ ہے کون؟
کچھ اس کا نام یا نشان بتاؤ۔“

”ہم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہ ہماری اہم دستاویزات
چرا کر لے گیا ہے۔“

پاپراس نے کہا ”اچھا سمجھ گیا۔ میں الپا کے ساتھ اسرائیلی
میں ہوں۔ وہاں کے اعلیٰ فوجی افسران بہت خوش ہیں۔ ایک شخص
نے ان سے کہا ہے کہ اب وہ کسی بلیک میل کو لاکھوں ڈالر ادا نہ
کریں کیونکہ وہ ان کی اہم دستاویزات اس بلیک میل سے چرالا یا
ہے۔“

”سٹراس! تم بالکل درست سمجھ رہے ہو۔ کیا اس نے وہ
دستاویزات ان فوجی افسران کو دی ہیں؟“

”نہیں۔ اس شخص نے کہا ہے کہ وہ اپنے پاس دستاویزات
رکھے گا لیکن بلیک میل نہیں کرے گا۔ میری وائف الپا نے معلوم
کیا ہے کہ وہ امریکا کی اہم دستاویزات کے ذریعے ایک ڈالر بھی
نہیں لے رہا ہے۔ یعنی کسی بھی بڑے ملک سے نہ رقم لے رہا ہے
اور نہ ہی ان سے شرائط منوانا ہے۔“

”پھر تو ہمیں بھی خوش ہونا چاہیے کہ تمہاری بیوی یہودی
ہے اور وہ شخص یہودی قوم کے کام آ رہا ہے۔“

”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میری الپا اسلام قبول
کر چکی ہے۔ اسرائیلی حکومت سے ہماری دوستی ہے اور ہم دوست
کی حیثیت سے ان کے کام آتے ہیں۔“

”یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے مگر وہ شخص کون ہے؟ کن مقاصد
کے لیے ہم سے دشمنی کر رہا ہے؟ وہ پورس کا دوست ہے تو کیا تمہارا
دشمن نہیں ہو گا؟“

”کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو دشمن کا دوست ہو گا وہ ہمارا
دشمن ہو۔ یہ تمام بڑے ممالک ایک دوسرے سے بھی دوستی رکھتے
ہیں، کبھی ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں اور
یہودیوں کی دشمنی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ایسی دشمنی کے
باوجود میں مسلمان ہو کر یہودیوں کے کام آتا رہا ہوں۔ اس
پر اسرار شخص نے پورس کا دوست ہونے کے باوجود ابھی تک مجھے
کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔“

”یعنی تم بھی اس پر اسرار شخص کی حمایت میں بول رہے ہو؟“

”اس نے جس نقصان پہنچایا ہے۔ اگر تم اسے دوست بنا لو
11

تو ہو سکتا ہے، آئندہ وہ جس کو فائدہ پہنچائے۔

”تمام ممالک سے بلیک میلنگ کے ذریعے کروڑوں ڈالر حاصل ہوتے تھے۔ اس نے کروڑوں کا نقصان پہنچایا ہے اور تم اسے دوست بنانا کا مشورہ دے رہے ہو؟“

پارس نے کہا ”تم میرے پاس ایک مسئلے کا حل معلوم کرنے آئے ہو۔ میں نے اپنے مزاج اور نظریے کے مطابق تمہیں مسئلے کا حل بتایا ہے۔ اگر وہ شخص میرا دوست بن کر دکھائے تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔“

”جو تا جس کے پاؤں کو کاٹنا ہے اسے ہی تکلیف ہوتی ہے۔“

میں نے تمہارے پاس آنکھ دھنکی۔ ”جہاں تک بات نہ لو۔ تم پورے سے میری دشمنی کے حوالے سے آئے تھے۔ میں تمہارے پاس یہ کہنے نہیں آیا تھا کہ پورے جیسا جو تمہارے پیروں کو کاٹ رہا ہے۔ تم سے پوچھنے نہیں آیا تھا کہ مجھے جو تا جس کو پورے کو کاٹنا چاہیے؟ میرا نام پارس ہے۔ میں جو تے مار سکتا ہوں، جو تا بن نہیں سکتا۔ اب جاؤ۔“

گرمودیو داغی طور پر حاضر ہو گیا، مہاراج اس کے داغ میں تھا۔ وہ بولا ”پارس نے سچی اور کھری باتیں کی ہیں۔ اس شخص نے پارس کو ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ اس لیے وہ شخص نہ تو دوست ہے اور نہ دشمن۔“

”پارس نادان نہیں ہے۔ وہ اس شخص کے بارے میں ضرور کچھ معلوم کر رہا ہوگا۔“

”جب وہ معلوم کرے گا تو دیکھا جائے گا۔ ہم ڈاکٹر انا پورنا کو نظر انداز کر رہے ہیں۔“

”مہاراج! آپ کے غیر معمولی علوم کیا کہتے ہیں؟“

”وہ بھی اس پر اسرار شخص کی طرح میرے علوم کے دائرے میں آتے آتے رہ جاتی ہے۔ میں نے پورے سے اس کا لبہ دلجو معلوم کیا تھا اور اس کے داغ میں بھی گیا تھا لیکن اس عورت کے داغ میں دھندلاؤ نہ تھا۔ سو کچھ نہ تھا۔ اتنا چلا چلا کہ سانس لے رہی ہے۔“

”وہ بھی اس پر اسرار شخص کی طرح آپ کی گرفت سے نکل رہی ہے۔ کیا اس پر اسرار شخص سے اس کا تعلق ہو سکتا ہے؟“

مہاراج نے کہا ”میں بہت کوششیں کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ جو لی میں جا کر کم ہو جائے والی نیلماں ہوگی۔ وہ اب منظر سے ہٹ گئی ہے۔ خود کچھ نہیں کر رہی ہے۔ اس پر اسرار شخص کے ذریعے سب کچھ کر رہی ہے۔“

”نیلماں سے ہمارا بھی رابطہ نہیں رہا۔ کیا اس سے بات کی جا سکتی ہے؟“

”وہ اپنی آتما ہستی اور کالے جادو کے سلسلے میں بڑی مغرور ہے، مجھے اپنے برابر کا نہیں سمجھتی ہے اس لیے ہم جیسے مہمان

جادو گروں کو نظر انداز کرتی ہے۔ اب ہماری غرض ہے اس لیے مجھے اس کے پاس جانا ہوگا۔“

مہاراج نے ریکارڈ روم کے ایک آڈیو کیسٹ کے ذریعے نیلماں کی آواز سنی پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچا۔

اس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر اسے غائب کرتے ہوئے کہا ”نیلماں! میں مہاراج ہوں۔ چاہو تو میرے داغ میں آ سکتی ہو۔“

مہاراج اپنی جگہ داغی طور پر حاضر ہوا۔ نیلماں نے اس کے داغ میں آکر کہا ”میں نے برسوں پہلے تمہارا نام اور تمہاری آواز بھی سنی تھی۔ آواز اور لبہ یاد نہیں ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ تم مہاراج ہو؟“

”جب ہے۔ کیا تم آتما ہستی کے ذریعے تصدیق نہیں کر سکتی؟“

”میں نے ایک وجہ سے آتما ہستی کا امتحان کر لیا ہے۔ ویسے یہ اطمینان ہے کہ تم میرے داغ سے چلے گئے اور مجھے اپنے اندر بلایا ہے۔“

”میں چاہتا ہوں، تم سے رابطہ رکھوں۔ تمہارے کام آؤں اور بھی تم میرے کام آؤ۔“

”ایسا باہمی تعاون کیوں چاہتے ہو؟ کسی پر اطمینان ہو؟“

”ہاں دو ہستیاں ایسی ہیں جو میرے لیے معائنہ گئی ہیں۔ وہ دونوں ہستیاں میرے علوم کے دائرے میں بھی نہیں آ رہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح جادوگر ہیں یا پھر فولادیں دل و داغ کی حامل ہیں۔ ان پر جادو بے اثر ہو رہا ہے۔“

”کیا ان کے نام یا کچھ نشانیاں ہیں؟“

”وہ بے نام و نشان ہیں لیکن ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔“

مہاراج میرے متعلق بتانے لگا کہ میں تمام اہم دستاویزات چرا کر لے جانے کے بعد نہ کسی بڑے ملک کو بلیک میل کر رہا ہوں نہ ان سے لاکھوں ڈالرز وصول کر رہا ہوں۔ نہ خود فائدہ اٹھا رہا ہوں اور نہ مہاراج کو فائدہ اٹھانے دے رہا ہوں۔

نیلماں نے کہا ”چاہے کون ایسا حاتم طائی ہے جو نیکیاں کر رہا ہے اور دریا میں ڈال رہا ہے۔ نہ خود کھانا ہے، نہ تمہیں کھانے دے رہا ہے۔“

”میں یہ امید لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم شاید آتما ہستی کے ذریعے اسے دھوڑ ڈالو گی۔“

”میں اس کی کوئی تصویر دیکھ لوں یا آواز سن لوں تو میری آتما اس کے پاس پہنچ جائے گی۔“

”میرے پاس اس پر اسرار شخص کی آڈیو کیسٹ ہے۔ تم آواز سن سکتی ہو۔“

”وہ آواز فرضی ہوگی۔ آج کل تمام ٹیلی ویژنی جاننے والوں نے اپنی آوازیں اور چہرے میرے خوف سے بدل لئے ہیں پھر بھی

وہ آواز سناؤ۔“

مہاراج نے میری آواز سنا لی۔ نیلماں نے اس آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے داغ میں آگئی، اس کے پیچھے مہاراج بھی چلا آیا۔ وہ میں ہی تھا لیکن میری سادہ آواز اور لبہ نہیں تھا اس لیے وہ سمجھ نہیں پائے کہ فراد علی تصور کے پاس ہیں۔ میں نے کہا ”سوا حکم، کون ہو اور کیسے آتا ہوا؟“

”میں نیلماں ہوں۔ سنا ہے کہ تم بہت پر اسرار ہو۔ میرے اندر تجش پیدا ہوا، اس لیے آئی ہوں۔“

”میں مہاراج ہوں۔ تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ پوچھنے آیا ہوں کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟“

میں نے جواب دیا ”دشمنی ہوئی تو تمہارے گھر سے مال چرا کر لے جاتا۔ میں تو وہ دستاویزات لے گیا ہوں، جو تمہاری نہیں تھیں۔ میں شریف اور دھرم کرم والوں کے ہاں کبھی چوری نہیں کرتا۔ میں تو ایک سیدھا سادہ انسان ہوں۔“

”ایسی چوری کا فائدہ کیا ہے جس سے تم فائدہ نہیں اٹھا رہے ہو؟“

”میں نے کہا کہ دیا کہ فائدہ نہیں اٹھا رہا ہوں؟ اگرچہ میں ان سے نقدی نہیں لے رہا ہوں تاہم ان سب کو انڈر پریشر (دباؤ) میں رکھا ہے۔ وہ بظاہر میرے احسان مند ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ میں ان کی لاعلمی میں سرگم بنا رہا ہوں، ان کے دوسرے رازوں تک پہنچ رہا ہوں۔“

”ایسا تم ان سے نقدی وصول کرتے ہوئے بھی کر سکتے ہو۔“

”میں انہیں ٹرانس (حمزہ) میں لا کر تم لوگوں سے زیادہ رقم حاصل کر لیتا ہوں اور انہیں پتا نہیں چلتا۔ وہ مجھے نیکیاں کرنے والا حاتم طائی سمجھتے ہیں۔“

”پھر تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بہت مکار ہو۔“

”تم مجھے مکاری کا سرٹیفکیٹ نہ دو تب بھی دی ہوں، جو ہوں اور جو ہوں، اسے سمجھنے کے لیے نیلماں کی طرح بار بار جنم لیتے رہو۔“

پھر میں نے نیلماں سے کہا ”تم بڑی دیر سے میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ بڑی معلومات حاصل کر رہی ہو۔“

”میں ایسی باتیں معلوم کر رہی ہوں جو ناممکن ہیں۔ تمہارے چور خیالات ایک دادی ماں کے جذبات میں بالکل پیدا کر رہے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تم میرے سوگ دای پوتے سوای ملک رام بھائیا۔“

مرنے کے بعد سوگ میں گئے تھے۔ وہاں پوتوں نے تمہیں دیکھ کر کہا کہ ہم راج (ملک الموت) سے غلطی دھنی ہے۔ ابھی تمہیں زندہ رونا تھا۔ دنیا میں یہ کہ بہت کچھ کرتا

ما۔ لیکن ہم راج نے تمہاری آتما کو سوگ میں بھیج دیا تھا۔ اس

غلطی کو چھپانے کے لیے تمہاری صورت، آواز اور لبہ بدل کر دوبارہ دنیا میں بھیجا گیا ہے۔“

میں نے کہا ”تمہیں یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ تم میری صورت نہیں دیکھ سکتی اور ایک دادی کی حیثیت سے اپنے پوتے سے ملاقات نہیں کر سکتی۔ کیونکہ دو تاروں نے مجھے باقی زندگی دنیا میں گزرانے کے لیے صرف میری صورت ہی نہیں، میری شخصیت بھی بدل دی ہے۔“

وہ بولی ”ہاں تمہارے خیالات یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اگر میں ذیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں ساگر دادی ماں بن جاؤں تو تم مجھے میرے پوتے سوای ملک رام بھائیا کے اصلی روپ میں نظر آ جاؤ گے۔ پھر میں تمہیں لگا لگا سکوں گی۔“

”تم میرے چور خیالات پڑھ کر بھی یقین نہیں کر رہی ہو اور اسے ناممکن کہہ رہی ہو۔ مجھ سے سوگ میں کہہ دیا گیا تھا کہ میں دنیا میں دوبارہ جا کر تم سے رابطہ نہ کروں کیونکہ تمہیں یقین نہیں آئے گا اور یقین کرنے کے لیے تم کی بوڑھی عورت کے جسم میں جاؤ گی تو شاید یہ تمہیں ذیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت مل سکے گی۔“

”تمہارے چور خیالات مجھے فریب دے سکتے ہیں۔ میں حقیقت معلوم کرنے کے لیے چالیس راتیں جاگ کر تپسیا کروں گی۔ پھر دوبارہ تمہارے داغ میں آؤں گی اور چور خیالات پڑھوں گی۔ کیا تم مجھے آئے سے روکو گے؟“

”بھی نہیں۔ میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آ سکتا۔ صرف تم آ سکتی ہو۔“

مہاراج نے کہا ”اگر تم نیلماں کے پوتے ہو تو کیا دستاویزات چرانے کے لیے دنیا میں دوبارہ آئے ہو؟“

میں نے کہا ”تم بھول رہے ہو۔ ابھی میرے خیالات نے نیلماں سے کہا ہے کہ صرف میری صورت ہی نہیں، میری شخصیت بھی بدل گئی ہے۔ میرے ذہن سے رشتہ مٹ گیا ہے اس لیے میں نیلماں کہہ رہا ہوں۔ دادی ماں نہیں کہہ سکتا اور یہ نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد چوروں کے گھر چوری کر رہا ہوں۔“

مہاراج نے کہا ”بھگوان کی قسم تم بہت بڑے مکار ہو۔ نیلماں سے دادی اور پوتے کا حوالہ دے کر اس طرح رش چور رہے ہو کہ نیلماں تم سے ایک دادی کے طور پر وابستہ ہو گئی ہے۔ اب دستاویزات کی چوری کے سلسلے میں یہ مجھ سے تعاون نہیں کرے گی۔“

نیلماں نے کہا ”مہاراج! صرف چالیس دن کی بات ہے۔ میں سچ اور جھوٹ معلوم کروں گی۔ میں جب بھی تپسیا کرتی ہوں مجھے ایک نئی ہستی ملتی ہے۔ اس بار میں اپنے پوتے کی اصلیت تک پہنچنے کی ہستی حاصل کروں گی۔ اگر یہ بات سچ ہوئی تو میں اپنے پوتے کو گلے لگانے کے لیے کسی ذیڑھ سو سالہ بوڑھی کو ضرور تلاش کروں گی۔“

مہاراج نے کہا "میں جانتا ہوں" تم بت گئی مانتا ہوں" ایسا ضرور کوئی لیکن میں چاہیں دن تک سچ اور جھوٹ کا انتظار کرتا رہ جاؤں گا۔"

"تم خواہ مخواہ دستاویزات کا نام کر رہے ہو۔ اگر یہ میرا پوتا ثابت ہو جائے گا تو تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ ایک دواؤں اپنے پوتے کے لیے زہال بن کر رہے گی اور اگر یہ میرا پوتا ثابت نہ ہوا تو میں اسے جسمانی اور دماغی طور پر کمزور بنا کر تمہارے قدموں میں ڈال دوں گی۔"

"تو! مجھے چاہیں دن تک انتظار کرنا ہو گا۔ کوئی بات نہیں" میں صبر کروں گا۔ لیکن وہ دوسری ہستی جو پراسرار سی ہوئی ہے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"کیا اس ہستی کا نام روشن ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ یہ اس کا اصلی نام ہے یا نہیں۔ وہ پہلے ڈاکٹر اناپورنا بن کر پورس کو دھوکا دے چکی تھی، پھر وہ حویلی کے اندر آئی تھی۔ اس کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ پورس نے بتایا ہے کہ شکر داس نامی ایک بوکا اور ٹیلی ہتھی جاننے والا شخص اناپورنا کا بیٹا ہے۔"

نیپٹان نے کہا "تعب ہے کہ پورس کیسے دھوکا کھا گیا۔ کیا اس نے اناپورنا کے چور خیالات نہیں پڑھے تھے؟"

"پورس کا بیان ہے کہ اس نے اناپورنا کے چور خیالات بھی پڑھے تھے اور اس کے پورے خاندان کی بہتری بھی پڑھی تھی۔ بعد میں پتا چلا کہ جن دواؤں ڈاکٹر اناپورنا اس کے لیے غیر معمولی دواؤں تیار کر رہی تھی ان دواؤں اصلی ڈاکٹر اناپورنا مرچکی تھی اور اس کی لاش ایک اسپتال میں ڈھبڑا ہوا رکھی ہوئی تھی۔"

نیپٹان نے چونک کر پوچھا "اس کا مطلب ہے کہ جو اناپورنا زندہ ہے وہ ایک مجب و غریب دماغ رکھتی ہے؟"

مہاراج نے کہا "پورس کا بیان ہے کہ پارس کی طرح اناپورنا کا دماغ بھی ایک مجب و غریب ہے۔ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا اور کوئی اس کے دماغ پر حاوی ہو کر نہ اس کی اصلیت معلوم کر سکتا ہے اور نہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کر سکتا ہے۔"

نیپٹان نے غصے اور نفرت سے کہا "ایسا دماغ تو فحش کا ہے۔ وہ علی تیور کی بیوی اور فراد علی تیور کی بیوی کی بیوی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور سوچتے رہے "میں نے کہا۔ بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔ پورس نے پہلی بار جو دواؤں تیار کیں انہیں پارس نے چرایا۔ دوسری بار علی تیور اور فحش نے دھوکا دیا اور دوسری بار تیار ہونے والی دواؤں میں وہ دونوں چرا کر لے گئے۔ یعنی پورس فرماؤں کے دونوں بیٹوں اور ہوسو سے نقصانات اٹھاتا آ رہا ہے۔"

مہاراج نے کہا "اس طرح بات صاف طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ تمام غیر معمولی دواؤں بابا صاحب کے ادارے میں جاری

ہیں۔"

میں نے کہا "دو گنا اس رات حویلی میں میں وہ غیر معما دواؤں چرائے گیا تھا مگر میرے حصے میں صرف دستاویزات کا تھا۔"

مہاراج نے کہا "اب یہ بات جتنی ہے کہ ہم ٹیلی ہتھی کی کپے پناؤں سے ٹکرا رہے ہیں۔ اگر ہم تینوں متحد ہو جائیں انہیں منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "پہاڑے ٹکرائے سے منہ ٹوٹا ہے۔ پہاڑ کا نہیں جڑتا۔ ہماری دنیا کے سپاہر کھلانے والے ممالک ان کا بگاڑ رہے ہیں۔ مجھے سورگ کے دیوتاؤں نے پتا نہیں دیا کہ زندگی دی ہے۔ میں زندہ رہنے کے لیے سوچ سمجھ کر ایسا کروا دیتا کرتا ہوں جہاں محفوظ رہ سکوں۔ میں بھی پہاڑ کھولنے حماقت نہیں کروں گا۔"

نیپٹان نے کہا "چاہیں دن کے بعد اگر تم میرے پوتے کا، ہو جاؤ گے تو میں بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گی۔ پچھلی بار فرماؤں سے تمہارے گئے تھے۔"

مہاراج نے پوچھا "نیپٹان! کیا میرا ساتھ نہیں دو گی؟"

"میں ضرور تم سے تعاون کروں گی لیکن میرے دو بیٹے مسائل ہیں۔ سب سے پہلے تو میں چاہیں راتیں اپنے پوتے اصلیت معلوم کرنے کے لیے وقت کروں گی۔ دوسرا مسئلہ ہے۔ اس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔ اس پر میرا کوئی کامیاب نہیں ہو رہا ہے اور میں اس کے غیر معمولی دماغ کو دیکھ نہیں سکتی ہوں۔ مجھے چاہیں راتوں تک اس سے دور رہو پش رہتا ہو گا۔"

مہاراج نے مجھ سے پوچھا "تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

میں نے کہا "پوری رانا بن پڑھ گئے اور سمجھ نہ سکے کہ رام جی کون تھے؟ میں کہہ چکا ہوں۔ دوبارہ دنیا میں آنے کے لیے میری صورت اور شخصیت بدل گئی۔ نام نہیں بدلا اور ایسے تو نام تلک رام بھائی ہے مگر میں آرمہائی کھانا ہوں۔"

وہ دواؤں ہو کر میرے دماغ سے چلا گیا۔ اپنے بھائی گردوں ہو؟

"وہ پراسرار شخص بہت مکار ہے۔ اس نے نیپٹان کے لہ رشتے سے کہنے کی کامیاب کو خوش کی ہے۔ خود کوئی آرمہائی ہے۔ پورا نام تلک رام بھائی ہے۔"

گردوں نے پوچھا "خبر بات کیا بتائی؟"

"کچھ نہیں جہاں سے ہم چلے تھے وہیں پہنچے ہوئے۔"

صرف اس شخص کا نام معلوم ہوا ہے۔ وہ اپنا پتا نہ لکھا تھا۔ بتائے گا۔ اتنی کو خوشوں کے بعد نام معلوم ہوا ہے۔ ہم کہہ ذرائع اختیار کریں گے۔ اس کی خفیہ ناہ کا پتا ہمیں ملے گا۔ ہمارے ہاں بات پر اسے یقین آیا یا نہ آیا ہو، چاہیں راتوں ہو جائے۔"

وہ تینوں بھائی منصوبے بنانے لگے۔ وہ نیپٹان کی چاہیں کے بعد حقیقت معلوم ہونے والی تھی لیکن پورس کو یہ کام کی بات

کی تپا کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ اس ٹی آرمہائی کی اصلیت کو بے نقاب کرنا چاہتے تھے اور یہ طے کر رہے تھے کہ کس چور راستے سے بھائی کی شہرگ تک پہنچا جاسکتا ہے؟

○●○

اسرائیل کے چند اعلیٰ عہدے داروں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ یہ الپا کے علاقے کے مطابق کیا گیا تھا۔ اس نے کہا "تو تمام عہدے دار پورس کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسرائیل میں میری برتری ختم ہو جائے۔"

پچھلے دنوں پورس نے الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں سے بنائی ہوئی دواؤں کو نقلی اور ناکارہ ثابت کرنے کی کامیاب کوششیں کی تھیں لیکن آخر وقت میں ناکام ہو گیا تھا اور خود نیپٹان سے محروم ہو کر بہت برا نقصان اٹھایا تھا۔

اس دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے تھے۔ پارس نے اس کی عجیب و غریب شناختیہ کو اغوا کر کے معمولی سے ہنگامے میں پھنچا دیا تھا۔ پھر نیپٹان اس ہنگامے سے تباہ کو اغوا کر کے لے گئی تھی۔

اس وقت نیپٹان کے لیے فحش خطوط بھی تھے۔ پورس اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر تباہ کو نیپٹان کی قید سے چھڑا لیا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ تباہ کی یادداشت واپس آ گئی ہے۔ نیپٹان نے اس پر ایسا عمل کیا تھا کہ تباہ کو کوئی تباہ ہوئی یادداشت اور گم شدہ ٹیلی ہتھی کا کلمہ واپس مل گیا تھا۔

نیپٹان نے کہا "پورس! الپا اور پارس نے فحش ایب میں جنہیں زبردست نقصان پہنچایا تھا۔ تمہارا ہنگامے کے لیے ٹیلی ہتھی کے علم سے محروم ہو گئے تھے۔ ہمیں جو الپا کارروائی کرنی چاہیے۔"

پورس نے کہا "ہم جو الپا کارروائی ضرور کریں گے۔ جب سے میں نے تباہ کو نیپٹان کی قید سے رہائی دلائی ہے تب سے یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ نیپٹان جیسی خطرناک اور ناقابل شکست عورت فحش سے خوف زدہ کیوں ہے؟"

نیپٹان نے کہا "واقعی یہ حیرانی کی بات ہے۔ تم کس نتیجے پر پہنچے ہو؟"

"میں کئی پہلوؤں سے اس معاملے پر غور کرتا رہا پھر میں نے نیپٹان کے دماغ میں پہنچ کر اس سے کچھ پوچھنا چاہا وہ بولی۔ میں اس وقت مہاراج اور اس پر اسرار شخص سے باتیں کر رہی ہوں جو حویلی سے دستاویزات چرا کر لے گیا تھا۔ تم چاہو تو اس شخص کے دماغ میں دھک دھاری باتیں کر سکتے ہو۔"

پورس میرے دماغ میں چلا آیا تھا۔ چونکہ پہلے سے نیپٹان اور مہاراج موجود تھے اس لیے میں نے اسے محسوس نہیں کیا۔ وہ ہماری باتیں سنتا رہا۔ میرے تلک رام بھائی ہونے اور سورگ سے واپس آنے والی بات پر اسے یقین آیا یا نہ آیا ہو، چاہیں راتوں ہو جائے۔"

معلوم ہوئی کہ فحش ڈاکٹر اناپورنا بن کر دھوکا دیتی رہی تھی۔ وہ بھی پارس کی طرح غیر معمولی دماغ رکھتی ہے اس لیے پورس اسے پہچان نہ سکا۔

یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی کہ پورس کی پہلی بار تیار ہونے والی دواؤں کو پارس چرا کر لے گیا تھا۔ دوسری بار تیار ہونے والی دواؤں فحش اور علی نے گئے ہیں اور وہ فحش بھی دواؤں میں اب تک تیار کر چکا ہے "ان کا ڈیوہا صاحب کے ادارے میں ہے۔"

پورس نے یہ باتیں ناشا کو بتائیں۔ وہ بولی "میں کسی حد تک سمجھ رہی تھی کہ تمہارا جیسے جیسے جن حاضر دماغ اور چالاک جوان کو صرف تمہارا پارس مات نہیں دے سکتا۔ اب بات کھل گئی ہے کہ پارس کا بھائی علی اور اس کی بیوی فحش سب سے مل کر تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں اور جنہیں اناپورنا اور شکر داس کے ناموں اور کرداروں سے بھٹکا رہتے۔"

"میں اپنا مال واپس چھین سکتا ہوں۔ پارس اور علی سے بھی اور ان کے باپ سے بھی لیکن ان دواؤں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جا کر رکھا گیا ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکتا ہے۔"

نیپٹان نے کہا "میں فحش کا کردار الپا کی جاسکتی ہے۔ پچھلے دنوں تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ الپا اور پارس کے پیش کردہ فارمولوں سے اسرائیلی لیبارٹری میں جو دواؤں بنائی گئی تھیں وہ نقلی ہوں گی۔ پورس ان بیویوں سے فراڈ کر رہا ہے لیکن ان دواؤں کو آزمانے سے پتا چلا کہ وہ اصلی ہیں۔ تم بھی اس اصلی دوا کے زیر اثر آ گئے تھے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اسرائیل کی اس لیبارٹری میں اصلی دواؤں ہیں۔ ہم انہیں وہاں سے چرا سکتے ہیں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں۔ جو چالاک انہوں نے دکھائی ہے وہی ہم بھی دکھا سکتے ہیں۔ وہاں سے اصلی دواؤں کے تمام کاربن چرا کر ان کی جگہ نقلی دواؤں رکھ سکتے ہیں۔"

جیسے کہ تیس کے مطابق یہ نہایت معقول مشورہ تھا۔ پورس نے خود آزمانا تھا کہ اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری میں اصلی دواؤں ہیں۔

اپنا خواہہ پورا کرنے کے لیے وہ دواؤں حاصل کی جاسکتی تھیں۔ پھر وہاں نقلی دواؤں رکھ کر اسرائیلی اکابرین کے سامنے یہ ثابت کیا جاسکتا تھا کہ پارس نے ان بیویوں کو الپا کے ذریعے جو فارمولے دیے تھے ان فارمولوں سے عارضی طور پر اصلی دواؤں تیار ہوئی ہیں لیکن چند ہفتوں میں وہ دواؤں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ جبکہ پورس اپنے اصل فارمولوں سے عیشہ تاخیر رکھنے والی اصلی دواؤں تیار کرتا ہے۔

پھر وہ ان چرائی ہوئی اصلی دواؤں کا مظاہرہ کر کے الپا اور پارس کو جھوٹا اور فحش ثابت کر سکے گا۔ پہلے ان کا فراڈ ثابت کرنے میں وہ ناکام رہا تھا۔ وہ دواؤں جو اصلی ثابت ہوئی تھیں

انہیں چرایا جاسکتا تھا اور ان کا جو تا نا ہی کے سر کے مطابق وہاں نقلی دوں لاکر بھی جاسکتی تھیں۔

پہلے نٹاشا اور پورس دو با اعتماد ساتھی تھے۔ اب ٹیلی جیتی جاننے والی تیسری ساتھی بتالیہ ان کے ساتھ تھی۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ اس اہم کام کو وہ تینوں رازداری سے کریں گے۔ کسی آلا کار پر بھی بھروسہ نہیں کریں گے۔ یہ اندیشہ تھا کہ الپا، پارس، فنی اور علی وغیرہ کسی بھی آلا کار کے اندر پہنچ کر کام لگا دیتے ہیں۔ پورس اسرائیل کی اس خفیہ لیبارٹری سے واقف تھا۔ پہلے بھی وہاں جاسکا تھا۔ اس بار نٹاشا اور بتالیہ اس کے ساتھ تھیں۔ اس لیبارٹری کے باہر اور اندر مسلح فوجی جوانوں کا پہرا لگ رہا تھا۔ انہیں سمجھا دیا گیا تھا کہ دشمن نادیہ بن کر آسکتے ہیں لیکن دواؤں کے کارشن اٹھانے کے لیے وہ نمودار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس وقت وہ جیسے نظر آئیں، انہیں گولی بادی جاسکتے۔ پورس کی منٹ تک سانس روک سکتا تھا۔ وہ سانس روک کر لیبارٹری کے اندر آیا پھر بے ہوش کسے کی دوا اسپرے کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اندر جتنے مسلح فوجی جوان تھے، وہ سب بے ہوش ہو گئے۔ لیبارٹری کے باہر والے پہرے دواؤں کو خبر نہ ہوئی کہ اندر کیا ہو چکا ہے۔

بے ہوش کرنے والی دوا کا اثر آدھے گھنٹے بعد ختم ہو گیا۔ نٹاشا اور پورس اس لیبارٹری کے اندر آئے۔ نقلی دواؤں کے کارشن اٹھا کر نادیہ بن کر وہاں آئے۔ انہوں نے ان کارٹونوں کو وہاں رکھا اور اصلی دواؤں کے کارشن اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح وہ کئی بار آتے جاتے رہے اور اصلی کی جگہ نقلی دوائیں رکھ کر جاتے رہے۔

پارس نے پہلے پہل اس لیبارٹری میں نقلی دوائیں تیار کر کے رکھوائی تھیں اور اصلی دواؤں بڑی رازداری سے اسرائیل کی دوسری خفیہ لیبارٹری میں تیار کرا تا تھا۔ پچھلی بار جب اس نے پورس کی سازش کو ناکام بنایا اور اسے بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی جیتی کے علم سے محروم کر دیا تو اسے اور الپا کو یقین ہو گیا کہ پورس آئندہ انہیں جھوٹا اور فریبی ثابت کرنے کی سازشیں نہیں کرے گا۔

اس اطمینان کے ساتھ الپا اور پارس نے لیبارٹری سے نقلی دواؤں کے کارشن بنائے۔ اور اسرائیل کی دوسری خفیہ لیبارٹری میں جو اصلی دوائیں تیار کی گئی تھیں ان تمام دواؤں کے کارشن اس لیبارٹری میں لا کر رکھ دیے تھے جہاں پورس ناکام رہا تھا۔ لیکن اس بار اسے کامیابی ہوئی تھی۔ الپا اور پارس نے جو چالاکی دکھائی تھی وہ انہیں منگنی پڑی۔ پورس وہاں کی تمام اصلی دوائیں چر کر لے گیا۔ وہ پھر ایک بار سیر بر سر ہوا ہو گیا۔

وہ اس اہم کام سے فائدہ ہو کر اہم کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسرائیل کے ان عمدے دواؤں کے داناؤں میں آئے جنہیں الپا کے مطالبے کے مطابق ان کے عمدوں سے بنایا گیا تھا۔ ان

عمدے دواؤں نے پورس سے شکایت کی کہ وہ اس کی تابعداری کرتے ہوئے الپا کے خلاف سازشیں کرنے میں ناکام اور ذلیل خوار ہوئے ہیں۔

پورس نے انہیں تسلیاں دیں اور وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی باعزت طریقے سے اپنے سابقہ عمدوں پر واپس آئیں گے۔ وہاں جو دوسرے عمدے دار الپا کے حمایتی تھے، پورس نے ان میں سے چند کو ٹرپ کیا۔ انہیں اپنا تابعدار بنایا۔ انہوں نے اکابرین کے اجلاس میں کہا ”لیبارٹری میں نادیہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول یونٹی پرے ہوئے ہیں۔ ایسی گولیاں معمولی چیزیں فوج اور اٹلی جنس کے سراخ رساؤں کو ملتی جائیں تاکہ وہ دشمنوں سے منہ و دانت ان غیر معمولی چیزوں کے ذریعے محفوظ نہ کیں۔“

یہ مشورہ معقول تھا۔ سب نے اسے تسلیم کیا۔ لیبارٹری سے نادیہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول فوج کے اعلیٰ افسران اور تجربے کار سراخ رساؤں کو دیے گئے۔ انہوں نے یہ چیزیں لے کر انہیں آزمایا تو حیران ہو گئے۔ نہ وہ نادیہ ہو رہے تھے اور نہ ہی فلائنگ کیپول کے ذریعے پرواز کر رہے تھے۔

پھر انہوں نے لیبارٹری میں آکر دوسرے کی کارٹونوں سے ان دواؤں کو نکال کر آزمایا۔ وہ سب نقلی اور ناکارہ ثابت ہوئیں۔ تب الپا کو طلب کیا گیا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ”یہ کیا معاملہ ہے؟ لیبارٹری کی ان دواؤں کو پورس نقلی ثابت کرنے میں ناکام رہا تھا۔ یہ سب اصلی دوائیں تھیں پھر نقلی کیسے ہو گئیں؟“

الپا نے کہا ”یہ پورس کی سازش ہے۔ اس نے ناکامی کا انتقام لیا ہے۔ ہماری خفیہ لیبارٹری سے اصلی دوائیں چر کر لے گیا ہے اور یہاں نقلی دوائیں رکھ گیا ہے تاکہ پھر ایک بار ہمیں جھوٹا اور فریبی ثابت کرے۔“

ایک حاکم نے کہا ”لیبارٹری کے اندر اور باہر فوجیوں کا منتہ پرا تھا اور اندر مسلح فوجی جوانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ دشمن نادیہ بن کر آسکتے ہیں لیکن جب وہ ایک بھی کارشن اٹھانے کے لیے نمودار ہوں تو انہیں فوراً گولی بادی کر دیا جائے۔“

دوسرے حاکم نے کہا ”اندروں پر دینے والے کسی بھی فوجی جوان نے کسی بھی نادیہ دشمن کو نمودار ہوتے نہیں دیکھا۔ اس لیبارٹری سے ایک دوا بھی باہر نہیں گئی ہے پھر وہ نقلی کیسے ہو گئیں؟“

کھائی کہ آپ لوگوں کو پارس کے کمر فریب سے نکالیں گے اور اب میں پورس کے تعاون سے ثابت کر رہی ہوں کہ لیبارٹری میں رکھی ہوئی یہ دوائیں پہلے نقلی تھیں اب بھی نقلی ہیں۔“

ایک فوجی افسر نے کہا ”لیکن پہلی بار تو یہ اصلی ثابت ہوئی تھیں۔“

نٹاشا نے کہا ”وہ اس طرح کہ پارس اپنی اصلی دواؤں کے ذخیرے سے کچھ دوائیں لے کر آیا تھا۔ انہیں اس لیبارٹری میں آپ لوگوں کے سامنے آزمایا تھا اور آپ سب یہ سمجھ رہے کہ وہ آپ کی لیبارٹری کی دوائیں آزمایا رہا ہے۔ پورس جو بہت ذہین کھانا ہے، وہ بھی پارس کے فریب میں آکر بارہ گھنٹے کے لیے ٹیلی جیتی کے علم سے محروم ہو گیا تھا۔“

یہ سمجھ میں آنے والی باتیں تھیں۔ تمام یہودی اکابرین قائل ہو گئے۔ ایک نے الپا سے کہا ”تم ایک عورت ہو۔ پارس جیسے مسلمان کے بچے کی ماں بن کر اس سے اس قدر متاثر ہو گئی ہو کہ جو وہ کرتا ہے، اسے درست سمجھتی ہو۔ یہ ماننے کو تیار نہیں ہوش کہ وہ ہمیں جذباتی رشتے میں الجھا کر یہودی قوم کو نقصان پہنچا رہا ہے۔“

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے پہنچ کر کہا ”آپ حضرات کو میرے اور الپا کے خلاف بیشہ بھگایا جائے گا اور آپ بچنے جائیں گے۔ آخر ہم کب تک یہ صفائی پیش کرتے رہیں گے کہ ہم سے مملکت اسرائیل کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا۔“

ایک فوجی افسر نے کہا ”تم نے غلط فارمولے دیے۔ لیبارٹری میں تمام نقلی دوائیں رکھی ہوئی ہیں۔ کیا اس سے تمہارا فرائز ثابت نہیں ہوتا ہے۔“

”میں پچھلے بار ان دواؤں کو اصلی ثابت کر چکا تھا۔ آج یہ نقلی ثابت ہو رہی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ پورس وہاں سے اصلی دوائیں لے گیا ہے اور نقلی دوائیں رکھ گیا ہے۔“

پورس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”جب یہ معزز اکابرین یقین سے کہہ رہے ہیں کہ لیبارٹری کے اندر مسلح فوجی جوان دن رات موجود رہتے تھے تو میں وہاں نادیہ بن کر کیسے آسکتا تھا؟ کارشن کی ایک بھی دوا لینے کے لیے مجھے نمودار ہونا پڑتا۔ وہاں پرا دینے والے مجھے دیکھتے ہی گولی بادی تھے۔“

پارس نے کہا ”تم درست کہہ رہے ہو۔ لیبارٹری کے اندر کسی ایک پہرے دار نے بھی تمہارے ساتھی کو نہیں دیکھا کیونکہ تم سانس روک کر بے ہوش کی دوا چھڑک کر چلے گئے تھے۔ لیبارٹری کے باہر والوں کو خبر نہ ہوئی کہ اندروں والے پہرے دار بے ہوش ہو گئے ہیں۔ جب بے ہوش کی دوا کا اثر داخل ہو گیا تو تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آکر اصل دوائیں لے گئے اور ہمیں یہاں ذلیل کرنے کے لیے نقلی دوائیں چھوڑ گئے۔“

پورس نے ہنسنے ہوئے کہا ”کیسا بھگانا الزام ہے۔ اگر میں نے پہرے دواؤں کو بے ہوش کیا تھا تو وہ ہوش میں آنے کے بعد اپنے افسران کو ضرور رپورٹ دیتے کہ وہ بڑی دیر تک بے ہوش رہے تھے لیکن ایسے کسی افسر کو کوئی رپورٹ نہیں ملتی ہے۔“

تمام افسران نے پورس کی تائید کرتے ہوئے کہا ”یہ درست ہے۔ ہم میں سے کسی کے ماتحت پہرے دواؤں نے بے ہوشی کی رپورٹ نہیں دی ہے۔“

پارس نے کہا ”وہ اس لیے کہ اندر صرف چار پہرے دار تھے۔ ان چاروں پر پورس اور اس کے ساتھیوں نے توخیمی عمل کیا ہے۔ وہ پہرے دار ابھی تک اپنی بے ہوشی کو بھولے ہوئے ہیں۔“

”اس بات کا کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہے کہ انہیں بے ہوش کیا گیا تھا اور ان کے ہوش میں آنے پر ان کے کمر و داغوں پر توخیمی عمل کیا گیا تھا۔“

پارس نے کہا ”میں مجھوٹے کو اس کے گھرنیک پہنچا کر رہتا ہوں۔ میرے پاس ثبوت بھی ہے اور گواہی بھی۔ آپ حضرات ذرا ٹی وی اسکرین پر دیکھیں۔“

وہاں دو بڑے ٹی وی اسکرین تھے۔ وہ دوش ہو گئے۔ خفیہ لیبارٹری کا منظر دکھائی دینے لگا۔ چار مسلح پہرے دار بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ پورس، نٹاشا اور بتالیہ نمودار ہو کر نقلی دواؤں کے کارشن رکھ رہے تھے اور اصلی دواؤں کے کارشن اٹھا کر نادیہ ہو رہے تھے۔ توخیمی توخیمی دیر بعد وہ تینوں اسی طرح نمودار ہو کر کارشن تبدیل کرتے جا رہے تھے۔

پارس کہہ رہا تھا ”یہ بات میرے الپا اور اسرائیلی اٹلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس خفیہ لیبارٹری میں کی جگہ خفیہ کمرے نصب کیے گئے ہیں۔“

ٹی وی اسکرین سے وہ مناظر ختم ہو گئے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”پورس، دوسری بار تمہاری سازش پکڑی گئی ہے، تم کیا کہتے ہو؟“

انہیں جواب نہیں ملا۔ الپا نے غصے سے کہا ”چوری پکڑی گئی۔ چور بھاگ گئے۔ آپ حضرات کو شرم آتی چاہیے کہ کئی بار مجھے آپ لوگوں کی نظروں سے گرانے کی کوششیں کی گئیں اور میں نے خود کو بے قصور ثابت کیا ہے۔ اگر آئندہ میں کبھی دشمنوں کی سازشوں کو ناکام نہ بنا سکتا تو آپ حضرات مجھے یہاں سے دودھ میں پڑی مکھی کی طرح نکال بیٹھیں گے۔“

ایک حاکم نے کہا ”ہم شرمندہ ہیں کہ تم پر بابا رشیہ کرتے رہے۔“

الپا نے کہا ”آپ شرمندہ نہ ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ مجھے پارس کو کوئی الزام دیا جائے گا تو ہم اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کریں گے۔ اسرائیل سے بیشہ کے لیے دور ہو جائیں گے۔ بس میں جاری ہوں۔ گج برادر (برین آدم) کو بڑا

بھائی سمجھتی ہوں جب وہ بلائیں گے تب آؤں گی۔
وہ وہاں سے چلی آئی۔ پارس نے پارس کے پاس آکر کہا میں
جانتا ہوں تم سانس نہیں دو گے تمہارا دماغ ایک عجوبہ ہے۔
وہ نے تم کے بدمعاش ہونے سے دوسری بار اسرائیل میں میری
سازش کو نام بنایا ہے۔
”مجھے تو اتنا ہے آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا؟“
”آگے جو ہوگا سو ہوگا۔ ابھی مجھے کامیابی پر مبارکباد نہیں
دو گے میں تمہاری اصلی دوا میں چر لایا ہوں۔ جو نقصان تم نے
پہنچایا تھا“ اسے پورا کر چکا ہوں۔“
”میں تمہاری جتنی دوا میں لے چکا ہوں“ تم اس کی آدمی
بھی حاصل نہ کر سکتے خیرات کے طور پر چند کارٹن لے گئے ہو“
خیرات مبارک ہو۔“

○☆☆○

وہ صرف مہاراج کھاتا نہیں تھا بلکہ مہاراجوں کی طرح
زندگی بھی گزارتا تھا۔ ایک ایسی وسیع و عریض شاندار کوٹھی میں
رہتا تھا جس کے اطراف دو کھیلوں کے احاطے والا خوبصورت باغ
تھا۔ اس باغ کے مختلف حصوں میں مسلح گاؤں کی ڈیوٹی لے کر رہتی
تھیں۔ کوٹھی کے درمیانی حصے میں ایک جدید طرز کے فوارے کے

ساتھ ایک جدید طرز کا براسر سوٹنگ پول تھا۔ اس پول میں
حسین دو شیرازوں کے قتل کرنے اور تیرے اور پانی میں نہ کر
شرارتیں کرنے کا وقت مقرر تھا۔

وہ سوٹنگ پول اس لئے براسر سمجھا جاتا تھا کہ مہاراج
تیراکی کا مختصر سال پاس پہنے پانی کے اندر سے ابھرتا تھا اور حسین
دو شیرازوں کے ساتھ قتل کرنے اور ان سے چھینچھا کرنے کے
بعد اسی پول کے پانی میں غوطہ لگا کر کہیں گم ہو جاتا تھا پھر وہ نظر نہیں
آتا تھا۔

اس وقت اس سے رابطہ کیا جائے تو وہ اپنی عمل گنا کوٹھی کے
بیلہ دوم یا ڈرائنگ دوم وغیرہ سے فون پر منتھو کرنا ہوا سنانی دیتا تھا۔
اس طرح یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سوٹنگ پول کے اندر ضرور کوئی
چور دروازہ ہے جہاں سے گزر کر وہ حسیناؤں کے درمیان پانی سے
ابھرتا ہے پھر وہ حسیناؤں اس پول سے چلی جاتی ہیں تو وہ غوطہ لگا کر
پانی کی مٹی میں کہیں گم ہو جاتا ہے۔

ایسا کوئی چور دروازہ ہوگا تو اس کا علم کسی کو نہیں تھا۔ جن
کارنگروں نے رپوں پہلے وہ براسر سوٹنگ پول بنایا تھا ان تمام
کارنگروں کو اس نے کوئی مار دی تھی۔ وہ اپنے بھائیوں کے سوا کسی
کو رازدار بنا پانہ نہیں کرتا تھا۔

یہ پرانی کہات ہے جو آج بھی سنی ہے کہ انسان زون اور
زمین حاصل کر کے دوسروں پر برتری حاصل کرتا ہے۔ یہ تین
چیزیں انسان کے اندر ہوس پیدا کرتی ہیں۔ اس میں قابل ذکر زن
یعنی عورت ہے۔ یہ دنیا اگر مردوں کی ہے تو عورت اس دنیا کو اپنے

حسن اور اپنی اداؤں سے الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔

مہاراج کے پاس اتنی زمینیں، جائیداد اور دولت تھی کہ وہ
دنیاوی معاملات سے دور رہ کر نہ صرف خود پیش کر سکتا تھا بلکہ اس
کی آئندہ نسلیں بھی پیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھیں لیکن
مہاراج حسن و شہاب کا رسیا تھا۔ کہیں سے حسن کی سوغات ملے تو
وہ اسے دل و جان سے قبول کرتا تھا نہ ملے تو دولت پانی کی طرح بہا
کر اسے حاصل کرتا تھا۔
قلم ایز سزئی میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک دلربا اداؤں والی
حسیناں تھیں۔ جس پر اس کا دل آجاتا تھا اس کی لپکے پر ڈوڑھو سرکودہ
کوڑوں روپے دے کر اسے ہیروئن بنانے سے پہلے اپنے بیٹے دوم
کی ہیروئن بنایا کرتا تھا۔

ایسا ہی ایک پرڈیو سرودہ میں تھا جس نے ملی ڈونا کو مدھوپور
والی سڑک سے قطعی تک لفٹ دی تھی۔ اس نے ملی ڈونا بھی
حسینہ کو دیکھتی ہی سمجھ لیا تھا کہ اسے مہاراج کے سامنے پیش کرے
گا تو مہاراج خوش ہو کر اس کی نئی قلم میں کوڑوں روپے لگائے
گا۔

اسی لئے اس پرڈیو سرے نے ملی ڈونا کو رہنے کے لئے اپنا ایک
فلٹ دیا تھا تیسری منزل کی سیڑھیوں سے پھسل کر اسپتال پہنچ گیا
تھا۔

اسے الپانے خیال خوانی کے ذریعے اس طرح سیڑھیوں سے
گرایا تھا کہ کبھی نیٹھال اس پرڈیو سرے کے داغ میں آئے تو اسے پا
نہ چلے کہ کوئی پرڈیو سراد ملی ڈونا کے داغ میں آیا تھا۔ الپا کی
چال کامیاب رہی تھی۔ نیٹھال کو معلوم نہ ہو سکا پھر وہ مصروفیات
کی وجہ سے پرڈیو سرے کے چر خیالات زیادہ نہ پڑھ سکی ورنہ اسے یہ
معلوم ہو جانا کہ وہ پرڈیو سرے ملی ڈونا کو مہاراج کے سامنے پیش
کرنے والا ہے۔

پھر نیٹھال پر دوسری افتاد آئی۔ قلمی اس کے پیچھے پڑ گئی
تھی۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے نیٹھال کو اس جاگیر سے بھاگنا
پڑا جہاں اس نے زندہ رانی کا تم حاصل کیا تھا۔ وہاں سب اسے
زندہ رانی سمجھتے تھے اور نیٹھال میں جانتی تھی کہ قلمی آکر زندہ رانی
کو جسمانی طور پر ہلاک کرے اور اس کی آتما کو پھر نیا جسم حاصل
کرنا پڑے۔ یوں بار بار جسم تبدیل کرنے کے باعث اس کی آتما
قلمی گزرتی جاتی رہی تھی۔

قلمی نے پارس کو بتایا۔ ”میں نیٹھال کو خوفزدہ کر رہی ہوں اور
وہ اپنے موجودہ جسم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مجھ سے چھپتی پھر
رہی ہے۔ تم چاہو تو ملی ڈونا کو اس کے حشرے سے آزاد کر سکتے ہو۔“

پارس نے پوچھا۔ ”کیا نیٹھال واقعی تم سے خوفزدہ ہے؟“
”وہ مجھ سے خوفزدہ ہے اس لئے تو کہہ رہی ہوں۔“

”خدا میرے بھائی علی کو محفوظ رکھے۔ نیٹھال جیسی چیلر تم
سے خوفزدہ ہے۔ تمہارے جیسی خوفناک شریک حیات کے ساتھ با

نہیں وہ کیسے زندگی گزار رہا ہوگا۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولی۔ ”علی نے مجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم سے
بات کروں گی تو ضرور داغ کھانے والی باتیں کرے گا۔“

”پورا داغ نہیں کھایا جاتا صرف مغز کھایا جاتا ہے۔“

”میں اپنا مغز کھانے نہیں دوں گی۔ خدا حافظ۔“

وہ چلی گئی۔ میں نے الپا سے کہا کہ وہ نیٹھال کا لب و لہجہ
افتخار کر کے ملی کے پاس جائے اور اسے نیٹھال کے حشرے نجات
دلائے۔ وہ اپنی بیٹی کو سنبھالنے میں مصروف تھی۔ اس نے کہا۔
”میں ابھی ٹھوڑی دیر بعد جاؤں گی۔ بیٹی ذرا سو جائے۔“

اسپتال میں پرڈیو سر کی حالت سنبھل گئی تھی۔ زخموں کی
تخلیف کچھ کم ہوئی تو اس نے فون کے ذریعے مہاراج سے رابطہ
کیا۔ ”مہاراج! آپ کے لئے ایک ایسا حسین خند لایا ہوں کہ
آپ اسے دیکھیں گے تو دیکھیں گے یہ جانیں گے کہ انفسوس آپ کے
سامنے پیش کرنے سے پہلے اسپتال پہنچ گیا ہوں یہ میری بد نصیبی ہے
کہ تیسری منزل کی سیڑھیوں سے پھسل کر گرا ہوں اور خوش نصیبی
یہ ہے کہ فٹیاں سلامت ہیں، صرف زخمی اور بے ہوش ہوا تھا۔“

مہاراج نے پوچھا۔ ”وہ حسین خند کہاں ہے؟“

”وہ باوندہ والے فلٹ میں ہے۔“

اس نے عمل پیرا کیا۔ مہاراج نے اپنے دو باڈی بلڈرز کو حکم
دیا کہ اس فلٹ میں جا کر اسے دیکھیں۔ اگر وہ واقعی غیر معمولی حسن و
جمال کی حامل ہوگی تو اسے اٹھا کر لے آئیں۔

مہاراج دہلی میں تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دونوں
ماتحت باڈی بلڈرز کو حکم دیا تھا۔ ملی ڈونا کمری خند سو رہی تھی۔ کال
تلی کی آواز پر آنکھ کھل گئی۔ اس نے بستر سے اٹھ کر پوچھا ”کون
ہے؟“

باہر سے آواز آئی۔ ”میں تمہارے پرڈیو سرے سمجھا ہے۔“

ہم تمہارے لئے ضروری سامان لائے ہیں۔“

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دو قد آور آدمی اندر
آگئے۔ ملی نے ناگوار سے کہا۔ ”کیا یہ تیزی ہے۔ میری
اجازت کے بغیر اندر کیوں آ رہے ہو؟“

ایک نے ہنسنے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تمہارے پاس آنے کے لئے
گھٹ خریدنا پڑتا ہے؟“

”چھ تو مورا علی دکھانے آئے ہو؟“

”تم ٹھوڑی دیر اسی طرح سامنے کھڑی رہو۔ مہاراج ہمارے
داغ میں نہ کر تمہارے حسن و شہاب کو برباد کر رہے ہیں۔“

وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ یہ مہاراج کون ہے؟ اسی وقت پرانی
سوچ کی لمبوں کو محسوس کر کے اس نے سانس روک لی۔ مہاراج
نے ایک باڈی بلڈر کی زبان سے کہا۔ ”تم یوگا جانتی ہو۔ کیا ملی
جیسی بھی جانتی ہو؟“

”تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“

”میرے ان دو آدمیوں کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم حسن کا
شاہکار ہو۔ ان کے ساتھ چلی آؤ۔ میں جیسے سونے میں تول دوں
گا۔“

”سونے میں تولنے سے پہلے میں تمہارے ان آدمیوں کو سلا
دوں گی۔“

”خند نہ کرو۔ دوستی کرو۔ مجھے پسند آجائو گی تو قسم اندھنری کی
پر اشارہ کروں گا۔“

اس نے دونوں سے کہا۔ ”اے چلو یہاں سے نکلو۔“

مہاراج نے ان سے کہا۔ ”یہ سیدھی طرح قابو میں نہیں
آئے گی۔ مجھے سرکش حسیناں نہیں پسند ہیں۔ اسے جبراً لے آؤ۔“

ایک باڈی بلڈر اس کا ہاتھ پکڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ ملی
نے پینٹر بدل کر ایک لائٹ مارے۔ وہ چیخ مار کر حملانے لگا۔ دوسرا
اس پر ہنسنے آیا مگر اسے پکڑ نہ سکا۔ اس کے منہ پر ایک فلائنگ
کلک لگی۔ چال کیا کہ وہ زبردست فائٹر ہے۔ کوئی نازک سی حسینہ
نہیں ہے۔ ان دونوں نے سنبھل کر اسے کھڑک کر گرفت میں لیتا چلا
لیکن وہ پینٹر بدل کر ایسی پوزیشن میں آجاتی تھی کہ دونوں اس پر
بیک وقت نہیں جھپٹ سکتے تھے۔ ایک وقت میں کسی ایک کو
مقابلے پر تیار نہ کرنا تھا۔ مقابلے میں وہ کامیاب نہ کر رہے تھے۔
اس کے باوجود ملی ڈونا کے حصے میں زیادہ کامیابی آ رہی تھی۔

الپا نے نیٹھال کے لب و لہجے میں رابطہ کیا پھر پارس سے
بولی۔ ”ملی کے فلٹ میں دو آدمی ہیں۔ وہ ان سے تمام مقابلہ کر رہی
ہے۔“

پارس الپا کے داغ میں نہ کر ملی کے اندر آیا۔ ان دونوں نے ملی
کے اندر نہ کر ان دونوں باڈی بلڈرز کی آواز میں سنیں پھر پارس
ایک کے داغ میں گھس کر اسے دوڑاتا ہوا بالکونی میں لے آیا۔
اس نے بالکونی سے نیچے چلا گیا کہ وہ تیسری منزل سے چلا گیا
لگنے والا یوں بھی نہیں چٹا لیکن اس کی فوری موت اس طرح
ہوئی کہ وہ سڑک پر گرا اور ایک تیز رفتار ٹرک اس پر سے گزرتا چلا
گیا۔

پھر پارس نے دوسرے باڈی بلڈر کو اس فلٹ سے باہر بھاگایا۔
وہ دوڑتا ہوا پیچھا ہوا پیچھا جاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میں نے اسے
تیسری منزل سے نیچے پھینکا ہے۔ میں اس کا قاتل ہوں۔“

الپا نے نیٹھال کے لب و لہجے میں کہا۔ ”ملی! یہاں سے فوراً
چلی جاؤ ورنہ پولیس والے مڑ کر کس میں جھپٹیں اٹھائیں گے۔“

ملی نے اپنے ضروری سامان کی اپنی اٹھالی پھر وہاں سے جانے
لگی۔ مہاراج خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کی
سمجھ میں آیا کہ ملی نے مقابلے کے دوران میں ایک مقابل کو خیال
خوانی کے ذریعے تیسری منزل سے نیچے گرایا ہے اور دوسرے کو
فلٹ سے بھاگایا ہے۔

اس نے نیچے بھاگنے والے باڈی بلڈر کے داغ میں نہ کر اسے

روکنا چاہا لیکن پارس نے اس کے داغ پر قبضہ بنا رکھا تھا۔ وہ نیچے سوک پر پہنچ کر سینہ تان کر کہہ رہا تھا۔ یہ میرا دشمن تھا۔ میں نے اسے ادب سے نیچے پھینک دیا ہے۔ کوئی بھی میرے مقابلے میں آنے کا تو جان سے مارا جائے گا۔“

مہاراج نے ملی کے داغ میں پھر ایک بار آنے کی کوشش کی مگر کام نہ ہوا۔ اس نے اپنے دوسرے چھ آواز کا دل کو اس فلیٹ کا پتا کر کہا۔ ”ہاں ایک خطرناک حیدر ہے اسے کسی طرح زخمی کرو تاکہ مجھے اس کے داغ میں جانے کا موقع مل سکے۔“

پھر اس نے اسپتال میں پڑے ہوئے پروڈیوسر کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ ”تم کس حسین ملا کو پکڑ کر لے آئے ہو؟ اس نے میرے ایک باڈی بلڈر کو ہلاک کر دیا ہے اور دوسرا پولیس کیس میں پھنسنے والا ہے۔ وہ حیدر نیلی جیتی جاتی ہے۔ تم اسے کہاں سے لائے تھے؟“

”مردھو پر کی ہستی کے پاس سے جو سوک گزرتی ہے وہ اسی سوک کے کنارے ختم ہو جاتی تھی۔ میں نے اسے کار میں بیٹھنے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئی۔ مجھے تو کسی طرح بھی خطرناک نہیں لگ رہی تھی۔“

”تم کہہ رہے ہو۔ کیا وہ اپنے منہ سے بولتی کہ وہ خطرناک ہے؟ تم نے اس کا نام تو پوچھا ہوگا؟“

”اس نے اپنا نام نکشی بتایا تھا۔“

”نام بھی فرضی بتایا ہوگا۔ وہ بہت چالاک ہے۔ میرا خیال ہے اس فلیٹ سے بھاگ گئی ہوگی۔“

”آؤ میں بستر سے اٹھ نہیں سکتا ورنہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آتا۔“

مہاراج اس کے داغ سے نکل کر ایک آواز کا رے بولا۔ ”باندھ کے علاقے میں فوراً نیلی جیتی کو عارضی طور پر ختم کرنے والی دو اسپرے کرو۔ میں اس چالاک لومڑی کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دوں گا۔“

اپا نے نیلاں کے لب و لہجے میں ملی ڈونٹا سے کہا۔ ”باندھ دیا اس شرسے باہر کہیں چلی جاؤ۔ اب وہ دشمن داغ میں آئے تو اسے آنے دو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون ہے۔“

میشی سے گلہ ایک نرین جاری تھی۔ وہ ریلوے اسٹیشن پہنچے ہی اس میں سوار ہو گئی۔ فرسٹ کلاس کپارٹمنٹ میں ایک برتھ ریڈ کر کے لئے ایک ٹی ٹی سی کو نیلی جیتی کے ذریعے زپ کر کے اس سے ایک گت خریدی۔ پھر کپارٹمنٹ میں آکر بیٹھ گئی۔

اسی وقت مہاراج نے اس کے داغ میں آکر کہا۔ ”سانس نہ روکنا۔ پہلے میری بات سن لو۔ میں دشمن بن کر نہیں آیا ہوں۔“

اپا نے اس کے چور خیالات کو اپنے قابو میں کیا تھا تاکہ مہاراج کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کسی نرین میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ملی نے

پوچھا۔ ”تم کون ہو اور کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ پھر کہتے ہو کہ دشمنی نہیں کر رہے ہو۔ اپنا تعارف کراؤ۔“

”مجھے سبھی مہاراج کے ہیں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں تمہیں مہارانی بنا سکتا ہوں۔“

”فلیٹ جیتی جانے والا دولت مند ہوتا ہے۔ دنیا کی مشکل سے مشکل تجویزیاں کھول کر بے انتہا دولت مند بن جاتا ہے۔ مجھے اپنی دولت کی چمک نہ دکھاؤ۔“

”میں نے پہلے تمہارے حسن و شباب کی تعریفیں سنی تھیں پھر میں نے دیکھا کہ تم بہترین فائز بھی ہو اور نیلی جیتی بھی جاتی ہو۔ مجھے تمہارے جیسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم دوست بن جائیں تو اپنے دشمنوں پر ہماری پڑیں گے۔“

”تم نے مجھ پر جو نیت خراب کی ہے اس کی بات کرو۔ اپنی نیلی جیتی اور دولت کے ذریعے بے شمار حسیناؤں کو تم نے حاصل کیا ہوگا لیکن میرے لئے ترستے اور ترچے نہ جاؤ گے۔ میری پرچائیں تک بھی نہیں پہنچاؤ گے۔“

”تم خواہ مخواہ خند کر رہی ہو۔ مہاراج کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ اب میں تمہارے پیچھے پڑ گیا ہوں تو تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔“

”تو پھر میرے داغ سے جاؤ اور مجھے تلاش کرتے رہو۔“

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج اس کے اندر سے نکل گیا۔ اس نے چور خیالات پڑھنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ معلوم نہ کر سکا کہ اس کے ہاتھ سے نکل جانے والی حیدر کہاں ہے؟

اب تو نرین چل پڑی تھی اور وہ فلیٹ شرسے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس کپارٹمنٹ میں چار برتھ کا ایک کین بنا ہوا تھا۔ اس کین میں اس کے علاوہ ایک عورت اور دو موٹے عورت

بوڑھی تھیں۔ ان میں سے ایک اس کا جان پنا اور دوسرا بیٹے کا دوست تھا۔ وہ دونوں ملی ڈونٹا کو لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تازہ رس پھرا چل سانسے رکھا ہو تو سب ہی اسے حاصل کرنے کی سوچنے لگتے ہیں۔

بوڑھی نے پوچھا۔ ”بیٹی! تم اکیلی ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟“

”میں نے کہا۔“ ”میں مگر سے بھاگ کر قلموں میں کام کرنے آئی تھی لیکن وہاں بھڑکے ہیں۔ سب ہی پروڈیوسر ڈائریکٹر میری عزت سے کھینا چاہتے تھے اس لئے میں واپس جا رہی ہوں۔“

”واپس کہاں جاؤ گی؟ کہاں کی رہنے والی ہو؟“

”میں اپنے ماں باپ کا کام اور پتا نہیں بتاؤں گی۔ ان کی بڑی بدنامی ہو رہی ہوگی۔ ان کے پاس واپس بھی نہیں جاؤں گی۔“

ایک جوان نے کہا۔ ”میرا نام راجیش ہے۔ تم کہاں جاؤ گی؟“

”میں نے ابھی سوچا نہیں ہے۔ کسی بوڑھے شرمیلے جاکر کوئی ملازمت کروں گی۔“

دوسرے جوان نے کہا۔ ”میرا نام میش ہے۔ ناچو میں بہت

بڑی ایڈمنسٹری کا مالک ہوں۔ تمہیں وہاں عزت کی نوکری مل جائے گی۔“

بوڑھی نے دونوں کو گھور کر دیکھا پھر کہا۔ ”بیٹی! تم اتنی سندر ہو کہ جہاں بھی جاؤ گی وہاں کوئی مطلب کے بغیر تمہیں نوکری نہیں دے گا۔ میری بات مانو اور گھر لوٹ جاؤ۔ ماں باپ تمہاری غلطی معاف کریں گے اور کسی ایسے خاندان میں تمہاری شادی کر دیں گے۔“

”میں آپ لوگوں کی باتوں پر غور کروں گی۔ ابھی مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں ادھر والی برتھ پر جا کر سو رہی ہوں۔“

وہ ادھر والی برتھ پر آکر لیٹ گئی۔ اپا نے نیلاں کے لب و لہجے میں اس کے اندر جگہ بنائی تھی۔ اس طرح وہ پارس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔ تھوڑی دیر بعد سو گئی۔ پارس اس پر غریبی عمل کرنے لگا۔

اس عمل کے ذریعے اس نے نیلاں کے غریبی عمل اور اس کے لب و لہجے کو اس کے داغ سے مٹا دیا۔ ایک نئے لب و لہجے کو داغ میں نقش کر دیا۔ آئندہ نیلاں یا کوئی دوسرا نیلی جیتی جاننے والا اس کے اندر آکر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ملی ڈونٹا ہے۔

اپا نے پارس سے کہا۔ ”اب یہ محفوظ ہو گئی ہے۔ مہاراج بھی اس کے ساتھ لب و لہجے کے ذریعے اسے ڈھونڈ نہ جائے گا۔ کیا ہم اسے کسی محفوظ جگہ پہنچائیں گے؟“

”یہ نادان بچی نہیں ہے کہ اس کی اٹلی پکڑ کر اس کے گھر پہنچایا جائے۔ یہ خود اپنے لئے کوئی محفوظ جگہ ڈھونڈ لے گی۔“

”یعنی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟“

”اس کی غریبی نیند پوری ہونے تک ہم ایک آدھ بار اس کی خیریت معلوم کرنے آئیں گے۔ پیرا ہونے کے بعد یہ پوری طرح محفوظ رہے گی۔ اپنا راستہ خود بنا لے گی۔“

پارس نے غریبی عمل کے اختتام پر اسے دو گھنٹے تک سکون سے غریبی نیند سونے کا حکم دیا تھا پھر وہ دونوں اس کے داغ سے چلے گئے اور وہ آرام سے ادھر والی برتھ پر سوئی رہی۔

راجیش اور میش باہر ادھر دیکھ رہے تھے۔ نیند کی حالت میں اس کے بدن کی شادابی جاگ رہی تھی۔ اگر بوڑھی ماں نہ ہوتی تو وہ اس سے دوستی کر کے ضرور اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ راجیش نے کہا۔ ”ماں جی! تم اکیلی ہوئی ہو۔ سو جاؤ۔ کھانے کے وقت ہم تمہیں جگا دیں گے۔“

بوڑھی نے کہا۔ ”میں خوب سمجھتی ہوں۔ تم دونوں کو شرم آنی چاہئے پھر میں تمہاری خوبصورت بیویاں ہیں۔ بیوی کے سوا دوسری لڑکیوں کو بسن کھینا چاہیے۔ میں کھانے کے بعد تم لوگوں کو سلاؤں کی اور خود جاتی رہوں گی۔“

وہ دونوں بایس ہو گئے۔ دو گھنٹے گزرتے دیر نہیں گئی۔ غریبی نیند پوری ہو گئی۔ وہ پیرا ہو کر اٹھ بیٹھی پھر برتھ سے اتر کر نیچے

آگئی۔ اس نے اپنی سے ایک لباس نکالا پھر ہاتھ دھو کر اسے جاکر نہ ہاتھ دھو کر لباس بدل کر آئی تو پہلے سے زیادہ تازہ اور شاداب نظر آنے لگی۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر دل میں ہی دل میں آہیں بھرے لگے۔ وہ بوڑھی ماں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وہ مگر سے کھانا پکوا کر لائے تھے۔ ملی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔

میش نے پوچھا۔ ”تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کیا میری مل میں ملازمت کرو گی۔ میں تمہیں پرسل سیکرٹری بناؤں گا۔ ماہانہ پنشنیں ہزار روپے رہنے کے لئے ایک بنگلا اور ایک نئے گاڑی کی کارروں گا۔“

”یہ قسمت بڑی آفر ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کہیں اتنی بڑی ملازمت مل سکتی ہے۔ میں یہ ملازمت ضرور کروں گی۔“

میش خوش ہو گیا۔ وہ وقت تھا جب نیلاں نے مٹی کے خوف سے تندرانی کی جاگیر چھوڑ دی تھی اور وہاں سے بہت دور چلی گئی تھی۔ اسے اپنی پریشانی میں اتنا وقت بھی نہیں ملا کہ وہ ملی ڈونٹا کی خبر لیتی۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ اس کی گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جا سکے گی۔

مہاراج نے بھی بعد میں نیلی جیتی کے ذریعے اسے تلاش کیا تو اسے ملی ڈونٹا کا داغ نہیں ملا۔ پہلے تو وہ حیران ہوا پھر سمجھ گیا کہ کسی نے غریبی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا ہے۔ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔

وہ ناگہر پہنچ گئے۔ اسٹیشن کے باہر میش اور میش کی کار میں کوئی ہوئی تھیں۔ راجیش اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔ ملی میش کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد وہ کار ایک بہت بڑی کوشی کے احاطے میں داخل ہوئی اور پوسٹ میں آکر رک گئی۔ مسیح گاڈ نے ان کے لئے دو اونٹن کھولا۔ ایک ملازم نے کہا۔ ”مالک! آپ کے چاچا جی مدراس سے آئے ہیں۔“

میش نے ناگوری سے منہ بنایا۔ وہ ایک دلربا کے ساتھ آیا تھا۔ اس سے پہلے چاچا جی کباب میں بیڑی بننے چلے آئے تھے۔ ملی نے پوچھا۔ ”کھانا تم اپنے چاچا کو پسند نہیں کرتے ہو؟“

”میں انہیں بہت چاہتا ہوں مگر آج تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا موقع نہ تھا۔“

اسی وقت ملی نے اپنے داغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ سوچنے لگی۔ ”کیون ہو سکتا ہے؟ کون میرے خیالات پڑھتا چاہتا ہے؟“

وہ دونوں کو مٹی کے اندر آئے۔ ملی نے کہا۔ ”مجھے کسی دوسرے کرے میں پہنچاؤ۔ ابھی اپنے چاچا سے میرے بارے میں کچھ نہ کہنا۔“

”یہی تو مشکل ہے۔ ان سے کوئی بات چپا نہیں سکتا۔ انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ تم میرے ساتھ آئی ہو۔“

”غیب ہے۔ انہیں کیسے معلوم ہوگا؟“

”وہ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں۔ کسی کے بھی دماغ میں کس کراس کے اندر کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔“

بلی نے سمجھ لیا کہ ابھی اس کے دماغ میں میٹھ کا چاچا آتا چاہتا تھا۔ وہ پریشان ہو گئی کہ کہاں آ پھنسی ہے؟ پتا نہیں وہ ٹیلی بیٹھی جانتے والا چاچا کون ہے؟

وہ دونوں ایک بیڈ روم میں آئے میٹھ نے کہا۔ ”ہتم یہاں آرام کرو۔ پہلے میں چاچا کی سی مل کر آتا ہوں۔ انہیں تمہارے بارے میں بتاؤں گا پھر تم سے ملاقات کروں گا۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے ہماری لی پھر بستر کے سرے پر بیٹھ کر لیٹ گیا۔ بلی نے پوچھا۔ ”تم ابھی چاچا کی کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیٹ کیوں گئے؟“

”پتا نہیں کیوں خند آ رہی ہے۔ سڑکی کھنک سے لین میں سونا نہیں چاہتا۔ ابھی چاچا کی کے پاس۔“

وہ بات پوری نہ کر سکا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ بلی نے خطرے کو سمجھ لیا۔ اس نے اس کے چاچا کو دماغ میں آنے سے روکا تھا۔ اب وہ چاچا جس میں جلا ہو گیا ہو گا کہ یوگا جانے والی کون حینہ اس کے پیچھے کے ساتھ آئی ہے؟

وہ فوراً ہی لیٹ کر کمرے سے باہر آئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی کوشی کے باہر نکلی۔ وہ ٹیلی بیٹھی جانتے والا یہ نہیں جانتا ہو گا کہ وہ کوشی سے باہر جا رہی ہے۔ وہ میٹھ کے ساتھ جس کار میں آئی تھی اس کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اشارت کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی کوشی کے احاطے سے باہر نکلی۔ پھر کار کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ وہاں سے دور بہت دور جانے میں ہی اس کی بھلائی تھی۔

وہ تقریباً تین کلو میٹر دور چلی آئی۔ اطمینان ہوا کہ کسی انجانے ٹیلی بیٹھی جانتے والے سے دور آ گئی ہے۔ ایسے ہی وقت اسے ایک مردانہ ہماری بھرم کر آواز سنائی دی۔ ”ابستہ چلاؤ۔ حادثہ ہو سکتا ہے۔“

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ ہاتھوں میں اسٹیرنگ ہینکے لگا۔ حادثہ ہونے والا تھا لیکن اس نے اسٹیرنگ کو فوراً ہی قابو میں کیا پھر بریک لگا کر روک دی۔ پچھلی سیٹ کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ پہلے تو کوئی نظر نہیں آیا پھر اچانک ایک شخص نمودار ہو گیا۔ یہ یاد دہانے والی گولی کا شرم تھا۔

نمودار ہونے والے شخص کے چہرے پر داڑھی تھی۔ سر کے بال شانے تک بڑھے ہوئے تھے۔ بالکل گردو گردو کا، شکل قحارور و بیاض علیہ تھا۔ وہ مہاراج اور گردو گردو کا چھوٹا بھائی شیو راج تھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ ”جس وقت میٹھ سو رہا تھا یعنی کہ میں اسے سلا رہا تھا تو اسی کمرے میں تمہارے پاس یاد دہانہ ہوا تھا۔ تمہارے ساتھ کار میں بیٹھ کر آیا ہوں۔ مہاراج کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہارے جیسی حینہ لاگوں میں ایک ہوا کرتی ہے۔ کون ہو تم؟“

چھوٹے بھائی نے اپنے بڑے بھائی مہاراج کی قسم کھائی تھی۔

بلی نے چونک کر پوچھا۔ ”یہ مہاراج کون ہے؟“

”میرے بڑے بھائی ہیں۔ ہمارے لئے دو آسمان ہیں۔ میں نے ان کی جیوتی قسم نہیں کھائی ہے۔ تمہارے حسن و شباب میں متناظر جیسی کشش ہے۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ یا پھر مجھے اپنے دماغ میں آئے دو۔“

وہ کا کا داؤدہ کھول کر باہر آئی۔ شیو راج نے بھی کار سے نکلے ہوئے کہا۔ ”مجھے سے متاثر نہ کرنا۔ کس بھاگ کر جانیں سکو گی۔ میں یاد دہانہ ہو کر تمہارے جسم میں جا جاؤں گا۔“

وہ بولی۔ ”میں نے تھا تھا کہ ایسی ایک غیر معمولی گولی ہے جسے نکلنے والا فکروں سے اوہل ہو جاتا ہے۔ مجھے تو یہ قصے کہانی والی بات لگتی تھی۔ اب بھی میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے پاس کوئی گولی نہیں ہے تم جاؤ سے میرے پاس آئے ہو۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا۔ ”وہ گولی میرے منہ میں ہے۔ میری داڑھ میں دبی ہوئی ہے۔ یہ دیکھو۔“

اس نے داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو اپنی زبان پر رکھا پھر منہ کھول کر زبان نکال کر وہ گولی اسے دکھائی۔ اس سے پہلے کہ وہ زبان اندر کرے منہ بند کرنا۔ بلی نے کھلی جیسی تیزی دکھائی۔ گوم کر اس کے منہ پر ایک لگ مار دی۔ وہ گولی زبان سے نکل کر دور زمین پر جا کر گری۔ زوردار لگات لگتے کے باعث زبان واہنوں کے درمیان آ گئی۔ وہ تکلیف سے تھلا گیا پھر دوسری لگات بھی منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھار کر پیچھے گیا۔ وہ ایک عورت سے نکروڑ نہیں تھا۔ جوابی حملے کر سکتا تھا لیکن بلی نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک نھاسا پتول نکال لیا۔

وہ ایک درخت سے ٹکرا کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ پتول کے سامنے کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بولی۔ ”اب ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر بتاؤ تم کون ہو؟ اور کن ٹیلی بیٹھی جانتے والوں سے تمہارا تعلق ہے؟“

”مہم۔ میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ مجھ پر گولی نہ چلاؤ۔“

اس نے ایک فائر کر کے اس کے ایک بازو کو ڈھکی کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا اور اسے اپنے چور خیالات بڑھنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”اچھا تو تم تین ہم شکل تھائی ہو۔ تینوں کا لباس اور علیہ ایک ہے۔ بڑے بھائی کو مہاراج کہتے ہو۔ دوسرا بھائی گردو گردو کہلاتا ہے۔ تیسرے تم ہو۔“

”دیکھو، عقل سے کام لو۔ مجھے ہلاک کر دو گی تو سکون سے نہیں رہ سکو گی۔ میرے دونوں بھائی جنہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”بڑی عجیب بات ہے۔ میٹھ میں تمہارے بھائی مہاراج نے مجھے اغوا کرانے اور اپنے پاس بلائے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کے باڈی بلڈز کی ایسی تیس کر دی۔ وہاں

سے فرار ہو کر زمین میں آئی تو میٹھ سے سامنا ہوا۔ تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ میٹھ مہاراج کا بیٹا ہے۔ یعنی باپ کے علاوہ بیٹا بھی۔ مجھ پر عاشق ہو گیا اور اب تمہارے پیچھے چاچا کی مجھ پر عاشق ہو کر یہاں تک آ گئے۔ یہ بڑا ہوس پرست عاشقوں کا خاندان ہے۔“

وہ اس کی باتوں کے دوران میں اپنا ہاتھ ایک جیب کی طرف لے جا رہا تھا۔ دوسری گولی نکل کر یاد دہانہ ہوا چاہتا تھا۔ بلی نے تڑا تڑا فائر کئے۔ تین گولیاں اس کے سینے میں آئیں۔ وہ آواز دے دے منہ زمین پر گر کر کھڑا نہ کیا۔

بلی نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک ڈنیا نکلی جس میں پندرہ یاد دہانہ پائے والی گولیاں اور باجنگ ٹانگ کیپول تھے۔ بلی کے پاس ایسی غیر معمولی چیزیں نہیں تھیں۔ شیو راج کی موت نے وہ کی پوری کر دی۔

اس نے ایک گولی اور ایک کیپول نکال کر ڈنیا کو گریبان میں چھپا لیا۔ گولی کو منہ میں رکھ لیا۔ یاد دہانہ ہونے سے پہلے کیپول کو منہ میں رکھنا چاہتی تھی۔ اب کار کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ کیپول کے ذریعے منہوں میں کہیں بھی پہنچ سکتی تھی۔

اسی وقت اسے اپنے دماغ میں ایک اجنبی سوچ کی لہر سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا ”تھیں کامیابی مبارک ہو۔ میں نے نیلماں سے بھی پچھا چڑھا ہے۔ تم بالکل آزاد ہو۔“ آئندہ محتاط رہو۔ میں بار بار تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔“

وہ حیرانی سے بولی۔ ”تم کون ہو؟“

”میں وہی ہوں جس سے تم نے بے وفائی کی اور پورس کے پاس چلی گئیں۔“

”وہ پارس! یہ تم ہو؟ میرا دل کتنا تھا کہ میرے بڑے وقت میں تم مجھے بے سارا کہیں چھوڑو گے۔ آج میں قسم کھاتی ہوں کہ۔“

وہ بات کاٹ کر بولا۔ ”قسم کھانے میں وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے تمہاری وفاداری کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدے کے مطابق تمہیں مصیبتوں سے نکال کر جا رہا ہوں۔ آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ دوش پوٹ لڑ لک۔“

وہ چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک دامت سے سر جھکا کر کھڑی رہی پھر یاد دہانہ ہو کر ٹانگ کیپول کے ذریعے وہاں سے چلی گئی۔

○×○

میں ان تینوں بھائیوں کی ناک میں تھا۔ ان میں سے ایک مہاراج تھا۔ دوسرا گردو گردو اور تیسرا شیو راج تھا۔ وہ تیسرا چھوٹا بھائی شیو راج، بلی ڈوڈا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس سے پہلے چوتھے چھوٹے بھائی کو ستا شائے گولی ماری تھی۔

ان چاروں میں عقل بھائیوں میں سے دو بھائی دو عورتوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ وہ چاروں حسین عورتوں کے بچاری تھے

اور عورتیں ہی انہیں موت کے گھاٹ اتار رہی تھیں جبکہ وہ چاروں غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کے حامل تھے۔

بائی دو بیٹھے گئے تھے۔ وہ مجھے جو بلی سے دستاویزات چرانے والا ایک ایسا چور سمجھ رہے تھے جو حاکم ظاہری تھا۔ کیونکہ میں ان دستاویزات کے ذریعے امریکا، دوسرا اسرائیل اور فرانس جیسے بڑے ممالک کو بلیک میل نہیں کر رہا تھا۔ وہ تمام بھائی ان دستاویزات کے عوض ان ممالک سے ہر ماہ لاگوں ڈالر وصول کرتے تھے۔

ایک بار خیال خوانی کے ذریعے میری نیلماں کی اور ان بھائیوں کی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے انہیں اپنا نام سوائی تلک رام بھائیایا تھا اور یہ کہ تھا کہ دنیا میں میری زندگی بائی تھی لیکن میرا جین موت کا فرشتہ غلطی سے مجھے سورگ میں لے گیا تھا۔ اس غلطی کو چھپانے کے لئے میری صورت اور شخصیت بدل دی گئی تھیں۔

نیلماں یعنی میری دادی ماں جو مجھے جان سے زیادہ چاہتی تھی میں اس سے اس وقت تک ملاقات نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ وہ ڈیڑھ سو سالہ بڑھی عورت کے جسم میں سارے بچے دادی ماں بن کر میرے پاس نہیں آئے گی۔ اسی وقت وہ اپنے پوتے کو گلے لگا سکے گی۔

نیلماں واقعی دل و جان سے اپنے پوتے سوائی تلک رام بھائی کو چاہتی تھی اور یہ آنا نہ چاہتی تھی کہ میں بچ کر رہا ہوں یا فراڈ کر رہا ہوں؟ بچ جانے کے لئے وہ چالیس راتوں تک جاگ کر تپیا کر کے کی تو اسے پوتے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

اب وہ راتوں کو تپیا کر رہی تھی یا نہیں؟ اس کا ذکر آگے جا کر ہو گا۔ فی الحال مہاراج اور گردو گردو کہہ رہے تھے کہ میں فراڈ کر رہا ہوں اور نیلماں اپنے پوتے سے لگاؤ رکھتی ہے اس لئے میں دادی اور پوتے کے جذبات سے کھیل رہا ہوں۔

حقیقت کیا ہے؟ اس کا فیصلہ چالیس راتوں کے بعد ہونے والا تھا۔ مہاراج اس سے پہلے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا اور میں ان بھائیوں کی بڑوں تک پہنچ کر انہیں اکھاڑ بیٹھنا چاہتا تھا۔ فی الوقت ہم سب تاریکی میں تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مہاراج اور گردو گردو کہاں رہتے ہیں؟ اور وہ دونوں بھائی میرے بارے میں نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟ کہاں رہتا ہوں؟ اور وہ کس طرح مجھ تک پہنچ سکتے ہیں؟

اس وقت مجھے لاج و نچی یا تو آئی۔ وہ اور ان کا باپ بجن ہاتھ شرا ٹیلی بیٹھی جانتے تھے اور گردو گردو کے تابعدار تھے۔ جیسا کہ بچپن سے اب میں بیان ہو چکا ہے گردو گردو نے ایک غلطی کرنے پر شرا کو گولی ماری تھی۔ لاج و نچی کو پیٹھ مار دیا تھا۔ وہ بیچارہ گردو گردو کی معمول اور تابعدار تھی۔ اس کے خلاف بول نہیں سکتی تھی اور گردو گردو نے کہا تھا۔ ”میری سرپرستی میں کوئی تناؤ اور بے یا وعدہ کار

نہیں رہتا۔ میں تمہارا خیال رکھوں گا مگر اپنے باپ کی طرح کوئی غلطی نہ کرنا۔ وہ باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔“

مجھے لاج و دینی کی یاد آئی اور میں گردیو کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس لڑکی کے داغ میں گیا تو پتا چلا کہ گردیو کی دھمکی تھے باوجود وہ بہت بڑی غلطی کر رہی ہے۔

اسے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ نوجوان خود تھا۔ دلیر تھا لیکن گونا تھا۔ اس کی محبت کو کئی عرصہ لاج و دینی اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دل کا حال معلوم کر لیتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ گردیو ہوس پرست ہے۔ ایک دن اسے بھی اپنے ہوس کے دسترخوان پر بٹھائے گئے۔

ایسے وقت کو گونا محبوب اسے اشاروں میں سمجھاتا تھا کہ وہاں سے بھاگ چلیں اور وہ اسے سمجھاتی تھی کہ بھاگ کر دنیا کے آخری سرے تک بھی جائیں گے تو وہ گردیو موت بن کر ان کے سروں پر پہنچ جائے گا بلکہ اپنی معمول کے داغ میں وہ کراسے بھانجے گا موع بھی نہیں دے گا اور اس کے محبوب کو بھی مار ڈالے گا۔

میں نے ان دونوں کو چھپ کر ملتے دیکھا اور ان کی باتیں بھی سنیں۔ اس وقت گردیو دوسرے معاملات میں مصروف تھا۔ لاج و دینی کو گھر کی طرف سے کچھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر لاج و دینی پر تنوی عمل کیا۔ اس کے داغ سے گردیو کے عمل کو متاثر کر دیا۔ اس طرح وہ اس کے حشر سے آزاد ہو گئی۔

وہ بلی جیتی جاتی تھی۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہو سکتی تھی۔ جہاں جاتی، ضرورت کے مطابق نقد رقم حاصل کر لیتی تھی۔ وہ اپنے گونگے محبوب کے ساتھ کشن کوٹ سے فرار ہو گئی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کسی بڑے شہر میں جا کر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کرائے گی۔ اس طرح وہ گردیو بھی اسے پکڑ نہیں سکے گا۔

گردیو اس سے کوئی کام لینا چاہتا تھا۔ وہ اس کے داغ میں گیا تو سوچ کر لبرس واپس آگئیں۔ اس نے ایرانی سے دوبارہ رابطہ کیا پھر لاج و دینی نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ یہ اس کی توہین تھی۔ اس نے اپنے آلا کا دل سے کہا۔ ”لاج و دینی کے پاس جاؤ۔ وہ جہاں بھی ہو اسے تلاش کرو اور پکڑ کر پھر اس کی رہائش گاہ میں واپس لے آؤ۔“

وہ گونگے محبوب کے ساتھ فرار ہونے کے لئے پہلے ریلوے اسٹیشن گئی۔ پتا چلا کہ نرین کے آٹے میں ذرا دیر ہے۔ وہ بس کے اوڑے پر آئی۔ کشن کوٹ سے باہر جانے کے یہی دو ذرائع تھے۔ وہ خیال خدائی کے ذریعے کسی کاروائی سے لٹ لے کر وہاں سے فرار ہو سکتی تھی لیکن یہ کم میں کھیل رہا تھا۔ میں کسی طرح گردیو تک پہنچنا چاہتا تھا اس لئے ایک عامل کی طرح اس کے داغ پر

چھایا ہوا تھا۔ گردیو کے آدمیوں نے ان محبت کرنے والوں کو گھیر لیا۔ وہ گونا فلادی جسم اور فلادی ارادوں کا مالک تھا۔ اس نے دو چار دشمنوں کی تھپائی کی پھر لاج و دینی کے ساتھ ایک آؤر کھٹے میں وہاں سے بھاگے گا۔ دھمکی دشمنوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ ایک دین میں بیٹھ کر تعاقب کرنے لگے۔ گردیو نے ان سے کہا۔ ”مجھے لاج و دینی کے عاشق کی آواز سناؤ۔ میں ابھی اس کے اندر زلزلے پیدا کروں گا۔“

اس کے ایک آلا کا دل سے کہا۔ ”گردیو! آواز کیسے سنائیں۔ وہ بگڑا ہوا ہے۔“

گردیو نے لاج و دینی کے پاس آکر کہا۔ ”سانس نہ روکو۔ صرف اتنا بتا دو کہ کون تمہاری مدد کر رہا ہے؟ اور کس نے تمہیں میرے تنوی عمل سے نجات دلائی ہے۔“

”جس نے بھی نجات دلائی ہے وہ میرے لئے دیوتا مانا ہے۔ اب جاؤ۔“

اس نے سانس روک لی۔ ایسے ہی وقت بد بختی آڑے آئی۔ اس آؤر کھٹے میں خرابی پیدا ہو گئی۔ وہ رک گیا۔ طرف تماشائی کہ وہ حویلی کے قریب رکا۔ پیچھے دشمن دین میں آ رہے تھے۔ وہ دونوں رکھنے سے اتار کر حویلی میں چلے گئے۔ وہ لاج و دینی کی خاندانی حویلی تھی۔ وہ اس کے اندر کے تمام حصوں کو اور چور دروازے کو ابھی طرح جانتی تھی۔ مٹی الجال ان دونوں کے لئے وہی ایک پناہ گاہ تھی۔ پچھلی بار دنا شانے گردیو کے چھوٹے بھائی کو گولی مارنے کے علاوہ ان دو مسلح گارڈز کو بھی ہلاک کیا تھا جو چور دروازے کے پاس ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ مخصوص کوڈز کے مطابق چور دروازہ کھولنے اور بند کرتے تھے۔ ان کی ہلاکت کے بعد سے وہ چور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس رات جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد نہ کوئی حویلی میں آیا تھا اور نہ ہی کسی نے اس چور دروازے کو بند کیا تھا۔

لاج و دینی اپنے گونگے محبوب کے ساتھ وہاں آئی پھر چور دروازے سے گزر کر اسے اندر سے بند کر دیا۔ اس کا تعاقب کرنے والے گونگے فائر کے ہاتھوں بری طرح زخمی ہوئے تھے پھر بھی تعاقب کرتے ہوئے چور دروازے کے پاس آئے۔ گردیو نے ایک کے داغ میں کہا۔ ”میں دوسرے آدمیوں کو بھیج رہا ہوں۔ ان کے آتے ہی تم لوگ واپس جا کر اپنی مرہم پٹی کراؤ۔ میں دیکھوں گا کہ وہ دونوں کب تک بھوکے پیاسے نہ خائے میں رہیں گے۔“

میں نے اس آلا کا دل سے کہا۔ ”گردیو! یہ خائے میں جو ایک الماری ہے وہ ایک مٹن بھانے سے گردش کرتی ہے۔ اس کے گھوٹنے سے ایک چور دروازہ سامنے آتا ہے۔ آپ کا چھوٹا بھائی جو یہ خائے میں مارا گیا تھا وہ اسی الماری کے چور دروازے سے آیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اس کو گولی مارنے والی ایک ہستی وہاں نادیہ بنی ہوئی اسے دیکھ رہی ہے اور الماری کے چور

دروازے کو سمجھ رہی ہے۔“

گردیو نے حیران ہو کر اپنے آلا کا دل سے پوچھا۔ ”یہ باتیں تم کیسے جانتے ہو؟“

”آلا کا دل سے کہا۔ ”میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ کوئی میری زبان سے سب کچھ بول رہا ہے۔“

”تم کون ہو؟ مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”بعض اوقات دشمنی کی وجہ نہیں ہوتی۔ اب یہی دیکھو کہ کسی دشمنی کے بغیر لاج و دینی کے لئے معیت بن رہے ہو۔ اس بچاری کو اپنی مرضی سے محبت کرنے کا حق نہیں دے رہے ہو۔“

”لاج و دینی میری معمول تھی۔ آئندہ میں اسے اپنی راشد بنانے والا تھا۔ وہ میری ملکیت ہے۔“

”دل کسی کی جاگیر نہیں ہوتا۔ اس کا دل ایک دلیر کوٹے پر آیا ہے۔ اسے ایک پیار بھری زندگی گزارنے دو۔ اسے آزادی سے کہیں بھی جانے دو۔ اس کا راستہ نہ روکو۔“

”میں پوچھتا ہوں تم کون ہو؟ میرے آلا کا دل زبان سے کیوں بول رہا ہے؟ مجھ سے براہ راست گفتگو کرو۔“

میں نے تلک رام بھائی کی آواز اور لہجے میں کہا۔ ”میں وہی حاتم طالی ہوں جو نکلیاں کرنا ہے اور دیر میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے بڑی اہم دستاویزات حاصل کرنے کے بعد اب تک بڑے ممالک کو ہلک میل نہیں کیا ہے۔ وہ سب میرے مشکور و ممنون ہیں۔ یہ بچاری لاج و دینی بھی میرے لئے دعائیں کرتی رہے گی۔“

”اچھا تو تمی آ رہا ہوں۔ پچھلی ملاقات میں ہم نے نیلہ کی خاطر تم سے نرم رویہ اختیار کیا تھا مگر دستاویزات کی چوری کے بعد تم پھر ایک بار ہم سے دشمنی کر رہے ہو۔“

”یہ تمہارے نقطہ نظر سے دشمنی ہے لیکن وہ محبت کرنے والوں کے نقطہ نظر سے یہ نیکی ہے۔ اس نیکی کو تسلیم کر دو۔“

ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ تم چاروں بھائی حسین عورتوں کی ہوس میں عورتوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ جیسے تمہارے دو بھائی مارے گئے ہیں۔“

وہ چونک کر بولا۔ ”کیا بکواس کر رہے ہو؟ ہمارا صرف ایک بھائی مارا گیا ہے۔“

”تمہارا سب سے چھوٹا بھائی ایک عورت کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرا بھی ایک حینہ کو حاصل کرنے کے لالچ میں اسی حینہ کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا ہے۔ لیکن نہ ہو تو اپنے چھوٹے بھائی شیو راج سے رابطہ کر کے دیکھ لو۔“

اس نے فوراً ہی شیو راج کے داغ میں پہنچا ہوا لیکن اس کی خیال خدائی کی لبروں کو چھوٹے بھائی کا داغ نہیں ملا۔ اس نے شیو راج کی دھرم پٹی سے پوچھا۔ ”تمہارا پتی کہاں ہے؟“

زندگی سنوانے اور نکھانے والی
تقابلوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب



اسباب - تدارک - علاج

ایسی کتاب

کا مطالعہ آپ کو

بتائے گا کہ

احساس کمتری سے کس طرح نجات
حاصل کی جاسکتی ہے۔

کامیاب زندگی گزارنے کے اصول یہ ہیں
کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار

ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ

سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مشہور ماہرین
نفسیات
کی آرا پر مشتمل
کتاب

مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴
کراچی

گروہوں نے میٹل کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات چڑھسے پاس چلا کر مہینے کے نرین کے سر میں ایک نہایت حسین عورت اس کی ہم سفری تھی۔ میٹل اسے ملازمت دینے کا لانچ دے کر اپنی کوٹھی میں لے آیا تھا۔ وہاں شیوہ راج پہلے سے پہنچا ہوا تھا پھر میٹل کو بتا نہ چلا کہ وہ شیوہ اور اس کے چاچا جی (شیوہ راج) کہاں چلے گئے ہیں کیونکہ کوٹھی میں پہنچنے سے یہ نیند آگئی تھی۔

گروہ نے سمجھ لیا کہ میٹھ کو ٹیلی بیسی کے ذریعے سلا یا گیا ہوگا۔ اس نے میٹھ کے ملازموں اور مسلح گروہ کے خیالات پر دم معلوم ہوا کہ وہ حینہ میٹھ کے ساتھ کوئی عمل داخل ہونے کے چندہ منٹ کے بعد ہی باہر آکر میٹھ کی کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد شیو راج بھی کوئی عمل میں نظر نہیں آیا تھا۔

میش اور اس کے ملازم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ گرو دیوان سب کے دماغوں میں جھانک کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں آیا۔ اس نے میش سے کہا۔ ”آپ کی کاروائی پور جانے والی سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔ ہم نے کار میں رکھے ہوئے کانڈاٹ سے آپ کا چھٹا معلوم کیا ہے۔ اس کار سے کچھ فاصلے پر ایک شخص لاش ڈری ہوئی ہے۔ بلیر آپ ساتھ چلیں۔ شاید اس لاش کی شناخت ہو سکے۔“

گرو دہو یہ تمام باتیں سن رہا تھا اور اس کا دل ڈوب رہا تھا۔
اس نے خیال خوانی کے ذریعے بڑے بھائی سے کہا۔ ”ہمارا راج!“
ہمارا بھائی شیو راج مارا گیا ہے۔ آپ فوراً اپنے بیٹے ہمیش کے
خیالات پڑھیں۔“

سمراج اپنے بیٹے کے خیالات پر حنکے۔ اس وقت تک اس کا بیٹا پولیس والوں کے ساتھ جائے واردات پر پہنچ گیا تھا اور اس نے اپنے چاچا جی شیو راج کی لاش شناخت کر لی تھی۔ اس کے باوجود دونوں بھائیوں کو یقین نہیں آیا۔ وہ دایہ بن کر ظانگہ کیپول کے ذریعے وہاں پہنچے پھر اپنی آنکھوں سے چھوٹے بھائی شیو راج کی لاش دیکھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ دونوں بھائی کی لاش دیکھتے وہاں جائیں گے۔ میں بھی دایہ بن کر وہاں پہنچ گیا۔ ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی نمودار ہو تا تو مجھے اسے زپ کرنے میں آسانی ہوتی۔ وہ دونوں نادان نہیں تھے لیکن کوئی گامانی ضرورت انہیں نمودار ہونے پر مجبور کر سکتی تھی۔

پولیس والے قییش کو اس لاش کے ساتھ لے گئے۔ قانونی کارروائی لازمی تھی۔ جائے واردات پر کوئی نمیں دکھائی دے رہا تھا لیکن میں وہاں تھا۔ تھوڑی دیر بعد مہاراج کی آواز سنائی دی۔ اس نے گرو دیو سے کہا۔ ”دھرم راج! اپنے خاص ماتحتوں سے

”اسے چالاک بنے دو۔ ہم وہاں چتا جلانے کے وقت ناویدہ رہیں گے۔“

”وہ ہمارے لئے چاہا کہ ہم جہاد کرنا چاہیں۔ اس نے میری معمولی لاج و خفی کے دماغ کو لاگ کر دیا ہے۔ ہمیں یہاں الجھا دیا ہے۔ وہاں وہ اپنے پیار کے ساتھ نہ خانے کی الماری والے دروازے سے فرار ہو چکی ہوگی۔“

”ابھی صرف اپنے بھائی کی باتیں کرو۔ اس کی چٹا جلتے کے بعد ہم دوسرے مسائل کی طرف توجہ دیں گے۔ اب ہمیں یہاں سے جانا چاہیے۔“

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ دونوں جا چکے تھے۔ وہ اپنے طور پر بہت محظوظ تھے۔ میرا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھے وہ بیٹھنے میں کبھی توقف گزارتے ہوں گے اور ان کے بیوی بچے شیو راج کی آخری رسومات میں شریک ہونے ضرور آئیں گے اور میں ان کے رشتوں کو بچانا نہ ہوں گا۔

میں نے چند ماتحتوں کو بلا کر کہا۔ ”میں چند عورتوں اور بچوں کی نشاندهی کروں گا۔ تم سب ان کے قریب ٹاڈیہ بن کر رہا کرو گے۔ جب کبھی مہاراج اور گرو دیو دھرم راج اپنے بیوی بچوں کے پاس آئیں گے، تم مجھے فوراً اطلاع دو گے۔“

مہاراج دستِ ذرائع کا مالک تھا اس لئے پولیس کی کارروائی میں دیر نہیں لگی۔ دوسری صبح شیو راج کی چتا جلا دی گئی۔ اس دوران میں مہاراج اور گرد و نواحیدہ بنے رہے پھر اپنی اپنی رہائش گاہ میں واپس چلے گئے۔

مہاراج نے تنہائی میں بیٹھ کر تمام حالات کا جائزہ لیا تو سمجھ میں آیا کہ وہ پر دوڑ پھر کر فلت کی جس حسرت کو حاصل کرنا چاہتا تھا وہی نرین کے ذریعے اس کے بیٹے ہمیش کے ساتھ آئی ہوگی۔ شیہ راج نے اس حسرت کو اس کو کبھی میں فرار ہونے سے روکنے کی کوشش کی ہوگی۔ وہ حسرت کسی طرح اس پر غالب آگئی ہوگی اس لئے وہ دوسرا بھائی بھی مارا گیا۔

گروہوں نے خیال خزانہ کے ذریعے بڑے بھائی سے کہا۔ ”بھائی
 مہاراج! اوہ کج نیت کی آہ بھائی کا رہا تھا کہ ہمارے چھوٹے کو بھی
 یہ خانے میں ایک عورت نے گولی ماری تھی۔ شیو راج کو کسی
 دوسری عورت نے گولی ماری ہے اور یہ ہمارے لئے بڑے شرم کی
 بات ہے۔ ہمارے دو بھائی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے تھے، انہیں
 عورتوں نے مارا ہے۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ٹی آر بھانپا کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ

”یہ باتیں واقعی غور طلب ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہم تمام بھائی ہوس پرست ہیں اور ہم سب عورتوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے“

مہاراج تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ”میں تمام بھائیوں کی جہنم کشمائی میں عورتوں کے متعلق ایک بات مشترک ہے۔ وہ یہ کہ صرف ہماری بیویاں ہماری خوش نصیبی کا باعث ہوں گی۔ باقی دوسری عورتوں سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات میں پہلے بھی تم لوگوں کو بتا چکا تھا مگر انہیں ہم نے کی سوچا کہ بھلا عورتوں سے کیا نقصان ہو گا۔ وہ ہماری داشتہ بن کر رہیں گی تو زیادہ سے زیادہ بے وفائی کریں گی یا ہماری کچھ زمین جائیداد اپنے نام کر لیں گی۔ نقصان کا مطلب اب ہماری سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ ہمیں جانی نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں جیسے وہ عورتوں نے ہمارے دو بھائیوں کو پہنچایا ہے۔“

”آپ کی بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ آئندہ ہمیں عورتوں سے محتاط رہنا چاہئے۔“

”بے شک ہمیں عورتوں سے اب کترانا چاہئے لیکن یہ ٹی آر بھائیہا ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہمیں نیپٹیل سے کتا چاہیے کہ وہ جلد سے جلد اس کی اصلیت معلوم کرے۔ اگر وہ اس کا ٹیوتا ثابت ہوگا تو اسے کم از کم ہم سے دشمنی نہ کرنے دے۔“

”بھائی! سارا راج و خواہ خواہ تھپا کرنے میں چاہیں راستہ
ضائع کرے گی۔ یہ تو آ رہا تھا بہت مکار ہے۔ اس کا پوتا نہیں
ہے۔ وہ نیلہاں کی تھپا کے دوران میں کوئی ایسی گزربڑکے گا کہ
چاہیں راستوں تک اسے تھپا کا موقع نہیں دے گا۔ ہمیں خود اس
کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔“

”میں اپنے طور پر بھی کوششیں کر رہا ہوں۔ فی الحال نیٹھان سے کونسا جائے کہ وہ کہا کر رہے؟“

”میں مہاراج بول رہا ہوں۔“

”پلیز ابھی کچھ نہ بولو۔ میں ایک الجھن میں پڑ گئی ہوں۔“
 ”نیلا! صرف اتنا بتا دو کہ چالیس راتوں والی تپیا شروع کی ہے یا نہیں؟“

”میں نے دو راتوں تک تپیا کی تھی۔ تیسری رات مٹی رکاوٹ بننے لگی۔ میں منتظر رہتی رہتی تھی۔ وہ میرے دماغ میں آکر مداخلت کرنے لگو۔ کبھی منتظر تھا، نہ کبھی۔“

”ہم پہلے ہی سمجھتے تھے لی آرہاننا بہت مکار ہے۔ وہ ہمیں چالیس راتوں تک ایسا کوئی عمل کرنے نہیں دے گا۔ اگر مرنی رکاوٹ بن رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لی آرہاننا کی

گرو دیو نے کہا۔ ”نیمیل اس پہلو پر غور کرو کہ فہمی فرہادی
ہو ہے اور وہ فی آرہائی کا اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دے
ری ہے۔ اس کیفیت بھائی کا تعلق ضرور فرہادی کی فیلی سے ہے یا
پھر ان سے اس شخص کی دوستی ہے۔“

”میں اس پہلو پر غور کروں گی۔ فی الحال جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔“

اس نے سانس روک لی۔ مہاراج اور گرد پو اس کے دماغ سے کھل کر جھنبلا گئے۔ مہاراج نے کہا۔ ”یہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟ کیا ہم سے زیادہ طاقتور ہے؟“

”اے اپنی آتما شکتی کا غور ہے۔“
 ”یہی آتما شکتی کس کام کی جو فنی نام کی ایک عورت سے دور
 بھاگتی پھرے۔“

”وہ آتما لپکتی رکھنے والی یونہی بھائی نہیں پھرے گی۔ میرا خیال ہے مہنی اس کی کوئی بہت بڑی کمزوری جانتی ہے۔ وہ کمزوری اتنی بڑی ہوگی کہ نیلماں کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن جاتی ہوگی۔“

”یہ افراد کی فیملی والے جھوٹے معاملات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ بڑے معاملات میں اپنی کارکردگی دکھاتے ہیں۔ تمام ٹیلی میٹھی جاننے والے نیٹھل کے خوف سے چرے اور آواز میں بدل کر اس

CONCLUSIONS

[illegible]

اس طویل داستان کے ہر مطالعہ ایک واقعہ ہے۔ ایک کٹھن، تھیں۔
تھیں اور عینیت انگیز واقعات سے ہمیں پوری لازوال کہانی کٹی
ہمیں سلسلہ وار، جاسوسی، ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب
کتابی شکل میں، دستیاب ہے۔

۱۹۸۱

(محمد حسن علی بکگل) ————— قیمت از دست ۵۰۰ روپے ————— از کتب خانہ ۱۹۰ روپے

برائیت ۱۵ روپے پر دست ۱۵۰ روپے کے لئے سال کی۔

5002552 : ۵ : 5002551

کتابیت اپلی کیشنز 6 پوسٹ بکس نمبر 10000

سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن فرادی ہوا سے دور رہنے پر مجبور کر دی ہے یہاں تک کہ اس کی چپیا بھی بھگ کر پتی ہے۔
”بھائی مہاراج! مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم لاپٹی میں فرادی کی جیلی سے گھرا رہے ہیں۔“

”ہاں یہ بات چھپی نہیں رہی کہ جی نے اپنا پورٹا بن کر پورس کو دھوکا دیا تھا۔ اس سے پہلے پارس نے دو انیس چرائی تھیں۔ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ ہماری تمام دستاویزات پارس نے چرائی ہیں اور خود کوئی آرمہائیا کہہ کر ہمیں اور نیلایاں کو دھوکا دے رہا ہے۔“

”فی الحال ہم اس لئے ناکام ہوتے جا رہے ہیں کہ اپنے دشمنوں کو سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔ ہمیں اندر ہی میں تر نہیں چلانا چاہئے۔ پہلے دشمنوں کو بھگانا چاہئے۔“

مہاراج تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ”میرا نام سورہ راج ہے میں مہاراج ملتا ہوں۔ جناب فرادی کی تیلو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

انچارج نے کہا۔ ”پلیز ایک منٹ انتظار کریں۔“
انچارج نے کیمپوزے معلومات حاصل کیں پھر کہا۔ ”فراد صاحب ادارے میں نہیں ہیں۔ یہ بتایا نہیں جاسکتا کہ وہ کس ملک میں ہیں۔ آپ ان کی موجودہ آواز کا کیسٹ سن کر دماغی رابطہ کر سکتے ہیں۔“

انچارج نے اسے میری آواز اور لہجے کا کیسٹ سنایا۔ اس نے انچارج کا شکریہ ادا کیا پھر خیال خانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کر کے اپنا تعارف کرایا۔ میں نے پوچھا۔ ”آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“

اس نے کہا۔ ”ایک محض خود کوئی آرمہائیا اور نیلایاں کا پوتا کہتا ہے اور نیلایاں آپ کی سو سے خوفزدہ ہے۔ آپ کی ہونہیں صحیح بات بتائے گی کہ وہی آرمہائیا دراصل کون ہے۔“

میں نے کہا۔ ”یہ تو آرمہائیا دراصل نیلایاں کا پوتا سوامی تلک رام بھائی ہے جسے میں نے ایران میں قتل کرایا تھا۔“

”کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد اپنی دادی نیلایاں کی طرح پھر زندہ ہو گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر نیلایاں اپنے پوتے کو کیوں نہیں پہچان رہی ہے؟“

”وہ نہ پہچان سکے گی اور ہم اسے پہچانے کا موقع دیں گے اندر کی بات صرف ہم جانتے ہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔“

”کیا ہے؟ پلیز ہمیں بتائیں۔“

”یہ ایک بہت اہم راز ہے ہم نے کسی کو نہیں بتایا ہے۔ ہمیں ضرورت تھی کہ جاننے ہو تو ہم نہیں کیوں بتائیں گے؟“

”شاید اس لئے کہ آپ ہمیں اپنا سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے آپ کے مقابلے میں آنے کی حماقت نہیں کی ہے۔“

”بہت بڑی حماقت کی ہے پہلے میں نے اور میرے بیٹوں نے تمہاری طرف توجہ نہیں دی تھی اور نہ ہی تمہیں کوئی اہمیت دینا چاہئے تھے لیکن تمہارے بھائی گردو پنے پارس کے خفیہ ذخیرے سے غیر معمولی دواؤں کے دو کارٹن چرا کر ہم سے دشمنی کی ابتدا کی۔ ہمارا بچہ نہیں بگڑا۔ ہم چرائے ہوئے دو کارٹن واپس لے گئے ہیں۔ تمہارے حصے میں نکل دواؤں آئی ہیں۔ ہمارے علاوہ پورس اور دو عورتیں تمہارے پیچھے رہ گئی ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم خاموش تماشائی کی طرح ان کے ذریعے تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔“

مہاراج نے کہا۔ ”ہم تم کو کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے دشمنی کی ابتدا نہیں کی ہے۔ میرے بھائی گردو کے ایک ماتحت جتن تاقتہ شربا نے پارس کا مال چرائے کی حماقت کی تھی۔ جب یہ حماقت ہوئی تھی تو ہم نے سوچا یہ بات چھپائی جائے ورنہ آپ لوگوں سے دشمنی منگی پڑے گی۔ ہم سے یہ غلطی ضرور ہوئی ہے کہ ہم نے اپنے ماتحت شربا کے چرائے ہوئے دو کارٹن چوبلی کے تھالے میں چھپا دیے تھے۔“

میں نے کہا۔ ”جو بات ہو گئی اسے ختم کرو۔ ہم شہر کے منہ سے اپنا قلعہ چھین کر لے آتے ہیں۔ ہم اپنے دو کارٹن حاصل کر چکے ہیں۔ تم ہی آرمہائیا کی بات کرنے آئے ہو۔ اسی کی بات سنو۔ دراصل ہم نے ایران میں ہی آرمہائیا کو قتل نہیں کیا تھا۔“

”کیا واقعی؟ لیکن ایران سے اس کی لاش بھیجی گئی تھی اور نیلایاں کے سامنے اسے چٹا میں جلایا گیا تھا۔“

”وہ کسی دوسرے کی لاش تھی۔ اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کر کے اسے تلک رام بھائی بنا کر وہ لاش نیلایاں کے پاس بھیج دی گئی تھی۔“

”یعنی اصلی تلک رام بھائی زندہ ہے؟“

”ہاں۔ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ وہ اپنی کچھلی زندگی کی بہت سی باتیں بھول گیا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ باتیں تھیں کہ وہی ہیں کہ وہ مرنے کے بعد سو گئے ہیں کیا تھا۔ وہاں سے اس کا چھوٹا بچہ خیالات بدل کر اسے دنیا میں واپس بھیج دیا گیا ہے۔ وہ اپنی دادی ماں کو اس وقت پہچانے گا جب وہ ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے اندر سا کر اسے گلے لگائے آئے گی۔“

میں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔ اس کمانی کو ایک نئی صفت موزا تھا۔



میں نے اپنی حکمت عملی سے یہ بات مستعد کی تھی کہ نیلایاں کو اپنے پوتے سے ملنے کے لیے ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں آنا ہوگا۔

لیکن مہاراج تہذیب میں تھا کہ میں نے تلک رام بھائی کا برین واش کیا ہے تب میں نے کہا ”مجھے سے غلط باتیں نہ کرو۔ میں نے اس کا برین واش نہیں کیا ہے۔ ایران کے ایک بہت بڑے عامل نے اسے نابود کر دیا ہے۔ وہی آرمہائیا اب اپنے عامل کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے۔ اس نے تمام بڑے ممالک اور خصوصاً امریکا کی اہم دستاویزات چرائی ہیں۔ وہی آرمہائیا ابھی حاتم خانی رہا ہے۔ یہی تاثر دے رہا ہے کہ وہ نیلایاں کے دربار میں ڈال رہا ہے۔ لیکن امریکا آئندہ بھی ایران کے خلاف کارروائی کرے گا اور دوسرے ممالک امریکا کا ساتھ دیں گے تو پھر ان تمام بڑے ممالک کی کمزوریوں سے کھیلنے کے لئے وہ اہم دستاویزات کام نہیں کی۔“

”ایران والے آپ کے تعاون سے بڑی زبردست چال چل رہے ہیں۔ جو تلک رام بھائی امریکی ایجنٹ بن کر ایران گیا تھا وہی بھائی اب امریکا کے خلاف بہت بڑا مہم بن گیا ہے اور اس کی دادی ماں بھی ایران اور امریکا کو بھول کر اپنے لئے کوئی پناہ گاہ دھوڑتی پھر رہی ہے۔“

”میں ایران سے چلا آیا ہوں۔ میرا ایران اور امریکا اور دادی اور پوتے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم جو معلوم کرنا چاہتے تھے، وہ معلومات میں نے فراہم کر دیں۔ لہذا اب جاؤ۔“

”پلیز اتنی بے رخی اختیار نہ کریں۔ آپ بڑے گیانی ہیں۔ دوستوں اور دشمنوں کے معاملات کو بہت دور تک سمجھتے ہیں۔ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کن دو عورتوں نے میرے دو بھائیوں کو قتل کیا ہے؟“

”سوری میں انسائیکلو پیڈیا ضرور ہوں لیکن میری معلومات کا ہر صفحہ تم نہیں پڑھ سکو گے۔ اپنے بھائیوں کی قاتل عورتوں کو خود تلاش کرو۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ان قاتل عورتوں کا تعلق نہ میری فیملی سے ہے اور نہ بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ جب حقیقت تمہارے سامنے آئے گی تو میری سچائی کو تسلیم کر لو گے۔ پلیز اب جاؤ۔“

میں نے سانس روک لی۔ مہاراج اور گردو بوڈا غی طور پر اپنی اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ گردو پنے کہا۔ ”بھائی مہاراج! اگر آپ فریاد سے رابطہ نہ کر سکتے تو اتنی باتیں ہمیں معلوم نہ ہوتیں۔“

مہاراج نے کہا۔ ”وہی آرمہائیا ایران اور امریکا کے سیاسی معاملات میں لوٹ ہے اسی لئے ہماری تمام دستاویزات چرائی ہیں۔ اس کے بعد اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ لیکن ہمیں اصل بات معلوم نہ ہو سکی۔ وہ ہمارے بھائیوں کی قاتل عورتیں کون ہیں؟ ہمارے سامنے اندھیرا ہے۔ وہ عورتیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔“

”ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ ہم نیلایاں کی آتما شکنی سے ان عورتوں تک پہنچ سکتے ہیں لیکن وہ پتا نہیں کہاں بھائی پھر رہی ہے اور کتنے معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔“

مہاراج نے پھر نیلایاں سے دماغی رابطہ کیا۔ وہ ناگوار سے بولی۔ ”پھر کیوں آئے ہو؟ میں ابھی کوئی بات نہیں کر رہی۔“

”کیا اپنے پوتے سوامی تلک رام بھائی کے متعلق بھی بات نہیں کر سکتی؟“

”میں کیا بات کروں۔ مجھے چالیس راتوں کی چپیا کا موقع نہیں مل رہا ہے۔“

”تمہیں چپیا کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم تمہارے پوتے کو زندہ سلامت تمہارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔“

”کیا؟“ وہ چونک کر بولی۔ ”تم میرے مردہ پوتے کو زندہ کیسے پیش کر سکتے ہو؟“

”یہ راز ہم جانتے ہیں۔ ہم تمہارے زندہ پوتے کی نشاندہی کریں گے اور تم اسے پاکر لیمن کو کی کہ اسے ایران میں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ہی وہ سو گئے ہیں جاکر واپس آیا ہے۔ وہ اسی دنیا میں تھا اور اب بھی اسی دنیا میں ہے۔“

”اس کی چٹا میری آنکھوں کے سامنے جلتی رہی تھی۔ کیا یہ فریب تھا؟“

”سراسر فریب تھا۔ ایک مڑے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تلک رام بھائی بنا کر اس کی لاش تمہارے پاس بھیجی گئی تھی۔ ایران کا ایک بہت بڑا عامل تمہارے پوتے کا برین واش کر کے اسے اپنا نابھار بنا کے امریکا اور دوسرے ممالک کے خلاف ایک بڑا مہم کھیل رہا ہے۔“

”وہ تڑپ کر بولی۔ ”میرا پوتا کہاں ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ؟“

”جی جلدی کیا ہے؟ ذرا قتل سے سوڈے بازی ہو گئی۔ تھوڑی دیر پہلے تم ہم سے بات کرنا گوارا نہیں کر رہی تھیں۔“

”میری مجبوریوں کو سمجھو۔ فی الوقت میری سب سے بڑی دشمن نہیں ہے۔ میں اسے زیر کرنے کا ایک بہت

زبردست منصوبہ بنا رہی ہوں اس لئے کسی کی بھی مداخلت ناگوار گزرتی ہے۔ تم میری بات کا برا نہ مانو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گی۔ کیا وہ شخص جو خود کوئی آرہا تھا کہ رہا تھا، وہی میرا پوتا ہے؟

”وہ ہے یا اس کے چچے کوئی اور ہے۔ یہ صرف میں بتا سکتا ہوں۔ تم میرا صرف ایک کام کرو۔“

”بولو کیا چاہتے ہو؟“

”میرے دو بھائیوں کو دو مختلف عورتوں نے ہلاک کیا ہے۔ میں ان کا نام اور بتا جانا چاہتا ہوں۔“

”میں ضرور انہیں تلاش کر کے تمہارے سامنے پہنچا دوں گی لیکن کچھ وقت لگے گا۔ میں اپنے پوتے کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہارا کام ضرور کروں گی۔ میں اپنے پوتے کی جھوٹی قسم نہیں کھاؤں گی۔ مجھ پر مجبور نہ کرو۔ میرے پوتے کی بات کرو۔“

”تمہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ میں نے ابھی سچ کہا ہے کہ اس کا برین واش کر کے اسے غلام بنایا گیا ہے۔ جو خود کوئی آرہا تھا کتا ہے، وہی تمہارا پوتا ہے لیکن اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ وہ مرنے کے بعد سورگ سے واپس دنیا میں آیا ہے۔ اسے دادی ماں یاد رہے گی لیکن وہ اس وقت تک تمہیں دادی ماں تسلیم نہیں کرے گا جب تک تم زہرہ سوسالہ بوڑھی عورت کے بنم میں سا کر اس کے سامنے نہیں آؤ گی۔“

”تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟“

”میرے اپنے ذرائع ہیں۔ تمہا کوئی بھی ٹیلی پیٹی جانتے والا اپنے خفیہ ذرائع کسی کو نہیں بتاتا۔ تم کسی طرح فی آر بھائی تک پہنچ کر اس کی بوڑھی دادی ماں بن کر ملو گی تو برین واش کئے جانے کے باوجود وہ تمہیں دادی ماں تسلیم کر لے گا۔ پھر تم اپنی اتنا سختی سے اور اس ایرانی عامل کے خوبی عمل کا ثبوت کر کے اس کی محل یا بدداشت واپس لا سکتی ہو۔“

”میں ابھی تمہاری باتوں پر غور کروں گی۔“

”تم ضرور اپنا اطمینان کر لو لیکن تم نے اپنے پوتے کی قسم کھائی ہے۔ تم جلد سے جلد میری باتوں کی تصدیق کر کے میرے بھائیوں کی قاتل عورتوں تک مجھے پہنچاؤ گی۔“

”اطمینان رکھو۔ میں اپنی قسم پوری کروں گی۔“

اس نے سانس روک لی۔ میں جیسی ہیرا پھیری کر رہا تھا اس کے نتیجے میں نیلماں اپنے پوتے کے لئے کس قدر بے چین ہو جائے گی اور اسے کس طرح تلاش کرے گی؟ اس کا اندازہ مجھے تھا۔ میں نے پارس کو یہ باتیں بتائیں اور اس سے

کہا کہ وہ ایرانی عامل کا رول ادا کرنے کے لئے تیار رہے۔ میں نیلماں کو اس کے پاس بھیجے والا ہوں۔

نیلماں سے پارس ہی منٹ سکتا تھا کیونکہ وہ ایک غیر معمولی اور عجیب دماغ کا حامل تھا۔ کوئی اس کی مرضی کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا اور وہ جہم زدن میں آواز اور لہجے کو بدل کر کوئی دوسرا شخص بن جاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ نیلماں نے مہاراج سے جو کچھ سنا اس کی تصدیق کرنے کے لئے فی آر بھائی کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر میرے پاس آئی پھر بولی۔ ”تھک رام! میں نیلماں ہوں۔“

”مجھے تھک رام نہیں، فی آر کہا کرو۔ یا میں نے کہا۔“

”صرف بھائیابی کہہ سکتی ہو۔“

”ہم جو کو گئے، وہی کموں کی لیکن حقیقت میں تم میرے پوتے سوا ہی تھک رام بھائی ہو۔“

”میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ اپنی بوڑھی دادی ماں کا پوتا ہوں لیکن تمہاری آواز سے پتا چل رہا ہے کہ تم کوئی جوان عورت ہو۔“

”جب مجھے پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ تم واقعی فی آر بھائی ہو اور تمہیں قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ تمہارا برین واش کیا گیا ہے تو میں تمہاری خاطر کسی زہرہ سوسالہ بوڑھی کے بنم میں سا کر تمہیں گلے لگائے آؤں گی۔“

”یہ تم سے کس نے کہہ دیا ہے کہ میرا برین واش کیا گیا ہے؟ میں تو مر گیا تھا۔ سورگ سے واپس آیا ہوں۔“

”جس کا برین واش کیا جاتا ہے، وہ بھی خود سمجھ نہیں سکتا کہ پہلے وہ کیا تھا اور اب کیا ہے۔ تم اتنا بتا دو کیا کسی ایرانی شخص سے تمہاری شناسائی ہے؟“

”ہاں میرا ایک ایرانی محسن ہے۔ جب میں سورگ سے واپس آیا اور میری آنکھ کھلی تو میں اسی کے گھر میں تھا۔“

”مجھے اس کو مشفق کرو۔ اس نے تم پر خوبی عمل کیا ہے اسی لئے آنکھ کھلنے پر تم نے خود کو اس کے گھر میں پایا تھا۔“

”میرا محسن مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ اتنا اچھا ہے کہ میں اس کی ہر بات پر عمل کرتا ہوں۔ وہ میرے برے وقت میں کام آتا ہے۔“

”تم ہندوستان میں ہو اور وہ ایران میں ہے۔ کیا تم دونوں کے درمیان دماغی رابطہ رہتا ہے؟ کیا تم اس کے دماغ میں جا سکتے ہو؟“

”بے شک جا سکتا ہوں۔ کیا تم اس سے ملنا چاہتی ہو؟“

”ہاں۔ ہو سکے تو ابھی ملاؤ۔“

میں نے خیال خزانہ کی پرواز کی پھر پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ ”میرے محسن! میں آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔“

پارس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ ”من دانم کہ شامتا نیست۔ اک بکری الساء اور آدکند۔“

”نہیں محسن! میرے ساتھ بکری نہیں آئی ہے۔ ایک خاتون ہے۔ خود کو نیلماں اور میری دادی ماں کہتی ہے۔“

”من چر شباب دادی ہرگز نہ دیدم۔ شادادای ایک صدی ونصف صدی بوڑھی است۔“

”جی ہاں۔ جوان عورت دادی نہیں ہو سکتی لیکن یہ کتنی ہیں کہ میری خاطر زہرہ سوسالہ بوڑھی بن سکتی ہیں۔ یہ فارسی زبان نہیں جانتیں۔ پلیز آپ ہندی میں یا انگریزی میں گفتگو کریں۔“

پارس نے کہا۔ ”آئی نو انگریزی بہت اچھی۔ بٹ وائے نیلماں یہاں آئی؟“

نیلماں نے کہا۔ ”میں آپ کے پاس اپنے پوتے کی بیگ مانگنے آئی ہوں۔“

”اوہ نو۔ شی ازاے بھکارن۔ شی وائش پوان بھیک۔ ویر آر سوئی بھکاری ان انڈا۔ آئی ول نورو گیو نو آے بھکارن۔ گو اوے وود ہر اینڈ کم وود پور ون اینڈ ہاف پیچری بوڑھی دادی ماں۔“

یہ کہہ کر پارس نے سانس روک لی۔ میں نیلماں کے ساتھ اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ نیلماں نے ناگاری سے پوچھا۔ ”یہ کس قسم کا عامل ہے؟“

”کچھ عجیب و غریب اور خطی سا ہے لیکن ایران کے بڑے بڑے عامل اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ اگر تم چاہتیں تو اس کے چور خیالات بھی پڑھ سکتی تھیں۔“

”میں اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جب چاہ چور خیالات بھی پڑھتی جا رہی تھی۔ میں فارسی نہیں جانتی اور وہ آدمی انگریزی اور آدھی ہندی بول رہا تھا۔ پھر بھی معلوم کیا ہے کہ وہ بہت بڑا عامل ہے۔ بڑا بالکل ہے۔ اس نے تمہاری موجودگی میں مجھے بھی اپنے اندر محسوس کر لیا تھا۔“

”اس خطی نے مجھے بھی بالکل بتا دیا ہے۔ کوئی دشمن میرے قریب آجائے تو اسے خبر ہو جاتی ہے۔ وہ مجھے فوراً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے تادیب بنا دیتا ہے۔“

”جس قسم سے ملنا چاہتی ہوں۔“

”میں نے خیال خزانہ کی پرواز کی پھر پارس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ ”میرے محسن! میں آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔“

پارس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ ”من دانم کہ شامتا نیست۔ اک بکری الساء اور آدکند۔“

”نہیں محسن! میرے ساتھ بکری نہیں آئی ہے۔ ایک خاتون ہے۔ خود کو نیلماں اور میری دادی ماں کہتی ہے۔“

”من چر شباب دادی ہرگز نہ دیدم۔ شادادای ایک صدی ونصف صدی بوڑھی است۔“

”جی ہاں۔ جوان عورت دادی نہیں ہو سکتی لیکن یہ کتنی ہیں کہ میری خاطر زہرہ سوسالہ بوڑھی بن سکتی ہیں۔ یہ فارسی زبان نہیں جانتیں۔ پلیز آپ ہندی میں یا انگریزی میں گفتگو کریں۔“

”تمہیں یہ بات میرے محسن سے کہنا چاہئے تھی لیکن تم نے مجھ سے ملاقات کرنے کی بات نہیں کی۔ مجھے اس سے مانگنے لگیں۔ وہ ناراض ہو گیا ہے۔ وہ یہی سمجھے گا کہ تم مجھے اس سے دور کرنا چاہتی ہو اس لئے وہ مجھے تم سے ملنے کی اجازت بھی نہیں دے گا۔“

”تم ہندوستان کے کس شہر میں ہو؟“

”میں رہتا ہوں۔ یہاں۔ یہاں۔ یہاں رہتا ہوں۔“

”یہاں۔ یہاں۔“

”یہاں یہاں کیا کر رہے ہو؟ شہر کا نام بتاؤ۔“

”وہی تو بتانا چاہتا ہوں مگر بتا نہیں یہ میری زبان کو کیا ہو گیا ہے۔ شہر کا نام معلوم ہے مگر نام زبان پر نہیں آ رہا ہے۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ تمہارا وہ عامل تمہیں نام بتانے سے روک رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں تم سے اور اس عامل سے پھر کسی وقت بات کروں گی۔“

وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی۔ ”مہاراج نے درست اطلاع دی تھی۔“

آج میں بہت خوش ہوں۔ میرے پوتے کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ صرف اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں اس کی یادداشت واپس لاؤں گی پھر ہمیشہ اپنے پوتے کے ساتھ رہوں گی۔“

اب اس کے لئے ایک ہی مسئلہ رہ گیا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو کہاں تلاش کرے؟ وہ فی آر بھائی کھلانے والا ہندوستان کے کس شہر میں ہے؟

اس نے مہاراج سے رابطہ کر کے کہا۔ ”تمہاری معلومات درست ثابت ہوئی ہیں۔ میرے پوتے کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ فی آر بھائی کے لئے چرے اور نئے لب و لہجے کے ساتھ زندہ ہے۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ اب مجھے چالیس راتوں تک تپسیا نہیں کرنی پڑے گی۔“

”میں تم سے ہمیشہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں اس لئے تم سے جھوٹ بولی کر تمہیں دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ بھوان کا شکر ہے کہ تمہیں میرے سچ پر یقین آیا ہے۔“

”اب میں تمہارا کام کروں گی اور یہ چاہوں گی کہ ہم اسی طرح ایک دوسرے کے کام آتے رہیں۔ ابھی میرا سب سے ضروری کام یہ ہے کہ ہم سب مل کر فی آر بھائی کو تلاش کریں۔“

مہاراج نے کہا۔ ”تمہارے پوتے کو ضرور تلاش کریں

گے لیکن تم وعدے کے مطابق ان دو قاتل عورتوں کا سراغ لگاؤ۔

”میں انہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گی۔ مجھے ان کا طبع یا کوئی نشانی وغیرہ بتاؤ۔ تمہارا پہلا چھوٹا بھائی حویلی کے تخانے میں مارا گیا تھا۔ اس روز حویلی میں مردوں کے علاوہ کتنی عورتیں تھیں؟“

”ہاں صرف ایک عورت تھی۔ پورس نے اس کی حفاظت کی تھی۔“

”پورس نے نتاشا کو بہن بنایا ہے۔ وہ عورت نتاشا ہوگی۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ فنی نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہوگا؟“

”فرہاد سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ پوری سچائی سے کہتا ہے کہ اس کی فیملی کی کسی عورت یا بابا صاحب کے ادارے کی کسی بھی عورت نے میرے کسی بھائی کو قتل نہیں کیا ہے۔ فرہاد اور بابا صاحب کا ادارہ ایسا محفوظ اور مستحکم ہے کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر اپنے مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں اور کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر فرہاد سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت یہ قتل کرتی تو فرہاد پہنچ کے انداز میں قتل کا اعتراف کر لیتا۔“

نیلمان نے کہا۔ ”پھر تو حویلی میں صرف ایک ہی عورت تھی اور وہ نتاشا تھی۔ آؤ ہم پورس سے رابطہ کریں۔“

وہ دونوں پورس کے دماغ میں آئے مہاراج خاموش رہا۔ نیلمان نے کہا۔ ”کیا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ مہاراج کے ایک اور بھائی شیو راج کو ایک عورت نے قتل کیا ہے۔“

پورس نے کہا۔ ”ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ خبر ملی ہے۔ یہ مہاراج کی بد قسمتی ہے کہ اس کے بھائی عورتوں کے ہاتھوں نرک میں پہنچ رہے ہیں۔“

”میں تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ اس کے سب سے چھوٹے بھائی کو نتاشا نے گولی ماری تھی۔ وہ کالے عمل کے ذریعے نتاشا کو تلاش کر رہا ہے۔“

”نتاشا میری طرح مضبوط قوت ارادی کی مالک ہے۔ اوّل تو اس پر کالے جادو کا اثر نہیں ہوگا پھر وہ میری بہن ہے۔ میرے ساتھ رہتی ہے۔ میں اس پر آج نہیں آنے دوں گا۔ تم بھی کالا جادو جانتی ہو۔ تم نے بتایا کہ قید کیا تھا پھر تم نے دیکھا کہ میں اسے کس طرح تمہارے مندر والے قید خانے سے لے آیا ہوں۔“

”میری بات اور ہے۔ میں فنی سے نجات حاصل کرنے

میں مصروف تھی۔ تم ایسے وقت بتائیے کہ میری قید سے لے گئے لیکن مہاراج کے ساتھ کوئی مجبوری نہیں ہے۔ وہ اپنے بھائی کی قاتل پر بہت برا وقت لانے والا ہے۔“

”تم مجھے بچوں کی طرح ڈرا رہی ہو۔ تمہیں نتاشا کی اتنی فکر کیوں ہے؟“

”میں چاہتی ہوں، نتاشا کے کام آؤں اور اس کے بدلے تم میرا ایک کام کرو۔“

”مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟“

”مجھے نی آ رہا ہے۔ تلاش ہے۔ وہ بی آ رہا ہے۔ حویلی کے خانے سے تمام دستاویزات چرا کر لے گیا تھا۔ تم کو خشک کر دے تو اسے ڈھونڈ نکالو گے۔ وہ اسی ملک میں ہے۔“

”تمہیں بھائی کی تلاش کیوں ہے؟“

”تمہیں خود سمجھ لینا چاہئے۔ نی آ دراصل تلک رام کا مخفی ہے۔ وہ سوانی تلک رام بھائی ہے۔ میرا پوتا ہے۔ ایران میں اسے گولی نہیں ماری گئی تھی۔ اس کا برین واش کر کے ایک ایرانی عامل نے اسے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔“

”جو؟ اب بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم اپنے پوتے کے لئے جان کی بازی بھی لگ سکتی ہو۔ یہ بتاؤ نتاشا کو مہاراج سے بچانے کے لئے کیا کر سکتی ہو؟“

”میں مہاراج کے کالے جادو کا توڑ کالے جادو سے کر سکتی ہوں۔ نتاشا پر ایک ڈرا آج نہیں آنے دوں گی۔“

”پھر تو میں وعدہ کرنا ہوں کہ تمہارے پوتے کو جلد سے جلد کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔“

وہ مہاراج کے ساتھ پورس کے دماغ سے نکل کر بولی۔

”کیوں مہاراج! اب یقین تھا کہ نتاشا نے تمہارے سب سے چھوٹے بھائی کو گولی ماری تھی؟“

”ہاں۔ تم نے بڑی چالاکی سے ثابت کیا ہے۔ پورس نے ایک بار بھی انکار نہیں کیا کہ نتاشا میرے بھائی کی قاتل نہیں ہے۔ میں اس کو کتنا تو تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔“

”تم نے عقلمندی کی کہ پورس کے دماغ میں خاموش رہے۔ اس طرح وہ مجھے دشمن نہیں سمجھے گا اور نتاشا کی حفاظت کی خاطر میرے پوتے کو تلاش کرے گا۔“

”تم نے میرے دشمن کو بھی اپنے پوتے کی تلاش میں لگا دیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ تمہارا پوتا مل جائے تو مجھے خوش ہوگی۔ ویسے تم نے آدھا وعدہ پورا کیا ہے۔ ایک بھائی کی قاتل عورت کو بے نقاب کیا ہے۔ اب دوسرے بھائی کی قاتل کون ہے؟ یہ معلوم کرنا ہے۔“

نیلمان نے پوچھا۔ ”کیا تمہارا بھائی شیو راج اس عورت کو پہلے سے جانتا تھا؟“

”نہیں۔ وہ عورت میرے بیٹے میس کے ساتھ ممبئی سے ٹرین میں آئی تھی۔ میں نے کڑی سے کڑی ملائی ہے تو پتا چلا۔ وہ تحسین عورت وہی ہے جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک فلمی پروڈیوسر اسے اپنے ایک فلیٹ میں لے کر آیا تھا۔“

نیلمان نے چونک کر اس فلیٹ کا پتا اور نمبر پوچھا پھر نرس کر کہا۔ ”وہ تو میری ایک معمول اور تابعدار ہے۔ اس کا نام ملی ڈونا ہے۔“

”اگر تمہاری وہ تابعدار میرے بھائی شیو راج کی قاتل ہے تو کیا تم اسے میرے حوالے کر دو گی؟“

”میں اپنے پوتے کو ہانے کے لئے اپنی گردن کاٹ کر بھی دے دوں گی۔ وہ تابعدار ملی ڈونا کیا چیز ہے۔“

”میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ تم مجھے اس کے دماغ میں ابھی پہنچاؤ۔“

”میں تمہیں ابھی پہنچا رہی ہوں مگر تم پہلے کی طرح خاموش رہو گے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اسے پہنچ کر دے تو وہ اپنے بھانجے کا راستہ نکال لے گی۔“

نیلمان نے ملی ڈونا کی آواز اور لمبے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ مہاراج اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں ناکام ہو کر لوٹ آئے۔ انہیں ملی ڈونا کا دماغ نہیں ملا۔

نیلمان نے جراتی سے کہا۔ ”میرا غلطی نہیں کر رہی ہوں۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیا ہے پھر اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ میں یہ یقین نہیں کروں گی کہ وہ مر چکی ہے۔“

مہاراج نے کہا۔ ”فلیٹ میں اس نے میرے دو آدمیوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ بلا کی مکار اور زبردست فائبر ہے۔ کیا اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی آواز لہجہ اور شخصیت بدل سکے؟“

”اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ کسی نے اس پر توخی عمل کر کے اسے بالکل ہی بدل ڈالا ہے۔“

”ایسا کس نے کیا ہوگا؟“

”میں اسے معمول بتاتے وقت اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کی زندگی میں تین مرد آچکے ہیں۔ پارس، چورس اور بے رنگا۔ وہ بے رنگا کو نہیں چاہتی تھی اور وہ شخص بھی چالاک تھا۔ ایک ہی رات میں اس سے پیچھا چھڑا کر روپوش ہو چکا ہے۔ پورس آج کل بتائیے کا دیوانہ ہے۔“

میرا خیال ہے پارس نے ملی ڈونا کی شخصیت تبدیل کی ہے۔ مہاراج نے کہا۔ ”پارس آج کل الپا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ کیا وہ پھر ملی ڈونا کو اپنا بنائے گا؟“

”الپا بیوی ہے اور گھر کی مرثی وال برابر ہوتی ہے۔ پارس نے ملی کو بھرپوری داشت بنالیا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔“

نیلمان نے پارس کے دماغ میں آکر کہا۔ ”سانس نہ روکنا۔ میں نیلمان ہوں۔“

وہ بولا۔ ”مجھ کے آنے کی خوشی میں دم نکلتا ہے۔ تمہاری آمد سے سانس اور تیزی سے چلنے لگتی ہیں۔“

”تم نے ملی ڈونا سے پھر عشق شروع کر دیا ہے۔“

”پچھ تو ملی کے بارے میں معلوم کرنے آئی ہو۔ میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ میں نے اسے تمہارے بحر سے نکالا ہے اور اس کی شخصیت اور لب و لہجہ کو تبدیل کیا ہے۔“

”تم نے مجھ سے دشمنی کیوں کی؟“

”ملی ڈونا کو نجات نہ دلا تا تو اس بیماری سے دشمنی ہوتی۔ آخر وہ کبھی میری محبوبہ تھی۔ تم میری کوئی نہیں تھیں۔ اگر میری بیٹا بھی چاہیں تو پڑھ سو سالہ بوڑھی عورت جو ان جینے کے جسم میں رہ کر بھی کھوکھلی اور کھنڈر رہتی ہے۔“

وہ غصے سے بولی۔ ”پوٹ اپ! میں جوان اور نوخیز ہوں۔ میرا اپنا روپ دیکھو گے تو منہ سے رال ٹپکنے لگے گی۔“

پارس نے کہا۔ ”آس؟ کون؟ فنی؟ ارے واہ تم بھی کیسے وقت پر آئی ہو۔ ابھی نیلمان میرے اندر ہے۔ مجھ سے گفتگو کر رہی ہے۔ ہاں تو نیلمان میں کہہ رہا ہے۔“

اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فنی کی آمد کا ذکر سننے ہی نیلمان چلی گئی تھی جبکہ فنی نہیں آئی تھی۔ اسے بھگانے کے لئے اس نے لاجوں نہیں پڑھا تھا۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ مہاراج نے پوچھا۔ ”تم چاکا وہاں سے کیوں پہلی آئیں؟“

”تم نے سنا نہیں؟ وہ کہیں آگئی تھی۔ پھر وہاں رہ کر کرنا بھی کیا تھا؟ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارے دوسرے بھائی کو ملی ڈونا نے قتل کیا ہے اور پارس نے اسے تحفظ دیا ہے۔“

”باتوں ہی باتوں میں یہ تو معلوم ہوتا کہ اس نے ملی ڈونا کو کماں پچھایا ہے؟“

”پارس کوئی نادان بچہ نہیں ہے مہاراج! اس کے اندر

سے کوئی بات نکالنا تقریباً ناممکن ہے۔ ویسے میں اپنا وعدہ پورا کر چکی ہوں۔ میں نے تمہارے دونوں بھائیوں کی قاتل عورتوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ میرے پوتے کو کسی بھی طرح زکوٰۃ نکالو۔

”میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا اور ان عورتوں کو بھی عبرت کا سزا میں دے کر قتل کروں گا۔“

”ایک وقت میں ایک ہی کام کو پوری توجہ سے کرنا چاہئے۔ تناشوا اور ملی ڈونا سے ہفتے دو ہفتے میں بھی انتقام لے سکتے ہو۔ میں بیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی لیکن میرے پوتے کو آج سے بلکہ ابھی سے تلاش کرو۔ پوری توجہ اس پر دو اور اپنے تمام ذرائع استعمال کرو۔ ہم دونوں اپنے اپنے کالے جادو کے ذریعے بھی اس کا سراغ لگائیں گے۔ مجھے کامیابی کا پورا یقین ہے۔ وہ ایرانی عامل بہت بالکمال ہے۔ پھر بھی ہم دونوں کے آگے وہ ٹھہر نہیں سکے گا۔ میرے پوتے کو میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔“

”میں تمہارا کام ضرور کروں گا اور آج ہی سے کروں گا لیکن جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تناشوا نے میرے چھوٹے کو اور ملی نے میرے بھائی شیوراج کو قتل کیا ہے، میرے اندر آگ بھڑک رہی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے، ابھی ان دونوں عورتوں کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں۔“

”اس طرح انتقام کے جوش میں رہو گے تو ناکامی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ تم اس معاملے کے اہم نکات کو نہیں سمجھ رہے ہو۔“

”وہ اہم نکات کیا ہیں؟“

”یہی کہ تمہارے بھائیوں کی ایک قاتلہ پورس کی پناہ میں ہے اور دوسری قاتلہ کو پارس تحفظ دے رہا ہے۔ دونوں ہی چھپے ہوئے بد معاشی اور زبردست مکار ہیں۔ جلد بازی سے کام لو گے تو وہ دونوں نہیں دھوکے کی طرح اڑا دیں گے۔“ وہ ذرا غصہ اڑا کر۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ انتقام تو ان عورتوں سے لینا ہے لیکن مقابلہ پارس اور پورس سے ہوگا۔ اگر وہ ذرا سی بھی غلطی کرے گا تو وہ دونوں اسے مصائب میں الجھائے چلے جائیں گے۔

اس نے تائید میں سر ہلایا اور یہ طے کیا کہ بڑے مہربو قتل سے پہلے پارس اور پورس کو بے بس اور مجبور بنائے گا پھر ان عورتوں کو حرام موت مارے گا۔

○☆☆○

امریکی اکابرین کے درمیان یہ بحث جاری تھی کہ ان کے سرکاری اور فوجی اہم رازوں کی دستاویزات کسی مسافر

جیسے بلیک میلر کے پاس ہوں یا کسی گمنام نیک شخص کے پاس ہوں، ان اہم دستاویزات کو ملک کے باہر کسی غیر کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔

ایک حاکم نے کہا۔ ”فی الحال وہ دستاویزات کسی ایسے نیک شخص کے پاس ہیں جو ہمیں بلیک میل نہیں کر رہا ہے۔ نہ ہم سے لاکھوں ڈالر طلب کر رہا ہے نہ ہمارے ملک میں رہ کر بے جا اختیارات مانگ رہا ہے۔“

دوسرے حاکم نے کہا۔ ”وہ اس حد تک نیک ہے لیکن جب وہ بے جا فائدے نہیں اٹھا رہا ہے تو پھر ہمیں وہ دستاویزات واپس کیوں نہیں کر رہا ہے؟“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ذال میں کچھ کالا ہے۔ ہماری دستاویزات واپس نہیں کر رہا ہے اس کی نیت میں کھوت ہوگا۔ وہ کسی بہت بڑے اور اہم معاملے میں کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوگا۔“

وہاں ایک لیڈی سیکریٹری بیٹھی ہوئی تھی۔ نیلماں نے اس کی زبان سے کہا۔ ”میں نیلماں آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔“

ایک نے پوچھا۔ ”نیلماں! کیا واقعی تم اس دنیا میں پھر واپس آئی ہو؟“

وہ بولی۔ ”ہاں۔ میری آتما نے ایک نیا جسم حاصل کیا ہے۔ میں اس دوران میں خاموش اور گمنام رہ کر بہت سی اہم معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ میں آپ کی اہم دستاویزات کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے ایک ضروری بات یہ بتا دوں کہ میرا پوتا موامی تنک رام بھائی زندہ ہے۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”یہ چونکا دینے والی باتیں ہیں کہ تم بھی مرے کے بعد زندہ ہو اور تمہارا پوتا بھی موت کے بعد ایک نئی زندگی گزار رہا ہے۔ واضح کن کا یہ وائٹ ہاؤس ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہاں بیٹھ کر رادوی اور پوتے کی باتیں قصے کہانیاں لگتی ہیں۔ اگر دنیا میں ایسا ہوتا ہے تو ہوتا ہوگا لیکن یہاں بیٹھ کر محسوس مادی دلائل کے ساتھ گفتگو ہونی چاہئے۔“

نیلماں نے کہا۔ ”میں زندہ ہوں اور آپ سے باتیں کر رہی ہوں تو کیا یہ ٹھوس دلیل نہیں ہے؟ ایران میں تنک رام بھائی کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ ایک لاوارث لاش کی پلاسٹک سرجری کر کے اسے میرا پوتا بنا کر اس کی لاش یہاں بھیجی گئی تھی۔ ایران ہی میں میرے پوتے کا برین واش کیا گیا ہے۔ اسے اپنا تابعدار بنایا گیا ہے۔ میرے اس معاملے سے آپ کو دلچسپی نہیں ہوگی لیکن اب جو بات کہنے جا رہی ہوں

اسے سن کر آپ کو میرے معاملے سے بھی دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔“

وہ چند ساعت کے لئے خاموش ہوئی پھر بولی۔ ”آپ کی تمام اہم دستاویزات میرے پوتے کے پاس ہیں۔“

تمام اکابرین نے چونک کر اس لیڈی سیکریٹری کو دیکھا جس کی زبان سے نیلماں بول رہی تھی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ”تمہارا پوتا کہاں ہے؟“

”ایک ایرانی عامل کے قبضے میں ہے۔ میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ وہ پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں بھول چکا ہے۔ امریکا سے وفاداری بھی اسے یاد نہیں رہی ہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بہت سے راز دستاویزات کی صورت میں ایران پہنچ گئے ہیں۔ ہماری کمزوریاں ایرانی حکام کے ہاتھوں میں چلی گئی ہیں۔“

”صرف آپ کے نہیں، روس، اسرائیل، فرانس اور دوسرے بڑے ممالک کے راز بھی ان کے پاس پہنچ گئے ہوں گے۔ آئندہ وہ بڑے ممالک ایران کے خلاف آپ کی حمایت نہیں کریں گے۔ وہ ایران کے دباؤ میں رہیں گے۔“

ایک فوجی افسر نے کہا۔ ”آپ یہ واضح ہو گیا ہے کہ ایک گمنام شخص ان دستاویزات کے ذریعے ہم سے رقم کیوں نہیں طلب کر رہا ہے۔ ایک نیک فرشتہ کیوں بنا ہوا ہے۔ اور وہ فرشتہ تمہارا نانا تنک رام بھائی ہے۔“

”ہاں۔ لیکن وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کر رہا ہے۔ وہ ایک ایرانی عامل کا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے۔ اگر میں کسی طرح ایک بار اپنے پوتے کے پاس پہنچ جاؤں تو اسے اس عامل کے حجرے رہائی دلا دوں گی۔“

”کیا تم نہیں جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے؟“

”صرف انا جانتی ہوں کہ وہ انڈیا میں ہے۔ ہو سکتا ہے“ اس نے جتنی دستاویزات چرائی تھیں، انہیں ابھی تک ایران نہ پہنچایا گیا ہو۔ میرے پوتے نے اپنے عامل کے حکم کے مطابق انہیں ہندوستان میں رکھا ہو۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”یہ ممکن ہے کہ وہ دستاویزات ابھی ایران نہ پہنچائی گئی ہوں، محسوس مجبوری یا مصلحت کی بنا پر انہیں ہندوستان میں رکھا گیا ہو۔“

دوسرے افسر نے تاکید کی۔ ”اگر ہماری اہم دستاویزات ایران پہنچ گئی ہوتیں تو ایرانی حکام کتنے ہی معاملات میں ہم پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیتے۔“

ایک اور فوجی افسر نے کہا۔ ”جتنی جلدی ممکن ہو، ہمیں

نیلماں کے پوتے کو ہندوستان میں تلاش کر کے اسے ایرانی عامل کے حجرے نجات دلانا چاہئے۔ تب وہ ہمیں بتا سکے گا کہ تمام دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔“

”یہی میں چاہتی ہوں۔ اسے جلد سے جلد تلاش کیا جائے۔ اس کی صورت اور لب و لہجہ بدل دیا گیا ہے ورنہ میں آتما بھتی کے ذریعے اس کے لاک کئے ہوئے دماغ میں بھی پہنچ جاتی۔“

”ہم ہندوستان کے چپے پتے پر سراغ رسانی کا جال بچھا دیں گے۔ ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے بھی مفلوک افراد کے دماغوں میں جا کر بھائی کو تلاش کریں گے۔“

ایک ماتحت افسر کی زبان سے پورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ ”میں پورس بول رہا ہوں۔ کچھ عرصے پہلے نیلماں نے میرے تین عدد ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو مجھ سے چھین کر مجھے کتہر بنا دیا تھا۔ مجھے تم سب کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب نیلماں بتائے کہ میں نے کس طرح اس سے انتقام لیا ہے۔ اسے شی تارا کا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جانے پر مجبور کیا ہے۔ یہ سمجھتی ہے کہ میں اپنی توہین بھول گیا ہوں اس لئے میرے پاس آئی تھی۔ مجھ سے بھی یہی چاہتی تھی کہ میں ہندوستان میں اس کے گمشدہ پوتے کو تلاش کروں۔ یہاں تمام اکابرین کے پاس بھی اسی ارادے سے آئی ہے لیکن میں اسے بتانے آیا ہوں کہ مجھ سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔ میں اس سے پہلے ہی اس کے پوتے کو زکوٰۃ نکالوں گا اور اسے قیدی بنا کر رکھوں گا۔“

نیلماں نے بریشان ہو کر کہا۔ ”میں کبھی کسی چپچے کے دباؤ میں نہیں آئی لیکن میرے پوتے کی سلامتی کی بات ہے۔ پورس! میں تم سے ہر قیمت پر سمجھنا کون کی، تم جو کوٹھے، مان لوں گی۔ ایسے وقت دشمنی بھول جاؤ۔“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”سنر پورس! اس وقت تنک رام بھائی کو تلاش کرنا اور اس سے اہم دستاویزات حاصل کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ تم نیلماں سے دشمنی کرو گے تو ہمارا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ ہم ایران کے دباؤ میں آنا بھی پسند نہیں کریں گے۔“

”میں ایسے بہترین مواقع ضائع نہیں کرتا۔ میں بارہ گھنٹے کے اندر اس کے پوتے کو اپنا قیدی بنا لوں گا۔ اس کا برین واش کر کے دوبارہ اس پر تو بخیر عمل کر کے معلوم کروں گا کہ وہ تمام دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ انہیں ایران کیوں نہیں پہنچایا گیا ہے۔ میں ان تمام دستاویزات کو اپنے پاس محفوظ رکھوں گا۔“

ایک افسر نے کہا۔ ”ہمارے لئے یہ بات اس حد تک اطمینان بخش ہے کہ وہ تمام دستاویزات ایران میں جانیں گی اور ہمارے پاس محفوظ رہیں گی لیکن ہماری درخواست ہے کہ نیلماں سے صلح کرلو۔ تم دونوں غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کے حامل ہو اور تم دونوں ہمارے لئے ضروری ہو۔“

”اس وقت میں ضروری نہیں تھا جب اس نے میرے ٹیلی پیسٹی جانے والوں کو مجھ سے چھین لیا تھا اور تم سب نے اسے سر پر چڑھا کر مجھے نظروں سے گرا دیا تھا۔“

ایک حاکم نے کہا۔ ”ایسا ہوتا ہے جو اپنی طاقت اور اہمیت منواتا ہے۔ اسے مان لیا جاتا ہے کہ خود کو منوار ہے ہو اور ہم مان رہے ہیں۔ نیلماں بھی تم سے سمجھتا کر رہی ہے۔“

”آپ حضرات ابھی میری اہمیت کو تسلیم نہ کریں اور نیلماں بھی سمجھتا نہ کرے۔ ہو سکتا ہے آپ لوگ مجھ سے پہلے ہی آ رہا تھا تک پہنچ جائیں۔ کوشش کریں اور دعا بھی کریں کہ بھائی میرے ہاتھ نہ لگے۔ اگر وہ میری گرفت میں آئے گا تو نیلماں اپنے پوتے کی آخری سانس تک اسے دیکھنے کے لئے ترقی رہے گی۔“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”نیلماں تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارا پوتا تمہیں لے یا پورس کے ہاتھ لگے۔ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ اصل چیز دستاویزات ہیں۔ نی آ رہا تھا کسی کے بھی ہاتھ لگے، وہ دستاویزات ہمیں مل جائیں گی۔“

نیلماں نے کہا۔ ”آپ حضرات دستاویزات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ میرا پوتا جیسے کوئی چیز ہی نہیں ہے۔“

”تمہارے پوتے کی بھی اہمیت ہے۔ وہ ہمارے کام کے لئے ایران گیا تھا اور اب تک مصیبت میں ہے۔ جب ہمیں دستاویزات مل جائیں گی تو تم تمہارے پوتے کے لئے پورس سے سودا کریں گے اطمینان رکھو، تمہارا پوتا تمہیں مل جائے گا۔“

ایک فوجی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ”نیلماں! میں جا رہا ہوں اور ابھی ایسے انتظامات کرتا ہوں کہ پورے ہندوستان میں ہمارے جاسوس پھیل جائیں گے اور تمہارے پوتے کو تلاش کریں گے۔ ایران والے اسے انڈیا میں کہیں چھپائیں باقی گئے۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”مسٹر پورس! وہ دستاویزات ہماری زندگیوں سے زیادہ اہم ہیں۔ ہم اس سلسلے میں تم سے

کچھ ضروری باتیں تمہاری میں کرنا چاہتے ہیں۔“ انہیں پورس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”میں یوگا کا ماہر ہوں۔ تم کسی وقت بھی میرے اندر تمہاری باتیں کر سکو گے۔“

پورس کی طرف سے پھر خاموشی رہی۔ دوسرے افسران نے بھی اسے مخاطب کیا پھر جواب نہ ملنے پر یہ سمجھتا ہوا کہ وہ جا چکا ہے۔ نیلماں پریشان اور بے چین ہو گئی تھی۔ پورس کے اچانک چلے جانے سے یہی ایک بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اس کے پوتے کو اس سے پہلے ڈھونڈ نکالے گیا ہے۔

○●○

میں نے یہ شوہر چھوڑا تھا کہ سواہی تلک رام بھائی کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا برہنہ واٹھ کر کے ایک ایرانی عامل نے اسے اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے مخالفین ایک دوسرے سے آپس میں الجھتے رہیں اور لڑتے مرتے رہیں۔ ان میں سے کسی کو ہم سے الجھنے کا موقع نہ ملے۔

میں نے اس مردہ تلک رام بھائی کو فرضی طور پر اس لئے زندہ کیا تھا کہ نیلماں اپنے پوتے کو اپنی جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کی حیات کو کاشمیر ملے ہی اپنے پوتے تک پہنچنے اور اسے گلے لگانے کے لئے تمام ذرائع استعمال کر لے گی اور وہ یہی کر رہی تھی۔

اس سلسلے میں امریکا کے لئے یہ بے چینی پیدا کر دی کہ ان دستاویزات کے ذریعے ان کے اہم راز ایرانی حکام تک پہنچنے والے ہیں۔ امریکی حکام کسی قیمت پر ایسا نہ ہونے دیتے۔ وہ دستاویزات چرانے والے نی آ رہا تھا کو تلاش کرنے کے لئے نیلماں کی طرح پریشان اور بے چین ہو گئے تھے۔

پھر پورس اور نیلماں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ بظاہر ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے لیکن اصل میں کسی کو نیچا دکھانے، ذلیل کرنے یا ہلاک کرنے کا موقع تلاش کر رہے تھے۔ اب پورس کو موقع ملا تھا کہ وہ کسی طرح اس کے پوتے کو ڈھونڈ کر اسے اپنا غلام اور قیدی بنا لے اور نیلماں کو ہمیشہ پوتے سے دور رکھ کر تباہ کر دے۔

اب نیلماں کو اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ فنی کو نقصان پہنچانے کا کوئی منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرتی۔ وہ فی الحال پوتے سے ملاقات ہونے تک فنی سے چھپ کر رہ رہی تھی۔ پورس کو اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ وہ پارس کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا۔ کیونکہ نیلماں کو ساری زندگی

اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے وہ کسی بھی چال بازی سے ٹی آ رہا تھا۔ اپنا غلام اور قیدی بنانے کی کوششیں شروع کر چکا تھا۔ دوسری طرف تاشا کو مبارج اور گرو دیو کی انتقامی کارروائیوں سے بچانے کی پلاننگ میں مصروف تھا۔

غیر معمولی دوائیں اور اہم دستاویزات چرانے میں ہم پیش پیش تھے۔ انہیں جو بھی نقصان پہنچ رہا تھا وہ ہم سے پہنچ رہا تھا لیکن میں نے حالات ایسے پیدا کئے تھے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے سے الجھنے اور لڑنے لگے تھے۔

نی آ رہا تھا میں ہی بنا ہوا تھا۔ کسی نے مجھے نئے بہو پ میں نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب کو بتایا جا چکا تھا کہ نی آ رہا تھا کا برہنہ واٹھ کر کے بعد اس کے چہرے اور لب و لہجے کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ لہذا ان سب کو چکر دینے کے لئے ہم ایک نیا نی آ رہا تھا پیدا کر سکتے تھے۔

میں نے اس منصوبہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد بابا صاحب کے اوارے سے ایک ایسے ٹیلی پیسٹی جاننے والے کا انتخاب کیا جو قد اور جسمت میں سواہی تلک رام بھائی کی طرح تھا۔ چہرے کی ساخت بھائی جیسی تھی۔ پلاننگ سرجری کے ذریعے چہرہ کچھ اس طرح بنایا گیا جیسے وہ بھائی کا ہم شکل تو نہ ہو لیکن اس سے مشابہت رکھتا ہو۔ اسے دور سے دیکھ کر شبہ ہو کہ وہ نی آ رہا تھا ہو سکتا ہے۔

ایسے ایک بھائی کو تیار کرنے اور منظر عام پر لانے تک میں اس کا رول ادا کرتا رہا۔ نیلماں ایک آدمی کی حیثیت سے روز مجھ سے دماغی رابطہ کرتی تھی اور میں اس سے ایک یا دو منٹ باتیں کر کے یہ تاثر دیتا تھا کہ میرا ایرانی عامل ہمارا دماغی رابطہ پسند نہیں کرتا ہے اور عارضی طور پر میرے دماغ کو لاک کر دیتا ہے۔

پورس نے بھی کئی بار رابطہ کیا اور میں اس سے مختصر سی گفتگو کر کے کڑا رہا۔ مبارج اور گرو دیو کے دماغوں میں بھی یہ بات کئے گئے تھی کہ دستاویزات چرانے والا نی آ رہا تھا اگر ان کی گرفت میں آجائے تو امریکا اور دوسرے بڑے ممالک میں پھر مبارج کی بے جے کار ہوگی۔ سب اس کی پڑ پڑا کر رہے تھے اور پھر سے اسے ماہانہ لاکھوں ڈالر ادا کرنے لگے تھے۔

میں نے یہ جویم شروع کیا تھا اس میں ایک ایک کر کے سب ہی اپنے مفادات کی خاطر شریک ہو رہے تھے۔ سب کی توجہ کارمز بھائی تھا جس کی آواز سب ہی سنتے تھے۔ اس سے دماغی رابطہ بھی رکھتے تھے مگر کسی نے اس کی صورت نہیں

دیکھی تھی۔

ملی ڈونا کو نیلماں سے نجات مل گئی تھی۔ وہ مبارج کے محضرے آدمیوں کی پٹائی کر کے ممبئی سے فرار ہو گئی تھی۔ اتفاق سے مبارج کا بیٹا میٹھ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ میٹھ اسے اپنی کوشش میں لے کر آیا تو اس کا چاچا شیوراج اس پر عاشق ہو گیا۔

ملی نے شیوراج کو گولی مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کی جیب سے ڈاؤنڈ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپوں کی ایک ڈبیا لے لی۔ ایسے وقت پارس اس کے دماغ میں آیا تو ملی ڈونا کو معلوم ہوا کہ اس کی تمام کامیابیوں کے پیچھے پارس کا ہاتھ تھا۔ پارس نے اس کے دماغ کو اس طرح لاک کیا تھا کہ نیلماں بھی اتنا مضبوطی کے ذریعے اس کے اندر نہیں آ سکتی تھی۔ اب وہ پوری طرح آزاد رہ کر اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکتی تھی۔

پارس نے اس کے دماغ میں صرف ایک اجنبی لہجہ نقش کیا تھا جس کے ذریعے صرف وہی اس کے اندر آ سکتا تھا لیکن اس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ آئندہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

ملی ڈونا نے اس بار بڑی سنجیدگی سے سوچا کہ اس نے ماضی میں کئی غلطیاں کی ہیں اور اس کے بے نتائج سے دوچار ہوتی رہی ہے۔ مصیبتوں کے علاوہ ذہنی بھی اٹھاتی ہیں۔ اب اسے سمجھنا چاہئے اور ایسی زندگی گزارنا چاہئے کہ کسی بھی ٹیلی پیسٹی جاننے والے کو نہ سراغ ملے اور نہ ہی کوئی اس سے دشمنی کر سکے۔

وہ مدھیہ پردیش کے ایک شہر بلاسپور میں اگر ایک خوبصورت سا مکان خرید کر وہاں رہنے لگی۔ اس نے ایک جوان پر تنوی عمل کر کے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ اس کا شوہر ہے لیکن کبھی اس کا جسم حاصل کرنے کی تمنا نہیں کرے گا۔ رات کو الگ بیڈ روم میں سوئے گا۔ صرف لوگوں کے سامنے ایک سانس بوڑ کی طرح پتی دیوہیں کر رہے گا۔

اگر وہ ایسا نہ کرتی تو سب ہی باتیں بتاتے کہ ایک تھا جو ان حسینہ اتھی دولت مند کیسے ہے؟ وہ کون ہے؟ کیا کرتی ہے؟ اور کہاں سے دولت حاصل کرتی ہے؟

اس نے جس جوان کو اپنا تابعدار شوہر بنایا تھا وہ کسٹم میں ایک جوئیئر افسر تھا۔ ملی نے کسٹم ڈپارٹمنٹ کے تمام بڑے افسران کو دماغی طور پر ٹرپ کیا تھا اور اونچی سطح سے سفارش کے ذریعے اپنے چنی دیو دیوان ورام کو ایک بہت بڑا

افسرینا دیا تھا۔ کسم کے بست بڑے افسران کو ڈپٹی بھی ہوتے ہیں اس لئے دیوان دربار اور ملی ڈونا کے بے انتہاد ملت مند ہونے پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ نیلماں اور امریکی جاسوس اس علاقے میں بھی آ رہا تھا کہ تلاش کرنے آئے لیکن ملی ڈونا کو کوئی پہچان نہ سکا۔

اگرچہ وہ تمام ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے دور ہو کر ایک عام سی زندگی گزار رہی تھی لیکن خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ عمدہ رکھتی تھی کہ کسی کے معاملے میں دلچسپی نہیں لے گی لیکن ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے باخبر رہنا ضروری تھا۔ کبھی اچانک کوئی افادہ آپڑتی تو وہ باخبر رہنے کے باعث اپنا بچاؤ کر سکتی تھی۔

اسے یہ معلوم ہوا کہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں آج کل کی آ رہا تھا کہ کسم کے بست زیادہ اہمیت ہے۔ نیلماں کے اس پوتے کو سب تلاش کر رہے ہیں لیکن وہ کسی کی نظروں میں نہیں آ رہا ہے۔ وہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ اسے نیلماں کے علاوہ پورس اور امریکی سرانگ رساں بھی ڈھونڈ رہے ہیں۔ بھارتی حکومت نے بھی اسے تلاش کرنے کے لئے اپنی تمام پولیس فورس پورے ملک میں پھیلا دی ہے۔

ایسے وقت ایک ایرانی عامل نے تمام ہندوستانی اخبارات میں بیان شائع کرایا تھا کہ ٹی آر بھائی سے بھارتی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ امریکا کو خوش کرنے کے لئے ٹی آر بھائی کو تلاش نہ کرے ورنہ بھارتی سرکار اور بھارتی فوج کے اہم راز اس کے مخالف ممالک میں پہنچا دیے جائیں گے۔

پارس نے مجھے بتایا تھا کہ ملی ڈونا سب سے الگ ایک چرسکون زندگی گزار رہی ہے۔ اس کے مکان میں بھی بھارتی اور امریکی جاسوس پہنچتے تھے لیکن اسے پہچان نہ سکے۔ میں نے پارس سے کہا۔ ”ملی کو ٹی آر بھائی کے معاملے میں اس طرح ٹوٹ کو کہ اس کی اپنی چرسکون زندگی برقرار رہے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کی حفاظت کرو گے۔“

پارس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ ایک ڈی ٹی آر بھائی کو بابا صاحب کے ادارے سے روانہ کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا تھا۔ ایک رات ملی اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس نے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ اور آٹھ کھل گئی تھی۔ بیڈ روم کا دروازہ مٹھل تھا اور

کوئی اسے ایک تار کے ذریعے بڑی ہنرمندی سے کھول رہا تھا۔ ملی نے آنکھیں بند کر لیں جیسے سو رہی ہو۔ اسے خود اعتماد تھا کہ چور خواہ کتنا ہی خطرناک ہو، وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اس سے نمٹ لے گی۔ چور کے تمام ہتھیار بے کار ہو جائیں گے۔

دروازہ کھل گیا۔ کمرے کی نیم تاریکی میں ملی نے ایک آنکھ کو ذرا سا کھول کر دیکھا۔ ایک قد آور صحت مند مختصر ایک بست بڑی اپنی اٹھائے اندر آیا۔ پھر اندر سے دروازے کی پچھلی چڑھا دی۔ اس بڑی اپنی کو ایک طرف رکھ کر ملی کے قریب آیا پھر اس کے باؤں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”اے افسوس“ اس نے دونوں آنکھیں کھول کر دیکھا۔ آنے والے نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”خبردار! شور نہ مچا۔ میرے پاس ریوالور ہے مگر تمہارا گلا دوپٹے کے لئے ایک ہاتھ کالی ہے چلو اٹھ کر بیڈ جاؤ۔“

وہ بستر بیڈ پر گولی۔ ”کون ہو تم؟“ ”میں ڈاکو نہیں ہوں۔ بد معاش بھی نہیں ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بست مجبور ہو کر یہاں آیا ہوں۔“

ملی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولا۔ ”چھانو ٹیلی بیٹھی جاتی ہو۔ میری ہی برادری سے تعلق رکھتی ہو؟“

”تم بھی ٹیلی بیٹھی جانتے ہو۔ پتہ چاؤ کون؟“ ”میں سوال میں تم سے کرتا ہوں کیونکہ میں ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے پتہ اور چھپتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں بھی ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والی مل جائے گی۔ مجھے یقین ہے تم اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گی۔“

اس نے اپنے لباس سے ایک ریوالور نکالا۔ ملی نے بھی پھرتی سے تجلیے کے نیچے سے ایک ریوالور نکال لیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا نشانہ لیا۔ وہ بولی۔ ”تم مجھے زخمی کر کے میرے چور خیالات پر دھوکے میں بھی تمہیں زخمی کر کے کروں گی۔ یا پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں گے۔ بولو کیا ارادہ ہے؟“

”باہر بھی میرے لئے موت تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں بھی ایسا ہی کچھ ہو سکتا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی سمجھو تا کر گی؟“

”ہاں۔ میں ٹیلی بیٹھی جیسی غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باوجود گمناہ کی چرسکون زندگی گزار رہی ہوں۔ اس لئے سمجھو تا کر دی کہ تم نے اس کے بعد تم ادھر کا رخ نہیں کرو گے۔“

اور نہ ہی کسی ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو میرے گھر کا راستہ دکھاؤ گے۔“

”تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ اگر تم میری ایک امانت و امانت داری سے رکھو گی اور کسی سے اس امانت کا ذکر نہیں کرو گی تو میں یہاں صرف ایک بار اپنی امانت واپس لینے آؤں گا اور بیشہ تمہارا احسان مند اور شکر گزار رہوں گا۔“

ملی نے ایک طرف رکھی ہوئی سی ڈی اپنی کو دیکھا پھر پوچھا۔ ”اس میں کیا ہے؟“

”میں یہی امانت تمہارے پاس رکھنا چاہتا ہوں لیکن پہلے معلوم ہونا چاہئے کہ تم کون ہو؟ یہ اندیشہ ہے کہ تمہارا تعلق میرے دشمنوں سے ہو سکتا ہے۔“

”میں سے سوچو۔ میرا تعلق کسی سے بھی ہوتا تو میں یوں گمناہ کی زندگی نہ گزارتی۔ کوئی دوست یا دشمن ٹیلی بیٹھی جاننے والا میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔“

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ ”ہوں۔ میں ابھی مجبور ہوں۔ تم پر مجبور کیا رہی ہے؟“ ”میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم میری یہ اپنی امانت کے طور پر رکھ لو۔“

”اس اپنی میں کیا ہے؟“ وہ ذرا ہچکچا پھر بولا۔ ”ہماری دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اہم راز اور تحریری دستاویزات، ڈیو فلٹوں اور مائیکرو فلٹوں کی صورت میں ہیں۔ یہ اسے اہم ہیں کہ۔“ وہ بیٹھے ہوئے بولی۔ ”آگے کچھ نہ بولو۔ میں سمجھ گئی۔ تم ٹی آر بھائی ہو۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”او گاؤ! میں شیطان کی طرح مشہور ہو گیا ہوں۔ تم بھی مجھے جانتی ہو۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ یہ کتنی اہم دستاویزات ہیں۔ اس اپنی میں امریکا کی جان لگی ہوئی ہے۔ نیلماں اور پورس مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔“

”ہاں بھارتی اور امریکی جاسوس یہاں آچکے ہیں۔ کسی نے مجھے ٹیلی بیٹھی جاننے والی کی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے اور نہ بھی پہچان سکتے ہیں۔ یہاں تمہاری امانت محفوظ رہے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں یہ اپنی یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ کوئی محفوظ پناہ گاہ ملے گی تو اسے واپس لینے آؤں گا۔ ضرورت پڑی تو خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گا۔“

دو دنوں کے بعد ملی ڈونا نے صبح کا اخبار پڑھا تو چونک گئی۔ ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ ”مستبذ ذرائع سے پتا چلا ہے کہ جس ٹی آر بھائی کو کوئی دنوں سے تلاش کیا جا رہا ہے، اس کا تعلق ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والی ملی ڈونا سے ہے۔ امریکی سرانگ رساں ملی ڈونا کو تلاش کر رہے ہیں۔“

ملی نے یہ خبر پڑھ کر دونوں آنکھوں سے سر کو تھام لیا۔ وہ روپوش رہ کر گمناہ سے ایک چرسکون زندگی گزار رہی تھی۔ اتنے سکون والی زندگی میں اچانک پھل پیدا ہو گئی تھی۔ اس خبر کی وجہ سے تمام ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کی زبان پر گمشدہ ملی ڈونا کا نام آ گیا تھا۔



اگر ایک ہزار آدمی دنیا کے تمام ممالک کے شہروں اور بستیوں میں گھومتے رہیں اور اپنے جیسا کوئی شخص تلاش کرتے رہیں تو ان میں سے کسی ایک کو اپنا ہم شکل ضرور ملے گا۔ اگر وہ مکمل طور پر ہم شکل نہیں ہو گا تو اس سے مشابہت ضرور رکھتا ہو گا۔ ان کے انداز اور رکھ رکھاؤ میں فرق ہو گا لیکن چہرے ملتے جلتے ہوں گے۔

اور اگر چہوں میں معمولی سا فرق ہو تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس فرق کو بے آسانی ختم کیا جاسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ موجودہ دور میں قدرتی طور پر ایک ہم شکل کا پیدا ہونا یا پلاسٹک سرجری کے ذریعے ہم شکل کو پیدا کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ ہم شکل افراد کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ایک کو تو پہلے دیکھا تھا۔ پھر یہ دوسرا اس کی طرح کہاں سے آیا؟

پورس نے جب شی تارا کو دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ دماغ میں فوراً سوال پیدا ہوا کہ یہ دوسری کہاں سے آئی ہے؟

سرخ پتیل کے باعث دونوں کی کاربن ایک دوسرے سے ذرا فاصلے پر برابر آکر رک گئی تھیں۔ پورس کی نظریں دینا اسکرین کے پار۔ پتیل کو دیکھ رہی تھیں۔ اسے آگے جانے کی جلدی تھی۔ اگر انسان کی طرح پتیل کا بھی دماغ ہو تو وہ اس کے اندر کھس کر سرخ لائٹ کو سبز لائٹ میں بدل دیتا۔ پھر تیزی سے ڈرائیو کر تا ہوا چلا جاتا لیکن پتیل اپنے مقررہ وقت پر اسے راستہ دینے والا تھا۔

اس نے ناگوار سے اسے دائیں طرف سرگھمایا تو سڑک کے دوسرے ٹریک پر کھڑی ہوئی کار میں شی تارا دکھائی دی۔ پہلے تو پورس کو یقین نہیں آیا کہ اسے زندہ دیکھ رہا ہے لیکن

وہ خواب نہیں تھا۔ وہ پورے ہوش و حواس میں رہ کر کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا داغ کہہ رہا تھا وہ شی تارا ہو یا نہ ہو لیکن اس کی ہم شکل ضرور ہے۔

اب یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ کون ہے؟ ایسے ہی وقت دائیں طرف مڑ جانے کا سیکھل سبز ہو گیا۔ اس کا ذرا نیور کار آگے بڑھا کر جانے لگا۔ پورس الجھ گیا کہ اس کا تعاقب کیسے کرے؟ کیونکہ وہ چارہا کر اس کر کے سیدھے راستے پر جانے والے ٹریک پر تھے۔ اس ٹریک پر سے دائیں طرف مڑنا خلاف قانون تھا لیکن شی تارا کو دیکھ لینے کے بعد وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

وہ قانون کے خلاف کار کو آگے بڑھا کر دائیں طرف مڑ گیا۔ اس وقت تک شی تارا کی کار بہت آگے نکل گئی تھی۔ اس کی اور شی تارا کی کار کے درمیان کئی گاڑیاں تھیں۔ پھر کوئلہ ڈرنگ سلائی کرنے والی ایک لمبی سی گاڑی بھی دیوار بن کر اس کے آگے چل رہی تھی۔ اسے اور ٹریک کرنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس پر مشکل یہ آہڑی کہ خلاف قانون ٹرن لینے پر ایک ٹریفک سارجنٹ پیچھے پر گیا۔ وہ اپنی سوزر سائیکل کا سائزن بجا ناچا آ رہا تھا۔

سارجنٹ قریب پہنچ کر کہہ رہا تھا۔ ”ہی کار ایک سائڈ میں لا کر روک دو۔“

پورس اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سوزر سائیکل کو ایک سائڈ میں لا کر روک دیا پھر تعجب سے سوچنے لگا۔ ”میں نے اس کا روالے کو کیوں نہیں روکا؟ خود یہاں کیوں رک گیا ہوں؟ مجھے اس کا تعاقب کرنا چاہئے۔“

وہ اپنی سوزر سائیکل دوبارہ اشارت کرنے لگا لیکن نہ کر سکا۔ جب بھی وہ اشارت زبر پیر کھٹا تھا پورس کی مرضی کے مطابق پیر پھسل جاتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے سارجنٹ سے پیچھا چھڑانے میں جتنی دیر لگی اتنی دیر میں شی تارا کی کار آگے نہ جانے کہاں چلی گئی تھی پھر بھی وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔

وہ پچھلے دنوں مندرہ رانی کی جاگیر میں آگے کار کے ذریعے گیا تھا۔ اس کے مندر میں ٹھس کر نالہ کو وہاں سے لے آیا تھا لیکن مندرہ رانی سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس نے مندرہ رانی کی کوئی تصویر دیکھی تھی۔ اگر وہ اسے دیکھ لیتا تو وہیں معلوم ہوتا کہ نیلماں نے جس مندرہ رانی کے جسم میں ساگر نئی زندگی حاصل کی ہے وہ شی تارا کی ہم شکل ہے۔

اس نے شی تارا کی آخری سانسوں تک اس کے اندر نیلماں کو پایا تھا اس لئے دماغ میں یہ بات آ رہی تھی کہ وہ شی

تارا نظر آنے والی دوشیزہ نیلماں ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ نیلماں ہو سکتی ہے تو پھر مندرہ رانی کون تھی؟ اس کے اندر بھی تو نیلماں تھی۔

پھر ایک خیال آ رہا تھا کہ نیلماں مندرہ رانی کے اندر تھی لیکن قہری کے خوف سے فرار ہو کر ایک شی تارا کی ہم شکل کو دیکھ کر نیلماں نے مندرہ رانی کا جسم چھوڑ دیا ہو گا اور اس شی تارا کے جسم میں سامنی ہوگی جو ابھی کار میں جا رہی ہے۔

ایک مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں وہ کار نظر آئی۔ کار کا وہی طر اور وہی نمبر تھا لیکن وہ قریب پہنچا تو کار کے اندر وہ نظر نہیں آئی۔ ذرا نیور اس کار کو ست رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا پارکنگ ایریا سے باہر جانا چاہتا تھا۔ پورس نے اسے روک کر پوچھا۔ ”پچھلی سیٹ پر ایک مس بیٹھی ہوئی تھیں وہ کہاں ہیں؟“

ذرا نیور نے کہا۔ ”وہ مارکیٹ کے اندر گئی ہیں۔“

”تم انہیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟“

”میں ابھی میں کار واپس لے جا رہا ہوں۔ مس نے یہ کار رینٹ پر حاصل کی تھی۔ یہاں تک آنے کا کارایہ ادا کر کے جا چکی ہیں۔“

”مس نے یہ کار کرائے پر حاصل کرتے وقت اپنا نام اور پتا ابھی میں لکھوایا ہوگا۔ کیا تم مس کا نام جانتے ہو؟“

”سوری سر! میں نام نہیں جانتا۔ آپ کو ہماری ابھی سے معلوم ہو جائے گا۔“

وہ رینٹ کار والا چلا گیا۔ پورس تیزی سے چلتا ہوا مارکیٹ کے اندر گیا۔ کوئی تجسس پیدا کرے اور نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اندر بڑی بے قراری پیدا ہو جاتی ہے۔ بے چینی ادھر سے ادھر دوڑاتی ہے۔ اس کی طلب بڑھتی جاتی ہے۔ مارکیٹ دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک ایک دکان ایک ایک گلی میں اسے ڈھونڈتا رہا۔ سوچتا رہا جو اس کے سامنے مریجی گئی اور نئے چٹا میں جلادیا گیا تھا اور جس کا جسم جل کر راکھ ہو گیا تھا وہ راکھ ہونے والا جسم دوبارہ کیسے جسم ہو سکتا تھا؟ یہ بات بالکل ہی ناممکن تھی۔

آنکھوں دیکھی بات جیسے غلط ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے شی تارا کے مرده جسم کو جلتے اور راکھ ہوتے دیکھا تھا۔ فی الحال یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ شی تارا کی ہم شکل ہے۔ وہ بیچ بازار میں آکر ایسے گم ہو گئی تھی جیسے آنکھ چوٹی کھیل رہی ہو۔ ایک پیچھے بن گئی ہو کہ آواز دیکھے ڈھونڈ نکالو۔

مارکیٹ بڑی تھی اور کئی منزلہ تھی۔ اسے ڈھونڈنے میں کافی وقت گزر گیا۔ جب وہ نظر نہیں آئی تو اس نے ذرا نیور کے دماغ میں پہنچ کر ابھی کا فون نمبر معلوم کیا پھر ابھی کے منبر سے رابطہ کر کے اس کار کے بارے میں پوچھا۔ ”ایک مس نے وہ کار آپ سے رینٹ پر لی تھی۔ کیا آپ اس کا نام اور پتا بتا سکتے ہیں؟“

”آپ کون ہیں؟“

”میں ایک انکوائری افسر ہوں۔“

”کس قسم کے انکوائری افسر ہیں؟ کس ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں؟“

”میرا ڈپارٹمنٹ نہ پوچھو۔ سوال کا جواب دو۔“

”سوری۔ آپ یہاں تشریف لائیں۔ اپنا شناختی کارڈ دکھائیں پھر آپ کے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا۔“

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ پورس نے جھنجھلا کر سوچا۔ ”مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں خواہ مخواہ فون پر وقت ضائع کر رہا ہوں جبکہ اس نیجری کھوپڑی میں پہنچ سکتا ہوں۔“

وہ نیجری کے اندر پہنچ گیا۔ اس رینٹ کار کے نمبر کے حوالے سے معلوم کیا کہ اسے رینٹ پر حاصل کرنے والی کا نام کیا ہے؟

اس کے چور خیالات نے بتایا۔ ”شی تارا۔“

پورس کے دماغ کو جھکا سا لگا۔ اس نے شدید حیرانی سے سوچا۔ ”ایک ایسے ممکن ہے، صورت شکل بھی وہی اور نام بھی وہی؟“

وہ چٹا میں چلنے کے بعد راکھ ہوئی۔ راکھ ہونے کے بعد خاک ہوئی۔ یہ سب کتنے ہیں کہ انسان خاک کا چٹلا ہے کیا وہ خاک پھر شی تارا کا چٹلا بن گئی ہے؟

ایسا تو بھی نہیں ہوتا۔

اس نے رینٹ کار کا ابھی میں ہوٹل شیرٹن کا پتا لکھوایا تھا۔ وہ کمرہ نمبر دو سو دس میں رہائش پذیر تھی۔ وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے بڑی دیر تک تلاش کرنا رہا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ واپس ہوٹل پہنچ گئی ہو۔ وہاں اس سے ملاقات کی توقع تھی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے ہوٹل شیرٹن کے انکوائری ظکر سے پوچھا۔ ”کیا مس شی تارا آپ کے روم نمبر نوادو میں قیام کرتی ہیں؟“

دوسری طرف سے جواب ملا۔ ”جسٹ اے منٹ۔ ہولڈ آن۔“

وہ فون کو کان سے لگائے انتظار کرتا رہا پھر دوسری طرف سے نیلماں کی آواز سن کر حیران رہ گیا۔ وہ پوچھ رہی تھی۔

”ہیلو۔ کون ہے؟“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”نیلماں؟“

اس نے پوچھا۔ ”کون نیلماں؟“

”ہیلو انجان نہ ہو۔ تم نے پھر ایک شی تارا کی ہم شکل کو تلاش کر کے اس کا جسم حاصل کیا ہے اور اس کے اندر ساگر نئی زندگی گزار رہی ہو۔“

”کیا کو اس ہے؟ یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم کوئی ایب نارمل شخص ہو یا رانگ نمبر بول رہے ہو؟“

فون بند کر دیا گیا۔ پورس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لیا۔ پورس نے اپنے گونگے فون کو دیکھا۔ اس کے سانس روکنے اور خیال خوانی کی لمبوں کو دماغ سے نکالنے کا عمل کہہ رہا تھا کہ وہ نیلماں ہے آواز بالکل اسی کی طرح تھی۔

اس نے دوبارہ فون سے رابطہ کیا۔ ہوٹل کے ایجنٹ سے کہا گیا۔ ”کمرے میں کوئی فون انشید نہیں کر رہا ہے۔ شاید وہ کمرے سے کہیں باہر گئی ہیں۔“

اس نے انکوائری ظکر سے رابطہ کیا۔ اس نے جواب دیا۔ ”مس شی تارا نے کمرہ چھوڑ دیا ہے۔ چیک آؤٹ کے لئے ابھی کاؤنٹر آئی ہیں۔“

”پلیز اس سے بات کراؤ۔“

چند سیکنڈ بعد پھر نیلماں کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا۔ ”سوری۔ میں نے نیلماں کہہ دیا تھا۔ تم شی تارا ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ پلیز میرا انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔“

وہ بولی۔ ”آخر تم ہو کون؟ میں کیوں تمہارا انتظار کروں۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں فلرٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ نہ کسی اجنبی سے دوستی کرتی ہوں اور نہ کسی آئینہ دل کا انتظار کرتی ہوں۔“

اس نے پھر فون بند کر دیا۔ پورس اس سے گفتگو کے دوران میں اپنی جیسیں ٹھول رہا تھا۔ اس ڈیبا کو تلاش کر رہا تھا جس میں نادیہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول تھے۔ وہ کیپول کے ذریعے چند سیکنڈ میں اس کے پاس ہوٹل میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کی داڑھ میں نادیہ بنانے والی ایک گولی ضرور ہوتی تھی۔ وہ نادیہ ہو سکتا تھا لیکن کیپول کے بغیر وہاں چٹم زدن میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

دراصل وہ لباس کو تبدیل کرتے وقت اس اتارے ہوئے لباس کی ایک جب میں ڈیبا کو بھول آیا تھا۔ وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔ کار کے ذریعے ہوٹل تک جانا گویا وقت ضائع کرنا تھا۔ اس کے ہوٹل پہنچنے تک پتا نہیں وہ کتنی دور جا چکی ہوئی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔ ”فوراً ریلوے اسٹیشن جاؤ اور وہاں مجھے تارا کی ہم شکل کو تلاش کرو۔ وہ کسی پلیٹ فارم یا کسی ٹرین میں نظر آسکتی ہے۔“

وہ اپنی کار اشارت کر کے ان پورٹ کی طرف جانے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے نیشا کو اس شے تارا کے متعلق بتانے لگا جو نیلماں کی آواز اور لمبے میں بول رہی تھی۔

نیشا نے پوچھا۔ ”کیا وہ بول میں بھی؟ اس کا مطلب ہے وہ اس شہر میں رہتی ہے۔“

”اسی لئے میرا ایک ماتحت ریلوے اسٹیشن گیا ہے اور میں ان پورٹ کی طرف جا رہا ہوں۔“

”پورس! وہ کسی فلائنگ کلب سے ظاہر یا بیلی کا پر بھی کرائے پر لے سکتی ہے۔ وہ شاید ہی تمہارے ہاتھ آسکے۔“

”مجھ سے بھول ہوگئی۔ جہاں سکل کے پاس پہلی بار اسے دیکھا تھا وہیں نیشا نے اپنی کار سے نکل کر اس کی کار میں جا کر بیٹھ سکتا تھا اور اس کی مصروفیات کو خاموشی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس طرح اس کے کسی خفیہ ٹھکانے پر بھی پہنچ جاتا۔“

”دراصل تم اچانک شے تارا کو زندہ دیکھ کر الجھ گئے تھے۔ یہ ابھن اور پیچیدگی سب ہی کے لئے ہوگی۔ بعد میں نیلماں کی آواز اور لہجہ سن کر یقین آ رہا ہے کہ اس نے پھر سے ایک شے تارا کی ہم شکل کو ڈھونڈ لیا ہے۔“

وہ ان پورٹ پہنچ گیا۔ وہاں ہر جگہ اسے تلاش کرتا رہا۔ اپنے ماتحت سے بھی رابطہ کرتا رہا۔ وہ نہ ان پورٹ پر نظر آ رہی تھی اور نہ ہی ریلوے اسٹیشن پر۔ دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک فلائنگ کلب کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

”نیشا! میں اپنی تسلی کے لئے جا رہا ہوں۔ وہ نادان نہیں ہے۔ کسی فرضی نام سے ظاہر یا بیلی کا پر کرائے پر لے کر جائے گی اور دھوکا دینے کے لئے خیال خوانی کے ذریعے فلائنگ کلب والوں کے دماغوں پر حاوی رہے گی۔“

”وہ ہاتھ نہیں آئے گی۔ اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا ہے۔ تم اس کے تعاقب میں وقت ضائع کر رہے ہو۔“

”میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ یہ تو معلوم کر سکتا ہوں کہ فلائنگ کلب کے اہم افراد تھوڑی دیر کے لئے غائب دماغ رہے تھے یا نہیں؟ اگر وہ غائب دماغ رہے ہوں گے تو یہ معلوم ہو سکے گا کہ ان کا ظاہر یا بیلی کا پر کہاں تک گیا ہے۔ اس کا پائلٹ بیان دے سکتا ہے کہ اسے کس مقام پر اُتارا گیا ہے۔“

اس نے فلائنگ کلب پہنچ کر وہاں کے متعلقہ افسران کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ کسی بھی وقت غائب دماغ نہیں رہے تھے۔ نیلماں وہاں نہیں گئی تھی۔ وہ ٹھک ہار کر اپنی ایک عارضی رہائش گاہ میں آیا۔ نیشا اور نیشا نے دوسری جگہ رہائش اختیار کی تھی۔ ایسا احتیاط لگایا تھا۔ ایک ساتھ ایک جگہ رہنے سے اندیشہ تھا کہ وہ بیک وقت دشمن کے جال میں پھنس سکتے ہیں۔

اس نے اپنے ایک چھوٹے سے بنگلے میں آکر گھڑی دیکھی۔ تقریباً پانچ گھنٹے ضائع ہو چکے تھے۔ وہ اسے کسی طرح گرفت میں لینے کے لئے بڑی دیر تک تلاش کرتا رہا تھا۔ وہ بنگلے میں داخل ہو کر سب سے پہلے ہاتھ دھو بیٹھ گیا۔ وہاں اتارے ہوئے لباس کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ نیشا نے گولیاں اور فلائنگ کیپول جس ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے وہ ڈبیا نہیں ملی۔ وہ پریشان ہو کر میرزہ الماری میں اور دروازہ وغیرہ میں تلاش کرنے لگا۔

تب اسے نیلماں کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ چونک کر ابھر اُٹھ دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ ”اس ڈبیا کی ضرورت مجھے زیادہ تھی۔ اب وہ میرے پاس ہے۔“

اس کی آواز سننے پر پورس اپنی داڑھ میں دبی ہوئی گولی کو نکل کر نیشا کو دیدہ ہو گیا۔ اسے پھر نیلماں کا قہقہہ سنائی دیا۔

”پورس! بہت چالاکیاں دکھا چکے ہو۔ اب کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ تمہارے نیشا نے وہاں سے پہلے ہی میں تمہارے جسم میں سما چکی ہوں۔“

وہ ٹھٹھکتا خورہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ ”تم نے بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ جب میں شے تارا کے جسم میں سمائی تھی اور آٹرم کے بیڈ میں بیٹھ کر تو تم نیشا نے بن کر میرے جسم میں سما گئے تھے۔ میں نے تم سے کتنی التجاؤں کی تھیں۔ تمہارے تین عدد ٹیلی جیتھی جانے والوں کو واپس کرنے پر راضی ہو گئی تھی۔ تمہاری بڑی سے بڑی شرط ماننے کو تیار تھی مگر تم نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ آخر مجھے تم سے نجات حاصل کرنے کے لئے شے تارا کے جسم کو چھوڑنا پڑا۔ میں تو شے تارا کے مردہ جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں نئی زندگی پائی ہوں۔ تمہارا کیا ہے؟ تم مرنے کے بعد بھی دوسرا جسم حاصل کرنے کی کھنٹی نہیں رکھتے ہو۔ اب تو تمہیں مرنے کے بعد ہی مجھ سے نجات ملے گی۔“

وہ بہت بڑی بازی جیت کر فاتحانہ انداز میں بولتی جا رہی تھی۔ پورس خیال خوانی کے ذریعے نیشا کو بتا رہا تھا کہ وہ

کتنے بڑے عذاب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ نیشا نے پریشان ہو کر کہا۔ ”یہ کیا ہو گیا ہے؟ وہ تو اب مرنے تک ہم تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔“

”مصیبت میں پریشان ہونے سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ فی الحال میری ضروری ہدایات پر عمل کرو۔ نیشا کے ساتھ مجھ سے دور رہو۔ مجھ سے دفاعی رابطہ بھی نہ رکھو۔ میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔“

وہ نیشا کو ضروری ہدایات دینے لگا۔ نیلماں اس کے اندر خاموش تھی اور دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا جوالی کارروائی کرے گا؟ لیکن وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولی۔ ”تمہاری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ ضرور کوئی مکاری دکھانے والے ہو۔“

وہ بولا۔ ”جو ذہین حاضر دماغ یا مکار ہوتے ہیں، وہ کبھی جو بے دان میں نہیں پھنستے۔ مجھ جیسے چھٹنے والے کو تم مکار کہہ رہی ہو۔ ہا ہا ہا ہا۔“

وہ قہقہے لگانے لگا۔ قہقہے لگانے کا انداز ایسا تھا جیسے نیلماں کا مذاق اڑا رہا ہو۔ وہ بڑی سنجیدگی سے ان قہقوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

○☆☆○

ابتداء میں یہودیوں کے پاس نہ فوج تھی نہ ہتھیار تھے۔ نہ ایسی طاقت تھی جس کے تل پر وہ دنیا کے نقشے پر اسرائیل جیسا ملک قائم کر سکتے۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے انہیں ہر طرح کی مالی امداد دی۔ ہتھیاروں کے علاوہ ایٹمی ٹیکنالوجی دی۔ اقوام متحدہ میں ایک نئے ملک اسرائیل کے قیام کی حمایت کی۔ اس طرح یہ یہودی رانی سے پرست بن گئے۔

امریکا ایک ایسا ملک ہے جو اب تک اسرائیل کی جڑیں مضبوط کرتا رہا ہے۔ یہ شخص اس لئے کہ عالم اسلام کے خلاف ایٹم بم کے علاوہ یہودیوں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہودی اسلام کی ابتدا سے مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہودی کبھی مسلمان کے دوست نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کے لئے تاکید ہے کہ یہودیوں سے نہ دوستی کریں نہ ان پر اعتماد کریں۔

ان حقائق کی بنا پر امریکا اور یورپ نے دیکھا کہ اسلام ان کے اپنے ممالک میں بھی پھیلتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان، افغانستان، ایران، مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے تمام

اسلامی ممالک متحد ہو کر دنیا کی سب سے بڑی قوت بن سکتے ہیں تو ان ممالک نے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے ذریعے حملاً آرائی شروع کی۔ اس طرح آج اسرائیل دو سو ایٹم بم اور جدید میزائل وغیرہ تیار کر کے عالم اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔

اس کے برعکس تمام اسلامی ممالک کے سربراہ یا تیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں یا امریکا کے مقروض ہو کر اس کی مرضی کی حکومتمیں قائم کر کے اپنے ملک اور مسلمانوں کو ناخواندہ اور کمزور بنا رہے ہیں۔ صرف ایران اور لیبیا جیسے ممالک امریکی اور اسرائیلی ٹھٹھنے میں نہیں ہیں۔ باقی اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر اسلامی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں اور حمایت کر رہی ہیں کہ اسلام بڑھتے رہے، پھلتے پھولتے رہے اور تاقیامت قائم رہنے کے لئے ہے۔

امریکا اور اسرائیل کے درمیان اکثر اختلافات ہوتے ہیں لیکن کسی اسلامی ملک اور مسلمانوں سے نمٹتا ہو تو وہ اپنے اختلافات پہلے پشت ڈال کر متحد ہو جاتے ہیں۔ اس بار بھی امریکا اور اسرائیل کے اکابرین نے ایک خفیہ اجلاس میں اس تشویش کا اظہار کیا کہ ان کی کئی اہم خفیہ دستاویزات چرائی گئی ہیں اور وہ کسی دن بھی نیا آرمینیا کے ذریعے ایران پہنچا سکتی ہیں۔

اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے امریکی اکابرین سے کہا۔ ”ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری خفیہ دستاویزات کو ایران پہنچانے سے پہلے ہی نیا آرمینیا کو تلاش کر کے اسے گولی مار دی جائے اور اگر وہ ہاتھ نہ آئے اور ہمارے اہم راز ایران پہنچ جائیں تو فوراً ہم اپنی سیاسی پالیسیوں میں ایسی تبدیلیوں کا اعلان کر دیں کہ ان تبدیلیوں کے باعث چرائی ہوئی دستاویزات کی اہمیت ختم ہو جائے۔“

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ان دستاویزات میں ہماری فوج کے کئی اہم راز ہیں۔ ایران ان رازوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔“

برین آدم نے کہا۔ ”ہم فوجی معاملات میں بھی تبدیلیاں لاسکتے ہیں۔ مثلاً ایٹم بموں کی تیاری اور ذخیرہ کرنے کے مراکز تبدیل کر کے انہیں کسی دوسرے مقام پر منتقل کیا جاسکتا ہے۔ چرائی ہوئی دستاویزات میں جو منصوبے درج ہیں ان منصوبوں کو بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔“

”ایسا کرنے میں کچھ وقت بھی لگے گا اور پریشانی بھی ہوگی لیکن نیا آرمینیا گرفتار نہیں ہوگا اور وہ دستاویزات

43

ہیں واپس نہیں ملیں گی تو ہمیں سیاسی اور فوجی معاملات میں بہت سی تبدیلیاں کرنی ہی پڑیں گی۔
امریکا کے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”مسٹر آدم! آپ کی ٹیلی ویژن جانتے والی الپا مسلمان ہو گئی ہے۔ پارس کی شریک حیات اور اس کے بچے کی ماں بن چکی ہے۔ کیا اب اس یہودی الپا کو اسرائیل اور یہودیوں سے کوئی محبت نہیں رہی۔“

برین آدم نے کہا۔ ”یہ سنی سنائی بات ہے کہ الپا مسلمان ہو گئی ہے۔ وہ پارس کی شریک حیات اور اس کے بچے کی ماں بننے کے باوجود یہودی ہے اور یہودی مفادات کے لئے ہمارے کام آتی رہتی ہے۔“

”پھر آپ الپا سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ مملکت اسرائیل سے چرائی ہوئی دستاویزات واپس لا کر دے۔“

برین آدم نے کہا۔ ”وہ دستاویزات الپا کے پاس نہیں“

”لیکن وہ پارس کے ذریعے ایرانی حکام سے کہہ سکتی ہے کیونکہ... ٹی آر بھائی ایک ایرانی عامل کا تابعدار ہے۔ وہ اس عامل سے اور بھائی سے خفیہ دستاویزات لے کر انہیں

پڑے بغیر واپس کر سکتے ہیں۔“

”آپ کیا سمجھتے ہیں کہ الپا ایسی کوشش نہیں کر رہی ہے؟ اس نے ایرانی حکام سے پارس اور فراد کے ذریعے رابطہ کیا ہے۔ ایرانی حکام نے کہا ہے کہ اس ایرانی عامل اور

بھائی سے خود ان کا رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پتا نہیں وہ ایرانی عامل کہاں... روپوش ہے اور ان دستاویزات کو ایران

پہنچانے میں تاخیر کیوں کر رہا ہے؟“

”ہو سکتا ہے، ایرانی حکام الپا سے جھوٹ بول کر اسے

ٹال رہے ہوں۔“

”وہ سچ بول رہے ہیں۔ ہم اور آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ ہماری خفیہ دستاویزات ایران پہنچی ہوئیں تو ایرانی حکام ہمارے خلاف کئی سیاسی اقدامات کر چکے

ہوتے۔“

”ہو سکتا ہے، وہ کسی مناسب موقع پر اقدامات کرنا

چاہتے ہوں۔“

”اے شہادت میں جتنا ہونے سے بہتر ہے کہ ہم سب حالات کا صحیح تجزیہ کریں۔ کیا آپ سب نے اخبارات میں نہیں پڑھا ہے کہ ٹی آر بھائی ہندوستان میں ہے اور اس کا رابطہ ملی ڈونا سے رہتا ہے؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانی عامل حکومت ایران سے بدظن ہے اور بھائی کے

ذریعے ملی ڈونا سے دوستی کر چکا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ بھائی کے علاوہ اب ملی ڈونا کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔“

یہ باتیں امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے خفیہ اجلاس میں ہو رہی تھیں۔ ان کے علاوہ روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ جیسے بڑے ممالک بھی ایک دوسرے سے یہی کہہ رہے تھے کہ اپنی اپنی خفیہ دستاویزات حاصل کرنے کے لئے انہیں

بھائی کے علاوہ ملی ڈونا کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔

ملی ڈونا نے جس دن وہ اخبارات پڑھے تھے اس دن سے اس کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ وہ تمام ٹیلی ویژن جانتے

والوں سے دور ہو کر گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ یوں گمنام رہ کر وہ دشمنوں سے اور تمام ریٹائیوں سے محفوظ تھی لیکن

اس ڈی بھائی نے ایک رات ملی ڈونا کو خواب گاہ میں آکر اس کی پرسکون زندگی میں ہچکچاہٹ پیدا کر دی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی بھائی کو مخاطب کیا اور پوچھا۔ ”کیا تم نے آج کا اخبار پڑھا ہے؟“

”ہاں۔ میں نے کئی اخبار والوں کو خیال خوانی کے ذریعے سرخروہ کر کے یہ خبر چھپوائی ہے کہ میرا تم سے رابطہ رہتا

ہے۔“

”تم نے میری پرسکون زندگی میں ہچکچاہٹ پیدا کر دی ہے۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟“

”پہلے تو میں یہ نہیں جانتا تھا کہ جس جینگے کے بندہ روم میں چور کی طرح داخل ہو رہا ہوں، وہاں ملی ڈونا سے یعنی

تم سے ملاقات ہوگی۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں کسی کے بھی گھر میں وہ اپنی پہنچا کر اخبارات میں خبریں چھپوا کر تمام تلاش

کرنے والوں کو یہ بتا دوں کہ میں مدھیہ پردیش کے ایک شہر بلاپور میں ہوں۔“

”کیا اس ایجنسی میں واقعی دستاویزات ہیں؟“

”بھلا میں ایسی حماقت کیوں کروں گا۔ ایجنسی میں کافذات ہیں، ان میں لکھا ہوا ہے کہ ایران سے میرے

تعلقات نہیں رہے لیکن میرا عامل ایرانی مسلمان ہے۔ وہ اسلامی ممالک کی بہتری کے لئے ان دستاویزات کو اپنے پاس

محفوظ رکھے گا۔ جب کسی بھی اسلامی ملک کے خلاف جارحانہ اقدامات کئے جائیں گے تو پھر ان دستاویزات کو جارحانہ

اقدامات کرنے والے ملک کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔“

”تم تو اپنے مطلب کے لئے کام کر رہے ہو، لیکن میرے لئے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔“

”مشکلات کیسی؟ تم وہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ روپوش نہ کر سکتے ہو۔“

”ایسا تو میں کر رہی ہوں۔ تم سے کہتی ہوں آئندہ مجھ سے وفا کی رابطہ نہ رکھا۔ تم آتا چاہو گے تو میں سانس روک کر تمہیں بھاگوں گی۔“

”ایسا ظلم نہ کرو۔ میں دل کی بات کہتا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر دیوان ہو گیا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں گنجائش ہے تو

مجھے محبت کا جواب محبت سے دو۔ میں نہیں دلاتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے نقصان کبھی نہیں پہنچے گا۔ میں

تمہارے اعتماد اور مرضی کے مطابق تم سے پیار کروں گا اور بیشک تمہارے کام آتا رہوں گا۔“

وہ ذرا سوچ کر بولی۔ ”تم مجھے گھر سے بے گھر کر رہے ہو۔ یہاں میں نے ایک شخص کو کھادے کا شور بپایا تھا۔ میں

جہاں بھی ایک عام عورت کی حیثیت سے پرسکون زندگی گزارنا چاہوں گی، وہاں میرے ساتھ کسی مرد کا ہونا لازمی

ہے۔ اس دہلی میں عورت کسی مرد کے بغیر رہ کر بدنام بھی ہوتی ہے اور تجسّس بھی پیدا کرتی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں

سے آئی ہے؟ اور بے انتہاد دولت مند کیسے ہے؟“

”تم درست کہتی ہو۔ پلیز مجھ پر اعتماد کرو۔ میرے ساتھ گمنام بن کر رہو۔ کوئی بھی ٹیلی ویژن جانتے والا ہمارے سائے

تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔“

”تم پر بھروسہ کرنے کا مطلب ہو گا کہ تمہارے عامل کو میرے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا اور تم اس کے

حکم کے مطابق مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا۔ ”نہ میرا کوئی عامل ہے اور نہ میں کسی کا معمول ہوں۔ میں نے تمام ٹیلی ویژن جانتے والوں کو

اور تمام بڑے ممالک کو دھوکا دینے کے لئے یہ جھوٹ کہا ہے کہ میں کسی عامل کے زیر اثر ہوں اور وہ عامل مجھے اپنی دادی

نیلماس سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔“

”کیا تم سچ جانتی آرہی ہو۔ یعنی نیلماس کے پوتے تلک رام بھائی نہیں ہو؟“

”نہیں، میں نیلماس کو ایک فرضی پوتے ٹی آر بھائی کو تلاش کرتے رہنے اور بھٹکتے رہنے کے لئے ایسی چالیں

چل رہا ہوں۔“

”تم نیلماس کے خلاف ایسا کیوں کر رہے ہو؟“

”تم مجھے اپنے اعتماد میں لئے بغیر، مجھ سے دوستی اور ملاقات کے بغیر میرے بہت سے راز جاننا چاہتی ہو۔ انصاف سے کہو، تم سے کوئی مضبوط رشتہ قائم کئے بغیر تمہیں اپنا

راز دار کیسے بتاؤں؟ بہتر ہے، پہلے تم میرے بارے میں اچھی طرح غور کرو۔ اگر تمہارا دل و دماغ میری طرف مائل ہو اور

تم مجھ سے مضبوط رشتہ قائم کرنے پر آمادہ ہو سکو تو مجھے اپنے پاس بلا لینا پھر میں تم سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاؤں گا۔“

”ٹھیک ہے میں غور کرنے کے بعد جلد ہی تم سے رابطہ کر دوں گی۔“

ملی ڈونا نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر ایک ہفتہ تک میں اپنا ضروری سامان رکھ کر اس جینگے سے دور چلی آئی۔ اس نے

اپنے معمول اور تابعدار ڈی شوہر دیوان دما کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ اس کی دھرم پتی چھپکی رات سے لاپتا ہے اور

اب تک گھر واپس نہیں آئی ہے۔ اس کے جانے کے بعد وہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی پتی نے شاید جاوڈ ٹونے کے ذریعے

اسے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس کے لاپتا ہونے کے بعد وہ اپنا قیمتی بنگلا دیکھ کر اور آہنی سیف میں ہیرے جو اہرات دیکھ کر

حیران ہے کہ وہ اس قدر دولت مند کیسے ہو گیا ہے؟

اس نے یہ تمام باتیں مختلف اخبارات میں چھپوا دیں۔ امریکی اور ہندوستانی سراغرساں یہ خبر پڑھتے ہی اس جینگے میں

آئے دیوان و ما سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے پھر انہوں نے ملی کے بید کے بچے سے وہ اپنی نکال کر اسے کھول

کر ان کافذات کو پڑھا۔ ان کافذات میں وہی لکھا ہوا تھا، جس کا ڈی بھائی نے کیا تھا۔

ان سراغرساں کی انکوائری کی یہ رپورٹ بھی اخبارات میں شائع کی گئی۔ وہ تمام ٹیلی ویژن جانتے والے

جنہیں بھائی کی تلاش تھی، وہ سب مدھیہ پردیش کے شہر بلاپور میں آئے لگے اور اس شہر کے اطراف کے علاقوں

میں بھی بھائی اور ملی ڈونا کو تلاش کرنے لگے۔

ایک شام ملی ڈونا نے بھائی سے رابطہ کر کے کہا۔ ”میں بنگال کے ایک شہر گھوگر میں آ گئی ہوں۔ میں نے تمہارے

بارے میں بہت سوچا ہے اور اسی نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہم دونوں ساتھ رہ کر تمام تلاش کرنے والوں سے محفوظ رہ سکتے

ہیں۔“

”مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر رہی ہو۔ کیا میں گھوگر آ جاؤں؟“

”ہاں آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ڈی بھائی نے مجھے مخاطب کر کے بتایا کہ وہ ملی ڈونا کا اعتماد حاصل کر چکا ہے اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرنے جا رہا ہے۔ اگر ملی کوئی مکاری کرے تو

میں اس پر نظر رکھوں گا اور اس کی مکاری سے اسے محفوظ

رکھ سکوں گا۔ وہ مجھے یہ رپورٹ دے کر چلا گیا۔

○☆☆○

پورس نے ایک بار نیلماں سے جیسا سلوک کیا تھا اب نیلماں بھی ناپیدہ بن کر پورس کے اندر سا کر اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہی تھی۔ اس نے اسے پیٹنے کیا تھا کہ وہ اسے اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا اور وہ ہمیشہ اس کے اندر رہ کر اس کی تمام مصروفیات سے آگاہ ہوتی رہے گی اور اس کا جینا محال کر دے گی۔

دیکھا جائے تو پورس اس بلا کے ٹھٹھنے میں آگیا تھا اور اس ٹھٹھنے سے ٹھٹھنا واقعی ممکن نہیں تھا۔ نیلماں کو یقین تھا کہ اب پورس کی کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔ وہ اپنی تمام ذہانت اور مکاریاں آزما کر ناکام ہونے کے بعد اس کے آگے ٹھٹھنے ٹیک دے گا اور مجبور ہو کر اسے اپنے دماغ میں آنے کا راستہ دے دے گا۔

پہلے تو پورس واقعی پریشان ہو گیا تھا کہ اس بلا کو اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا پھر وہ اچانک قہقہے لگنے لگا۔ اس کے قہقہے تارے تھے کہ وہ اسے اپنے اندر سے دودھ کی کھسی کی طرح نکال دیتے گا۔

وہ ناگوار سی بولی۔ ”کیا پاگل ہو گئے ہو؟“ وہ ہنسنے ہوئے بولا۔ ”میرا نام پورس ہے، میں پاگل نہیں ہوتا۔ پارس کی طرح دوسروں کو پاگل بناتا ہوں۔“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ مجھے اپنے اندر سے نکلنے پر مجبور کر سکو گے؟“

”تمہیں ابھی پتا چلے گا کہ میں تمہیں کس طرح مجبور کر سکتا ہوں۔ اس سے پہلے تمہیں سمجھانا ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے، مجھ سے دور چلی جاؤ۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے ورنہ تمہاری دیر بعد میں تمہاری گردن دو بچ لوں گا۔“

”میں مانتی ہوں کہ تم اور پارس زبردست چالاکاں ہو، لیکن تم چاہے جتنی بھی چالیں چلو نا ممکن کو ممکن نہیں بنا سکو گے۔“

”میں نے تمہیں ایک بار سمجھا دیا۔ دوسری بار نہیں سمجھاؤں گا۔ ابھی تمہاری دیر بعد تمہیں دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔“

”تمہاری دیر بعد کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟“

”مجھے کسی کا انتظار ہے۔“

”اوہو۔“ تجسس پیدا کر رہے ہو۔ کیا ہاتھ جوڑ کر پڑھنا چاہتے ہو اور بلکون تمہاری مدد کرنے کے لئے سویم پدھارنے والے ہیں؟“

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہو پورس نے کہا۔ ”آجاؤ۔“

نیلماں نے دیکھا کرے کا دروازہ کھلا اور ایک اندر آیا۔ اس کا ایک ہاتھ پیچھے تھا۔ پورس نے اس سے ”شروع ہو جاؤ۔“

اس شخص نے پیچھے والے ہاتھ کو آگے کیا۔ اس ہاتھ میں ناپیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کا کارہ بنانے والی دو اکانک پھونک تھیں۔ اس نے ان کی اسپرے کیا۔ چند سینکڑوں میں ہی نیلماں پورس کے اندر نکل کر نمودار ہو گئی۔ وہ ناپیدہ نہ رہ سکی۔ اس کے منہ میں لباس میں جتنی گولیاں اور کیپسول تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے۔ نمودار ہوتے ہی نیلماں کے قلعے سے نکل نکل گئی دشمن کے بالکل سامنے جسمانی طور پر حاضر ہو گئی تھی۔

پورس نے کہا۔ ”یہ ضروری نہیں ہے کہ جو ہاتھ تمہارے لیے ناممکن ہو، وہ ہمارے لیے بھی ناممکن ہو۔ بالکل معمولی سی بات تھی۔ بس ذرا حاضر دماغی لازمی ہے۔ اب بولو کہاں بچ کر جاؤ گی؟“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ”واقعی ذہانت کے آگے ہر بے ہتھیار اور خطرناک ملا جلتی بھی بے کار ہو جاتی ہے تم نے میری توقع کے خلاف مجھ سے نجات حاصل کر لی ہے۔“

”میں نے تو نجات حاصل کر لی ہے مگر تم ٹھٹھنے میں ہو۔“

”ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ جب تم دشمنوں کا سلوک کر گئے، مجھے زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ بنا کر اپنی معمول اور کنیز بنانا چاہو گے تو میری آتما یہ جسم چھوڑ چلی جائے گی پھر میں کوئی دوسرا جسم حاصل کر لوں گی۔“

”بے شک تم ایسا کر سکتی ہو۔ ویسے یہ تو تاؤ کہ تم دیوی شی نارا کا یہ جسم کیسے حاصل کیا ہے؟“

”یہ مندرہ رانی کا جسم ہے۔ میں نے پلاسٹک سرجری ذریعے خود کو دیوی شی نارا کا ہم شکل بنایا ہے۔ ایک تو بڑا حسین چہرہ پسند ہے پھر یہ کہ شی نارا کی ہم شکل بن کر میں آج تمہیں ٹرپ کیا تھا۔ آئندہ پارس کو ٹرپ کرنے آئی۔“

وہ اپنی جب سے ریوا لور نکال کر بولا۔ ”میں یہاں تک سمجھ رہا ہوں کہ تم میرے قابو میں نہیں آؤ گی۔ لے اپنی آتما کو میاں سے لے جاؤ اور یہ جسم میں آؤ۔“

اس نے نیلماں کا نشانہ لیا پھر غائب گھٹن کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں چلائیں۔ دو اس کے سینے میں پوسٹ ہوئیں۔ باقی گولیوں نے اس کے چہرے کو چھلنی کر دیا۔ پھر اس نے منشا سے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”میں اپنی کار میں میاں سے کئی کلو میٹر دور جا رہا ہوں تاکہ اسپرے کی ہولی دے سکے، اثرات سے دور نکل جاؤں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرتی رہو۔ میں کہاں پہنچ رہا ہوں۔ وہاں آکر مجھے ناپیدہ بنانے والی گولیاں دو۔“

منشا نے کہا۔ ”میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میاں سے فوراً نکل۔ نیلماں کی آتما ہمیں دیکھ رہی ہو گی۔ وہ تمہارے موجودہ چہرے کو پہچانتی ہے۔ تمہیں ناپیدہ ہو کر اس کی آتما سے روپوش رہنا پڑے گا۔“

وہ باہر کار میں آکر بیٹھنے ہوئے بولا۔ ”میں نے یہی سوچا ہے۔ ناپیدہ ہو کر کسی دوسری جگہ جا کر اپنا چہرہ تبدیل کروں گا پھر اس کی آتما مجھے پہچان نہیں سکے گی۔ اس کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا۔“

وہ کار اشارت کر کے اسے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ منشا اس کے دماغ میں تھی۔ جب وہ کئی کلو میٹر دور آیا تو منشا نے اس کے پاس پہنچ کر اسے گولیاں دیں۔ وہ ایک گولی ٹھٹھ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر تقریباً تین گھنٹے بعد وہ منشا اور منشا کی رہائش گاہ پر پہنچا تو اس کا چہرہ بدل چکا تھا۔

منشا نے اس کی گردن میں بائیں ڈال کر کہا۔ ”اب نیلماں تمہیں پہچان نہیں سکے گی۔ میں تو خیال خوانی کے ذریعے یقین کر رہی ہوں کہ تم میرے پورس ہو۔“

منشا نے مسکرا کر کہا۔ ”تم دونوں روبائس کے موڈ میں ہو۔ میں اپنے بیڈ روم میں جا کر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گی کہ نیلماں نے کوئی دوسرا جسم حاصل کیا ہے یا نہیں؟“

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ پورس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر منشا کے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچے ہوئے بولا۔ ”تم ایسی چیز ہو کہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے دروازہ بند کرنا پڑتا ہے۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولی۔ ”سسر بھی سمجھ دار ہیں۔ ہمیں تمہا پھوڑ کر گئی ہیں۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی پھر منشا کی آواز سنائی دی۔ ”پورس جلدی سے دروازہ کھولو۔ کچھ مگر بڑھ ہو رہی ہے۔“

اس نے فوراً ہی منشا سے الگ ہو کر آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

منشا اندر آکر پریشانی سے بولی۔ ”میری خیال خوانی کی لہرس پرواز نہیں کر رہی ہیں۔ میری ٹیلی پیٹھی کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔“

پورس نے اس کے دماغ میں جانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی مگر نہ کر سکا۔ بار بار ناکام کوششیں کرنے کے بعد جراتی سے بولا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری بھی ٹیلی پیٹھی کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔“

ٹیلی پیٹھی کے اختتام والی بات صرف پورس اور منشا تک محدود نہیں تھی۔ دنیا کے جس حصے میں بھی ٹیلی پیٹھی جاننے والے تھے، سب ہی اس غیر معمولی صلاحیت سے محروم ہو گئے تھے۔ ان میں الپا، پارس، فنی، علی تیمور، ڈیوٹا، بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے امریکا، روس، اسرائیل اور بھارت سے تعلق رکھنے والے سب ہی ٹیلی پیٹھی سے محروم ہو گئے تھے۔

یہ انقلاب اچانک آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیٹھی کو پیشہ کے لئے ختم کرنے والی دو اہم ترین مقدار میں تیار کی گئی تھی۔ جناب تہریزی نے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کو ہدایت دی تھیں کہ وہ ناپیدہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کو ناکارہ کرنے والی دوائیں اور ٹیلی پیٹھی کو پیشہ ختم کرنے والی دوا بھی وافر مقدار میں لے کر دنیا کے ہر گوشے میں جائیں اور تمام دوائیں اسپرے کریں۔ دنیا کا کوئی ملک اور کوئی جزیرہ نہ چھوڑا جائے۔

انہوں نے فرمایا۔ ”ترانہ خمار مرثیوں سے ٹیلی پیٹھی جاننے والے کیڑے کوڑوں کی طرح پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور جسے دیکھو وہی ناپیدہ بن کر دوسروں کے لئے نصیب بننا جا رہا ہے۔ لہذا ان تمام خرافات کو ختم کیا جائے۔ صرف وہ افراد جنہوں نے قدرتی طور پر محنت اور ریاضت سے ٹیلی پیٹھی کا علم حاصل کیا ہے ان پر دوا اثر نہیں کرے گی۔“

جن افراد کی ٹیلی پیٹھی کا علم باقی رہے گا۔ ان میں سے ایک میں ہوں۔ میرے علاوہ آمنہ فرہاد، نیلماں، مہاراج اور گردو ہیں۔

باقی ٹیلی پیٹھی جاننے والے ٹھہرے تمام ناپیدہ بننے والے ٹھہرے تمام کیپسول کے ذریعے پرواز کرنے والے ٹھہرے پیشہ کے لئے ٹھہرے۔

○☆☆○

پچھلے تین دنوں سے دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبے اور ہر جزیرے میں وہ تمام دوائیں اسپرے کی جارہی تھیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے سیکڑوں افراد یہ کام انجام دے رہے تھے۔ فنی، علی تہور، الپا، پارس اور ادارے کے تمام ٹیلی پیٹھی جانے والوں کو پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ ان کا یہ علم ختم ہونے والا ہے۔

جناب تہیزی کے اس فیصلے کے خلاف کوئی بول نہیں سکتا تھا۔ ان پر سب ہی کو اعتماد تھا کہ وہ ادارے اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے بہترین فیصلے کرتے اور ان فیصلوں پر عمل کراتے رہتے ہیں۔ صرف الپا نے دلی زبان سے اعتراض کیا۔ ”پارس! ہم ٹیلی پیٹھی کے بغیر نیتے ہو جائیں گے۔ ہم اس علم کی بدولت دوسروں سے مختلف اور ممتاز رہتے ہیں۔ یہ علم نہیں رہے گا تو ہم عام انسان کی طرح اپنی کوئی خاص حیثیت نہیں بنائیں گے۔ دوسروں کے رحم و کرم پر رہیں گے اور دشمنوں سے چھپتے پھریں گے۔“

پارس نے کہا۔ ”ہمارے پاس ذہانت ہے اور برسوں کے تجربات ہیں۔ یہی ہمارا ہتھیار ہیں۔ ٹیلی پیٹھی کے بغیر صرف ہم ہی نہیں دنیا کے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے بھی نیتے ہو جائیں گے۔ صرف اپنے بارے میں ایسا نہ سوچو۔ دشمن بھی ہم سے چھپتے پھریں گے۔“

”کچھ بھی ہو۔ میں اس علم سے محروم نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے اسرائیلی اکابرین اور پوری یہودی قوم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ یہی الزام دیا جائے گا کہ میں نے تم سے شادی کر کے اپنے ساتھ دوسرے یہودی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔“

”اب! اسرائیلی اکابرین یہ بھی تو دیکھیں گے کہ صرف ان سے دشمنی نہیں کی گئی ہے۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں سے یہ علم چھین لیا گیا ہے۔“

”میں یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ جناب تہیزی کے ہر فیصلے کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اس کے باوجود تم سے کتنی ہوں کہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو میرے لئے بڑھ کر۔ مجھے اتنی اہمیت دو کہ یہ علم میرے پاس برقرار رہے۔“

”میں خود اس علم سے محروم ہونے والا ہوں پھر تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اگر تم بچاؤ کی تدبیر کر سکتی ہو تو کرو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔“

”میں تدبیر کر سکتی ہوں۔ لیکن تم پر امان جاؤ گے۔“

”تم اپنی بہتری جس بات میں سمجھتی ہو، میں اس بات کا برا نہیں مناؤں گا۔ بولو کیا تدبیر ہے؟ کیا کرنا چاہتی ہو؟“

”میں کچھ عرصے کے لئے تم سے جدا ہو کر ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں وہ دشمن دوائیں بچھ نہ سکیں۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم اپنی بہتری کے لئے مجھ سے دور کہیں بھی جاسکتی ہو۔ میں کبھی نہیں پوچھوں گا کہ تم کہاں ہو؟ پھر جب تمہارا دل چاہے، پہلی آگاہ میرے دل کے اور میرے گھر کے دروازے تمہارے لئے کھلے رہیں گے۔“

پارس سے اجازت ملنے ہی وہ ایک گھنٹے بعد ہی اپنی گھر لے کر آنسو بہاتے ہوئے اس سے رخصت ہو گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے یہودی ٹیلی پیٹھی جاننے والے مانتھن سے رابطہ کیا۔ انہیں بتایا کہ ٹیلی پیٹھی کو پیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسپرے کی جائے گی۔ ان مانتھن کو کسی شہر، قصبے یا کسی جزیرے میں نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں کسی ایسی دشوار گزار جگہ جا کر چھپنا چاہئے جہاں دوا اسپرے کرنے والے نہ پہنچ سکیں۔

پھر اس نے آرمی اٹلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برن آرم سے رابطہ کر کے کہا۔ ”ہنگ برادر! تادیہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اسپرے کی جائے والی ہیں۔ آپ تمام دواؤں کو زیر زمین بچا دیں تاکہ وہ اسپرے کے اثرات سے محفوظ رہیں۔“

برن آرم نے کہا۔ ”ہم ان دواؤں کو یہ خانے میں رکھیں۔ تم فکر نہ کرو۔“

”فکر یہ ہے کہ اسپرے کی ہوئی دواؤں کا اثر کئی گھنٹوں تک رہے گا۔ اس دوران میں یہ خانے کا دروازہ کھولا جائے گا تو ہاں کی تمام دوائیں ناکارہ ہو جائیں گی۔“

”میں سختی سے تاکید کروں گا کہ تم از کم ایک ہفتے تک یہ خانے کے دروازے کو کھولا نہ جائے۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے وقت سے پہلے ہی بتا دیا۔“

”ایک اور بری خبر ہے۔ بابا صاحب کے ادارے نے ٹیلی پیٹھی کو پیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار ہو چکی ہے۔ اس دوا کو بھی دنیا کے ہر خطے میں اسپرے کیا جائے گا۔ میں نے اپنے ماتحت ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کو سمجھا دیا ہے کہ کسی ملک، کسی شہر اور کسی جزیرے میں نہ رہیں۔ ایسی جگہ انتخاب کریں کہ دوا اسپرے کرنے والے وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔“

”تم خود کو کس طرح بچاؤ گی؟“

”میں پارس سے بہت دور جارہی ہوں۔ ایک یہ خانے میں اپنی بیٹی اہم ساتھ بند رہوں گی۔ میرے پاس کھانے پینے کا اور دوسری اہم ضرورت کا سامان رہے گا۔“

”یہ تک تم نے پارس سے شادی کر کے داخل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب کو پہلے سے اس عظیمی تدابیر پر عمل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔“

برن آرم نے ایک لیبارٹری اور اس کے یہ خانے کے مسلح گارڈز کو حکم دیا کہ ایک ہفتے تک یہ خانے کا دروازہ کسی کو کھولنے کی اجازت نہ دی جائے بابا صاحب کے ادارے کے افراد ہی حکمت عملی سے کام کر رہے تھے۔ جن ممالک کے بارے میں یہ معلومات تھیں کہ وہاں کی کسی لیبارٹری یا یہ خانے میں گولیوں اور کیپولوں کا ذخیرہ ہے، وہاں وہ پہلے مسلح گارڈز کو ٹیلی پیٹھی کے ذریعے حذر دہ کرتے تھے پھر یہ خانوں میں جا کر دوا اسپرے کر کے واپس جاتے وقت ان علاقوں میں ٹیلی پیٹھی کو ختم کرنے والی دوا اسپرے کر کے خود بھی اس علم سے محروم ہو جاتے تھے۔

انہوں نے تین دنوں میں دنیا کے تمام ممالک اور تمام جزیروں میں دوائیں اسپرے کیں۔ وہ اسپرے کرنے والے سیکڑوں کی تعداد میں تھے۔ اس کے باوجود وہ دنیا کے ہر حصے میں نہیں پہنچ سکتے تھے اس لئے ان کا یہ کام تین دنوں کے بعد بھی جاری رہا۔ جو دشوار گزار مقامات رہے تھے، وہاں بھی وہ پہنچ کر اسپرے کرتے جا رہے تھے۔

دیسے تین دنوں میں ہی خاطر خواہ نتائج سامنے آئے تھے۔ تقریباً پچانوے فیصد معروف ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس علم سے محروم ہو چکے تھے۔ جو باقی فیصد وہ گئے تھے، ان کی بھی خبر نہیں تھی۔ کچھ دنوں بعد سبھی وہ بھی ان دواؤں کے زیر اثر آنے والے تھے۔

ٹیلی ڈانٹ نے ڈی بی آر بھائی سے پوچھا۔ ”تم پریشان نہیں ہو رہے ہو؟ جبکہ اتنے بڑے اور غیر معمولی علم سے محروم ہو گئے ہو۔“

وہ بولا۔ ”میں اس لئے حیران اور پریشان نہیں ہوں کہ میرا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ مجھے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اپنی ٹیلی پیٹھی دوا تادیہ بنانے والی گولیوں اور فلائنگ کیپولوں کو ناکارہ بنانے والی دوائیں اسپرے کی جائیں گی۔“

”تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟“

”مٹانے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ تم دنیا کے کسی بھی حصے میں چھپ کر ان دواؤں سے بچ نہیں سکتی تھیں۔ ہمیں چند

دنوں میں معلوم ہو گا کہ جیتے جی قبروں میں جا کر چھپنے والے بھی ان دواؤں کے زیر اثر آچکے ہیں۔“

”کیا پورس پارس اور نیلماں وغیرہ بھی ٹیلی پیٹھی سے محروم ہو گئے ہیں؟“

”جن لوگوں نے مصنوعی طریقے سے یعنی ٹرانسافر مشین کے ذریعے ٹیلی پیٹھی کا علم حاصل کیا تھا وہ تمام لوگ محروم ہو چکے ہیں۔ جن افراد نے دن رات کی محنت اور ریاضت سے یہ علم حاصل کیا ہے، قدرت کی طرف سے عطا کردہ ان کا علم اپنی ٹیلی پیٹھی دوا سے متاثر نہیں ہو گا۔ فرہاد صاحب، محترمہ آمنہ فرہاد، نیلماں، مہاراج اور گرو دیو اس علم سے محروم نہیں رہیں گے۔“

”او گاڈ! پھر تو نیلماں میرے دماغ میں آکر مجھے اپنی معمول اور کینرینا لے گی۔ میں اس سے کس طرح بچ پاؤں گی؟“

”وہ تمہارے موجودہ چہرے اور لب و لہجے سے واقف نہیں ہے۔ فی الحال تم محفوظ ہو اور اسی طرح روپوش رہ کر محفوظ رہو گی۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مہاراج اور گرو دیو ... بھی تمہارے خون کے پاس ہیں۔ تم نے ان کے ایک بھائی شیو راج کو قتل کیا تھا، وہ تمہیں قتل کرنے کے لئے تلاش کر رہے ہیں۔“

”ہاں اب یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے میں روپوش رہ کر تمام دشمنوں سے محفوظ رہ سکوں گی۔ اب میں ٹیلی پیٹھی کے بغیر ایک عام سی عورت ہوں۔ کیا اب بھی میرے ساتھ رہو گے؟“

”میرے منہ میں ایک مرکوی زبان ہے۔ میں مسلمان ہوں اور میرا نام شاہد کاہران ہے۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ حاصل رہے گا اور میں تمہارا محافظ بن کر رہوں گا۔“

ٹیلی نے اس کے قریب آکر اس کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اب وہی اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ تھا۔

چاروس نے کبھی دعویٰ کیا تھا کہ اس نے قدرتی طور پر ٹیلی پیٹھی سیکھی ہے لیکن اس علم سے محروم ہونے کے بعد اس کا بصورت ظاہر ہو گیا تھا۔ اس نے نتاشا سے کہا ”ہم بارہ گھنٹوں تک ایک دوسرے سے دور رہیں گے پھر ہماری ٹیلی پیٹھی کا علم بحال ہو جائے گا۔“

ابھی اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ پیشہ کے لئے خیال خوانی سے محروم ہو گیا ہے۔ وہ نتاشا سے دور ہو کر ورزش کرتا

مہاراج نے مسکرا کر کہا۔ ”ایک بہت بڑے غیر معمولی علم سے محروم ہو گئے پھر بھی زندہ دلی نہیں گئی؟ تمہارے پاپا کیا دن رات تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے؟“

مہاراج کے بھائی گرو دیو نے کہا۔ ”بھائی مہاراج! بے شمار ٹپکلی چیتھی جانے والوں کو تارہ مانا جاتا ہے۔“

صاحب کے ادارے کی طرف سے اچانک وہی ایسی سیلی جیڑ کر
دوا اسپرے کر کے تمام بڑے ممالک اور ہمارے یہودی ٹیڈل

ہیتی جانے والوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ صرف تم ہی اپنی چالاکي سے اب تک محفوظ ہو۔ کیا تم نے پارس سے رابطہ کیا تھا؟

”نہیں۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔ اگر پارس ٹیلی ہیتی سے محروم ہو گیا ہو گا تو اس کے پایا خیال خوانی کے ذریعے میری خیریت معلوم کر سکتے ہیں لیکن پایا اور ماما آئندہ فرہاد مجھے نظر انداز کر رہے ہیں۔“

”الپا! ان خفاقی کے پیش نظر سمجھو یہ مسلمان کبھی ہمارے نہیں ہو سکیں گے۔“

”میں بہت کچھ سمجھ رہی ہوں۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ جب تک پارس اپنے والدین کے ذریعے میری خیریت معلوم نہیں کرے گا، میں بھی اس سے رابطہ نہیں کروں گی۔ اگر وہ مجھے بنائے گا تو میں اس لئے نہیں جاؤں گی کہ وہ لوگ مجھے بھی ٹیلی ہیتی کے علم سے محروم کرنا چاہیں گے۔ میں یہ نقصان اٹھانے نہیں جاؤں گی۔“

”تم ذہین ہو۔ تم نے اپنی ذہانت سے ٹیلی ہیتی کی دنیا میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمارے پاس بھی ایٹمی ٹیلی ہیتی دوا ہونی چاہئے۔ اگر مسلمان ہمیں دھوکا دے رہے ہیں تو ہم اس دوا کے ذریعے ان کے ٹیلی ہیتی جانے والوں کو اس علم سے محروم کر سکیں گے۔“

”اپنے کہا۔“ یہ دوا پورس کے پاس ہوئی لیکن اس دوا کا اثر صرف بارہ گھنٹوں تک رہتا ہے۔“

”پورس کو شش کرے تو پائیدار اثر رکھنے والی دوا تیار کر سکتا ہے۔ تم کو شش کر کے پورس کی حمایت اور اعتماد حاصل کر سکتی ہو۔“

”مجھے ناکامی ہوگی۔ میری بدترین دشمن نتاشا اس کی بہن بنی ہوئی ہے۔ آپ لوگ نتاشا سے دوستی کر کے پورس کو بھی دوست بنا سکتے ہیں۔“

”اب تو ٹیلی ہیتی کے ذریعے رابطے کا سلسلہ نہیں رہا۔ یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ پورس آج کل کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ اب تو وہ روپوش رہے گا۔“

”میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے کہہ دیتی ہوں کہ وہ اسرائیلی آری اٹھلی جس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے ملاقات کرے۔“

”ہاں۔ تم کسی طرح رابطہ کر دو پھر ہم اسے اپنی طرف مائل کر لیں گے۔“

”آپ اسے یہی تاثریں کہ الپا کی طرف سے خاموشی ہے۔ شاید وہ بھی ٹیلی ہیتی سے محروم ہو گئی ہے۔“

”ہے۔“

”یہ کہہ کر اس نے پورس سے رابطہ کیا۔ اس نے پہلی سانس روک لی۔ دو سری بار پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

”دو بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”دشمنوں سے نمٹنا چاہو تو اپنا ایک مضبوط محاذ بناؤ۔ اسرائیل کے آری اٹھلی جنرل کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرو۔“

”یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ نتاشا نے پورس سے پوچھا۔ ”کون تھا؟“

”تہا نہیں۔ سوچ کر لہجہ بھرائی ہوئی تھیں۔ ”زنا نہ اور مردانہ گجے کا فرق سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچ کر لہجہ کر رہی تھیں۔ دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو تو ایک مضبوط محاذ بناؤ اور اسرائیلی آری اٹھلی جس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کرو۔“

نتاشا نے کہا۔ ”وہ چڑیل الپا ہوگی۔ میرے خلاف کرا چال چلنا چاہتی ہوگی۔“

”نتاشا! حالات کا تجربہ کرو۔ الپا مستقل پارس کے زیر اثر ہے پھر یہ کہ پارس کی طرح وہ بھی ٹیلی ہیتی سے محروم ہو چکی ہوگی۔ ہم برین آدم سے رابطہ کر کے الپا اور پارس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ برین آدم سے مل کر ہم ایک مضبوط محاذ بنا سکیں۔“

پورس نے موبائل فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ”میں پورس بول رہا ہوں۔ تمہارا ایک نمائندہ خیال خوانی کے ذریعے میرے پاس آیا تھا۔ وہ کون ہے؟“

برین آدم نے کہا۔ ”عجب ہے۔ آدھا گھٹنا پہلے کسی مجھ سے دماغی رابطہ کیا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ میرے لئے انجانا سا تھا۔ اس نے کہا، دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہو پورس سے مل کر ایک مضبوط محاذ بناؤ۔ میں نے کہا، میں نہیں جانتا کہ پورس کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ ابھی ہمارے درمیان رابطہ کرا دے گا اور وہ اس نے یہی کیا ہے۔“

”کیا تمہیں بگ برادر کہنے والی الپا نے رابطہ نہیں ہے؟“

”پورس، ہم سب کے ساتھ ایک ہی المیہ ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی ہیتی جاننے والے اس علم سے محروم ہو گئے ہیں الپا بھی محروم ہو گئی ہے۔“

پورس نے کہا۔ ”مجھے کسی کا پر اسرار رہتا مگر ان گزرا ہوئے میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ کون ٹیلی ہیتی جاننے والا ہے جو ہمیں متحد کرنا چاہتا ہے۔“

الپا نے برین آدم کے دماغ سے نکل کر پورس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ ”میں پر اسرار رہتا نہیں چاہتی۔ بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی ہوں تاکہ کوئی مسلمان ٹیلی ہیتی جاننے والا میری اصل آواز اور لب و لہجہ سن کر میرے دماغ میں نہ آئے میں بلی ڈونا ہوں۔ ایک بے خانے میں چھپی ہوئی ہوں لیکن میاں اپنی تکلف ہے کہ مجھے میاں سے ٹھکانا ہی ہوگا۔“

”تہا نہیں! ہراس دشمن دوا کا اثر ختم ہوا ہے یا نہیں؟ ہر حال پہلے تم برین آدم سے باتیں کرو۔ میری ٹیلی ہیتی سلامت رہے گی تو میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔“

الپا نے خود کو بلی ڈونا ظاہر کیا پھر برین آدم کے پاس پہنچی۔ پورس نے کہا۔ ”مسٹر آدم! ابھی وہ پر اسرار بننے والی میرے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔ وہ بلی ڈونا ہے اور دوا کے اثر سے محفوظ رہنے کے لئے ایک دھخانے میں چھپی ہوئی ہے۔ واقعی ان مسلمانوں نے ہمیں گولیوں، میکینوں اور ٹیلی ہیتی سے محروم کر کے ہمیں جھجھوڑا ڈالا ہے۔ اب ہمیں بھی ان کے خلاف بہت کچھ کرنا ہوگا۔“

برین آدم نے کہا۔ ”یہ اچھا ہوا کہ تم سے رابطہ ہو گیا۔ تمہارے پاس بھی ٹیلی ہیتی کو بارہ گھنٹے تک ختم کرنے والی دوا ہے۔ اگر تم ہی جان سے محنت کر گے تو ان مسلمانوں کی طرح تم بھی ٹیلی ہیتی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا بنا سکو گے۔“

”میں یقین ہے کہ بابا صاحب کے ادارے میں تمام ٹیلی ہیتی جاننے والوں پر دوا اسپرے نہیں کی گئی ہے۔ فرہاد کے بیٹوں اور ہو کی ٹیلی ہیتی کو ختم نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ ہم تم مل کر ان کی ٹیلی ہیتی کو ختم کر سکتے ہیں۔“

”میں یہی کرنے والا ہوں لیکن مجھے دو ایسے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے، جو باری باری دن رات میرے ساتھ محنت کریں اور میرے رازدار بن کر رہیں۔ اگر ٹیلی ہیتی برقرار رہتی تو میں ڈاکٹروں کو اپنا معمول اور تابعدار بناتا۔“

”اسرائیل میں عالمی شہرت یافتہ تجربہ کار ڈاکٹروں میں جنہیں دو نہیں چار ڈاکٹر دے سکتا ہوں۔ وہ تمہارے حکومت اور فائبردار بن کر رہیں گے۔ ہم سے ان ڈاکٹروں کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔“

”مجھے منظور ہے۔ ان ڈاکٹروں کو آج ہی اٹلی کے شہر روم بھیج دو اور مجھے روانگی کا وقت بتا دو کہ وہ روم کے کس ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں ان سے رابطہ کروں گا۔ اور فون کے ذریعے گاؤڈ کروں گا کہ انہیں ہوٹل سے نکل کر کہاں کہاں جانا ہے اور آخر میں مجھ سے کہاں ملاقات ہوگی۔“

”جناب تہریزی نے آئندہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے گوشہ نشینی ترک کر دے۔ امریکا، اسرائیل، روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی رہے کہ ٹیلی ہیتی سے محروم ہوجانے کے بعد وہ ممالک کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے اس امریکی سیکریٹری افسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا، جو ایک جزیرے میں ٹرانزائر مر مشین کی نگرانی کے لئے دن رات وہاں رہتا تھا۔ ویسے وہاں سیکورٹی سخت فوجی رہتے تھے لیکن میں نے مشین کے اس انجنین سیکریٹری افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ وہ ایک دن کی چھٹی لے کر واشنگٹن آیا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نے اس انجنین کو اپنی ٹیلی ہیتی دوا کا ایک کین دیا۔ وہ اس کین کو چھپا کر جزیرے میں واپس گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ جب بھی کسی کو ٹرانزائر مر مشین سے گزارا جائے وہ رازداری سے تحوڑی سی دوا اسپرے کر دیا کرے۔ اس طرح اس مشین سے گزرنے والا ٹیلی ہیتی کا علم حاصل کرتے ہی اسی وقت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔“

پورس ٹیلی ہیتی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والا تھا تاکہ میرے بیٹوں اور دوسرے مسلمان ٹیلی ہیتی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کر سکے جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو بھی ٹیلی ہیتی سے محروم کیا ہے۔“

”جناب تہریزی نے ایمان اور انصاف کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ قدرتی طریقہ کار کے مطابق محنت و ریاضت سے حاصل کیا ہوا ٹیلی ہیتی کا علم باقی رہے اور باقی مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا کمزور علم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف ایک دوا سے فنا ہوجائے۔“

”میں بہت محتاط رہ کر انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔“

ان کے درمیان تمام معاملات طے پا گئے۔ فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا نے برین آدم سے کہا۔ ”بگ برادر! یہ پورس دراصل پارس کے مقابلے میں کتر رہتا نہیں چاہے گا اس لئے جلد سے جلد دوا تیار کرائے گا۔ اب ہمیں امریکا سے سووے بازی کرنی چاہئے۔ ان کے پاس ٹرانزائر مر مشین ہے۔ ہم انہیں کوئی فائدہ پہنچا کر اپنے قابل لوگوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور انہیں ٹیلی ہیتی سکھائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ امریکا سے ایسی سووے بازی ہوجائے گی۔“

”جناب تہریزی نے آئندہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے گوشہ نشینی ترک کر دے۔ امریکا، اسرائیل، روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی رہے کہ ٹیلی ہیتی سے محروم ہوجانے کے بعد وہ ممالک کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے اس امریکی سیکریٹری افسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا، جو ایک جزیرے میں ٹرانزائر مر مشین کی نگرانی کے لئے دن رات وہاں رہتا تھا۔ ویسے وہاں سیکورٹی سخت فوجی رہتے تھے لیکن میں نے مشین کے اس انجنین سیکریٹری افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ وہ ایک دن کی چھٹی لے کر واشنگٹن آیا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نے اس انجنین کو اپنی ٹیلی ہیتی دوا کا ایک کین دیا۔ وہ اس کین کو چھپا کر جزیرے میں واپس گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ جب بھی کسی کو ٹرانزائر مر مشین سے گزارا جائے وہ رازداری سے تحوڑی سی دوا اسپرے کر دیا کرے۔ اس طرح اس مشین سے گزرنے والا ٹیلی ہیتی کا علم حاصل کرتے ہی اسی وقت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔“

پورس ٹیلی ہیتی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والا تھا تاکہ میرے بیٹوں اور دوسرے مسلمان ٹیلی ہیتی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کر سکے جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو بھی ٹیلی ہیتی سے محروم کیا ہے۔“

”جناب تہریزی نے ایمان اور انصاف کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ قدرتی طریقہ کار کے مطابق محنت و ریاضت سے حاصل کیا ہوا ٹیلی ہیتی کا علم باقی رہے اور باقی مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا کمزور علم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف ایک دوا سے فنا ہوجائے۔“

”میں بہت محتاط رہ کر انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔“

ان کے درمیان تمام معاملات طے پا گئے۔ فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا نے برین آدم سے کہا۔ ”بگ برادر! یہ پورس دراصل پارس کے مقابلے میں کتر رہتا نہیں چاہے گا اس لئے جلد سے جلد دوا تیار کرائے گا۔ اب ہمیں امریکا سے سووے بازی کرنی چاہئے۔ ان کے پاس ٹرانزائر مر مشین ہے۔ ہم انہیں کوئی فائدہ پہنچا کر اپنے قابل لوگوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور انہیں ٹیلی ہیتی سکھائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ امریکا سے ایسی سووے بازی ہوجائے گی۔“

”جناب تہریزی نے آئندہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے گوشہ نشینی ترک کر دے۔ امریکا، اسرائیل، روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی رہے کہ ٹیلی ہیتی سے محروم ہوجانے کے بعد وہ ممالک کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے اس امریکی سیکریٹری افسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا، جو ایک جزیرے میں ٹرانزائر مر مشین کی نگرانی کے لئے دن رات وہاں رہتا تھا۔ ویسے وہاں سیکورٹی سخت فوجی رہتے تھے لیکن میں نے مشین کے اس انجنین سیکریٹری افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ وہ ایک دن کی چھٹی لے کر واشنگٹن آیا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نے اس انجنین کو اپنی ٹیلی ہیتی دوا کا ایک کین دیا۔ وہ اس کین کو چھپا کر جزیرے میں واپس گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ جب بھی کسی کو ٹرانزائر مر مشین سے گزارا جائے وہ رازداری سے تحوڑی سی دوا اسپرے کر دیا کرے۔ اس طرح اس مشین سے گزرنے والا ٹیلی ہیتی کا علم حاصل کرتے ہی اسی وقت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔“

پورس ٹیلی ہیتی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والا تھا تاکہ میرے بیٹوں اور دوسرے مسلمان ٹیلی ہیتی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کر سکے جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو بھی ٹیلی ہیتی سے محروم کیا ہے۔“

”جناب تہریزی نے ایمان اور انصاف کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ قدرتی طریقہ کار کے مطابق محنت و ریاضت سے حاصل کیا ہوا ٹیلی ہیتی کا علم باقی رہے اور باقی مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا کمزور علم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف ایک دوا سے فنا ہوجائے۔“

”میں بہت محتاط رہ کر انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔“

ان کے درمیان تمام معاملات طے پا گئے۔ فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا نے برین آدم سے کہا۔ ”بگ برادر! یہ پورس دراصل پارس کے مقابلے میں کتر رہتا نہیں چاہے گا اس لئے جلد سے جلد دوا تیار کرائے گا۔ اب ہمیں امریکا سے سووے بازی کرنی چاہئے۔ ان کے پاس ٹرانزائر مر مشین ہے۔ ہم انہیں کوئی فائدہ پہنچا کر اپنے قابل لوگوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور انہیں ٹیلی ہیتی سکھائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ امریکا سے ایسی سووے بازی ہوجائے گی۔“

”جناب تہریزی نے آئندہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے گوشہ نشینی ترک کر دے۔ امریکا، اسرائیل، روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ کے اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی رہے کہ ٹیلی ہیتی سے محروم ہوجانے کے بعد وہ ممالک کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے اس امریکی سیکریٹری افسر کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا، جو ایک جزیرے میں ٹرانزائر مر مشین کی نگرانی کے لئے دن رات وہاں رہتا تھا۔ ویسے وہاں سیکورٹی سخت فوجی رہتے تھے لیکن میں نے مشین کے اس انجنین سیکریٹری افسر کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ وہ ایک دن کی چھٹی لے کر واشنگٹن آیا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس نے اس انجنین کو اپنی ٹیلی ہیتی دوا کا ایک کین دیا۔ وہ اس کین کو چھپا کر جزیرے میں واپس گیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ جب بھی کسی کو ٹرانزائر مر مشین سے گزارا جائے وہ رازداری سے تحوڑی سی دوا اسپرے کر دیا کرے۔ اس طرح اس مشین سے گزرنے والا ٹیلی ہیتی کا علم حاصل کرتے ہی اسی وقت اس علم سے محروم ہوجائے گا۔“

پورس ٹیلی ہیتی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والا تھا تاکہ میرے بیٹوں اور دوسرے مسلمان ٹیلی ہیتی جاننے والوں پر وہ دوا اسپرے کر سکے جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو بھی ٹیلی ہیتی سے محروم کیا ہے۔“

”جناب تہریزی نے ایمان اور انصاف کے مطابق یہ فیصلہ کیا تھا کہ قدرتی طریقہ کار کے مطابق محنت و ریاضت سے حاصل کیا ہوا ٹیلی ہیتی کا علم باقی رہے اور باقی مصنوعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا کمزور علم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف ایک دوا سے فنا ہوجائے۔“

”میں بہت محتاط رہ کر انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں لے جاؤں گا۔“

53

اور یہی ہوا تھا۔ چونکہ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے ہوا تھا اس لئے تمام نیلی بیٹھی سے محروم ہو جانے والے بڑے ممالک متفقہ طور پر کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق تمام غیر مسلموں کو ایک غیر معمولی علم سے محروم کیا ہے اور اس طرح ان پر برتری حاصل کر رہے ہیں۔

اس حقیقت سے تمام اسلامی ممالک کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ بابا صاحب کے ادارے کے مسلمانوں نے ایک عرصے سے تنہا رہ کر ایسی کامیابی اور برتری حاصل کی ہے اسی طرح دنیا کے تمام اسلامی ممالک اور ان کے سربراہ اتحاد اور منظم ہو کر اپنے علم و ہنر اور خدا واد مصلحتوں سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر دوسری قوموں پر برتری حاصل کر سکتے ہیں۔

امریکا، اسرائیل اور روس کے اکابرین نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب تہریزی سے رابطہ کیا اور یہ شکایت کی۔ ”محترم! آپ سچے اور انصاف پسند لگاتے ہیں۔ لیکن آپ نے نیلی بیٹھی کو ختم کرنے کے لئے کیلکٹر کا بروائی کی ہے۔ فریاد صاحب کی فیملی اور آپ کے ادارے میں تمام مسلمان نیلی بیٹھی جاننے والے محفوظ ہیں۔ باقی جتنے غیر مسلم ہیں انہیں آپ نے نیلی بیٹھی کے علم سے محروم کر دیا ہے۔“ جناب تہریزی نے فرمایا۔ ”آپ حضرات ہمیشہ مسلمانوں سے نا انصافی کرتے آئے ہیں اور گھر پر ہیں۔ اس لئے ہم پر شبہ کر رہے ہیں کہ آپ سے نا انصافی کی جارہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ میں اور آئندہ روحانی نیلی بیٹھی کے حامل ہیں۔ دنیاوی مادی نیلی بیٹھی جاننے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔“

”ہو سکتا ہے“ آپ ہمیشہ کی طرح سچ کہہ رہے ہوں لیکن آپ ہمارا شبہ کسی طرح دور کر سکتے ہیں؟“

”شک دینے کا علاج ہوتا ہے۔ آپ اپنے ذرائع سے سچ اور جھوٹ کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہندو اور یہودیوں سے ہمیشہ آپ کی دوستی رہتی ہے۔ نیلماں، ہمارا ج اور گرو دیو بدستور خیال خوانی کر سکتے ہیں۔ آپ سچ معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کریں۔ ایک یہودی الپا ہے، جو اسلام قبول کرنے کے باوجود آدمی تیز اور آدمی غیر ثابت ہو رہی ہے۔ اس نے پارس سے علیحدہ ہو کر ایک الگ راہ اختیار کی ہے۔ کہیں چھپ کر اپنی نیلی بیٹھی کے علم کو محفوظ رکھا ہے۔ یہودی آپ کے دوست ہیں۔ آپ الپا کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔“

”یہ درست ہے کہ ہمیں شبہ دور کرنے کے لئے اپنے ہی ذرائع کو کام میں لانا چاہئے۔ ہم اپنے طور پر ان مسلمان نیلی بیٹھی جاننے والوں تک ضرور پہنچیں گے، جو فراہم کے علاوہ ہیں اور جنہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم حاصل کیا تھا۔“

”میں دعا کروں گا کہ آپ حضرات کا شبہ دور ہو جائے۔“

”آپ نے دنیا کے تمام حصوں میں دوا اسپرے کرائی ہے اور کوئی جگہ نہیں چھوڑی ہے۔ ہمارا خیال ہے، آئندہ آپ یہ دوا اسپرے کرانے کی ضرورت نہیں سمجھیں گے کیونکہ اس دوا سے مصنوعی نیلی بیٹھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔“

”آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ جس طرح الپا ابھی تک اس دوا کے اثر سے محفوظ ہے اسی طرح ہو سکتا ہے، کچھ اور نیلی بیٹھی جاننے والے کہیں چھپے ہوں۔ ہمارے ذمے دار افراد دنیا کے نقشے میں ایسے مقامات تلاش کر رہے ہیں، جہاں یہ دوا اسپرے کرنے سے روک گئی ہو۔ آئندہ ہماری نیم زیر زمین حصوں میں بھی جا کر اپنا کام پورا کرے گی۔“

انہوں نے جناب تہریزی سے رابطہ ختم کر دیا۔ امریکی اکابرین اس خیال سے مطمئن رہے کہ انہی نیلی بیٹھی دوا ایک بار امریکا میں اسپرے کر دی گئی ہے۔ دوسری بار اس جگہ اسپرے نہیں کی جائے گی۔ اس اطمینان کے ساتھ بڑی رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے امریکی نیلی بیٹھی جاننے والے پیدا کیے جا سکیں گے۔

انہوں نے پہلا کام یہی کیا۔ انہیں تین طرح کا نقصان پہنچا تھا۔ ایک تو نادیہ گولیاں اور دوسرے فلائنگ کیپول ناکارہ ہو گئے تھے۔ تیسرا نقصان نیلی بیٹھی کے خاتمے سے ہوا تھا۔ وہ تیسرا نقصان جلد سے جلد بے آسانی پورا کر سکتے تھے۔ لہذا انہوں نے پہلے چھ ذہین اور باصلاحیت جوانوں کا انتخاب کیا اور انہیں جزیرے میں پہنچا کر ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ میرا معمول اور تابعدار جو وہاں کا انچارج بھی تھا اور سکیورٹی فہرست بھی ”وہ چھ جوانوں کو باری باری اس مشین سے گزرتے دیکھ رہا تھا۔ ان کے اس عمل سے پہلے ہی اس نے ایک جگہ چھپ کر انہی نیلی بیٹھی دوا اسپرے کی تھی۔ ایک اعلیٰ حاکم اور چار فوجی افسران واشنگٹن سے آئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کے ملک میں نیلی بیٹھی جاننے والوں کی کمی پوری ہو جائے گی۔“

ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والوں پر نیم بے ہوشی اور

نفاہت طاری رہتی تھی پھر ایک آدھ گھنٹے میں توانائی بحال ہو جاتی تھی۔ جب وہ بند پڑا پھر کئی گھنٹے کے بعد دوبارہ اعلیٰ حاکم اور فوجی افسران کے دماغوں میں آکر متنگو کر دیں۔ وہ حکم کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کرنے لگے اور پریشان ہونے لگے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا ”کیا ہوا؟ کیا تم لوگ بھول گئے ہو کہ کس طرح کسی کے جسمی لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی جاتی ہے؟“

”چھ میں سے ایک نے کہا“ ”سرا ہم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میری سوچ کی لہریں پرواز نہیں کر رہی ہیں۔“

بالائی باج جوانوں نے بھی یہی تجویز ظاہر کی۔ اعلیٰ حاکم نے جی رانی سے کہا ”اس مشین سے سیکڑوں افراد نیلی بیٹھی کا علم حاصل کر چکے ہیں پھر تم لوگ ناکام کیوں ہو رہے ہو؟ کیا مشین میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے؟“

وہاں جتنے ماہر ٹیکنک تھے، وہ مشین کے ایک ایک بڑے کو چیک کرنے لگے پھر انہوں نے کہا ”مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔“

وہ سب سر جوڑ کر سوئے گئے، جب مشین بالکل ٹھیک ہے تو وہ مطلوبہ جوانوں کو نیلی بیٹھی کیوں نہیں سکھار رہی ہے؟ ایک حاکم نے کہا ”ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ انہی نیلی بیٹھی دوا اسپرے کی گئی ہے، فضا میں اس کے اثرات ابھی باقی ہیں۔ ہمارے جوان اس مشین سے گزرنے کے بعد اس فضا میں سانس لیتے رہے اور سانسوں کے ذریعے دوا کے اثرات۔ ان کے دماغوں تک پہنچ رہے اسی لیے ہمیں ناکامی ہو رہی ہے۔ مشین ٹھیک ہے۔“

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ہمیں تین دن پہلے دوا اسپرے کیے جانے کی اطلاع ملی تھی۔ کیا اس دوا کے اثرات تین دنوں کے بعد بھی فضا میں موجود رہ سکتے ہیں؟“

دوسرے افسر نے کہا ”رہ سکتے ہیں۔ پہلے جو دوا تیار کی گئی تھی اس کے اثرات فضا میں چند گھنٹوں تک رہتے تھے اور نیلی بیٹھی جاننے والے صرف بارہ گھنٹوں تک اس علم سے محروم رہ کر پھر خیال خوانی کرنے لگتے تھے۔ اس بار ایسی تیز اور دیرپا اثرات رکھنے والی دوا اسپرے کی گئی ہے کہ نیلی بیٹھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ہے۔ ایسی تیز اور پاور فل دوا کے اثرات تین دنوں کو کیا، تین ہفتوں تک بھی فضا میں رہ سکتے ہیں۔“

چند اکابرین نے تائید کی جو دوا ہمیشہ کے لئے نیلی بیٹھی کا خاتمہ کر سکتی ہے اس کے اثرات فضا میں ہفتوں تک قائم رہ

سکتے ہیں۔ ایک نے کہا ”ہمیں بابا صاحب کے ادارے سے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس دوا کے اثرات فضا میں کتنے عرصے تک رہتے ہیں؟“

دوسرے نے کہا ”ان سے یہ پوچھنا مناسب نہیں ہے۔ وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ہم اس دوا کے اثرات کا حساب کر رہے ہیں پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اپنے ملک میں نیلی بیٹھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”وہ نادان نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہمارے پاس مشین ہے تو ہم آج یا کل یا ایک برس بعد نیلی بیٹھی جاننے والے ضرور پیدا کریں گے۔ پھر ان سے دوا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے میں حرج کیا ہے؟“

”حرج ہے“ وہ دشمن ہیں، کبھی صحیح معلومات فراہم نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہیے۔ ہم دونوں ہفتوں کے بعد پھر اپنے جوانوں کو اس مشین سے گزاریں گے اور ان کے نیلی بیٹھی کے علم کو راز رکھیں گے۔ کبھی حالات نے ہمارے نیلی بیٹھی جاننے والوں کو ظاہر کیا تو یہ ایک الگ سی بات ہوگی ورنہ ہم ہمیشہ رازداری سے کام لیں گے۔“

اس مشورے کو سب نے پسند کیا اور فیصلہ کیا کہ ابھی وہ مصروفِ عمل سے دو ہفتوں تک انتظار کریں گے۔ اس کے بعد دوبارہ اس مشین کو آزما لیں گے۔

○☆☆○

ادھر امریکی اکابرین دوبارہ نیلی بیٹھی کی قوت حاصل کرنے کے انتظار میں تھے۔ ادھر اسرائیلی اکابرین نے پورس سے سوئے بازی کی تھی۔ وہ اپنے چار عالمی شہرت رکھنے والے نمائندہ ذہین اور تجربے کار ڈاکٹر روم کی طرف روانہ کر چکے تھے تاکہ پورس ان کی خدمات حاصل کر کے نیلی بیٹھی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے والی دوا تیار کر سکے اور پارس اور علی تیور سمیت جتنے مسلمان نیلی بیٹھی جاننے والے ہیں ان سب کو اس علم سے محروم کر سکے۔

وہ چاروں ڈاکٹر روم پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک فائبرو اشارہ ہول میں قیام کیا۔ پورس کو فون کے ذریعے ان ڈاکٹروں کے نام اور طے پاتے گئے تھے۔ وہ ان چاروں سے دور دورہ کر ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ پہلے اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ پارس اس سے بے خبر ہے اور پچھلی باری کی طرح آئندہ اس کی تیار ہونے والی دوا میں چرانے کے لئے ابھی سے کوئی جال نہیں بچھا رہا ہے۔

وہ پارس سے نہ خوف زدہ تھا اور نہ کبھی اس سے کتر رہنا چاہتا تھا۔ صرف ایک شبہ تھا کہ فردا علی تیمور جیسے باپ نے پارس کی ٹیلی بیٹھی کا علم بحال رکھا ہوگا۔ ایسے میں ان دونوں کے درمیان طلاق اور صلاحیتوں کا توازن نہیں رہے گا۔ اس طرح شاید وہ اس پر غالب آسکے گا۔ ان حالات میں بھی وہ پارس سے ڈرنے والا نہیں تھا۔ بس اس کی طرف سے جاننے ہوئے ذہن کے ساتھ حیطہ رہنا چاہتا تھا۔

وہ صبح سے شام تک ان ڈاکٹروں کی مصروفیات دیکھتا رہا۔ کوئی ان سے ہول میں ملنے نہیں آیا تھا اور نہ کوئی ان کی نگرانی کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ تب اس نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا پھر کوڈورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "آج رات کی ٹرین میں آپ چاروں کے لیے برتھ ریزرو کرائے گئے ہیں۔ آپ سفر کریں۔ صبح فرانس کے سرحدی اسٹیشن پر چیکنگ ہوگی۔ اس کے بعد اسٹیشن سے باہر جا کر پیرس جانے والی لگژری بس میں سوار ہو جائیں۔ میں آپ لوگوں سے اسی طرح فون پر رابطہ رکھوں گا۔"

ان چاروں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ رات کو ٹرین میں سوار ہو گئے۔ اس نے بھی ٹرین میں سفر کیا لیکن وہ ایسے میک اپ اور گیٹ اپ میں تھا کہ اسے کوئی دوست یا دشمن پورس کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ ناشا اور تالیہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچی ہوئی تھیں۔ وہیں انہوں نے ایک لیبارٹری قائم کی تھی۔

برین آدم نے پورس سے کہا تھا کہ الپا سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ شاید وہ ٹیلی بیٹھی سے محروم ہو گئی ہے۔ الپا نے پورس سے رابطہ کر کے خود کو ملی ڈونا کہا تھا کیونکہ وہ خود کو الپا کہتی تو پورس کبھی یقین نہ کرنا کہ وہ پارس کو چھوڑ کر اس سے دو کی تیاری میں تعاون کرنے آئی ہے۔

اور وہ تعاون کر رہی تھی۔ اس نے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے پیرس کی پولیس اور انتظامیہ کے چند بڑے افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا تاکہ وہ افسران ناشا، تالیہ اور پورس کے لیے مضافاتی علاقے میں لیبارٹری قائم کرنے کے لیے کسی طرح کی رکاوٹ نہ بنیں۔ اس نے خیال خانی کے ذریعے ایسے کاغذات تیار کرائے تھے جن کے مطابق وہ تینوں اور وہ چاروں ڈاکٹر فرانس کے باشندے ثابت ہوتے تھے۔ پورس نے وہاں رہنے اور لیبارٹری میں دو تیار کرنے کی پلاننگ اس لیے کی تھی کہ پیرس کی شہرٹی سمت کے ایک مضافاتی علاقے میں بابا صاحب کا ادارہ تھا اور مغربی سمت میں اس نے اپنی لیبارٹری قائم کی تھی۔ ایک نفسیاتی حربہ

آزما رہا تھا کہ میں اور میرے ٹیلی بیٹھی جاننے والے شہر نہیں کریں گے کہ پورس دو میں تیار کرنے کے لیے ان سے تقریباً تین سو گلو میٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔

کوئی بھی مخالف ہو وہ جان کا دشمن بن کر ساری دنیا میں ڈھونڈنا پھرے گا اور جسے ڈھونڈ رہا ہے اس کی بے باکی اور دیدہ دلیری کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں پائے گا کہ وہ اس کے آس پاس ہی سائے کی طرح ہے۔ بغل گیر ہونے والا دوست ہوتے ہیں لیکن گلے ملنے وقت ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے۔ اسی طرح پورس مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے سے بغل گیر ہونے کی حد تک قریب رہے گا تو اسے ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ پائے گا اور اس میں شبہ نہیں تھا کہ پورس نے انسانی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اپنے کام کے لیے نہایت معقول جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

اس ٹرین کی ایک بوٹی میں کئی کہیں بنے ہوئے تھے ایک کہیں میں ان چار ڈاکٹروں کے لیے چار برتھ تھے جن پر وہ آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ ٹرین رات کی تاریکی میں تر رفتاری سے جاری تھی۔ پورس اس کے ساتھ والی بوٹی کی ایک سیٹ پر کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کئی مسافر ایسی ہی سیٹوں پر نیم دراز ہو کر سو رہے تھے۔ وہ بھی آنکھیں بند کر کے سوتا چاہتا تھا پھر پرانی سوچ کی لہروں کو داغ میں محسوس کرنے ہی اس نے سانس روک لی اور سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ الپا نے ٹیلی ڈونا بن کر دوستی کرنے کے بعد کوڈورڈز دفتر کیسے تھے جنہیں بن کر وہ اسے داغ میں آنے دیتا تھا لیکن اب محسوس ہونے والی سوچ کی لہرس جس کی تھیں اس نے کوڈورڈز ادا نہیں کیے تھے۔ گویا آنے والی الپا نہیں تھی کوئی اور تھا۔

دوسری بار وہی سوچ کی لہرس آئیں اور کسی نے کہا "سانس نہ روکو۔ ایک دن تو اسے روکنا ہے۔ ابھی دوپہا باتیں کرلو۔"

پورس نے ناگوار سے پوچھا "کون ہو تم؟" "میں تمہارا چچا نہ چھوڑنے والا بہترین دشمن ہوں ہمارے ناموں میں صرف اے اور اوڈا فرق ہے۔" "اچھا تو تم پارس ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر آئے ہو۔" "ہاں۔ احتیاط لازمی ہے۔ میں نے سوچا تمہارا اندر کوئی دوسرا ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہو سکتا ہے۔ وہ اصل لہجہ بن کر میرے داغ میں بھی آنے لگے گا۔" "نہ یہ انگریزی زبان ایک انٹیلی کی طرح بول رہے؟" اگر پارس ہو تو فرانسیسی زبان میں یا اردو زبان میں بولو۔

وہ اردو زبان میں بولا "ایک شاعر نے کیا کھوب کہا ہے کہ آپ کی کھچل میں اس لیے آگیا ہوں کہ آپ مجھ کو کھچل سے نکال کے بچھتا رہے ہوں۔"

"ہوں تو تم پارس نہیں ہو۔ ایک ہندوستانی کی طرح ہندی زبان بول رہے ہو۔ ہندی میں حرف 'خ' کو 'کھ' اور 'ق' کو 'کھ' کہتے ہیں۔ چلو اگر اردو نہیں بول سکتے ہو تو فرانسیسی زبان بولو۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ تم نے کیسے معلوم کیا کہ میں پھر انیسی اور اردو کھچک طرح نہیں جانتا ہوں؟" "بہتر ہے، انگریزی بولو۔ یہ 'کھ' اور 'کھ' والا لفظ چھری طرح داغ میں لگتا ہے۔ پارس فرانس میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا، روانی سے فرانسیسی بولتا ہے اور اس نے باپ سے اردو زبان سیکھی ہے اس لیے میں نے زبانوں کے ذریعے تمہارے پارس نہ ہونے کی تصدیق کر لی۔ تم ہندوستانی ہو اور ہندوستان میں صرف تین ٹیلی بیٹھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ نیلماں مہاراج اور گرودیو۔ شاید تم مہاراج ہو؟" "میں بھائی مہاراج کا چھوٹا بھائی گرودیو ہوں۔"

"خود کو پارس کیوں ظاہر کر رہے تھے؟" "تم اگر پارس ایک دوسرے کے لیے جوڑ کا توڑ ہو۔"

زہانت اور صلاحیتوں میں ایک دوسرے سے کم نہیں ہو۔ میں نے سوچا پارس بن کر تم سے بولوں گا تو تم احساس کتری میں مبتلا ہو جاؤ گے کہ وہ اب بھی خیال خانی کرتا ہے اور تم اس علم سے محروم ہو گئے ہو۔"

"تم مجھے احساس کتری میں مبتلا نہیں کر سکتے۔ اب تمہیں واپس جانا چاہیے۔"

"مہربان سانس نہ روکو۔ میں دوست بن کر آگیا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے کام آؤں۔ تم میری ٹیلی بیٹھی کی مدد سے پارس پر غالب آسکتے ہو۔ تم جتنی دوا میں تیار کرتے رہے پارس ان دواؤں کو اور ان کے فارمولوں کو چراتا رہا اور بار بار تمہیں نقصانات پہنچاتا رہا۔ اب تم چاہو تو میرے ذریعے اسے نقصان پہنچا سکتے ہو اور اس پر غالب آسکتے ہو۔" "شاید تم نہیں جانے، وہ جس طرح مجھ پر حملے کرتا ہے، اسی طرح میں اسے منہ توڑ جواب دیتا ہوں۔ اگر وہ چاہتا تو اپنے باپ کی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے میرے پیچھے پڑ جاتا۔ مجھے سکون سے رہنے نہ دیتا لیکن وہ باپ کی مدد نہیں لے رہا ہے پھر میں تمہاری مدد کیوں لوں؟"

"تم عجیب ہو۔ کیا دشمن اچانک تمہیں نقصان پہنچائے گا، تب ہی تم جو اب کارروائی کر رہے ہو؟"

"میں نے اب تک جتنی بھی زندگی گزاری ہے اس میں صرف ایک بار دشمنی میں پھل کی ہے ورنہ کبھی یہ نہیں کہتا کہ آہل مجھے مار۔ دراصل مجھ میں اور پارس میں بہت مطابقت ہے۔ چاہے ذہانت ہو، چال بازی اور مکاری ہو، حاضر دماغی ہو اور چونکا دینے والی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہو، ہم کسی بھی معاملے میں ایک دوسرے سے کتر ہوتا نہیں چاہتے۔ میں نے یہ آزمائے کے لیے کہ پارس کسی معاملے میں مجھ سے بازی لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ پہلی بار اس سے چیمپ چھاڑ شروع کی اور اس کی محبوبہ ملی ڈونا کو اس سے چھین لیا۔"

گرودیو نے کہا "ہمیں پتا ہے۔ میرے منہ سے نوالہ چھیننے والی بات تھی۔ تم نے پارس سے اس کی محبوبہ کو چھین لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔"

"لیکن وہ کامیابی مجھے بعد میں منگی پڑی۔ میں نے اپنے اصولوں کے خلاف زندگی میں پہلی بار دشمنی کرنے میں پھل کی تھی۔ اب نہیں کروں گا۔"

"گویا تم اس سے خوف زدہ ہوئے اور اس سے کترانے کا اعتراف کر رہے ہو؟"

"چیمپ غلطیوں سے سبق حاصل کرنا دماغی مندی ہے۔ دشمنوں سے کترانہ حکمت عملی لگاتی ہے۔ ان سے خوف زدہ ہونا بڑی ہے۔ میں اپنی زبان سے کیا کہوں؟ جاؤ اور پارس سے پوچھو، وہ کہے گا کہ پورس بلا کا بے باک اور معاملہ فہم ہے۔"

"کیا یہ معاملہ فہمی نہیں ہے کہ جب تمہارا اور پارس کا کھراؤ ہوتا ہی رہے گا تو کیوں نہ تم اس کی کسی چال بازی سے پہلے ہی اس کے ہوش اڑا دو؟"

"مجھے اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اچانک ہونے والے حملے کا جواب بھی دے سکتا ہوں اور اپنا بچاؤ بھی کر سکتا ہوں۔ لہذا جتنے دن آرام سے گزر رہے ہیں، اس آرام کو حرام نہیں کرنا چاہتا۔"

"میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہاری ٹیلی بیٹھی کی کسی کو میں دوست بن کر پورا کروں گا کیونکہ تم تمہارے اور تمہیں پارس کے علاوہ نیلماں جیسی خطرناک عورت سے بھی نمٹتا ہو گا۔ جب وہ نیا جسم حاصل کر کے آئے گی تو تمہاری موت بن کر تمہارے دن رات سے کھیتی رہے گی اور اس طرح اچھا لگے گی کہ تم دوسرے محاذ پر پارس کے مقابلے میں ذہانت سے کام لینا بھول جاؤ گے۔"

دوستی اور محبت سے باز نہیں آؤ گے تم ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اس لیے میرے مددگار بننا چاہتے ہو کہ تمہاری اس مہمانی کے عوض تمہارے بھائی کی قاتلہ نیشا کو تمہارے حوالے کر دوں۔

”اگر تم اسے خود غرضی اور سووے بازی سمجھتے ہو تو یہ بہت سستا سودا ہے۔“

”جو سستے ہوتے ہیں وہ سستا سودا کرتے ہیں۔ نیشا میری ماں جانی نہیں ہے مگر میں نے زبان سے اسے بہن کہا ہے۔ تم بہن کی دلالی کر سکتے ہو میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے تمہیں دلال کہہ دیا۔ اب تم چلے جاؤ یا سانس روکو؟“

”پورس! تم ٹیلی بیٹھی سے خالی ہو کر ایک ٹیلی بیٹھی جانے والے سے دشمنی مول لے کر آج اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ جانتے ہو تمہاری زندگی کو موت سے بدترین بنانے کے لیے کیا کرنا والا ہوں۔“

”اب اپنی اس بات کا جو اب سنو۔“ یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ گرد دیو اپنی جگہ حاضر ہو کر ہنچا گیا۔ بڑا بھائی مہاراج اس کے دماغ میں تھا اور ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ دونوں بھائیوں نے سوچا تھا کہ پورس اب تنہا اور ٹیلی بیٹھی سے خالی ہے۔ اگر پارس اور نیشا کے خلاف اس کی مدد کی جائے گی تو وہ ان کے بھائی کی قاتلہ نیشا کو ان کے حوالے کر دے گا۔

ان کے دوسرے بھائی کو ملی ڈوٹا نے قتل کیا تھا۔ وہ دونوں عورتوں کو تڑپا تڑپا کر بڑی بے دردی سے قتل کرنے کے لیے بے چین تھے اور ایسے وقت یہ بھول رہے تھے کہ چاروں بھائیوں کی جنم کنڈلی کے مطابق یہ پیش گوئی تھی کہ وہ باقی دونوں بھائی مہاراج اور گرد دیو بھی کسی نہ کسی عورت کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔

مہاراج نے گرد دیو سے کہا ”دھرم راج! جھنجھالنے سے بات نہیں بنے گی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ آج کل کس ملک کے کس شہر میں ہے۔“

”بھائی مہاراج! ہم نے ابھی اس کے دماغ میں رہ کر ٹرین کی آواز سنی ہے۔ ایک جگہ ٹرین رکی تھی تو آپ نے اس کے قریب بیٹھی ہوئی کسی عورت کی آواز سنی تھی وہ کسی اچھی زبان میں بول رہی تھی۔“

مہاراج نے کہا ”وہ فرانسیسی زبان بول رہی تھی جو تم نہیں جانتے۔ ایک اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فرانس کے کسی علاقے میں ہے۔“

”آپ پراسیسی جانتے ہیں۔ کیا اس عورت کے دماغ میں گتے تھے؟“

”بھیا تھا مگر اس نے سانس روک لی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کے ساتھ نیشا یا نیشا ہے۔ وہ کسی دوسرے مسافر سے بول رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دوسرا مسافر بھی فرانسیسی ہے یا یہ زبان جانتا ہے۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ نیشا اور نیشا کے ساتھ فرانس میں کہیں ہے۔“

حقیقتاً پورس کے ساتھ نیشا اور نیشا نہیں تھیں۔ قریبی سینٹر پر ایک حسین عورت بیٹھی ایک مسافر سے باتیں کر رہی تھی۔ مہاراج نے اس کے دماغ میں پہنچا چاہا تو اس نے سانس روک لی تھی۔ چونکہ وہ پورس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اس لیے مہاراج نے اسے نیشا یا نیشا ہی سمجھا اور وہ حسین سانس روکنے کے بعد دوبارہ سانس لیتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اس ٹرین میں ایسا کون ٹیلی بیٹھی ہائے نیشا ہے جو اس کے اندر پہنچنے کے لیے آیا تھا۔ پھر دوبارہ نہیں آیا۔ اگر وہ آتا تو وہ اسے اپنے دماغ میں ضرور جگہ دیتی اور

معلوم کرتی کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ وہ آئے والا کچھ نہ کچھ کتا رہتا تو اس کی باتوں سے وہ خود یاد کرتی رہتی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور کہاں جا رہی ہے؟ وہ ایک بھور پھرجوان عورت تھی۔ حسن اور جوانی کی دولت سے مالا مال تھی۔ بدن ایسا دلکش تھا جیسے ہیرے کو تراشا گیا ہو۔ جب وہ چلتی تھی تو دل پھینک حضرات اسے اختیار اس کے پیچھے چلنے لگتے تھے بعض دیوانے ہو کر پوچھتے تھے ”کہاں جا رہی ہو؟ کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟“ وہ چلتے چلتے رک جاتی تھی۔ کسی بھی دیوانے کو دیکھ کر پوچھتی تھی ”کیا تم مجھے جانتے ہو؟ بتاؤ میں کون ہوں؟ پھر ہم دوست بن جائیں گے۔“

اسے کوئی بھی طلب کرنے والا حیرانی سے پوچھتا تھا ”اب تم اپنے بارے میں نہیں جانتی ہو؟ اپنا نام تو جانتی ہوگی؟“ وہ معصومیت سے انکار میں سر ملاتی تھی۔ عورت بے حد حسین ہو، بھور پھرجوان ہو اور معصومیت سے اپنے بارت میں پوچھتی ہو تو ایسی بھٹکنے والی حسینہ اور زیادہ پرکشش ہو جاتی ہے۔ جی چاہتا ہے اسے اپنے دل میں بھر کر اپنے گھر لے جائیں۔

جو ہوس پرت ہوتے تھے مگر عزت دار ہوتے تھے اس سے کترا جاتے تھے کہ پتا نہیں کون ہے؟ اسے اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر لے جانے سے اپنی عزت کا کبڑا زانہ ہو جائے۔

جو جھٹا رہنے کے عادی تھے وہ سوچتے تھے یہ حسینہ نیم باجی کی گتھی ہے خود کو نہ پہچاننے والی کی دماغی موت پر لانا فائدہ ہو ناچہ عقل سمجھاتی ہے کہ وہ گھر سے یا ذہنی امراض کے اسپتال سے بھاگ کر آئی ہے۔ اگر اسے اپنے ساتھ لے جایا جائے گا تو اسے بھگا کر لے جانے کا الزام لگ سکتا ہے۔

ایسے بدعاش بھی تھے جو اپنی عزت اور قانون کی معرفت میں آنے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایسے تین بدعاشوں نے اسے دیکھا تھا تو ایک دوسرے سے کہا ”پتا نہیں کون ہے؟ مگر مقابلے کی طرح پہنچ رہی ہے۔ اسے لے جا کر اپنی رائیں رنگیں بنا سکتے ہیں۔“

”دوسرے نے کہا ”یہ حسین ہے مگر بڑی سنگین ہے۔ اس کے دولت مند اور بڑے اختیارات رکھنے والے رعوے دار ہوں۔ وہ اس کے پیچھے آکر ہمیں گولی مار سکتے ہیں یا بیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچ سکتے ہیں۔“

”میرے نے کہا ”ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن خطرات سے کھیلے بغیر نہ کبھی دولت ملتی ہے نہ عورت۔ اگر تم جھٹا رہنا چاہتے ہو تو گھر جاؤ۔ ہم اسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے جائیں گے۔“

ایک نے حسینہ سے کہا ”ہم یہ تو نہیں جانتے کہ تم کون ہو؟ اگر تم اپنے بارے میں کچھ جانتا چاہتی ہو تو ہمارے ساتھ چلو۔ ایک پولیس والا ہمارا دوست ہے۔ وہ تمہارے عزیزوں، رشتے داروں کو تلاش کرے گا۔ تمہارا کوئی بھی ایک رشتے دار ملے گا تو وہ تمہاری پوری سڑی بتا سکے گا۔“ وہ خود کسی کا سہارا لیتا اور کسی چار دیواری میں رات گزارنا چاہتی تھی۔ اپنی تنہائی سے گھبرا رہی تھی۔ ان کے ساتھ ایک اپارٹمنٹ میں آئی۔ وہ تینوں خوش تھے۔ یہ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ اتنی زبردست حسینہ ہاتھ آئے گی۔ وہ اب تک بازاری عورتوں یا کال گرلز وغیرہ سے دل بہلا لیا کرتے تھے اور سستی قسم کی شراب پیا کرتے تھے۔ اس رات ان تینوں نے اپنی اپنی جیب خالی کی۔ تمام رقم ملا کر قیمتی حسن و شباب کو پالنے کی خوشی میں پہلی بار قیمتی اسراج و ہنسی خریدی۔ ایک بڑے ہوٹل سے لذت اور مزہ کھانا لے کر آئے وہ بولی ”مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ پتا نہیں میں کب سے قاتلہ کرنے لگی ہوں۔“

انہوں نے کھانے کا ایک پیکٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ شراب کی بوتل کھول کر تین ٹھاسوں میں ڈبل پیگ بناتے ہوئے ایک نے کہا ”عورت کی جوانی کو اور اس نئے سے پانی کو بابت کر لیا جائے تو آپس میں دوستی اور محبت بڑھتی

”ہے۔“

اس سے پہلے کہ وہ اپنا اپنا جام اٹھائے، حسینہ نے ایک جام اٹھا کر ایک گھونٹ پیا پھر رکھ دیا۔ باقی دو دیوانوں نے کہا۔ ”میری جان! ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم ہی شوق کرتی ہو۔ تم نے اس کے جام کو ایک گھونٹ کا بوسہ دیا ہے۔ ہمارے جام کو بھی ایک ایک بوسہ دو۔“

انہوں نے اپنا اپنا گلاس اس کی طرف پڑھایا۔ اس نے مسکرا کر ایک ایک گلاس کا ایک گھونٹ پی کر انہیں دیا۔ ان تینوں نے اپنے اپنے گلاس کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ”آج کی راتیں ایک انجینی حسینہ ساتھ چہرے۔“

انہوں نے بڑے موڈ میں آکر گلاس کو اپنے ہونٹوں سے لگایا پھر مستی اور جوش میں کئی گھونٹ پی گئے۔ پھر گلاس کو میز پر رکھ دیا۔ انہوں نے پہلی بار منگنی شراب کے چند گھونٹ پئے تھے۔ وہ بہت کڑوی تھی۔ ایک نے کہا ”یارو! ہم نے یہ دیکھی پہلے کبھی نہیں پل۔ پھر بھی وہی اتنی کڑوی نہیں ہوتی۔“

اس کے ساتھیوں نے جواب نہیں دیا۔ ایک اپنے حلق کو پھٹیلی سے سلہا رہا تھا۔ دوسرا دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہ رہا تھا۔ وہ کچھ کتنا چاہتا تھا مگر کہ نہیں پڑا تھا۔ تینوں کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وہ اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھے تو آٹھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ ان میں سے کوئی میز پر اونڈھے منہ گرا۔ کوئی کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا اور جو تیسرا تھا، وہ ہٹھکلنے کی کوشش کرتے ہوئے میز کے سرے کو تھام کر حسینہ کی طرف جھکا پھر فرش پر اس کے قدموں میں گر کر ترپٹ لگا۔ اس کے ساتھی بھی فرش پر اڑیاں رگڑ رہے تھے۔

وہ حیرانی سے انہیں دیکھ کر بولی ”یہ تم لوگوں کو کیا ہو رہا ہے؟ ایسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ نیچے سے اٹھو۔ کرسیوں پر بیٹھو۔“

لیکن وہ مرنے کے بعد اٹھ نہ سکے۔ ان کی ہاتھوں سے جھگ نکل رہے تھے۔ وہ بے چیل چکے تھے۔ آخر وہ تڑپ تڑپ کر بالکل ساکت ہو گئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان تینوں کے پاس جا کر انہیں دیکھنے لگی۔ انہیں آوازیں دے کر جگانے لگی لیکن وہ قیامت کی نیند سو رہے تھے۔ قیامت سے پہلے جاگ نہیں سکتے تھے۔

اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ پیکٹ سے کھانے کی چیزیں نکال کر تھوڑا کھانے لگی اور باری باری تینوں گلاس اٹھا کر تھوڑا تھوڑا پینے لگی۔ وہ مزے سے

کھا پی رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے وہاں لائے والوں نے کیوں کچھ نہیں کھایا؟ صرف ذرا سالی کرکوں سگے ہیں؟ وہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ اس کے بوسوں نے انہیں موت کی خنجر سلا دیا ہے۔

○●○

نیپال کو محض اس لیے شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ وہ آتما ہتھی کا لے جاؤ اور نیپالی یعنی پربونا ناز کرتی تھی۔ انہی غیر معمولی صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے ذہانت سے کام نہیں لیتی تھی۔ وہ پورس جیسے ذہین اور حاضر دماغ جوان کو نرپس کر کے تادیہ گولی کے ذریعے سایہ بن کر اس کے اندر سائی تھی۔ اس پر غالب آگئی تھی اور یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ جس طرح وہ ایک بار پورس کو اپنے اندر سے نہیں نکال پائی تھی اور اس کے سامنے بے بس ہو گئی تھی اسی طرح پورس بھی اس کے سامنے بے بس ہو کر گھٹنے ٹیک دے گا۔

لیکن پورس نے ثابت کر دیا کہ تمام غیر معمولی صلاحیتیں ذہانت کے بغیر کامیابی عطا نہیں کریں۔ ذہانت سے کام نہ لیا جائے تو ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ پورس نے اسے اپنا جسم چھوڑ کر مہمان پر مجبور کر دیا تھا اور پٹی تارا کے ہم شکل جسم کو گولیوں سے چھاتی کر دیا تھا۔ اس طرح وہ دوبارہ اسی جسم کو حاصل نہ کر سکی۔ کوئی دوسرا جسم حاصل کرنے کے لیے اسے پھر اس وسیع و عریض دنیا میں بھٹکانا پڑا۔

اس بار اس کی آتما کزوری محسوس کر رہی تھی اور ایسا بار بار جسم بدلنے کے باعث ہو رہا تھا۔ پہلے وہ اپنے پیدائشی جسم میں ڈیڑھ سو برس تک رہی۔ پھر پہلی بار دوڑے جسم کو چھوڑ کر دیوی شی تارا کے جسم میں سائی۔ پورس نے اسے وہ جسم چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی آتما ہتھی ہوئی ہندوستان اگر ایک حسین و شہزادہ مندرہ رانی کے جسم میں چلی آئی۔ وہ چاہتی تھی کہ بار بار جسم تبدیل کرنے سے آتما کزور ہونے لگے گی۔ اس آتما کو ہتھی پہنچانے کے لیے اسے پھر دیواری سے دور رہ کر تپا کرینی ہوگی۔ پتا نہیں کتنے عرصے تک تپا کرنے کے بعد وہ کھوئی ہوئی ہتھی حاصل ہوئی؟ اتنی محنت اور ریاضت سے بچنے کے لیے اس نے طے کیا تھا کہ مندرہ رانی کے جسم کو کبھی نہیں چھوڑے گی۔

لیکن بھی اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اس سے بچھا چھڑانے کے لیے وہ مندرہ رانی کے جسم سمیت اس گاؤں سے بھاگ کر ہندوستان چھوڑ کر ایک یورپین ملک کے شہر میں چلی آئی۔ وہاں وہ پلاننگ سرجری کے ذریعے مندرہ رانی سے دوبارہ شی تارا بن گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ شی تارا بن کر پارس اور پورس کو نرپس کر سکے گی اور وہ اس مقصد میں کسی حد تک

کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے پورس کو نرپس کیا تھا۔ اس تادیہ ہانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپس بھی حاصل کر چکے تھے۔ اگر وہ یہ چیزیں حاصل کر کے کہیں چلی جاتی اور پورس کے اندر سا کر انتقام لینے کی حماقت نہ کرتی تو اسی مندرہ رانی کے جسم میں سلامت رہتی لیکن پورس نے مندرہ رانی کے جسم کو گولیوں سے چھاتی کر دیا تو پھر ایک بار اس کی آتما کو ایک نئے جسم کی تلاش میں بھٹکانا پڑا۔

اور اس بار اس کی آتما کچھ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ آئندہ وہ ایک بار یا شاید دو بار جسم تبدیل کر سکے گی اور اپنی قسم پر قائم رہنے کے لیے کسی بہت ہی حسین اور صحت مند عورت کا جسم حاصل کرے۔ کچھ عرصے تک دنیا داری کو بھول جائے گی۔ کسی چار دیواری میں رہے گی اور پوری طرح ہتھی حاصل کیے بغیر اس چار دیواری سے باہر نہیں نکلے گی۔

اس کی آتما ہتھی ہوئی یورپ کے ملک اسپین پہنچی اور وہاں کے دار السلطنت اور سب سے بڑے شہر میڈرڈ میں کھومتی رہی۔ یہ شہر فلپسٹک کے جان لیوا کھیل ترائے کے باعث ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جو لوگ کبھی اسپین نہیں گئے، انہوں نے فلموں میں فلپسٹک کو دیکھا ہوگا اور کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے اس ملک میں ایک تاریخی کشش ہے۔ یہاں کا ایک بڑا علاقہ جو آج اندالوس کہلاتا ہے، وہ دراصل مسلمانوں کا بایا ہوا علاقہ اندلوس ہے۔ یہاں قرطبہ، غرناطہ، الحمرا اور بنت العارف جیسے اسلامی تاریخی مقامات ہیں۔

یہاں تاریخ میں سب سے بڑی صلیبی جنگ لڑی گئی۔ مسلمانوں نے شاندار فتح حاصل کر کے تقریباً پانچ سو ہتھیائیں برسوں تک یہاں اسلام کا بول بالا رکھا۔ انصاف کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے۔

یہیں مسلمانوں کی عظیم الشان تاریخ پیش نہیں کر سکتا۔ میری مجبوری ہے کیونکہ میں اپنی داستان پیش کر رہا ہوں لیکن یہ تاریخی حقیقت آج بھی زندہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں کی عیاشی اور ہوس پرستی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ آج کتنے ذہنی اسلامی ممالک کے سربراہوں کی حرم سراؤں میں بے شمار عیسائی، یہودی اور ہندو حسینائیں کینزین کر رہی ہیں۔ اسلامی تاریخ کو بڑھنے والے سربراہوں کی سمجھ میں نہیں آئی۔ حرم سراؤں میں رہنے والی غیر مسلم حسینائیں اپنے اپنے ممالک کے سفارت خانوں سے خفیہ رابطے رکھ کر کس کس ان کی (اسلامی ممالک کے سربراہوں) کی سیاسی بعیرت کمزور کر رہی ہیں۔ وہ تل، گیس، سونا، چاندی اور ہیرے

جو اہرات کی معدنی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود اسرائیل کے دو سو اہم بیٹوں سے خوف زدہ ہو کر امریکا سے جھنجھٹا حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ وہ خود دوسرے مقابلے میں دو ہزار اہم بیٹے ہیں اور سائنس و ٹیکنالوجی میں دنیا کی تمام قوموں کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔

بہر حال یہ تمام مسلم ممالک کا مجموعی البیہ موجودہ صدی میں ہے اور شاید آئندہ اکیسویں صدی میں بھی رہے گا۔ میری داستان میں جو خفی کو ار مجھے، میری فیملی کو اور بابا صاحب کے اوارے کو شکست دینے اور مٹا دینے کے لیے آتے ہیں اور خود مٹ جاتے ہیں تو یہ محض اس لیے کہ میری فیملی اور اوارے کے تمام افراد برسوں سے تھہر رہے آئے ہیں اور میں یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ آج تمام اسلامی ممالک ختنق ہو کر خارجہ پالیسیاں بنائیں اور اقوام متحدہ کے فیصلوں کے آگے سر جھکانے کے بجائے اپنا ایک اسلامی متحدہ کاغذ بنائیں جو تمام سپر پاور اور بڑے ممالک کی یہی حالت ہوگی، جو بابا صاحب کے اوارے کے سامنے امریکا، اسرائیل اور دوسرے بڑے ممالک کی ہے۔ وہ بار بار شکست کھاتے ہیں اور بار بار نئے جھنڈے استعمال کر کے ہمارے اتحاد کے سامنے ناکام ہوتے رہتے ہیں۔

وہیے ذکر ہو رہا تھا نیپال کا۔ اس کی آتما ہتھی ہوئی اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش شہر غرناطہ پہنچی۔ وہاں اس نے ایک حسین و جمیل عورت کو دیکھا تو دل نے کہا، تلاش ختم ہوئی۔ وہ ایسا ہی حسن و جمال چاہتی تھی۔

اس کا نام ناصرو احمد تھا۔ اس کا باپ علی احمد ایک برٹس مین تھا۔ کسی نے کاروباری دشمنی کی بنا پر اسے قتل کر دیا تھا۔ ایک برٹس مین کا بیٹا ناصرو احمد عاقبت ہو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ایک عیسائی جوان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا اسی لیے کرائے کے غنڈوں سے اسے اغوا کر لیا اور شہر سے دور اسے ایک کانچ میں پھنسا دیا۔ ایسے ہی وقت نیپال کی آتما نے ناصرو کو دیکھا تھا۔

پھر نیپال بھی اس کے ساتھ اس کانچ میں پہنچی۔ وہاں ناصرو کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اب نیپال چاہتی تھی کہ ناصرو کو کسی طرح موت آئے تو وہ اس کے جسم میں سا جاسے جو کہ آتما کا کوئی ٹھوس وجود نہیں ہوتا اس لیے وہ خود ناصرو کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی۔ تو بڑی دیر بعد اس کانچ کے سامنے والے میدان میں ایک بیل کا پڑا کر اترا۔ بہت بڑے برٹس مین کا عاشق بننا آیا تھا۔ اس نے کانچ میں آکر اس کمرے کے دروازے کے لاک کو کھولا لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ ناصرو نے اسے اندر سے بند کر لیا تھا۔

وہ دروازے پر دستک دے کر بولا "ناصرہ! دروازہ کھولو۔ میں بیل کا پڑنے لگا ہوں۔ تمہیں اس ملک سے باہر اٹلی کے شہر روم لے جاؤں گا۔ وہاں تمہارے ساتھ شادی کر کے اپنے والدین سے دور اپنی ایک الگ زندگی گزاروں گا۔" وہ بولی "نہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اور نہ تم سے شادی کروں گی۔"

"خند نہ کرو۔ میں تم سے زیادہ ضدی ہوں۔ دروازہ نہیں کھولو گی تو اسے توڑ کر اندر آؤں گا۔ سیدھی طرح نہیں چلو گی تو تمہیں بے ہوش کر کے بیل کا پڑنے میں لے جاؤں گا۔" "اس سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گی۔"

اس نے اپنے کمریاں میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی شیشی نکالی پھر کہا "اپنے ڈبے کی قتل کے بعد میں سمجھ گئی تھی کہ مجھ پر بھی کوئی آفت آسکتی ہے۔ مجھے لگائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والے کسی دن بھی میری عزت آبرو کو کھلونا سمجھ کر کھیل سکتے ہیں۔ اس لیے میں نے زہری کی شیشی چھپا کر رکھی تھی۔ میں اپنی جان دے دوں گی لیکن تمہیں اپنے بدن تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ دروازہ توڑنا چاہو گے تو یہ زہری لوں گی۔"

باہر سے اس عاشق نے دروازے کو زور سے لات ماری۔ اسے توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ناصرو نے جب دیکھا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس نے شیشی کھول کر منہ سے لگائی۔ تین چار گھونٹ پیتے ہی اس کے ہاتھ سے شیشی جھوٹ کر گر پڑی۔ وہ بھی آگے پیچھے ڈنگائی ہوئی فرش پر گر کر ترپنے لگی۔

نیپال خوش ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ عاشق دروازے کو بار بار دھکے مار کر توڑنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ادھر ناصرو نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ نیپال نے اس کی روح کو اس کے جسم سے نکل کر جاتے دیکھا۔ اسی لمحے میں اس کی آتما مرہوہ جسم میں داخل ہو گئی۔

اب سے پہلے بھی اس کی آتما نے دو جسم تبدیل کیے تھے اور اس نے بڑی آسانی سے وہ دو جسم حاصل کیے تھے لیکن اس تیسرے جسم میں ناصرو کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بریشان ہو گئی۔ جسم کے زندہ ہوتے ہی زہریلا خون رگوں میں گردش کرنے لگا۔ زہری کی جان لیوا جلن ایسی ہوتی ہے کہ روح، جسم کی تہ سے نکل جاتی ہے۔ نیپال کی آتما بھی نکل جانا چاہتی تھی لیکن نکلنے میں اس کا نقصان تھا۔ اسے پھر کسی دوسری حینہ کے جسم میں جانا پڑا۔ اس طرح آتما ہتھی بالکل ہی کمزور ہو کر ختم ہو جاتی۔

اسے فیصلہ کرنا تھا کہ ناصرو کے جسم سے نکل کر آخری بار کسی کے جسم میں جائے گی یا اپنی باقی آتما ہتھی کو سلامت

رکھے گی؟ باقی رہ جانے والی ہشتی آئندہ کسی مصیبت میں کام آسکتی تھی اور وہ آخری بار کسی کے جسم میں جا سکتی تھی۔

وہ زہریلی جلن کو برداشت کرنے لگی۔ اس جلن کو دور کرنے کے لیے منتظر بننے لگی۔ اسے کالے جادو میں مہارت حاصل تھی۔ یہ مہارت کام آ رہی تھی۔ منتظر بننے رہنے کا اثر ہو رہا تھا۔ جلن کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر ہو گئی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک غیر متوقع قدرتی عمل کا رد عمل اس کے دماغ پر ہوا۔ زہریلی جلن تو ختم ہو گئی لیکن اس کے اثر سے یادداشت گم ہو گئی۔ ذہن اس قدر کمزور ہو گیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئی۔ دماغ ناصرہ کا تھا جو مچکلی تھی۔ اب وہ دماغ نیلماں کا ہو گیا لیکن زہر کے باعث وہ بھول گئی کہ وہ نیلماں ہے اور ناصرہ کے جسم میں سائی ہوئی ہے۔ وہ روح کو جسم سے نکالنے کے لیے منتظر بدھتی تھی اور منتظر دماغ سے پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ وہ دماغ کمزور اور ناکارہ ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھول گئی تھی پھر جسم کو قید سے نکالنے والا منتظر اسے کیسے یاد رہتا؟

اس طرح ناصرہ تو مرنے لگی۔ نیلماں بھی دماغی طور پر گم ہو گئی۔ جب رفتہ رفتہ زہر کا اثر زائل ہوتا رہتا تو وہ خود کو نیلماں کی حیثیت سے یاد کرنے لگتی پھر جسم کی قید سے نکلنے والے منتظر بھی اسے یاد آجاتے تھے۔ انحال وہ اندھری رہی، نہ ادھر کی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے ایک کمرہ نظر آیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر زہری ایک چھوٹی سی شیشی بھی فرش پر دکھائی دے رہی تھی۔

وہ سوچنے لگی "یہ کون سی جگہ ہے؟ میں یہاں کیسے آئی ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟" مگر میں کون ہوں؟" وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے ریشی زلفوں کو جکڑ کر ذہنی پر زور دینے لگی۔ وہ کمرے کے ہر سامان کو پہچان رہی تھی۔ "بستر، صوفے، سنگار میز اور میک اپ کا سامان، دیواریں، کھڑکیاں اور دروازے سب ہی سمجھ میں آ رہے تھے۔ صرف اپنا وجود اپنی ہستی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بار بار یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟

کمرے کے باہر اس کا نامراد عاشق دروازہ توڑنے میں ناکام رہا تھا۔ بلند آواز میں غصے سے کہہ رہا تھا "میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم تک یہ دروازہ نہیں کھولو گی۔ زہریلی کر مرے کی دھمکی نہ دو۔ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ مچاؤ گی تو تمہاری لاش کے ساتھ بھی رات گزاروں گا۔"

وہ دروازے کی طرف دیکھ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ فرش پر سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم کون ہو؟ کیا تم مجھے جانتے ہو؟ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں؟"

وہ بولا "واہ کیا سریدل کر بول رہی ہو۔ ذرا دروازہ تو کھولو۔ تمہاری پوری ہسٹری تمہیں بتاؤں گا۔" اس نے دروازے کی چٹنی کھینچ کر۔ دروازہ کھل گیا۔ نامراد عاشق نے فوراً ہی قریب آکر دیکھا۔ کمرے کے فرش پر ایک شیشی دکھائی دی۔ اس کے لیبل پر "زہر" لکھا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر شیشی کو اٹھا کر دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم نے زہریا ہے؟" "زہر؟" اس نے شیشی کو دیکھ کر کہا "مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ پانچ بجے بتاؤ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے یہ کیوں یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں کون ہوں؟"

وہ زہری کی شیشی کو اور حسینہ کو دیکھ رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا پھر بولا "معلوم ہوتا ہے؟ تم نے اسے پیسا ہے۔ اس زہر نے تمہیں ہلاک تو نہیں کیا ہے مگر تمہیں ذہنی طور پر بھولن کر دیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گا۔ وہ تمہارا علاج کرے گا پھر تمہیں تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں گی اور تم خود کو بھی پہچاننے لگو گی۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے لے جانے لگا۔ وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی کانچ کے باہر آکر بلی کانچ میں بیٹھ گئی۔ وہ دل میں کہنے لگا "یہ زہر تو میرے لیے پیار کا امرت بن گیا ہے۔ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔ یہ میرے ساتھ راضی ہو گئی ہے۔ میں اسے بھی کسی دماغی امراض کے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔"

بلی کانچ پر دوا کرنے لگا۔ وہ زمین، آسمان کو اور سمندر کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار اس دنیا کو دیکھ رہی ہو۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ اٹلی کے شہر روم کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک عالی شان محل کے سامنے کھلی جگہ بلی کانچ کو اتار گیا۔ نیلماں نے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ میرا محل ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہارے علاج کے لیے ڈاکٹر کو یہاں بلاؤں گا۔"

محل کے اطراف اور سامنے کئی مسلح گارڈ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے اس عاشق ریش زادے کے پاس آکر کہا "سرا! ایک کڑ بڑ ہو گئی ہے۔ ابھی بڑے صاحب نے فون پر کہا ہے کہ وہ آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔" ریش زادے نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو واقعی کڑ بڑ ہو گئی۔ ڈیڑی اس حسینہ کو یہاں دیکھ کر میرا جیب خراج بند کر دیں گے۔ یہ بلی کانچ بھی مجھ سے چھین لیں گے۔"

وہ نیلماں کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلا ہوا ایک کار کے پاس آیا۔ نیلماں کو اس میں بٹھاتے ہوئے گارڈ سے کہا

"ڈیڑی یہاں آکر بلی کانچ کو دیکھیں گے۔ ان سے کہہ دینا میں یہاں اکیلا آیا ہوں۔ کسی کام سے گیا ہوں۔ صبح واپس آجاؤں گا۔" وہ کار اشارت کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ نیلماں نے پوچھا "ہم کہاں جا رہے ہیں؟" "میں کیا بتاؤں کہ ہمیں کہاں جانا چاہیے؟ پہلے تو تم مجھ سے راضی نہیں تمہیں۔ اب میرے ساتھ آجئیں گے یہاں آئی ہو تو یہاں بھی تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا چانس نہیں مل رہا ہے مگر میں بہت ضدی ہوں، چانس لے کر ہی رہوں گا۔"

اس نے ایک بہت مٹکے ہوئے میں ڈبل بند روم حاصل کیا پھر اس کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ وہ بولی "ڈاکٹر کہاں ہے؟" "آج کی رات میں ہی تمہارا ڈاکٹر ہوں۔ ایسا علاج کروں گا کہ ساری زندگی مجھے یاد کر رہو گی۔"

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے بیکار کیا۔ وہ معصومیت سے بولی "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم بھی ڈاکٹر ہو؟ وہیں میرا علاج کر سکتے تھے۔ اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ اس کے چہرے پر ہنستے ہوئے "اس کے رس بھرے گلابی لبوں کے قریب سے قریب تر ہوتے ہوئے بولا "تم تو سب کچھ بھول چکی ہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ علاج کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔"

وہ کچھ نہ بول سکا۔ ریش زادے نے اس کے لبوں پر چپ کی مورت لگا دی۔ چند سیکنڈ بالکل خاموشی رہی پھر یکبارگی ریش زادہ چھوٹا ہار کر اس سے دور ہو گیا۔ اس کا علاج ریش اپنی زبان سے لگتے ہی یوں لگا تھا جیسے کسی ناگن نے اسے ڈس لیا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر کرا پھر ترپنے اور فرش پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ نیلماں اسے حیرانی اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا "اے! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم فرش پر لٹ کر اُس کیوں کر رہے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ اس کے منہ سے جھاک نکل رہے تھے۔ دیکھ بھل گئے تھے پھر وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ نیلماں نے قریب آکر فرش پر بیٹھ کر اسے ہلایا پھر سمجھو ڈر کر بولی "اے! آخر بھی ڈانس کر رہے تھے۔ اب اچانک خاموشی سے کیوں لٹ گئے ہو؟" وہ سمجھ نہ سکی کہ اسے ساتھ لانے والا مرچا ہے۔ جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو وہ وہاں سے اٹھ کر سوچنے اور پریشان

ہونے لگی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسے اپنے ساتھ لانے والا نہ جانے کیوں خاموش ہو گیا ہے؟ وہ سوچتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر وہاں سے پلٹ کر بولی "دیکھو آخری بار کہہ رہی ہوں۔ کیا مجھ سے نہیں بولو گے؟"

مردہ بے چارہ کیسے بولا۔ نیلماں بیزاری سے "اور نہ" کہہ کر پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلی۔ پہلے وہ ریش زادے کے ساتھ لفٹ کے ذریعے اوپر آئی تھی۔ واپسی میں لفٹ کو بھول گئی۔ بیڑیوں سے اترتے ہوئے کراؤنڈ فلور پر پہنچی پھر استقبالیہ کاونٹر کے قریب سے گزرتی ہوئی ہوئی کے باہر نکلی۔

شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ کہاں جانا ہے؟ وہ اتنی خستہ اور اسارت تھی کہ اسے دیکھنے والے دل پھینک جاتے اور بوڑھے اس کے پیچھے چلنے لگتے تھے۔ پچھلے باب میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ شہر کے کتنے ہی لوگ اس اکیلی حسینہ کو دیکھ کر کس طرح اس کی آرزو کر رہے تھے پھر تین جوان اسے اپنے اپارٹمنٹ میں لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے اپنے اپنے گلاس سے اسے ایک دو گھونٹ دے سکی پانی پھر اس کی پھوڑی ہوئی جھوٹی شراب کی ہر حرام موت مر گئے۔

وہ حیران ہو رہی تھی کہ اس کے پاس آنے والے مرد فرش پر گر کر ترپتے کیوں ہیں؟ اور بیٹھ کے لیے خاموش کیوں ہو جاتے ہیں؟ وہ بھوکی تھی۔ تین لاشوں کے پاس بیٹھ کر کھاتی پیتی رہی۔ کھانے کے بعد ان لاشوں کو ناگواری سے دیکھ کر اس اپارٹمنٹ سے باہر نکلی۔ ابھی اس کے مقدمہ میں بھٹکا لکھا ہوا تھا۔ وہ بھٹکتی ہوئی ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر آئی پھر اس ٹرین میں سوار ہو گئی، جس میں پورے اپنے چار ڈاکٹروں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

تقدیر بھی خوب تماشے دکھاتی ہے۔ وہ پورس کے بالکل ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ اب چوتھیں ہی تھی کہ پچھلی وارداتوں کی طرح اس کا زہریلی طرح پورس تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے پچھلے چار شکار نہیں جانتے تھے کہ خلاف توقع زہریلی طرح ان کے اندر بیٹے کا اور پورس بھی یہ نہیں جان سکتا تھا۔ دوسری طرف نیلماں کے لیے بھی خطرہ تھا۔ پورس اس کی کسی ادا سے یا اس کے تیور سے اسے پہچان سکتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے انجان تھے۔ کسی بھی لمحے میں کوئی بھی کسی کو پہچان سکتا تھا اور حملہ کرنے میں پہل کر کے اس کی موت بن سکتا تھا۔ پتا نہیں ان میں سے کس کی شامت آئی تھی۔

شاید پورس اسے پہچان لیتا۔ ہزاروں گلوہن کی دوری سے ماراچ نے بھی نیلماں کے دماغ میں پہنچنا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک کر اسے واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اودھر ماراچ اور گردو پونے یہ سمجھا کہ پورس کے پاس بیٹھ کر سانس روکنے اور اپنے دماغ سے بھگانے والی تاشا ہی ہوگی۔ اس نے دوبارہ اس کے دماغ میں جانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ وہ کالے جادو کے ایک عمل کی تیار کر چکا تھا۔ اس عمل کے ذریعے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ اس کے بھائی کی قاتل تاشا کس ملک کے کس علاقے میں رہتی ہے۔ ابھی تو خیال خوانی کے ذریعے ٹرین کی آواز سن کر پتا چلا تھا کہ وہ پورس کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کالا جادو اسے بتانے والا تھا کہ وہ دونوں کس ملک کی ٹرین میں ہیں اور کہاں جانے والے ہیں۔

پورس نے اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو کر سر گھماتے ہوئے نیلماں کی طرف دیکھا پھر دل میں کہا ”غضب کی حسین عورت ہے۔ پتا نہیں کب سے میرے پاس بیٹھی ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے گردو پونے سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔“

اس کے سامنے والی سیٹ پر میاں بیوی بیٹھے تھے۔ بیوی کی گود میں بچہ تھا۔ وہ بچے کو فیڈر سے دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے میاں نے پورس سے کہا ”آپ بیوی دیر سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔ ہم نے سمجھا آپ سو رہے ہیں۔ یہ جو آپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اس کے ساتھ ایک پرانیم ہے۔ اس کی یادداشت کم ہو چکی ہے۔ یہ خود کو بھول چکی ہے۔“ اس کی بیوی نے کہا ”پتا نہیں کہاں سے آئی ہے؟ بغیر ٹکٹ اور ریزرویشن کے ٹرین میں آگئی تھی۔ ہم نے اس کا ٹکٹ بارڈر اسٹیشن تک لیا ہے۔“

”اور ہم نے اسے پچیس فرامک دیے ہیں لیکن یہ کسی بھی کرنسی کے ذریعے کوئی چیز خریدنا نہیں جانتی ہے۔ ہم اگلے اسٹیشن پر اتر جائیں گے۔ آپ اس سے کچھ ہمدردی کریں۔ اسے پولیس اسٹیشن یا کسی فلاحی ادارے میں پہنچا دیں۔“

پورس ان کی باتیں سن رہا تھا اور نیلماں کو توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”تمہیں پہلی بار کب معلوم ہوا کہ تم اس دنیا کو دیکھ رہی ہو اور اپنے بارے میں سوچ رہی ہو کہ تم کون ہو؟“

وہ بتانے لگی کہ پہلی بار آنکھیں کھول کر اس نے خود کو ایک بند کمرے میں دیکھا تھا۔ کمرے کے باہر کوئی شخص بول رہا تھا۔ اس نے دروازے کو اندر سے کھولا۔ اس شخص نے

اندرا کر ایک شیشی فرش پر سے اٹھا کر کہا کہ وہ زہر ہے اور شاید اس نے زہر پیا تھا۔

پھر وہ اس شخص کے ساتھ بلی کوپڑ میں بیٹھ کر ایک نخل کے سامنے آئی۔ وہاں سے ایک کار میں بیٹھ کر اس شخص کے ساتھ ہوئی کے کمرے میں آئی۔ وہ شخص اس کے لیوں کو چومنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی چیخ مار کر گریزا پھر ایسا چپ ہوا کہ بار بار مخاطب کرنے پر کچھ نہ بولا۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔ پورس نے کہا ”جب کوئی حرکت نہ کرے۔ زبان سے کچھ نہ بولے اور سانس نہ لے تو سمجھ لیا کرو کہ وہ مر چکا ہے۔“

وہ بول رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ شخص اس حینہ کے لیوں کو چومتے ہی کیسے مر گیا؟ کیا اس حینہ نے اس شیشی سے زہر پیا تھا؟ زہر پینے کے بعد یہ کسی طرح چیخ مچی لیکن دماغی طور پر ناکارہ ہو گئی ہے۔ اس نے پوچھا ”تم ہوئی سے نکل کر کہاں آئی تھیں؟“

وہ بولی ”مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کہاں کہاں گھومتی رہی پھر تین آدمی مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے میرے لیے کھانا اور اپنے لیے شراب منگوائی لیکن شراب کے چند گھونٹ پیتے ہی وہ مر گئے۔“

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ”شراب پینے سے آدمی نہیں مرتا۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔ کیا تم نے اس شراب کو منہ سے لگایا تھا؟“

”ہاں۔ انہوں نے پینے سے پہلے اپنے اپنے گلاس سے مجھے ایک ایک دو دو گھونٹ پلائے تھے پھر اسے خود پیا تھا۔“ وہ دل ہی دل میں بولا ”او گاڈ! یہ زہریلی تاشا بن گئی ہے۔ پتا نہیں یہ کون ہے؟ اس کے آگے پیچھے کوئی عزت رشتہ دار یا شاہناشا ضرور ہو گا مگر کہاں ہو گا؟ اس کے بیان کے مطابق یہ بلی کوپڑ میں آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی دوسرے ملک سے میاں آئی ہو۔“

اس وقت وہ یہ سوچ کر جھنجھلا کر ٹیلی پیٹھی کے علم سے محروم نہ ہوتا تو اس حینہ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی پہلی زندگی کے تمام حالات معلوم کر لیتا۔ اب تو ایک سرائی رساں کی طرح سوالات کرتے ہوئے اور اس کے جوابات؟ تعلق ایک دوسرے سے جوڑتے ہوئے اصلیت معلوم کر رہی تھی۔ تب شاید معلوم ہو سکے گا کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟

اس نے نیلماں یعنی سابقہ ناصرہ سے پوچھا ”کیا تم نے

غور کیا تھا کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے والے کیوں مرنے لگے؟“

وہ ذرا دیر تک سوچتی رہی پھر بولی ”ابھی تم نے کہا تھا کہ جو حرکت نہ کرے، زبان سے نہ بولے اور سانس نہ لے تو سمجھو وہ مرنے لگتا ہے پھر تو واقعی مجھے اپنے ساتھ لے جانے والے مرنے لگے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کیوں مرنے لگے؟“

”تم زہریلی ہو۔ جو تمہارا جھوٹا کھائے پیے گا تمہارے لیوں کا پورس لے گا، وہ مرنے لگا۔“

یہ سن کر وہ حیران اور پریشان ہو رہی تھی پھر بولی ”یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ ایسا ہوتا رہے گا تو مجھ سے ہمدردی کرنے والے اور مجھے سارا دینے والے مرتے رہیں گے اور میں بار بار بے سارا ہو کر بھکتی رہوں گی۔“

”تم عقل سے کام لو گی۔ اپنے کھانے پینے کا برتن الگ رکھو گی۔ جس کھانے پینے کی چیز کو منہ لگاؤ گی وہ چیز دوسروں کو کھانے پینے نہیں دو گی اور کسی کو پورس لینے کی اجازت نہیں دو گی تو وہ ہمدردی اور مہربانی کرنے والا زندہ رہے گا اور تمہیں بھی سارا ملتا رہے گا۔“

”اگر میں تمہیں اپنا جھوٹا کھانے پینے کو نہ دوں اور تمہیں پورس لینے کی اجازت نہ دوں تو تم مجھے سارا دو گے؟“

”ہاں۔ تمہیں سارا نہیں دوں گا تو تم کہیں بھی کسی کے بھی قتل کے الزام میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ جو چار آدمی تمہارے زہر سے ہلاک ہو چکے ہیں، ان کے سلسلے میں بھی پولیس تمہیں تلاش کر رہی ہو گی۔ یہ اچھا ہوا کہ تم اس ٹرین میں آ گئیں۔ صبح سرحدی اسٹیشن پہنچ جاؤ گی تو اس ملک سے نکلنے کے بعد یہاں کی پولیس تمہیں گرفتار نہیں کر سکے گی۔“

”کیا تم مجھے سرحد کے پار دوسرے ملک میں لے چلو گے؟“

”ہاں۔ تم نے میرے اندر تجسس پیدا کر دیا ہے۔ میں معلوم کر کے رہوں گا کہ تم کون ہو؟ میں تمہارے والدین اور عزیز و اقارب تک تمہیں پہنچاؤں گا۔“

وہ خوش ہو کر اس کی طرف جھپک کر دونوں ہاتھیں اس کی گردن میں ڈال کر کچھ کہنا چاہتی تھی۔ پورس نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اسے اپنے سے ذرا دور کرتے ہوئے کہا ”خوشی کے مارے ایسی غلطی نہ کرو۔“

”صرف گردن میں ہاتھیں ڈالنے یا ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے؟“

”جذبات بھڑکتے ہیں۔ مجھ میں قوت برداشت ہے۔ میں

تمہارے بارے میں نہیں جانتا۔ تم جذبات سے مغلوب ہو کر مجھے چوم لیتی ہو۔ میرے جسم کے کسی حصے میں تمہارے دانت لگ سکتے ہیں۔ پلیر احتیاط کرو اور مجھ سے ایک باشت دور رہا کرو۔“

وہ قائل ہو کر بولی ”تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے خوش ہو کر بھی ہنکنا نہیں چاہیے۔ تم میرا سارا بننے والے ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تمہیں نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت نہیں کروں گی۔“

”شباب۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔ میرا مشورہ ہے“ خاموش رہ کر ذرا ذہن پر زور ڈال کر سوچتی رہو، شاید کوئی بھولی ہوئی بات تمہیں یاد آجائے۔“

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ سامنے بیٹھے ہوئے میاں بیوی کے پاس ایک چھوٹا ٹرانسپائرینٹ ریڈو تھا۔ اس شخص نے جھپٹل تبدیل کیا تو ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ وہ عربی میں کچھ بول رہا تھا۔ نیلماں توجہ سے سن رہی تھی پھر وہ خود عربی میں کچھ بولنے لگی۔ اس وقت ریڈو سے بھی کوئی عورت بول رہی تھی۔ پورس نے کہا ”تم یہ زبان جانتی ہو۔ ابھی کیا بولی رہی ہو؟“

اس نے ریڈو کی طرف انگلی اٹھا کر کہا ”یہ مجھ سے کہہ رہا ہے، ناصرہ! تم مجھے چھوڑ کر دوبار کہاں بھٹک رہی ہو؟ میں اس سے کہہ رہی ہوں کہ بے شک بھٹک رہی ہوں مگر اسے نہیں جانتی ہوں یا بھول گئی ہوں کہ اسے کہاں چھوڑ کر آئی ہوں۔“

پورس نے کہا ”وہ کسی ناصرہ کو مخاطب کر رہا ہے اور جواب تم دے رہی ہو! اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا نام ناصرہ ہے۔“

”ہاں؟“ وہ چونک کر بولی ”ہاں یہ تو ریڈو سے ذرا ناشر ہو رہا ہے پھر میں نے اس کا جواب کیوں دیا؟ مجھے مجھے ایسا لگا جیسے اس نے مجھے مخاطب کیا ہو۔“

”پھر تو یہ اندازہ درست ہو سکتا ہے کہ تمہارا نام ناصرہ ہے۔“

”ہاں، ہو سکتا ہے۔ میرا کوئی نام ہونا چاہیے۔ ناصرہ نام ہو سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ تصدیق ہونے تک میں اسی نام سے تمہیں مخاطب کیا کروں گا۔“

ریڈو بند ہو گیا تھا۔ وہ میاں بیوی اپنا سامان اٹھا کر جا رہے تھے۔ ٹرین کسی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ نیلماں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی خلاص یوں تک رہی تھی جیسے خیال خوانی

کرنے والے گم سم سے ہو کر کسی کے دماغ میں پہنچ رہے ہیں یا کسی کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر سنتے رہتے ہیں۔ پورس کو پھر ایسے غیر معمولی علم سے محرومی کا احساس ہوا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بابا صاحب کے ادارے والوں کو خوب گالیاں دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ عورتوں اور کمزور مردوں کی طرح جھنجھلا کر دشمنوں کو گالیاں دینے کا عادی نہیں تھا۔ ناکامیوں کو کاسیاپیوں میں بدلنے کے لیے تدابیر سوچتا تھا اور ان پر عمل کیا کرتا تھا۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روکنے سے پہلے ہی الپا نے ملی ڈونا کی حیثیت سے کوڈورڈز ادا کیے۔ پورس نے جوبانہ کوڈورڈز ادا کر کے کہا "تم نے کئی گھنٹوں بعد رابطہ کیا ہے۔ نتاشا اور نتالیہ کے لیے فرانس کی وہ جگہ نئی ہے۔ میں ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔"

"میں ان کے پاس گئی تھی۔" وہ پورس کو بتانے لگی کہ وہ دونوں دو تار کرنے کے سلسلے میں تمام آلات اور دیگر سامان جیس سے خرید کر لائی تھیں اور لیبارٹری میں انہیں ترتیب سے رکھ رہی تھیں۔ اسی وقت نتاشا کے حلق سے چیخ نکلی۔ نتالیہ نے پوچھا "کیا ہوا سسر؟"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولی "مہم۔ میرے یہاں سوئی چھ رہی ہے۔"

پھر اس نے دوسری بار چیخ ماری۔ اپنے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھ کر بڑی تکلیف سے کہا "میرے دماغ میں بھی سوئی چھ رہی ہے۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ نتالیہ نے پریشان ہو کر پوچھا "اوہ سسر! یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "میں سمجھ گئی ہوں۔ کوئی مجھ پر کالا جادو کر رہا ہے۔ کوئی میرا پتلا بنا کر اس کی پیشانی اور سر کے پیچھے سونیاں چھو رہا ہے۔"

تب نتاشا نے اپنے اندر مہاراج کا قہقہہ سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہاں میں نے تمہارے دماغ میں آنے کا یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے جب بھی تمہارے اندر آنا چاہا، تم نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔ اب کیسے بچ کر نکلے گی؟"

نتاشا نے اپنی بہن سے کہا "نتالیہ! تم بالکل خاموش رہنا۔ منہ سے ایک آواز بھی نہ نکالنا۔ وہ شیطان مہاراج میرے اندر ہے۔ یہ تمہاری آواز سن کر تمہارے اندر بھی

آجائے گا۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولی "میرے اندر مہاراج کا بھائی گردوبہ جس رہا ہے اور مجھے بھی ہنسنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"تم پر کالا جادو نہیں کیا جا رہا ہے۔ تم سانس روک کر اسے بھگا سکتی ہو۔"

"یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے کہ سانس روکوں گی تو میرا بھی پتلا بنایا جائے گا۔ اس پہلے کے جسم میں سونیاں چھوئی جاسیں گی تو میں وہ جہیز برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

"تم اس کی دھمکی میں نہ آؤ۔ ابھی سانس روک کر اس سے نجات حاصل کرو۔"

اس سے پہلے کہ نتالیہ سانس روک کر گردوبہ نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر گر کر ترپنے لگی۔ نتاشا اسے سارا دینے کے لیے اس کی طرف جانا چاہتی تھی مگر چیخ مار کر وہ بھی فرش پر گر پڑی۔ مہاراج نے بھی اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ بھی نتالیہ کی طرح فرش پر ترپ رہی تھی۔

اسی وقت الپا، نتاشا کے دماغ میں آئی۔ اس کی حالت دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی پھر اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ مہاراج اور گردوبہ ان دونوں بہنوں کو ترپ کر رہے ہیں۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "مہاراج! نتاشا کو چھوڑ دو ورنہ بری طرح بچھتاؤ گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "ابھی میں نے نتاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ ملی ڈونا پورس اور اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس کے برین آدم سے تعاون کر رہی ہے اور ان کی انتہی ملی جیتی دوایانے کے سلسلے میں ملی جیتی کے ذریعے مدد کر رہی ہے۔"

"جب تمہیں معلوم ہو چکا ہے تو بہتر یہی ہے کہ ہمارے منصوبے کو ناکام بنانے کی حماقت نہ کرو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ بولا "میرے ایک بھائی کو نتاشا نے اور دوسرے بھائی کو تم نے قتل کیا تھا۔ تم دیکھو گی کہ میں نتاشا کو کس طرح بچا کر مارا دوں گا۔ اسے حرام موت مارنے کے بعد تمہارا پتلا بنا کر سونیاں چھو کر اسی طرح تمہیں بھی اپنے قہقہے میں لے آؤں گا پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں حرام موت مرنے سے نہیں بچا سکے گی۔"

الپا سوچ میں پڑ گئی کہ وہ ملی ڈونا کا پتلا بنا کر اسے ترپ کرے گا اور اس کے خیالات پڑھے گا تو یہ ہمیشہ کھل جائے گا

کہ ملی ڈونا ملی جیتی کے علم سے محروم ہے۔ کوئی دوسری عورت ملی ڈونا کے نام سے پورس کو دھوکا دے رہی ہے۔

اس نے برین آدم کے پاس آکر کہا "جنگ برادر! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ مہاراج اور گردوبہ کالے جادو کے ذریعے نتاشا اور نتالیہ کے دماغ پر قبضہ جمائ چکے ہیں۔ مہاراج نے نتاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ ان کے دماغوں میں ملی ڈونا آئی ہے۔ وہ کالے جادو کے ذریعے ملی ڈونا میں پہنچے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ کوئی عورت ملی ڈونا بن کر پورس کو دھوکا دے رہی ہے۔ وہ فرہاد سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کرے گا تو اسے پتا چلے گا کہ میں نے پارس اور فرہادی فیل سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور شاید یہ بھی معلوم ہو جائے کہ میں ملی جیتی سے محروم نہیں ہوئی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ہوں۔ جب فرہاد اور پارس وغیرہ سے تصدیق ہوگی تو پورس ہم سے بدظن ہو جائے گا۔ ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ مہاراج ملی ڈونا تک نہ پہنچ سکے۔ ہمارے ملک میں بھی بڑے زبردست کالا عمل کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ جب تک مہاراج نتاشا سے انتقام لینے میں مصروف رہے گا، ہم اپنے وچ ڈاکٹر (جادوگر) کے ذریعے ملی ڈونا کی حفاظت کریں گے۔ میں ابھی ایک وچ ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس طرح پورس کو میری حقیقت معلوم نہیں ہوگی۔ وہ بدستور ہمارا دوست بن کر رہے گا لیکن میں ابھی نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں پورس سے کیا کہوں۔"

"اس سے کہو کہ تمہارے مقابلے میں دو ٹیلی جیتی جانے والے بھائی ہیں۔ تم نتاشا کو بچانے کی کوشش کرتی ہو تو وہ نتالیہ کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں اور نتالیہ کے دماغ کی تکلیف دور کرنے جاتی ہو تو وہ نتاشا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہیں۔ وہ دونوں بے ہوش ہو گئی ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گی، تم ان کے خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پورس کے پاس جا کر باتیں بناؤں گی۔ دوایانے تیار ہونے تک میں پورس کو اپنی اصلیت معلوم نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ پھر نتاشا اور نتالیہ کے دماغ میں آئی لیکن ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ وہ دونوں بے ہوش ہو گئی تھیں۔ وہ وہاں سے پورس کے دماغ میں آئی۔ اسے بتانے لگی کہ مہاراج اور گردوبہ کالے جادو کے ذریعے نتاشا اور نتالیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس نے انہیں دونوں شیطانوں سے بچانے کی کوششیں

کیں لیکن انہوں نے دونوں بہنوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کر کے انہیں بے ہوش کر دیا ہے۔ جب تک بے ہوشی کی وجہ سے ان کے دماغ کمزور نہیں ہیں، تب تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ لوگ ان دونوں بہنوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

پورس نے پریشان ہو کر کہا "یہ اچانک کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں سے میرا دلی اور جذباتی تعلق ہے۔ پلیز مہاراج کے پاس جاؤ۔ اس سے کوئی سمجھو نا کہ۔"

"میں نے سمجھنا کہ ان کی کوشش کی تھی لیکن مہاراج تو میری بھی جان کا دشمن ہے۔ میں نے نتاشا کی طرح اس کے ایک بھائی کو قتل کیا تھا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ نتاشا کو ہلاک کرنے کے بعد کالے جادو کے ذریعے مجھے بھی اپنے قہقہے میں لے کر قتل کر دے گا۔ میں نے کہا بے شک مجھے قتل کر دینا لیکن ایک بار پورس سے بات کر لو مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

پورس نے اپنے دماغ میں مہاراج کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "ملی ڈونا! یہاں سے چارے پورس کو پالوس کر رہی ہو۔ لو میں بات کرنے آیا ہوں۔"

پورس نے کہا "اب تو تمہارے جیسے چند ملی جیتی جاننے والوں کی عکرائی ہوگی۔ میں کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ تم میرے دل و دماغ کو بہت برا شاک پہنچانے والے ہو پھر بھی سر نہیں جھکاؤں گا اور گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔ البتہ سمجھاؤں گا کہ مجھ سے بنائے رکھو، ہمیشہ بنے رہو گے۔ نتاشا کو قتل کرنا تو بہت بڑی بات ہوگی۔ اس کے اور نتالیہ کے جسموں پر ہلکی سی بھی خراش آئے گی تو میں تم دونوں بھائیوں کا وہ حشر کروں گا کہ تم دونوں اپنے پیدا ہونے پر بچھتا رہو گے۔ مرنا چاہو گے۔ مجھ سے بھی موت مانگو گے لیکن میں مرنے نہیں دوں گا۔ دن رات بچھتا رہنے کے لیے سانس لیتے رہنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"تم ایسے دھمکیاں دے رہے ہو جیسے نتاشا کو بہن کہہ کر اور نتالیہ کو محبوبہ بنا کر خود غرض اور ہرجائی بن گئے ہو اور تمہیں ان کی موت کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"بے وقوف مہاراج! میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فرہاد علی تیمور کے بیٹے سے ٹکراتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ کسی دن کسی بھی وقت مجھے موت آسکتی ہے۔ جب میں اپنی موت کی پروا نہیں کرتا تو پھر نتاشا اور نتالیہ کی کیا پروا کروں گا۔ مجھے اور ان بہنوں کو ایک دن مرنے ہی ہے تو پھر مار ڈالو ان دونوں کو۔ اس کے بعد تم دونوں بھائی اپنی اپنی موت کا انتظار کرو۔"

جسے میں تمہاری طرف نہیں آئے دوں گا۔ لوگ زندہ رہنے کے لیے ترستے ہیں، تم دونوں مرنے کے لیے ترستے رہو گے۔“

”یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تم پارس کی طرح مکار اور خطرناک ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم پر بھاری پڑو۔ خطرناک کی بساط پر ہم تمہیں شہ مات دینے کے لیے پارس سے دوستی کریں گے۔ افسوس کہ تم دھمکیاں دے کر بھی متاشار اور نتالیہ کو نہیں چھوڑا۔“

”میں بچا سکوں گا یا نہیں؟ یہ مجھ پر چھوڑ دو اور اب جاؤ۔“

”جانے سے پہلے یہ بتا دو، تمہارے ساتھ کون بیٹھی ہوئی ہے۔ جب پہلے آیا تھا تو وہ فرانسیسی زبان میں کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ ٹرین کی آواز اب بھی بتا رہی ہے کہ تم اس کے ساتھ سفر کر رہے ہو۔ میں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ اس وقت میں سمجھا تھا کہ تمہارے پاس بیٹھنے والی متاشار ہوگی لیکن جاؤ کے ذریعے اسے ٹرپ کیا تو پتا چلا کہ وہ اپنی بہن نتالیہ کے ساتھ پیرس کے ایک مصفااتی علاقے میں ہے۔“

”ہاں۔ تم نے اس کے خیالات بڑھ کر معلوم کیا ہو گا کہ میں روم سے ٹرین میں سفر کرتا ہوا اٹلی اور فرانس کے سرحدی اسٹیشن کی طرف جا رہا ہوں اور میرے ساتھ چار ڈاکٹر بھی ہیں۔ ہمیں ہمارے خفیہ منصوبے کا علم ہو چکا ہو گا۔ ویسے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں لیبارٹری قائم کرنے کے لیے اب کسی دوسرے ملک کا انتخاب کروں گا۔ اب جاؤ۔ دلع ہو جاؤ۔“

پورس نے سانس روکی۔ مہاراج چلا گیا۔ اس کے ساتھ الپا بھی دماغ سے نکل گئی تھی۔ پورس نے دل پر پتھر رکھ کر مہاراج سے کہا تھا کہ سب کو ایک دن مرنا ہے۔ متاشار اور نتالیہ کو قتل کیا جائے گا تو کوئی نئی بات نہیں ہوگی لیکن اس کا دل دکھ رہا تھا۔ متاشار کو دل سے بہن ماننا تھا اور نتالیہ سے شادی کرنے والا تھا۔ اب مہاراج کی انتقامی کارروائی کے باعث اسے صدمہ پہنچنے والا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا ان دونوں کو بچانے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟

الپا پھر اس کے پاس آکر بولی ”میں اس لیے آئی ہوں کہ تم بہت پریشان ہو گے۔ تم نے اپنے دل پر جبر کر کے متاشار اور نتالیہ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے لیکن ہمیں ان دونوں کی حفاظت اور سلامتی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔“

اس نے اپنے چار ماتحتوں کے نام اور فون نمبر بتا کر کہا۔

”یہ چاروں ہندوستان کے شہرناگپور میں رہتے ہیں۔ تم بھی مہاراج کے بیٹے مییش کے ساتھ اس کی کوٹھی میں کئی گھنٹے اور مہاراج کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے بھی وہ کوٹھی دیکھی ہے۔ تم متاشار کے لب و لہجے میں ان سے کہو کہ وہ فوراً چلا جائیں اور مییش کو اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے میں اس طرح پھنسا دیں کہ اس کا پاپ خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے پاس پہنچ کر اس جگہ کا سراغ نہ لگا سکے۔ مییش کی آنکھوں پر پتی باندھ دی جائے یا بے ہوش کر کے رکھا جائے۔“

الپا مہاراج کے بیٹے مییش کی کوٹھی کا پتا نہیں جانتی تھی۔ ویسے اطمینان تھا کہ پورس کے ماتحت جانتے تھے۔ وہ ان ماتحتوں کے پاس چلی گئی۔

پورس نے نیلمان کو دیکھ کر سوچا ”اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا لیکن فرانس نہیں جاؤں گا۔ جو خفیہ لیبارٹری بنا رہا تھا، وہ دشمنوں کی نظروں میں آچکی ہے۔ اٹلی اور فرانس کی سرحد سے پہلے کسی اسٹیشن پر اتر کر کسی دوسرے ملک کا رخ کرنا ہو گا۔“



الپا اپنی ٹیلی بیٹھی کی سلامتی کی خاطر پارس کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں آگیا۔ وہاں سونیا اور اعلیٰ بی بی خانی کے ساتھ وقت گزارنے لگا۔ وہ جب بھی ادارے میں آتا تھا تو وہاں سونیا خانی سے ضرور ملاقات کرتا تھا۔

بہت پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ وہ زندگی کے ایک عجیب موڑ پر آگئی تھی۔ اس کی بیس تبدیل ہونے والی تھی۔ لیکن معائنے سے پتا چلا کہ اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا گیا تو وہ لڑکی سے لڑکا بن جائے گی۔ یہ زیادہ تشویش کی بات نہیں تھی۔ میڈیکل ٹرینمنٹ کے ذریعے وہ لڑکا بھی بن سکتی تھی اور بدستور لڑکی بھی رہ سکتی تھی۔ جناب تمبری نے اس کے باپ سلمان سے پوچھا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟

سلمان نے کہا ”آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ہم آپ سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ آپ خانی کے مزاج اور قدرتی حالات کو سمجھ کر اس کے حق میں بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔“

انہوں نے کہا ”بیدھی جی بات ہے۔ وہ قدرتی طور پر ایک بی بی بن کر پیدا ہوئی تھی۔ کوئی قدرتی چیز اگر بگڑتی ہے تو ہمیں اسے بگڑنے سے بچانا چاہیے۔ مثلاً پودے قدرتی طور پر نشوونما پاتے ہیں۔ مالی ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر وہ پودے کسی وجہ سے اکڑتے ہیں تو انہیں پھر سے اس مٹی اور زمین سے پیوستہ اور وابستہ رکھتا ہے۔ کیزے اس

کے تنے کھاتے ہیں تو وہ کیزے مار دو اؤں کے ذریعے ان پودوں کی حفاظت کرتا ہے۔ لہذا خانی کی نشوونما میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے تو اس خرابی کو علاج کے ذریعے دور کر کے اسے قدرت کے فشا کے مطابق بی بی ہی رہنے دیا جاسکتا ہے۔“

بابا صاحب کے ادارے کے اسپتال میں اس کا علاج ہونے لگا۔ وہاں کے باہرین نفیات نے اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا تو پتا چلا کہ وہ جوانی کے پہلے دن سے ہی زنانہ جذبات اور خواہشات سے عاری تھی۔ کبھی اس کے اندر شاعرانہ احساسات اور جنسی جذبات پیدا نہیں ہوئے۔

خانی نے علی کے ساتھ رہ کر بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ دن رات اس کے ساتھ رہی لیکن نہ اس کے جذبات بگڑنے اور نہ ہی علی نے جذبات کو بھڑکایا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ وہ ایک تجویز کی حیثیت سے علی کے ساتھ رہتی ہے۔ بلکہ وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے اسے پسند کرتی تھی۔ علی اس بات کا گواہ تھا کہ اکثر وہ ایک ہی بستر پر سوتے رہے۔ سونے سے پہلے دماغ کو ایسی ہدایات دیتے تھے کہ ان کے درمیان کبھی جسمانی تعلق قائم نہیں ہوا۔

وہ سمجھتی ہی سے لڑکوں کی طرح کھیلتی کوٹھی رہی اور بہترن کا فخر بننے کی تربیت حاصل کرتی رہی۔ اس لیے وہ مردانہ خصوصیات کی طرف لاشعوری طور پر مائل ہوئی رہی۔ یوں نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد اس کا علاج کیا گیا اور بارہ موزوں کی کمی پوری کرتے ہوئے اس کے اندر زنانہ جذبات و خواہشات کی کمی پوری کی گئی۔ کامیاب علاج ہونے کے بعد وہ ایک مکمل ڈشیرہ بن گئی۔

جناب تمبری نے اسے اپنے حجرے میں بلایا۔ وہ ان کے سامنے ہنگر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ سر کو جھکا لیا۔ انہوں نے کہا ”خدا کا شکر ہے کہ تم اپنی پیدائش کے مطابق مکمل ہو گئی ہو۔ ماشاء اللہ غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل بھی ہو پھر سے عملی زندگی گزارنے کے لیے ادارے سے باہر نگر نگر جاسکتی ہو۔“

خانی نے کہا ”میں آپ کے مشورے کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہوں۔“

”میرا مشورہ یہ ہے کہ تمہیں قدرتی طریقہ کار کے مطابق ٹیلی بیٹھی کا علم سیکھنا چاہیے۔ ٹرانزفاہر مرشیں سے حاصل کیا ہوا علم عارضی ہو تا ہے۔ میری پیش گوئی ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ٹرانزفاہر مرشیں سے گزرنے والے اس علم سے محروم ہوتے رہیں گے۔ تم اس ادارے کے بانی

اور بہت بڑے عالم بابا فرید واسطی کی نوای ہو، تمہیں اس علم کی پہنچی حاصل ہونی چاہیے۔ لہذا عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرو اور ٹیلی بیٹھی کی مرحلہ وار مشقوں سے گزرتی رہو۔ میں تمہاری راہنمائی کرتا رہوں گا۔“

سونیا خانی ان کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس نے باہر کی دنیا سے دلچسپی ختم کر دی۔ دن رات خیال خوانی کی مشقوں سے گزرنے کے اوقات مقرر تھے۔ ان کے بعد وہ لیبارٹری اور لا بیری میں وقت گزارتی تھی۔ جنسانک کی تربیت بہت پہلے ہی مکمل کر چکی تھی۔ اب ان کی مشقیں جاری رکھتی تھی۔

اس نے تقریباً دو برس تک مسلسل محنت، لگن، عبادت اور ریاضت کر کے مشقین سے حاصل کیے ہوئے علم کی کمی کی اور قدرتی طور پر خیال خوانی کا علم حاصل کر لیا۔ اس دوران بی بی علی اور پارس جب بھی ادارے میں آتے رہے، اس سے ملاقات کرتے رہے۔ علی سے بہت مختصر ملاقاتیں رہیں۔ وہ پہلے جیسی بے تکلفی نہیں رہی۔ انسان زندگی گزارنے کے لیے کبھی اپنی مرضی کے حالات پیدا کرتا ہے اور کبھی حالات کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ جنسی ادارے سے تربیت حاصل کر کے لاہور پہنچی تو اس کے اور علی کے ساتھ مسلسل ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ وہ دن رات ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے۔ اس طرح وہ پہلے ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوئے پھر ازدواجی رشتے میں منسلک ہو گئے۔ اس کے بعد پھر علی کو ادارے میں آنے کا وقت نہ ملا۔ البتہ پارس کئی بار آیا پھر آخری بار جب الپا نے علی کو علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ادارے میں دوبارہ اپنی صلاحیتوں کی مشقیں کرنے آئی وہاں جتنا زہم کے شعبے میں خانی سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

ایک ہفتے بعد ہی جناب تمبری نے اسے اور خانی کو بلایا اور کہا ”پارس! تمہیں پھر ہندوستان واپس جانا چاہیے۔ کل سفر کے دوران میں ہی تمہیں وہاں جانے کا مقصد معلوم ہو جائے گا۔“

پھر انہوں نے خانی سے کہا ”تم پارس کے ساتھ جاؤ گی۔ جانے سے پہلے ریکارڈ روم میں جاؤ۔ دوستوں اور دشمنوں کی موجودہ آوازیں اور لہجوں کے جتنے آڈیو کیسٹ ہیں انہیں سن کر ہر ایک کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر لو۔“

انہوں نے آئینہ سے رابطہ کیا پھر پوچھا ”بی بی! خیریت سے ہو؟“

آئینہ نے کہا ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ کی سرپرستی

میں ہم سب ہی بخیریت اور مطمئن رہتے ہیں۔
 ”تم عبادت میں مصروف رہتی ہو۔ میں نے تم سے
 عارضی طور پر دنیوی معاملات میں رہنے کے لیے کہا تھا
 کیونکہ ہمارے پاس فراہم تھا نیلی چٹھی جاننے والا رہ گیا تھا۔
 سلطانہ مسلسل بیمار رہنے کے باعث خیال خوانی کے قابل
 نہیں رہی۔ سلمان ادارے کے ریکارڈ روم میں بہت مصروف
 رہتا ہے۔ وہ کبھی کسی اہم معاملے میں ایک معاون کی حیثیت
 سے کام آتا ہے۔ بہر حال اب تم دنیوی معاملات کو چھوڑ کر
 گوشہ نشینی اختیار کر لو۔ سونا ثانی میدانِ عمل میں آ رہی
 ہے۔“

ماضی میں ثانی نے کیسے کیسے چوکا دینے والے کارنامے
 انجام دیے تھے، یہ قارئین کو یاد ہوگا۔ اگر یاد نہ ہو تو وہ پھر یاد
 دلانے کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے ایک طویل
 عرصے کے بعد باہر آئی تھی اور اس بار یارس اس کا پارنٹر
 تھا۔ پارنٹر ہونے اور عاشق بننے میں زمین اور آسمان کا فرق
 ہوتا ہے۔ ماضی میں ثانی اور علی عاشقانہ انداز میں برسے
 برسے خائفین کے دانت کھٹے کرتے رہے لیکن کبھی کوئی رشتہ
 قائم نہ کر سکے صرف پارنٹر ہی بن کر رہے۔

اب یہ نئے پارنٹر ایک نئی اور انجانی مسم کے لیے صبح
 آٹھ بجے کی فلائٹ سے بھارت کے لیے روانہ ہوئے۔
 جناب تمبری نے ان سے کہا تھا کہ سفر کے دوران میں انہیں
 بھارت جانے کا مقصد معلوم ہو جائے گا۔ جب طیارہ پرواز
 کرنے لگا تو ثانی نے یارس سے کہا ”سفر کے دوران میں
 کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں اسی طیارے میں اہم معلومات ملیں
 گی۔ ممبئی انزبورت پہنچتے ہی یہ سفر ختم ہو جائے گا۔“

پارس نے کہا ”ممبئی سے پہلے استنبول اور جدہ میں
 ایک ایک کھٹے کے لیے پرواز ہوتی ہوگی۔ جہاں بھی یہ طیارہ
 رکے گا وہاں ہمارا سفر ختم ہو سکتا ہے۔“

”جناب تمبری نے کہا ہے، ہمیں بھارت جانا ہے۔ لہذا
 وہاں پہنچنے سے پہلے ہمارا سفر ختم نہیں ہوگا۔“

”جناب تمبری ایک بات بھول گئے، وہ میں یاد دلا دوں۔
 ابھی طیارے کو اچانک حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ پھر پھر سفر
 کا اختتام۔“

ثانی نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا ”میں تھوڑی دیر کے
 لیے بھول گئی تھی کہ شیطان کے ساتھ سفر کر رہی ہوں۔“

”افسوس کہ لا حول پڑھ کر کبھی نہیں بھگا سکو گی۔“

ثانی نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اچانک چیخ مار کر اپنی
 سیٹ پر سے اٹھ گئی۔ تمام مسافرا اسے دیکھنے لگے۔ وہ غصے سے

کہہ رہی تھی ”تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے اکیلی دیکھ کر کچھ
 رہے ہو۔ تم کون ہو؟ کیا تہذیب تمہیں چھو کر نہیں
 ہے؟“

پارس سمجھ گیا کہ ثانی اسے بھگانے کے لیے اس
 اشاکل سے لا حول پڑھ رہی ہے۔ کئی مسافر اٹھ کر کمر
 ہو گئے تھے۔ ایک شخص نے کہا ”اے مسٹر! اپنی جگہ نہ
 اٹھو۔ بے شرمیوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہو۔ چلو اٹھو۔“

پارس کھڑا ہو گیا۔ کئی لوگ اس کے خلاف بولنے لگے
 ایک اتر ہوٹل اسٹور کے ساتھ آئی۔ وہ دونوں ان سر
 بولنے والوں کو چپ کرانے لگے۔ جب وہ چپ ہوئے تو
 ان پرنس نے یارس سے کہا ”مسٹر! تمام مسافر ہمارے بار
 قابل عزت ہوتے ہیں۔ آپ نے ایک شریف زادی کو چپ
 ہے۔ اس کے باوجود ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی فلاحت میں بار
 بد مزگی پیدا نہ ہونے دیں۔ پلیز آپ دوسری سیٹ پر چلیں۔“
 اسٹور نے ثانی سے کہا ”ہم شرمندہ ہیں۔ ہمارا
 فلاحت میں انہوں نے آپ سے بد تمیزی کی ہے۔ پلیز کمر
 فراخ دلی کا ثبوت دیں اور اس بات کو بھول جائیں۔“
 ”میں اس وقت بھولوں گی جب اسے یہاں سے ہٹ
 دیا جائے گا۔“

پارس نے کہا ”آپ خواتین و حضرات نے ان کی بے
 سن لی۔ ان کا غصہ دیکھ لیا۔ ان کی بات بھی سن لی۔ مجھے الزام
 دینا شروع کر دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ ملزم کو اپنا
 معافی کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔“

ایک مسافر نے غصے سے پوچھا ”تم کیا معافی پیش کر
 گے؟ کیا تم یہ کہو گے کہ یہ الزام لگا رہی ہیں۔ تم نے انہیں
 نہیں چھیڑا ہے؟“

”میں انکار نہیں کروں گا۔ میں نے چھیڑا ہے۔ کیا ایک
 شوہر اپنی بیوی کو چھیڑ نہیں سکتا؟“

”شوہر؟“ مسافروں نے حیرانی سے پوچھا ”بیوی؟“

پارس نے کہا ”جی ہاں۔ یہ میری ٹریڈنگ ہے کہ یہ کہہ کر یہ
 نارمل ہے۔ بھی یہ خوب گلے لگ کر پیار کرتی ہے اور کبھی
 سے ایسے کترائی ہے جیسے میں اجنبی ہوں اور اسے چھیڑا
 ہوں۔“

ثانی نے کہا ”یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس کی کڑا
 نہیں ہوں۔“

”دیکھو ڈارلنگ! تمہیں بھولنے کی عادت ہے۔ تھوڑی
 دیر بعد تمہیں پھر بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں گی اور بیشک
 طرح پھر مجھ سے معافی مانگو گی۔“

ایک خاتون نے پوچھا ”تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ کیا
 میں سرٹیفکیٹ (کچ بامہ) ہے؟“

”میں سرٹیفکیٹ گھ میں ہے۔ جیسا کہ یہاں تمام میاں
 بیویوں کے میں سرٹیفکیٹ ان کے گھروں میں ہوں گے۔
 کوئی اپنا نکاح نامہ ساتھ لے کر نہیں گھومتا۔ اگر میں غلط کہہ
 رہا ہوں تو یہاں کوئی اپنا نکاح نامہ دکھائے۔“
 ثانی نے غصہ کرنے کی ایکٹنگ کی ”جنس میں گیا تمہارا
 نکاح نامہ۔ نہیں ایب نارمل ہوں اور نہ ہی اس کی بیوی
 ہوں۔“

”تو پھر کسی کی بیوی ہو؟“
 ”میں کسی کی بیوی نہیں ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں
 ہوئی۔ میں کنواری ہوں۔“

پارس نے کہا ”پھر تو میڈیکل چیک اپ کے ذریعے
 معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کنواری ہے یا نہیں؟ اس فلائٹ میں
 کوئی ڈاکٹرا نرس ہوگی۔“

ایک خاتون نے کہا ”میں لیڈی ڈاکٹر ہوں۔ اتر ہوٹل
 کے کیمپ میں لے جا کر اسے چیک کر سکتی ہوں۔“

ثانی نے سنجیدگی سے کہا ”یہ کیا کہو اس ہے؟ کسی کنواری
 لڑکی کا اس طرح چیک اپ نہیں ہوتا۔“

”کسی کنواری پر بد چلن کا شبہ ہو جائے تو چیک اپ ہوتا
 ہے۔ میں ایک شوہر کی حیثیت سے لیڈی ڈاکٹر کو اجازت دیتا
 ہوں کہ میری بیوی کو کیمپ میں لے جائے۔“

اگر ثانی چیک اپ کے لیے راضی ہو جاتی تو اس کے
 نتیجے میں وہ واقعی کنواری ثابت ہوتی لیکن ایسے چیک اپ
 میں بے حیائی ہوتی ہے۔ خواہ ایک لیڈی ڈاکٹر کے سامنے ہو
 اور ثانی یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی۔

لیڈی ڈاکٹر نے پاس آ کر ثانی سے کہا ”میرے ساتھ
 آئیے۔“

”نہیں۔ میں چیک اپ نہیں کروں گی۔“

پارس نے کہا ”اگر یہ چیک اپ نہیں کرانے تو اس کا
 مطلب سمجھ میں آتا چاہے کہ میری گھر والی ایب نارمل
 ہے۔ میں نے اس کے ساتھ بیٹھنے کا جرم نہیں کیا ہے۔ مجھے
 یہاں سے نہیں ہٹانا چاہیے۔“

ثانی نے اپنا ایک اٹھا کر کہا ”تم یہاں سے نہ جاؤ۔ میں تو
 جا سکتی ہوں۔“

وہ اپنا بیگ لے کر کسی خالی سیٹ کی تلاش میں چلی گئی۔
 ایک خاتون نے کہا ”بات سمجھ میں آئی ہے۔ یہ میاں بیوی کا
 جھگڑا ہے۔ یہ خودی آپس میں منٹ لیں گے۔“

ثانی دوسری جگہ جا کر ایک سیٹ پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی
 کے ذریعے یارس کے پاس پہنچ کر بولی ”تم کچھ بد معاش ہو۔
 تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں کنواری ہوں اور تم میرا میڈیکل
 چیک اپ کرانا چاہتے تھے؟“

وہ مسکرا کر بولا ”تمہاری عزت میری عزت ہے۔ میں
 جانتا تھا تم چیک اپ نہیں کرواؤ گی۔ اس سے پہلے سیٹ چھوڑ
 کر چلی جاؤ گی۔ تم لا حول کے ذریعے جو نسخہ مجھ پر آزما رہی
 تھیں، میں نے دوسرے انداز میں لا حول پڑھے بغیر ہی تمہیں
 بھگا دیا۔“

”مجھی بات ہے انتظار کرو۔ میں اینٹ کا جواب پھر
 سے دوں گی۔“

”اچھا اب جاؤ میرے دماغ سے۔ میں واش روم جا رہا
 ہوں۔“

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا کہ ثانی
 کہاں جا کر بیٹھی ہوئی ہے۔ ثانی نے اپنے چہرے کے سامنے
 اخبار کو پھیلا لیا۔ وہ یارس کو نظر نہیں آئی۔ یارس دونوں
 اطراف سیٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانے
 لگا۔ جب وہ ثانی کے قریب سے گزرا تو اس نے اپنا ایک پیر
 اچانک بڑھا دیا۔ یارس اس کے پیر سے الجھ کر آگے کی طرف
 لڑکھاتے ہوئے ایک حسد کی آغوش میں آکر گر ا۔ حسد کے
 حلق سے چیخ نکلی۔ یارس نے بوکھلا کر حسد کو دیکھا۔ ثانی نے
 اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ”لیڈی رائیڈ جنٹلمین! آپ دیکھیں اور
 فیصلہ کریں کہ کون ایب نارمل ہے۔ اس نے پہلے مجھے چھیڑا
 تھا۔ اب اس بے چاری کو چھیڑ رہا ہے۔“

حسد نے کہا ”نہیں۔ یہ مجھے نہیں چھیڑ رہا۔ یہ ٹھوکر کھا
 کر مجھ پر آگرا ہے۔“

حسد کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت نے کہا ”اگر یہ
 اتفاقاً آگرا ہے تو اٹھنا کیوں نہیں ہے تم سے چپ کر کیوں
 رہ گیا ہے؟“

پارس نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا ”سوری مس!
 میں تم پر بوجھ بن گیا تھا۔ یہ تمہاری مرہانی ہے۔ تم نے یہ
 کہہ کر میری پوزیشن صاف کر دی کہ میں نے تمہیں چھیڑا
 نہیں ہے۔“

پارس نے سرگھرا کر ثانی کو دیکھا۔ ثانی اپنے چہرے کے
 سامنے اخبار لے آئی۔ ذرا ب مسکرا نے لگی۔ ایک مسافر
 نے کہا ”ایک بار لڑکے نے لڑکی کو چھیڑا پھر لڑکی نے لڑکے کو
 گراٹا چاہا۔ پتا نہیں دونوں میں سے کون ایب نارمل ہے؟“
 پارس ٹائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ثانی نے اس کے دماغ

میں آکر کہا "مانے ہو میں نے بدلہ لینے میں دیر نہیں کی۔"
وہ بولا "بہت خوب صورت بدلہ لیا ہے۔"
"اسی لیے اس خوب صورت بلا سے لپٹے ہوئے تھے۔
تم اتنے حسن پرست کیوں ہو؟"
"حانی! میں کسی کے ساتھ ایک رات بھی گزارا تو
اس کے بدن کی ملک کو کبھی نہیں بھولتا۔ میں اس حینہ سے
اس لیے تھوڑی دیر تک لپٹا رہا کہ اس کے بدن کی ملک مجھے
نتالیہ کی یاد دلا رہی تھی۔"
حانی نے سنجیدگی سے پوچھا "کیا اس سیٹ پر نتالیہ بیٹھی
ہوئی ہے؟"

"ہاں اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت یقیناً نتاشا
ہوگی۔ تم نے ادارے کے ریکارڈ روم میں ان دونوں کے
لب دلے کو کبھی سنا ہوگا۔"
"ہاں مجھے یاد ہے میں ابھی ان کے نتاشا اور نتالیہ
ہونے کی تصدیق کرتی ہوں۔"
"پہلے پر پلو پر غور کرو۔ ان دونوں کے ساتھ پورس
بھی اسی طیارے میں ہو سکتا ہے۔ یہ ہمیں پرانی سوچ کی
لہروں کو محسوس کر لیتی ہیں۔"

"تم مجھے کچھ سمجھ کر سمجھا رہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ
ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہاری انگلی پکڑ کر چلنے
آئی ہوں۔"

"بھئی تمہاری ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ خود کو پہنی نہ
کہہ کر اشارہ مجھے سمجھا رہی ہو کہ بالغ ہو چکی ہو۔ کیا میں
نہیں جانتا کہ تم میڈیکل ڈسٹنٹ اور آپریشن کے بعد نئے
سرے سے جوان ہو گئی ہو۔"

"شٹ اپ۔ اپنی زبان کو لگام نہیں دے سکتے؟"
وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اخبار میں منہ چپا کر
شرمانے لگی۔ اس اخبار میں ایک راقصہ اپنے ساتھی راقص
کے بازوؤں میں تھی۔ وہ ایک اشتہاری تصویر تھی۔ اس پر
نظر پڑے ہی اس نے شرمانے ہوئے اخبار کو بند کر دیا۔ اسے
یہ کر کے رکھتے ہوئے سوچنے لگی "مجھے کام کی طرف توجہ دینا
چاہیے۔ جناب تمبری نے فرمایا تھا کہ ہمیں سفر کے دوران
میں بھارت جانے کا مقصد معلوم ہو جائے گا۔ واقعی آپ کچھ
معلوم ہو رہا ہے۔ نتاشا اور نتالیہ بھارت جا رہی ہوں گی اور
ان کے ساتھ پورس بھی ہوگا۔"

اس نے پارس کے دماغ میں آکر کہا "مجھے پورس، نتاشا
یا نتالیہ میں سے کسی کے بھی دماغ میں جانا ہوگا۔ زیادہ سے
زیادہ یہی ہوگا کہ وہ تینوں کسی خیال خوانی کرنے والے کی آمد

سے پریشان اور محتاط ہو جائیں گے۔ وہ اب ٹیلی بیٹھی نہیں
جانتے ہیں۔ جو اب ہمارے دماغوں میں نہ آسکیں گے، نہ اس
طیارے میں ہمیں پہچان سکیں گے۔"
"ٹھیک ہے میں اس وقت ٹائلٹ کے باہر کھڑا ہوا
ہوں۔ تم پورس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے گا اور یہ
معلوم کرنے کے لیے اپنی سیٹ سے اٹھے گا کہ یہاں خیال
خوانی کرنے والا کون ہے؟ میں یہاں سے طیارے کے آخری
سرے تک دیکھ رہا ہوں۔ شاید میں اسے بہوپ میں بھی
پہچان لوں۔"

حانی نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پورس کے دماغ میں
پہنچ گئی۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اب
وہاں پہلے سے موجود تھی۔ وہ پورس سے کہہ رہی تھی "میں
پچھلی رات سے کئی بار نتاشا اور نتالیہ تک پہنچتی رہی لیکن
بے ہوشی کے باعث ان دونوں کے دماغ کمزور ہو گئے تھے
میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکی۔ آخری بار رات کے تین بجے کی
تو میری سوچ کی لہر ان دونوں کے دماغوں سے ٹکرا کر واپس
آگئی۔ مہاراج اور گردو پو نے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا
ہے۔"

پورس نے کہا "بلی! ان بھائیوں نے تو یہی عمل کے
ذریعے دونوں بہنوں کو اپنی معمول اور کنیز بنالیا ہوگا۔ یا
نہیں، وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے؟ شاید
انہیں فرانس کی لیبارٹری سے کسی دوسرے ملک یا شہر لے
گئے ہوں گے۔"

"وہ دونوں بھائی ان بہنوں کو اپنے پاس ہندوستان بلا
سکتے ہیں۔ دونوں ہی ہوس پرست ہیں۔ ان کی عزت سے بھی
کھلیں گے اور ان کی جان بھی لیں گے۔"
"ان دونوں کی شامت آگئی ہے۔ میں یہاں سے
بھارت جاؤں گا۔"

الپا نے پوچھا "ہمارے منصوبے کا کیا ہوگا۔ کیا تم اپنی
ٹیلی بیٹھی دوبارہ تیار نہیں کرو گے؟"
"کروں گا۔ اب ہم بھارت میں ہی ایک خفیہ لیبارٹری
قائم کریں گے۔ میں ان چاروں ڈاکٹروں کو ساتھ لے جاؤں
گا۔"

"کیا اس اجنبی اور زہریلی دوشیزہ ناصرو (نیلمن) کو بھی
اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟"
"ہاں۔ ایک تو آئندہ یہ زہریلی حینہ میرے کام آئے
گی۔ دوسری بات یہ کہ میں اس کی اصلیت معلوم کرنے کے
لیے کسی طرح اس کی یادداشت واپس لاؤں گا۔"

ان کی گفتگو کے دوران میں حانی، پورس کے چور
خیالات پڑھتی رہی۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ نتاشا اور نتالیہ سے
پہنچ گیا ہے اور ابھی ان کے ساتھ طیارے میں نہیں ہے۔
انگلی کے کسی شرم میں ہے اور وہاں سے بھارت جانے والا
ہے۔

چور خیالات نے یہ بھی بتایا کہ بلی ڈونا (الپا) اس کے
دماغ میں آتے ہی کون سے کوڈز دوا کرتی ہے۔ حانی نے
پارس کے اندر آکر اسے پورس اور بلی ڈونا کی گفتگو کے
بارے میں بتایا۔ پارس نے کہا "بلی ڈونا کی ٹیلی بیٹھی کی
ملاحت ختم ہو چکی ہے۔ ٹرانسفا مرشٹین سے یہ علم حاصل
کرنے والوں میں صرف الپا کے پاس یہ علم باقی رہ گیا ہے۔
یقیناً وہ بلی ڈونا کے نام سے خیال خوانی کرتے ہوئے پورس کو
دھوکا دے رہی ہے۔"

حانی نے کہا "وہ الپا ہی ہوگی کیونکہ پورس کے ساتھ جو
چار ڈاکٹر ہیں وہ یہودی ہیں۔ وہ الپا اور اسرائیلی اکابرین کے
تعاون سے دوا تیار کرنا چاہتا ہے۔ اسے امید نہیں ہے کہ وہ
نتاشا اور نتالیہ کو زندہ سلامت حاصل کر سکے گا لیکن یہ قسم
کھا کر بھارت جا رہا ہے کہ مہاراج اور گردو پو کو زندہ نہیں
چھوڑے گا۔ ان سے انتقام بھی لے گا اور وہاں کسی محفوظ
علاقے میں لیبارٹری قائم کر کے دوا تیار کرے گا۔ دیے وہ
ابھی انگلی کے کسی شرم میں ہے۔"

"یعنی اس طیارے میں پورس نہیں ہے۔ نتاشا اور
نتالیہ محروم ہیں اور مہاراج اور گردو پو کی تابعدار بن کر
ہندوستان جا رہی ہیں۔"

"ہاں۔ یہ دونوں اپنی مرضی کے خلاف یہ سفر کر رہی ہیں
اور یہ نہیں سمجھ رہی ہوں گی کہ ان بھائیوں کی معمول بہن کر
ان کے پاس جا رہی ہیں۔ تو یہی عمل کے ذریعے ان کے
دماغوں سے پورس کو بھلا دیا گیا ہوگا اور ان کے دماغوں کو
لاک کر دیا گیا ہوگا۔"

"تم نے وہ انگوٹھی پہنی ہوئی ہے، جو ہما (سونیا) پہنتی
ہیں، اس انگوٹھی کی ایک خفیہ سونے کے ذریعے اعصابی
کمزوری کی دوا انجکٹ کی جاتی ہے۔ تم دونوں بہنوں کو
اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے دماغوں میں پہنچ سکو
گی۔"

"میں ضروری نہیں سمجھتی کہ ان کے دماغوں کو کمزور
بنایا جائے۔ ان دونوں بھائیوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ وہ محتاط
ہو جائیں گے۔ یہ دونوں ہمیں ہماری نظروں میں ہیں۔ ہم
مجبوری پہنچ کر ایک دوسرے سے الگ ہو کر ان بہنوں کا

تغائب کریں گے۔ یہ جہاں جائیں گی، وہیں وہ دونوں بھائی
موجود ہوں گے۔"

"تم اس حد تک درست کہہ رہی ہو۔ ہم اس مقام تک
پہنچ سکتے ہیں جہاں یہ ہمیں جائیں گی لیکن یہ ضروری نہیں
ہے کہ وہاں مہاراج اور گردو پو موجود ہوں۔ وہ محتاط رہ کر
انہیں کسی خفیہ اسے میں بلانے سے پہلے پورس کا رد عمل
معلوم کرتے رہیں گے۔ ہمیں بڑے مہرے ان کے اہم
اقدامات کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں، جب مہرے کرنے کا موڈ نہیں ہوگا تو میں
الپا بن کر کوئی چال چلوں گی۔ ہمیں ممبئی پہنچنے تک اس
معالے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔"
"ہاں ممبئی پہنچنے تک کوئی نئی صورت حال سامنے آسکتی
ہے۔ ہم کسی اور تدبیر پر عمل کر سکتے ہیں۔"
وہ دونوں اپنے اپنے طور پر کوئی اور تدبیر سوچنے لگے۔

○●○

امریکا کے جنوب مغرب میں ایک جزیرہ ہے جہاں روسی
اور اسرائیلی طیارے آکر ایک دن دے پر اتر رہے تھے۔
ایک امریکی حاکم اور فوج کا ایک اعلیٰ افسران طیاروں میں
آنے والے روسی اور اسرائیلی اکابرین کا استقبال کر رہے
تھے۔ سطح فوجی ان اکابرین کو نہایت ہی شاندار اور آرام دہ
مہمان خانوں میں پہنچا رہے تھے۔ مختلف مہمان خانوں میں
ان کی میزبانی کے لیے حسین دوشیزائیں اپنے حسن و شباب کی
تمام تر جلوہ سامانی کے ساتھ موجود تھیں۔ اس جزیرے میں
عیش و عشرت کا سامان بھی تھا اور سیاسی خطرے کی نئی بساط بھی
بچھائی جانے والی تھی۔

ٹیلی بیٹھی کے عام طور پر ختم ہو جانے اور چند ٹیلی بیٹھی
جاننے والوں کے باقی رہ جانے کے باعث عالمی سیاست میں
زبردست تبدیلیاں پیدا ہونے والی تھیں۔ ان تبدیلیوں کا
جائزہ لینے اور عالمی سیاست میں اپنی ساکھ پر قرار رکھنے کے
لیے امریکا، روس اور اسرائیل کا ایک خفیہ اجلاس ہونے
والا تھا۔

انہوں نے دوسرے ممالک کو بھی اس جزیرے میں
تیسرے دن آنے اور دوسرے اجلاس میں شریک ہونے کی
دعوت دی تھی۔ اس طرح اس جزیرے میں کئی دنوں تک
سیاسی میلہ لگنے والا تھا۔

وہاں امریکی آرمی اٹلی جنس کے کئی سراغ رساں تھے
جو بڑی رازداری سے آنے والے مہمانوں کو پرکھ رہے تھے۔
یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ جو چند ٹیلی بیٹھی

جاننے والے رہ گئے ہیں، وہ ان مہمانوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں یا نہیں؟ ایسے مہمان ان کے معمول اور تابعدار ہوں گے اور ان کی کسی نہ کسی حرکت سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ ٹیلی جیتھی جاننے والوں کے معمول بن کر آئے ہیں۔

پچھلے دن اجلاس میں تین ممالک کے اکابرین نے باقی ٹیلی جیتھی جاننے والوں کا حساب کیا۔ قدرتی طور پر یہ علم حاصل کرنے والوں میں پہلے میرا اور آمنہ کا نام آیا پھر سلطانہ اور سلمان کا نام بھی لیا گیا۔ ایک نے کہا ”آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی جیتھی کی حامل ہے اور زیادتی معاملات سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مصروف رہتی ہے۔“

دوسرے نے کہا ”سلطانہ کے متعلق سنا گیا ہے کہ اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے۔ وہ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ سلمان پہلے بھی ٹیلی جیتھی کے میدان میں کم ہی نظر آتا تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک اہم شعبے کا انچارج ہے۔ اسے ادارے کے باہر کسی معاملے میں خیال خوانی کرنے کی فرصت نہیں ملتی ہے۔“

ایک امریکی افسر نے کہا ”اب سلمان ضرور فرہاد کے ساتھ ٹیلی جیتھی کے میدان میں رہے گا کیونکہ مسلمانوں میں وہی دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔“

ایک اسرائیلی حاکم نے کہا ”ہمیں اس خوش قسمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے افراد نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کیا ہے، وہ بھی اس علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ جناب تمبری کے حکم سے وہ دو اسپرے کی کئی جگہ اسپرے کرنے والوں نے اس ادارے میں اور ادارے کے باہر کئی کھو میر تک دو اسپرے نہیں کی ہوگی۔ اس طرح کئی مسلمان ٹیلی جیتھی جاننے والے ادارے میں موجود ہیں۔ علی، پارس اور قسمی وغیرہ نے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں۔“

تین ممالک کے اکابرین نے تائید میں کہا کہ وہ مسلمان اپنے پیروں پر آپ کھڑی نہیں ماریں گے۔ موٹی عقل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ ادارے کی طرف سے ان مسلمانوں پر پابندیاں عائد کی گئی ہوں گی کہ وہ تا حکمِ ثانی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

ایک حاکم نے کہا ”ایسی پابندیوں سے ہمیں عارضی طور پر یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ ان کا کوئی خیال، خیال خوانی کرنے والا نہیں نقصان نہیں پہنچا رہا ہے۔ دیئے آئندہ کبھی وہ سب ہمارے لیے دوسرے بن جائیں گے۔“

روسی حاکم نے کہا ”جب وہ ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے قوت سے نکل جائے گا۔ اگر وہ گوشہ نشینی میں ہیں تو ابھی ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتیں گے۔ اپنی جگہ ٹیلی جیتھی کے ذریعے نمایاں ہیں، ہمیں ان سے ٹھنکے کی بات کرنا چاہیے۔“

امریکی حاکم نے کہا ”ہمارے یہودی حضرات نقصان دہ نہیں ہیں۔ اپنا اس علم سے محروم نہیں ہوئی جب وہ کوئی ایسی جگہ محفوظ ہے جہاں ٹیلی جیتھی کو ختم کرنے والی دوائے اثرات نہیں پہنچ رہے ہیں۔“

اسرائیلی حاکم نے کہا ”ہماری اپال اب تک محفوظ ہے لیکن یہ پریشانی ہے کہ دو اسپرے کرنے والے اسے تلاشی کر رہے ہوں گے۔ اس کی ٹیلی جیتھی چند روزہ ہے۔ کسی دن بھی وہ اس علم سے محروم ہو سکتی ہے۔ آپ قدرتی طور پر ٹیلی جیتھی جاننے والوں کی بات کریں۔“

”قدرتی طور پر ٹیلی جیتھی جاننے والوں میں مسلمانوں کے بعد ہندوؤں کا پلڑا بھاری ہے۔ نیلماں، مہاراج اور گرو۔۔۔ تین بھارتی ٹیلی جیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمیں بھارت کی اہمیت دینی ہوگی۔ بھارتی حکام کے ذریعے ان تینوں ٹیلی جیتھی جاننے والوں کو دوست بنانے پر رٹنا ہوگا۔“

ایک نے کہا ”ہم نیلماں کے پوتے کی آ رہائیاں کو بھول رہے ہیں۔ اس نے بھی اپنی داوی کی طرح قدرتی طور پر ٹیلی جیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ اس نے ایک ایرانی عامل کے ذریعے اثر رہ کر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔“

”اس اجلاس کا مقصد یہ بھی ہے کہ جو ٹیلی جیتھی جاننے والے باقی رہ گئے ہیں، وہ ضرور ہم میں سے کچھ افراد کے اندر چھپ کر آئیں گے بلکہ ابھی اس اجلاس میں موجود ہوں گے۔ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری گفتگو سے حصہ لیں۔ ہمارے مسائل کو سمجھیں اور انسانیت کے نائے ہم سے تعاون کریں۔“

اسرائیلی آرمی انجیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آڈ نے کہا ”ہماری اپال خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان موجود ہے۔“

اپال نے ایک اسرائیلی افسر کی زبان سے کہا ”میں آنا کل بہت مصروف ہوں۔ میں نے پورس سے دوستی کی ہے۔ ہمارے یہودی ڈائریکٹر پورس کے تعاون سے ٹیلی جیتھی کو ختم کرنے والی دوا تیار کرنے والے ہیں۔ یہ دوا ہم بابا صاحب کے ادارے کے ٹیلی جیتھی جاننے والوں پر اسپرے کریں گے۔ تب یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ مشین کے ذریعے ٹیلی جیتھی

علم حاصل کرنے والے مسلمان ہمیں نقصان پہنچا سکیں گے۔ ہم ان تمام مسلمان ٹیلی جیتھی جاننے والوں کو پیشہ کے لیے ناکارہ بنائیں گے۔“

امریکی فوجی افسر نے کہا ”یہ ہمارے لیے خوش آئند بات ہے۔ اپال ایک بہت بڑا قدم اٹھا کر ہمیں حوصلہ دے رہی ہے۔“

روسی حاکم نے کہا ”امریکی حکام زیادہ پریشان نہیں ہوں گے۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ مشین کے ذریعے پھر ٹیکوں ٹیلی جیتھی جاننے والے پیدا کیے جاسکتے ہیں۔“

امریکی افسر نے کہا ”ہم نے ایسا کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ شاید آپ یقین نہ کریں۔ اب اس مشین کے ذریعے ہم کسی کو ٹیلی جیتھی کا علم نہیں دے سکیں گے۔ ہم کئی بار اپنے اہم آدمیوں کو اس مشین سے گزار چکے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بھی یہ علم حاصل نہ کر سکا۔ ہم نے بڑے بڑے تجربے کر کے ٹیکوں کے ذریعے مشین کو چمک کر لیا ہے۔ تمام ٹیکوں کی رپورٹ ہے کہ مشین میں کوئی خرابی نہیں ہے۔“

”دوسرے افسر نے کہا ”اب ہم اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ مسلمان ٹیلی جیتھی جاننے والے کوئی گڑبڑ کر رہے ہیں۔ وہ ہر دوسرے سیرے میں دن چھپ کر کسی اسپینڈ بوٹ یا ٹیکل کو پٹر کے ذریعے جزیرے کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ دوا اسپرے کرتے ہوں گے۔“

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس گولیاں ہوں اور وہ تادیبہ بن کر جزیرے میں آتے ہوں اور دوا اسپرے کر کے چلے جاتے ہوں۔“

میں اس اجلاس میں موجود تھا۔ اگر قسم کھا کر بھی ان سے کہنا کہ جناب تمبری نے ایمان اور انصاف کے تقاضے پورے کیے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی دو انیس اسپرے کی گئی ہیں۔ تادیبہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول ناکارہ ہو چکے ہیں اور مشین کے ذریعے ٹیلی جیتھی جاننے والے تمام مسلمان اس علم سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں میرے بیٹوں علی، پارس اور ہومبھی کو بھی چھوٹ ٹیک دی گئی ہے۔ وہ بھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔

میری کئی باتوں پر وہ لوگ کبھی یقین نہ کرتے اس لیے میں اس اجلاس میں خاموش تماشا بنی ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ انہیں رفتہ رفتہ جناب تمبری کے ایمان اور انصاف پر یقین آئے گا۔

ایک امریکی افسر نے کہا ”اپال نے ہمارے اجلاس میں اپنی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ ہم نیلماں، مہاراج اور گرو دیو سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم سے گفتگو کریں۔“

مہاراج نے ایک امریکی افسر کی زبان سے کہا ”میں ہوں مہاراج۔ میرا نام سوربہ راج ہے۔ میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے والا تھا لیکن اپال کی باتیں سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ یہ پورس کے تعاون سے اپنی ٹیلی جیتھی دوا تیار کر رہی ہے اور اب تک مجھے یہ کہہ کر دھوکا دیتی رہی ہے کہ وہ ٹیلی ڈونا ہے۔ میں اپال سے پوچھتا ہوں، یہ خود کو مجھ سے کیوں چھپا رہی تھی؟“

اپال نے کہا ”دراصل میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے پاسکی اور کے ذریعے فرہاد اور پارس کو میری خیال خوانی کا علم ہو۔ وہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ میں اس علم سے محروم ہو چکی ہوں۔“

مہاراج نے پوچھا ”کیا تم سمجھتی ہو کہ فرہاد اس اجلاس میں موجود نہیں ہو گا؟ تم مجھ سے چھپ رہی تھیں۔ اب فرہاد کے علم میں بھی آچکی ہو۔“

”ہاں۔ ایک دن تو یہ راز کھلنا ہی تھا۔ دراصل مناشا میری جانی دشمن ہے۔ وہ مجھے پورس سے کبھی دوستی نہیں کرنے دیتی اس لیے میں پورس کے پاس بی ڈونا بن کر جاتی رہی ہوں۔ اب میں پورس کو حقیقت بتا دوں گی کیونکہ مناشا اور اس کی بہن کو تم معمول اور کینہہ بنا کر کہیں لے گئے ہو۔“

”مناشا میرے بھائی کی قاتلہ اور تمہارے راستے کا کاٹنا تھی۔ میں اسے قتل کر کے تمہارا راستہ صاف کر دوں گا۔“

”مہاراج! یہ کیوں بھولتے ہو کہ پورس غضب کا کار ہے۔ اس سے سمجھو ناکارہ مناشا کو قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کی بہن کو پورس کے حوالے کر دو ورنہ وہ شیطان تمہیں دن میں تارے دھکادے گا۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا ”وہ تمہاری ٹیلی جیتھی کا سارا لے کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔“

امریکی فوج کے افسر نے کہا ”پلیز تم دونوں پورس کے معاملے میں ایک دوسرے کو چیلنج نہ کرو۔ تمہاری باتیں ہمارے اس اجلاس کے ایجنڈے کے خلاف ہیں۔ تم دونوں سے درخواست ہے کہ دوستانہ انداز اختیار کرو۔ ہمیں اپال، مہاراج، گرو دیو اور نیلماں سے بہت سی امیدیں ہیں۔ تم سب متحدہ رہ کر ہی فرہاد کے مقابلے میں کامیابیاں حاصل کر سکو گے۔“

امریکی حاکم نے کہا ”ہم اپنے ملک کا خزانہ تمہارے

اتحاد کے لیے کھول دیں گے۔ تمہاری تمام شرائط قبول کریں گے اور تمہارے تمام مطالبات پورے کرتے رہیں گے۔ پلیز متحد ہو کر ہمارے کام آنے کی باتیں کرو۔

”ہم الپا سے کیا اتحاد کریں۔ یہ کسی بھی دن اپنی ٹیلی پیٹھی دوا کے اثر میں آجائے گی۔ ایک عام سی عورت بن کر رہے گی۔ ہمارا اتحاد نیلماں سے ہو گا۔ ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب بھی وہ کسی سینہ کا جسم حاصل کرے گی، ہم سے ضرور رابطہ کرے گی۔“

امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”مہاراج! ہماری آفر قبول کرو۔ ہم سے صرف تمہیں نہیں، تمہارے بھارت دیس کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہم بھارت کو ایشیا کا سپر پاور ملک بنادیں گے۔ تمہارے بڑے بڑے مطالبات پورے کرتے رہیں گے۔“

”میرا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے کہا ”مہاراج! ذرا مصلحت سے کام لو۔ الپا صرف اپنا کام کالنے اور اپنی ٹیلی پیٹھی دوا تیار کرانے کے لیے اس سے دوستی کر رہی ہے۔ وہ دوا تیار ہو جائے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔ تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے مسلمان ناکارہ ہو جائیں گے۔“

مہاراج نے کہا ”میں پورس کو ٹریپ کر کے اسے اپنا تابعدار بنا کر دوا تیار کراؤں گا۔ الپا سے کبھی میرے راستے سے ہٹ جائے۔“

امریکی افسر نے کہا ”مسٹر آدم! مہاراج کی بات مان لو۔ ہم سب کا فائدہ ہے۔ الپا پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ واقعی کسی دن بھی ٹیلی پیٹھی سے مخروم ہو سکتی ہے۔“

برین آدم نے کہا ”سوری۔ ہم پورس کے ساتھ دوا تیار کرنے کے سلسلے میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔“

مہاراج نے کہا ”میں امریکی اکابرین سے کہتا ہوں وہ ان یہودیوں سے دوستی نہ کریں۔ میں پورس سے سودا کروں گا۔ اس سے کموں گا۔ وہ متاشا اور تالیہ کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہے تو الپا سے نہیں، ہم سے مل کر دوا تیار کرے۔ وہ متاشا اور تالیہ کی سلامتی کی خاطر الپا سے دوستی نہیں رکھے گا۔“

امریکی حاکم نے کہا ”ہم تمہاری اس خواہش کے مطابق یہودیوں سے دوستی نہیں کریں گے۔“

برین آدم نے کہا ”ہم تین ممالک کے سربراہوں نے

دوستی اور اتحاد کے لیے یہ اجلاس منعقد کیا ہے اور آپ امریکی اکابرین متحد ہونے سے پہلے ہی ہم سے دوستی ختم کرنا چاہتے ہیں۔“

روسی حاکم نے کہا ”متاشا اور تالیہ روسی ہیں۔ ہمارا ملک ان کی سلامتی کی خاطر مہاراج اور امریکا کا اتحادی بن کر رہے گا۔ ہم یہاں متحد ہونے کے لیے آئے ہیں۔ مسٹر آدم! دانش مندی یہی ہے کہ پورس کو مہاراج کے شعلے میں جانے دو اور ہم سے اتحاد قائم کرو۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے کہا ”مہاراج! ذرا مصلحت سے کام لو۔ الپا صرف اپنا کام کالنے اور اپنی ٹیلی پیٹھی دوا تیار کرانے کے لیے اس سے دوستی کر رہی ہے۔ وہ دوا تیار ہو جائے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔ تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے مسلمان ناکارہ ہو جائیں گے۔“

مہاراج نے کہا ”میں پورس کو ٹریپ کر کے اسے اپنا تابعدار بنا کر دوا تیار کراؤں گا۔ الپا سے کبھی میرے راستے سے ہٹ جائے۔“

امریکی افسر نے کہا ”مسٹر آدم! مہاراج کی بات مان لو۔ ہم سب کا فائدہ ہے۔ الپا پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ واقعی کسی دن بھی ٹیلی پیٹھی سے مخروم ہو سکتی ہے۔“

برین آدم نے کہا ”سوری۔ ہم پورس کے ساتھ دوا تیار کرنے کے سلسلے میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔“

مہاراج نے کہا ”میں امریکی اکابرین سے کہتا ہوں وہ ان یہودیوں سے دوستی نہ کریں۔ میں پورس سے سودا کروں گا۔ اس سے کموں گا۔ وہ متاشا اور تالیہ کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہے تو الپا سے نہیں، ہم سے مل کر دوا تیار کرے۔ وہ متاشا اور تالیہ کی سلامتی کی خاطر الپا سے دوستی نہیں رکھے گا۔“

امریکی حاکم نے کہا ”ہم تمہاری اس خواہش کے مطابق یہودیوں سے دوستی نہیں کریں گے۔“

برین آدم نے کہا ”ہم تین ممالک کے سربراہوں نے

دوستی اور اتحاد کے لیے یہ اجلاس منعقد کیا ہے اور آپ امریکی اکابرین متحد ہونے سے پہلے ہی ہم سے دوستی ختم کرنا چاہتے ہیں۔“

روسی حاکم نے کہا ”متاشا اور تالیہ روسی ہیں۔ ہمارا ملک ان کی سلامتی کی خاطر مہاراج اور امریکا کا اتحادی بن کر رہے گا۔ ہم یہاں متحد ہونے کے لیے آئے ہیں۔ مسٹر آدم! دانش مندی یہی ہے کہ پورس کو مہاراج کے شعلے میں جانے دو اور ہم سے اتحاد قائم کرو۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے کہا ”مہاراج! ذرا مصلحت سے کام لو۔ الپا صرف اپنا کام کالنے اور اپنی ٹیلی پیٹھی دوا تیار کرانے کے لیے اس سے دوستی کر رہی ہے۔ وہ دوا تیار ہو جائے گی تو ہم سب کو فائدہ پہنچے گا۔ تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے مسلمان ناکارہ ہو جائیں گے۔“

مہاراج نے کہا ”میں پورس کو ٹریپ کر کے اسے اپنا تابعدار بنا کر دوا تیار کراؤں گا۔ الپا سے کبھی میرے راستے سے ہٹ جائے۔“

دوستی اور اتحاد کے لیے یہ اجلاس منعقد کیا ہے اور آپ امریکی اکابرین متحد ہونے سے پہلے ہی ہم سے دوستی ختم کرنا چاہتے ہیں۔“

روسی حاکم نے کہا ”متاشا اور تالیہ روسی ہیں۔ ہمارا ملک ان کی سلامتی کی خاطر مہاراج اور امریکا کا اتحادی بن کر رہے گا۔ ہم یہاں متحد ہونے کے لیے آئے ہیں۔ مسٹر آدم! دانش مندی یہی ہے کہ پورس کو مہاراج کے شعلے میں جانے دو اور ہم سے اتحاد قائم کرو۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے پریشان ہو کر پوچھا ”الپا! تم کیا کہتی ہو؟“

الپا نے کئی چھریوں ”امریکیوں اور روسیوں نے ابھی مجھے اور مملکت اسرائیل کی قوتوں کو پوری طرح سمجھا دیا ہے مگر آج کچھ لپس گئے۔ جس مہاراج سے دوستی کرنے کے لیے ہم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مہاراج ابھی میرے سامنے گونگڑاے گا اور مجھ سے رحم کی ہیک مانگے گا۔“

مہاراج نے کہا ”میں اور تمہارے جیسی عورت کے ذہن میں کچھ ہے۔ یہی نہیں، میرے ملک سے سامنے بے بس ہو جاؤں گا! کیا بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا بھی دشمنی کر رہے تھے۔ امریکا اور روس کو قائل کر چکے تھے کہ الپا پورس کا ساتھ نہ دے۔ اس سے کبھی رابطہ نہ کرے۔ میں پورس کو بے یار و مددگار بنا کر گھیرنا اور چل دینا چاہتا ہوں۔“

رہے گا۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میرا بیٹا مجھے کبھی نہیں ملے گا؟ مجھے دور ہی دور سے اس کی خبریت معلوم ہوتی رہے گی؟“

”مجھ پر یہ ہے۔ تم نے خود کہا ہے کہ میری ٹیلی پیٹھی کسی دن بھی ختم ہو سکتی ہے۔ میں ایک عام سی عورت رہ جاؤں گی۔ ایسے وقت تمہارا بیٹا یہ خیال کے طور پر ہمارے پاس رہے گا۔ تم جب چاہو گے، خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کر سکو گے لیکن اس سے گھنٹوں باتیں کرنے کے باوجود اس کا سراغ نہیں لگا سکو گے۔“

”ایسا ظلم نہ کرو۔ میں اپنے بیٹے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے پاس ٹیلی پیٹھی کا غم نہ رہے۔ میری ٹیلی پیٹھی کی خدمات صرف مملکت اسرائیل کے لیے رہیں گی۔“

”میں قسم کھانے والا ہوں کہ جو سمجھتی ہوں کیونکہ اکثر قسمیں دھوکا دینے کے لیے کھائی جاتی ہیں۔“

”میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔“

”یقین نہ دلاؤ۔ تمہارا بیٹا ہمارے پاس عیش و آرام سے رہے گا۔ بس یہیں پر بات ختم کرو۔ میں جاری ہوں۔“

”رک جاؤ۔ میری بات سن لو۔ میں تمہیں اپنی دوستی اور وفاداری کی ضمانت دوں گا۔ پلیز! الپا! مجھ پر بھروسہ کرو۔“

الپا کا جواب سنائی نہیں دیا۔ یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ جا چکی ہے۔ مہاراج نے کہا ”تم نہیں جانتیں۔ تم ایک باپ کی محبت کا امتحان لے رہی ہو۔ میں بیٹے کے بغیر مر جاؤں گا۔ میں تینوں ممالک کے اکابرین سے درخواست کرتا ہوں، وہ الپا کو سمجھائیں۔ میری طرف سے ضمانت دیں کہ میں اس کے تمام مطالبات پورے کروں گا۔ بیشہ اس کا وفادار بن کر رہوں گا۔ فارغاڈ یک۔ الپا کو آواز دیں۔ اسے دوستی کے لیے راضی کر لیں۔“

امریکی اور روسی اکابرین الپا کو آوازیں دے دے کر سمجھانے لگے۔ اس کی منتیں کرنے لگے۔ اپنی طرف سے بڑی بڑی ضمانتیں پیش کرنے لگے تاکہ وہ مہاراج کو اس کا بیٹا واپس کرنے پر راضی ہو جائے لیکن اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا اور اسرائیلی اکابرین خاموش تھے۔ مہاراج نے زپ کر کہا ”مسٹر آدم! آپ خاموش کیوں ہیں؟ وہ آپ کو بگ براد کہتی ہے۔ آپ کی ہر بات مانتی ہے۔ یہ بات سچی مان لے لی۔ پلیز آپ اسے مان لیں۔“

برین آدم نے کہا ”مجھے افسوس ہے۔ وہ جا چکی ہے۔“

”وہ نہیں جاسکتی۔ اسے میرا بیٹا واپس کرنا ہو گا۔ نہیں تو

امریکی اور روسی اکابرین الپا کو آوازیں دے دے کر سمجھانے لگے۔ اس کی منتیں کرنے لگے۔ اپنی طرف سے بڑی بڑی ضمانتیں پیش کرنے لگے تاکہ وہ مہاراج کو اس کا بیٹا واپس کرنے پر راضی ہو جائے لیکن اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا اور اسرائیلی اکابرین خاموش تھے۔ مہاراج نے زپ کر کہا ”مسٹر آدم! آپ خاموش کیوں ہیں؟ وہ آپ کو بگ براد کہتی ہے۔ آپ کی ہر بات مانتی ہے۔ یہ بات سچی مان لے لی۔ پلیز آپ اسے مان لیں۔“

برین آدم نے کہا ”مجھے افسوس ہے۔ وہ جا چکی ہے۔“

”وہ نہیں جاسکتی۔ اسے میرا بیٹا واپس کرنا ہو گا۔ نہیں تو

امریکی اور روسی اکابرین الپا کو آوازیں دے دے کر سمجھانے لگے۔ اس کی منتیں کرنے لگے۔ اپنی طرف سے بڑی بڑی ضمانتیں پیش کرنے لگے تاکہ وہ مہاراج کو اس کا بیٹا واپس کرنے پر راضی ہو جائے لیکن اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا اور اسرائیلی اکابرین خاموش تھے۔ مہاراج نے زپ کر کہا ”مسٹر آدم! آپ خاموش کیوں ہیں؟ وہ آپ کو بگ براد کہتی ہے۔ آپ کی ہر بات مانتی ہے۔ یہ بات سچی مان لے لی۔ پلیز آپ اسے مان لیں۔“

77

ساری دنیا میں اُگ لگا دوں گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

وہ بیٹے کے لیے تڑپا رہا۔ گرجتا رہا اور برسنے کی دھمکیاں بھی دیتا رہا پھر اسے یقین کرنا پڑا کہ الپا جاچکی ہے۔

○☆☆○

امریکا اور اسرائیل کا تعلق اتنا گہرا اور اٹوٹ ہے جیسے جسم کا دماغ سے ہوتا ہے۔ جب جسم صحت مند ہو اور دماغ ناکارہ ہو یا دماغ صحت مند ہو اور جسم بیمار ہو تو انسان اپنی شخصیت کی تعمیر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسرائیل، امریکا کی مالی امداد اور سیاسی حمایت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور امریکا، اسرائیل کو مشرق وسطیٰ میں تمام اسلامی ممالک پر حاوی کیے بغیر تمام مسلمان سربراہوں کو اپنا مطیع اور فرمان بردار نہیں بنا سکتا۔

اس سیاسی حقیقت کو سمجھنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کہ امریکا اور اسرائیل ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ الپا اور برین آدم یہ چاہتے تھے کہ مہاراج ٹیلی پیٹھی کے ذریعے امریکا کے کام آئے لیکن وہ مہاراج اور گرد دیو کو اپنے زیر اثر بھی رکھنا چاہتے تھے۔

اس اجلاس میں روسی اکابر بھی تھے۔ انہیں تاثر دینا چاہتے تھے کہ مہاراج کے معاملے میں اسرائیل نے امریکا سے دشمنی مول لی ہے پھر الپا اور برین آدم چاہتے تھے کہ مہاراج یہودیوں کا فرمان بردار رہ کر کبھی کبھی امریکا کے کام آتا رہے اور اس کے عوض امریکا، اسرائیل کو اور زیادہ سیاسی استحکام دیتا رہے۔

الپا اجلاس سے چلی آئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ مہاراج بیٹے کی محبت میں تڑپتا ہوا اس کے پیچھے آئے گا۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی تو تھوڑی دیر کے بعد ہی مہاراج اس کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی ”میرے دماغ میں نہ رہو۔ بگ برادر کے پاس جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔“

الپا نے سانس روک لی۔ مہاراج اس کے دماغ سے نکل کر برین آدم کے پاس پہنچا۔ برین آدم نے کہا ”میں اجلاس سے اٹھ کر مسمان خانے میں جا رہا ہوں۔ تم آؤ گئے۔“

اس وقت الپا میرے پاس موجود رہے گی۔ مہاراج کچھ کہنا چاہتا تھا مگر برین آدم نے سانس روک لی۔ اسے دماغ سے نکلنا پڑا۔ اب آدھا گھٹنا گزارنا مشکل تھا۔ مہاراج کی خیال خوانی کے دوران میں اکثر گرد دیو اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس اجلاس میں بھی گرد دیو خاموشی سے موجود تھا۔ اس نے بیت کو ہار میں بدلنے دیکھ کر کہا ”بھائی

مہاراج! الپا نے ایسی چال چلی ہے، جس کی ہم تو کر سکتے تھے۔ اب وہ عورت ہم پر حاوی رہے گی۔“

مہاراج نے کہا ”میں بیٹے کی وجہ سے بری طر گیا ہوں۔ کوئی تدبیر نہیں سوچ رہی ہے۔ اگر ہو جائے کہ الپا میرے بیٹے کو چند دنوں تک آرام کی اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو پھر ہمیں سو اور مزید تدابیر پر عمل کرنے کا موقع مل جائے گا۔“

آدھا گھٹنا گزارنے میں دیر نہیں لگتی لیکن بات کا شدت سے انتظار ہو تو ایک ایک منٹ ا صدی کی طرح گزرتا ہے۔ دونوں بھائی بڑی سب انتظار کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں نے مہاراج۔

دسک دی۔ اس نے پوچھا ”کون؟“

میں نے کہا ”میں ہوں بی آر بھائی۔“

”بھائی! تم اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے؟“

”میں ایک جگہ روپوش رہا تھا۔ خیال خوانی۔ اپنی محبوبہ ملی ڈونا سے رابطہ کیا تو پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیٹھی سے محروم ہو گئی ہے۔ صرف وہی نہیں بے شمار جانے والے بھی ناکارہ ہو گئے ہیں اور وہ انہی ٹیٹھ دینا کے ہر ملک اور ہر علاقے میں اسپرے کی جارہی اندیشے میں رہا کہ شاید میں بھی اس طم سے محروم گا۔ بعد میں پتا چلا کہ جنہوں نے قدرتی طور سے یہ کیا ہے، وہ سب دوا کے اثر سے محفوظ ہیں۔ میر ہوں۔“

مہاراج نے کہا ”ہم سے رابطہ کرتے تو اتنے روپوش رہنا نہ پڑتا۔ کیا تمہارے ایرانی عامل نے میں تمہیں حقیقت نہیں بتائی؟“

”وہ کیا بتائے گا؟ کتنے دن ہو گئے، وہ مجھ سے کر رہا ہے۔ ملی ڈونا کا خیال ہے کہ اس ایرانی عا ٹرانزاکٹر مرشٹین کے ذریعے ٹیلی پیٹھی سیکھی ہو اس طم سے محروم نہ دیا گیا ہے۔“

”یہ تو خوشی کی بات ہے، تمہیں اس سے نج ہے۔“

”ہاں مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ تو بھی غل تک ہے۔ جب تک دادی ماں نہیں ملیں گی تب طرح میری یادداشت واپس نہیں آئے گی۔ میں ہوں کہ دادی ماں مجھے کہاں مل سکتی ہیں؟“

”تمہاری دادی ماں کی آتما شاید ابھی تک ہے۔ کوئی نیا جسم حاصل کرنے کے بعد ہم سے

گی۔ میں تمہاری بہتری کے لیے ایک بات سمجھنا چاہتا ہوں۔ اب ہماری دنیا میں چند ٹیلی ویژنی جاننے والے رہ گئے ہیں اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ٹیلی ویژنی جاننے والے ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ تم کسی مسلمان سے رابطہ نہ کرنا۔ ہم بد بھائی ہیں اور تم داوی اور پوتے ہو۔ ہم چاروں متحد ہو کر رہیں گے تو پوری دنیا ہمارے حکمرانی ہوگی۔

لیکن ہم متحد نہیں رہ سکیں گے کیونکہ تم میری محبوبہ ملی ڈونا کو قتل کرنے کی قسم کھا چکے ہو۔

”محبوبہ کیا ہوتی ہے؟ دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہے کسی اور کو محبوبہ بنا لو۔ ملی کے ساتھ چند راتیں گزار کر اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ہمارا اتحاد ضروری ہے۔ محبوبہ ضروری نہیں ہے۔“

”سوری! یہ دل کا معاملہ ہے۔ میرا دل اس کا دیوانہ ہے۔ میں دنیا چھوڑ سکتا ہوں لیکن اسے چھوڑ جی نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی اسے تمہارے ہاتھ لگے دوں گا۔“

وہ ناگواری سے بولا ”دیکھو برادرار! میں ابھی بہت پریشان ہوں۔ اپنا میرے بیٹے کو اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ بیٹے کو اس عورت سے بچھین کر لانے کا کوئی راستہ بھائی نہیں دے رہا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ دو چار گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔“

”مجھ سے سوا کرو۔ اگر میں تمہارے بیٹے کو لے آؤں تو تم میری ملی کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

”تم میرے میٹھ کو کہاں سے لاؤ گے؟ کیسے لاؤ گے؟“

”ابھی یہ نہیں جانتا کہ کہاں سے لاؤں گا؟ تم بتاؤ، میٹھ کس شہر میں تھا؟“

”وہ ناگپور کے ایک علاقے گڈی گودام میں تھا۔ اپنا بہت چالاک ہے۔ اسے شہر سے کہیں دور لے گئی ہوگی۔“

”اگر تم میٹھ کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو تو مجھے وہاں پہنچا دو۔“

”کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ کوما میں ہے۔ تم اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گے۔ اگر معلومات حاصل کرنے کی گنجائش ہوتی تو ہم یوں مجبور اور بے بس نہ ہوتے۔“

”آپ بیٹے کی واپسی چاہتے ہیں تو مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دیں۔“

ہمارا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا۔ میں بھی اس کے ساتھ میٹھ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بڑی محبت سے اسے مخاطب کر رہا تھا ”میٹھ! میرے

بیٹے! اپنے باپ کی آواز سنو۔ کسی طرح دماغی توانائی سے لے کر اتنا بتا دو کہاں ہو؟“

میٹھ ساکت پڑا ہوا تھا۔ ایک مردے کی طرح سب سے حرکت تھا۔ شاید وہ سن رہا ہوگا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور بے جان سی لگ رہی تھیں۔ شاید وہ پھٹ کر تنک رہا ہو لیکن دماغ کے اندر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس نے باپ کی بات کی کہ اس کو قبول کیا تھا مگر جواب دینے والی توانائی نہیں تھی اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بولا ”بھائی! تم دیکھا، میرا سانس حال میں ہے؟“

میں نے کہا ”انسان کوما کی حالت میں اسی طرح ہے۔ تمہیں یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ اپنا نے اسے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔“

”ہاں مگر پہنچا سکتی ہے۔ مجھے اس کا بڑے سے بڑا موقع مان کر اپنے بیٹے کو واپس لانا ہوگا۔ ویسے تم میٹھ کے ہاتھ پر کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا کسی مذہب سے اسے واپس لایا جا رہا ہے؟“

”آدی کو کشش کرے تو ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے! اپنی ملی کی سلامتی کے لیے میٹھ کو کسی طرح وہاں سے آؤں گا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تم سے دو گھنٹے بعد رابطہ کروں! ابھی برین آدم سے معاملات طے کرنے جا رہا ہوں۔“

میں نے انجمن بن کر پوچھا ”یہ برین آدم کون ہے؟“

”میں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی تم جاؤ۔“

اس نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیا۔ تاکہ میں برین آدم تک پہنچ کر ان کی باتیں نہ سن سکوں۔ ایک منٹ کے بعد برین آدم کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے بڑے سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ میں ہمارے کے علاوہ الپا بھی موجود تھی۔ اس وقت برین آدم کے دماغ میں امریکی فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا ہوا تھا اور ہمارا راجہ رہا تھا۔ ”الپا! اجلاس میں تم سے دشمنی ظاہر کر کے جلی گئی! دراصل ہم روسی اکابرین کو دھوکا دے رہے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہودی جنمیں اپنی طرف مائل کر کے لے ہیں اور آئندہ تم امریکا اور روس کے کام نہیں آؤ گے۔“

برین آدم نے کہا ”ہم اسرائیلیوں کی اور امریکی سائنس ٹوٹ سکتی ہیں لیکن اتحاد ٹوٹ نہیں سکتا۔ ملایا تم بظاہر ہمارے دوست رہو گے لیکن درپردہ امریکی فوج کے لیے بھی کام کرتے رہو گے۔“

”میں بیٹھ امریکا اور اسرائیل کا وفادار رہوں گا۔ تم میرے بیٹے کی واپسی کی بات کرو۔“

”یہی احتجاج بات کر رہے ہو؟ کیا بنا داپس ملنے کے بعد تم ہمارے وفادار رہو گے؟ ہرگز نہیں۔ ہم تمہارے وعدوں اور قسموں پر بھروسہ نہیں کریں گے۔“

”میرا بیٹا آدھا زندہ آدھا مردہ ہے۔ میں ایسی صورت میں پوری توجہ سے تم لوگوں کے کام نہیں آسکوں گا۔“

”وہ ابھی کوما سے نکل آئے گا۔ تم جب چاہو گے، اس سے دماغی رابطہ کر سکو گے۔ گھنٹوں اس سے باتیں کر سکو گے لیکن یہ تمہیں معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے۔“

”یہ تو ظلم ہے۔ میرے بے قصور بیٹے کو عمر قید کی سزا دے رہے ہو۔ میں دور سے صرف باتیں کر سکوں گا۔ کبھی اسے اپنے سینے سے نہیں لگا سکوں گا۔“

”اپنی جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم سے صرف کام کی باتیں کرو۔“

الپا نے کہا ”تم ناشا اور تھالیہ کو میرے حوالے کر دو۔ میں انہیں زندہ سلامت رکھ کر پورس سے دو اتار کر آؤں گی۔“

ہمارا راجہ نے کہا ”وہ دونوں ہمیں ممبئی پہنچنے والی ہیں۔ وہاں وہ ایک بیٹنگ میں رہیں گی۔ تمہارے آدی کسی بھی وقت ہمارا نہیں لے جاسکتے ہیں۔“

”ایک ڈاکٹر تمہارے بیٹے کو انجشن لگا رہا ہے۔ اسے میڈیکل ریسرچ سٹڈ دے رہا ہے۔ تم یہاں سے جاؤ گے تو وہ کوما سے نکل چکا ہوگا۔ تم سے گفتگو کر سکتے گا۔“

برین آدم نے کہا ”لیکن یہ بیشہ یاد رکھنا کہ وہاں جتنے مسلح گارڈز ہیں وہ سب ہوگا کے ماہر ہیں۔ تم کسی کو نہ پھنس کر سکو گے۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے اور بیٹے کو وہاں سے بھگا لے جانا چاہو گے تو سب گارڈز ایک لمحہ میں ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیں گے۔“

”میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ میں اس کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ اس سے باتیں کرنے جا رہا ہوں۔“

وہ چلا گیا۔ امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”الپا! تم نے ہمارا راجہ کو قتل کرنے میں لے کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب اس کا بھائی گردو پو بھی ہمارا وفادار رہنے پر مجبور رہے گا۔ اس طرح تمہارے علاوہ ہمارے پاس دو ٹیلی ویژنی جاننے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔“

برین آدم نے کہا ”ہماری الپا کارنامے انجام دے رہی ہیں۔“

”آپ بھی کچھ دیں۔“

”ضرور دیں گے۔ آپ جو چاہیں گے، وہ آپ کو ملے گا۔“

”ہم آئندہ ہمارا راجہ کو خدمات کے صلے میں کچھ نہ کچھ دیتے رہیں گے پھر پورس کے ذریعے دو انہیں تیار کرنے کے لیے بھی بھاری سربائے کی ضرورت ہے۔“

”پورس صرف اپنی ٹیلی ویژنی دوتا تیار کرانے کا پھر آپ دو انہیں کیوں کہہ رہے ہیں؟“

”پورس ہم سے ایک ہی دوای تیار کی بات کر رہا ہے لیکن الپا نے اس کے چور خیالات بڑھ کر یہ معلوم کیا ہے کہ وہ تادیہ مگلیوں اور فلائنگ کیپوٹوں کو بھی ضائع کرنے والی دو انہیں تیار کرے گا۔“

الپا نے کہا ”پورس کے تعلقات ایک ڈاکٹر سے تھے۔ وہ ڈاکٹر ایک سوچے بس کی عربی کر مر گیا۔ اس نے غیر معمولی دواؤں کے نسخے پورس کو دیے تھے۔ پورس ان میں سے ایک غیر معمولی دوا بڑی رازداری سے تیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ دوا جس شخص پر اسپرے کی جائے اس شخص کا جسم سر سے پیر تک سن ہو جاتا ہے پھر وہ ایک آدھ گھنٹے تک ساکت رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہ جاتا ہے۔ بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہ جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ دوا کا اثر زائل ہونے پر وہ نارمل ہو کر چلنے پھرنے اور بولنے لگے گا۔“

الپا نے کہا ”یہ دوا ہمارے کام آئے گی۔ ہم کسی بھی ٹیلی ویژنی جاننے والے پر اس کا اسپرے کریں گے تو وہ ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔“

الپا نے کہا ”قدرتی طریقوں سے بھی ٹیلی ویژنی کا علم حاصل کرنے والے اس دوا کے اثر سے ایک آدھ گھنٹے کے لیے ناکارہ ہو جائیں گے۔“

”تم نے پورس کے چور خیالات سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ ایسی غیر معمولی دواؤں کے نسخے کہاں چھپا کر رکھتا ہے؟“

الپا نے کہا ”میں نے معلوم کیا ہے۔ ان نسخوں کو حاصل کرنا دشوار ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ ہمارے یہودی سراغ رساں اسے حاصل کرنے کے لیے اس مقام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔“

”الپا! ہمارے امریکی ٹیلی ویژنی جاننے والوں نے کبھی تمہاری طرح کارنامے انجام نہیں دیے۔ حتیٰ کہ وہ سب اس علم سے محروم ہو گئے۔ تم نے بڑی ہوشیاری سے اس علم کو برقرار رکھا ہے۔ اگر وہ تمام غیر معمولی نسخے حاصل ہو جائیں گے تو تم فریاد علی تیور پر بھی بھاری پڑو گی۔“

81

میں اپنی داستان میں سیاست پر زیادہ بحث نہیں کرتا

پہلے کہا ”واہ مساراج! تم واقعی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہو۔ میں نیماں بن کر اسے اپنی طرف مائل کر سکتی ہوں۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم مجھے اس کے

”تمہاری بے اختیار ”ہاں“ نے سچ کہہ دیا ہے اور اب
نئی عمل کے اثر سے جھوٹ بول رہے ہو۔ بہر حال میں

مبئی شہر میں ہوں۔ تم آج شام ازپورٹ کی وزیر لابی میں آجاؤ۔ میں انتظار کروں گی۔

”ٹھیک ہے۔ میں شام چھ بجے آجاؤں گا۔“

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مہاراج نے آکر پوچھا ”کیا تمہاری دادی ماں چلی گئیں؟“

”ہاں۔ وہ نہیں ہیں مگر تمہاری مہمانی سے ان سے ملاقات ہو جائے گی۔“

”بھائی! تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا ”تم نے اپنے پاس کیوں بلایا ہے؟“

”تمہیں الپا کے فریب سے بچانا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ تمہاری دادی ماں بن کر تم سے باتیں کر رہی تھی۔ تم ملاقات کے لیے کہیں جاؤ گے تو اس کے آدمی تمہیں زخمی کر دیں گے پھر وہ تنہی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالے گی۔“

”جب وہ میری دادی ماں نہیں تھی تو اسے میرے دماغ میں کیوں لائے تھے؟“

”میں مجبور ہوں۔ میرا بیٹا اس کی قید میں ہے۔ وہ جو کہے گی، مجھے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ میں تمہیں اس کے فریب سے اس لیے بچا رہا ہوں کہ تم میرے بیٹے کو اس کی قید سے رہائی دلانے کا وعدہ کر رہے تھے۔“

”میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ تم نے الپا کا فریب ظاہر کر کے میرا دل جیت لیا ہے۔ میں ضرور تمہارے کام آؤں گا۔“

”الپا کو شبہ نہ ہو کہ میں نے اس کے فریب سے تمہیں آگاہ کیا ہے۔“

”اعظمتان رکھو۔ میں بھی اسے دادی ماں کہہ کر فریب دیتا رہوں گا۔“

”کیا تم میرے بیٹے کے پاس جا رہے ہو؟“

”ہاں۔ ابھی جا رہا ہوں۔“

میں اس کے بیٹے ہمیش کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک آرام دہ بیڈ روم میں بیٹھا دی دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ جس مکان میں ہے اس کے دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کر کے باہر سے کیلیں ٹھوک دی گئی ہیں۔ وہ باہر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ فیصلہ جان سکتا تھا کہ کس شہر کے کس علاقے میں وہ مکان ہے۔ جب وہ تیل بجاتا تھا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ مسخ کوئی آتے تھے اور اس کے سامنے گونگے بنے رہتے تھے۔ باہر ایک بار کسی گاڑی کی

آواز سنائی دی تھی لیکن کسی انسان کے بولنے کی آواز نہیں دی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مہاراج نے

”کیا ہوا؟“

میں نے کہا ”اس کے دماغ میں جاتے آتے رہنے اس کی رہائی کا کوئی راستہ نکل سکتا ہے۔ ذرا صبر کرو۔ سوچنے کے لیے تھوڑا دو۔“

وہ چلا گیا۔ میں اس وقت ایک کاری بچپلی سیٹ کاری میں روڑے سے گزرتی ہوئی پٹاری طرف جاری تھی۔ پٹاری سے آگے سرحد پار کر کے افغانستان جانے والا تھا۔

کے چھ بیٹے الپا نے نیلماں بن کر مجھے مخاطب کیا ”بر لال! میں ممبئی ازپورٹ کی وزیر لابی میں ہوں۔ تم آج کے ہو تو پٹاری لابی کے کس حصے میں ہو اور تم نے کہا لباس پہن رکھا ہے؟“

میں نے پریشان ہو کر کہا ”آپ دیکھ رہی ہیں دادی میں کاری ہوں۔ بڑی دیر سے ڈرائیور سے کہہ رہا ہوں۔ دادی ماں کے پاس لے چلو۔ میں اسے جہاں کتاب مجھے وہاں پہنچاتا ہے۔ مگر آج وہاں نظر نہیں آتیں۔“

”تم ڈرائیور سے کہو۔ تمہیں ازپورٹ لے آئے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا ”سنو۔ تم مجھے مجھے سی پورٹ لے چلو۔ مگر کیسے لے جائے گا۔ بھول گیا تھا کہ یہ سہرا ہے۔ میں اسے کانڈ پر لکھ کر دیتا ہوں۔“

وہ بولی ”کیا مشکل ہے۔ میں ازپورٹ کہہ رہی ہوں۔ سی پورٹ کہہ رہے ہو۔ ابھی کانڈ پر لکھو۔ میں تمہارے پر قبضہ جمار لکھوا رہی ہوں۔“

میں نے سیٹ پر رکھے ہوئے چھوٹے کانڈ کے پیر کر قلم کھول لیا۔ وہ اپنی داستان میں مجھ پر قبضہ جمار لکھو لگی ”لکھو ازپورٹ چلو۔“

میں نے لکھا ”ازفورس چلو۔“

”ازفورس نہیں۔ ازپورٹ لکھو۔“

میں نے پھر لکھنے کی کوشش کی اور لکھ کر

”کورش۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر مایوسی سے بولی ”جب پر تنہی عمل کا اثر رہے گا، تم مجھ سے مل نہیں سکو گے۔“

”دادی ماں! اس معاملے میں کیا تھا کہ آپ ڈیڑھ گھنٹے جسم کے ساتھ آئیں گی۔ تب میرا ذہن آپ کو تسلیم کرے گا پھر میں آپ کے محلے سے لگ جاؤں۔“

آپ میری بوڑھی دادی ماں بن کر آجائیں۔“

”میں بار بار جسم بدل نہیں سکتی۔ کوشش کرو کہ تمہارے دماغ سے تنہی عمل کا اثر ختم کرو۔“

”تھوڑا صبر کریں۔ میں آپ سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔“

”میں جلد سے جلد کوشش کروں گی۔ فی الحال تم میرا ایک کام کرو۔“

”تم آج ہی یورپ کے کسی ملک میں چلے جاؤ پھر فراد علی تیمور سے دماغی رابطہ کر کے اس سے پوچھو کہ تمہاری دادی ماں کہاں ہے؟ اپنی پریشانی ظاہر کرو۔ اس سے سمجھاؤ کہ دادی ماں کو تلاش کرے۔ تم جسمانی طور پر کمزوری محسوس کرتے ہو۔ دادی ماں کو تلاش کرنے ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتے ہو۔ کچھ ایسی اینکٹنگ کرو کہ فراد مدد کرنے کے لیے تمہارے پاس چلا آئے۔“

”آپ یہ کیوں چاہتی ہیں کہ فراد میرے پاس آئے؟“

”میں تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتی۔ فراد بہت چالاک ہے۔ کسی چالاکی سے تمہارے پاس آئے گا تو میں فراد کا سارا لے کر تمہارے پاس چلی آؤں گی۔“

”پھر کیوں نہیں فراد سے سیدھی اور سچی بات کہہ دوں کہ میں اس کا سارا لے کر دادی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”تم بچپلی باتیں بھول گئے ہو۔ فراد کی دشمنی نے ہم دادی اور پوتے کو جدا کیا ہے۔ تم خرابی کارروائیوں کے لیے ایران گئے تھے۔ اب فراد کو معلوم ہو گا کہ تم یورپ کے کسی ملک میں ہو تو وہ پھر تمہیں ٹھپ کرنے اور ایرانی حکومت کے خالے کرنے آئے گا۔ میں تمہارے دماغ میں خاموشی سے چھپی رہوں گی اور معلوم کروں گی کہ فراد تمہیں کیسی تدابیر سے تلاش کر کے تمہارے پاس پہنچنے والا ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ آپ فراد کے پیچھے راستہ بتاتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائیں گی۔ یہ اچھا طریقہ ہے۔ میں کسی فلائٹ سے یورپ کے کسی ملک میں پہنچ کر فراد سے رابطہ کروں گا۔ کیا آپ مجھے فراد کی آواز اور لب و لہجہ سنائیں گی؟“

”تم یورپ پہنچ کر مجھ سے رابطہ کرو۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا دوں گی۔ ابھی جاری ہوں۔ کسی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔“

وہ چلی گئی۔ میرے تمام مخالفین نے مجھ سے چھپا کر غصے کی ایک نئی بساط بچھائی تھی اور یہ نہیں جانتے تھے کہ میرے ہی سامنے اس بساط پر چالیں چل رہے ہیں۔

○☆☆○

نشا اور تنالیہ۔ مبئی پہنچ گئیں لیکن مہاراج اس وقت تک الپا کے شبے میں آچکا تھا۔ وہ اور گردو پور اب انہوں

کے ساتھ اپنی من مانی نہیں کر سکتے تھے۔ الپا نے دھمکی دی تھی کہ ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس کے بیٹے ہمیش کے ساتھ ان سے زیادہ برا سلوک کیا جائے گا۔

الپا کو نشا سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ نشا کو مہاراج کے ہاتھوں مرنے کے لیے چھوڑ دیتی لیکن وہ ان دونوں بہنوں کو زندہ سلامت رکھ کر پورس کو اپنا احسان مند بنانا چاہتی تھی۔ مہاراج نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان بہنوں کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا تھا کہ وہ ان دونوں کو ازپورٹ سے لے آئے اور ہومان مندر کے پیچھے والے بیگلے میں انہیں پہنچا دے۔ ان کے آرام اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ اس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے لیے ایک کار لے کر ازپورٹ پہنچا۔ مہاراج نے خیال خوانی کے ذریعے نشا اور تنالیہ کو حکم دیا کہ اس کے ماتحت کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی جائیں۔ ان دونوں نے بھی اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس ماتحت کے ساتھ جانے لگے۔

میں نے ثانی اور پارس کو بتایا تھا کہ الپا نے مہاراج کے بیٹے کو قیدی بنا کر بازی پلٹ دی ہے۔ مہاراج اور گردو پور اب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ وہ دونوں ایک بیگلے میں رہیں گی۔ بعد میں الپا جب مناسب موقع دیکھے گی، انہیں وہاں سے لے جائے گی۔

ثانی اور پارس ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کے تعاقب میں جانے لگے۔ پارس نے پوچھا ”پاپا! کیا آپ مبئی والے بیگلے میں ہیں؟“

”نہیں۔ میں نے اس بیگلے کو لاک کر دیا ہے۔ وہاں دو مسلح چوکیدار ہیں۔ ان بہنوں کو اس بیگلے میں لے جا کر چھپا سکتے ہو۔ میں چوکیداروں سے کہہ دوں گا۔ وہ تم لوگوں کے لیے بیگلے کا دروازہ کھول دیں گے۔“

نشا اور تنالیہ کو جس بیگلے میں پہنچایا گیا وہاں مہاراج کے اس ماتحت کے علاوہ دو مسلح گارڈز تھے۔ ثانی اور پارس ان تینوں مسلح افراد کو چند منوں میں ہتھکڑی کر کے ان کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتے تھے لیکن ثانی نے میرے دماغ میں آکر کہا ”ان مسلح گارڈز سے الجھنے میں وقت ضائع ہوگا۔ آپ مہاراج کے لب و لہجے میں انہیں حکم دیں کہ وہ ان بہنوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔“

ثانی اور پارس اس بیگلے کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے۔ ٹیکسی کا کرایہ دے کر اسے رخصت کر دیا پھر وہ بیگلے کے

اجالے میں آئے۔ میں نے مہراج کے لب و لہجے میں اس ماتحت سے کہہ دیا تھا کہ اس بچکے میں ان بنوں کے لیے خطرہ ہے۔ لہذا ایک جوان لڑکی ایک جوان کے ساتھ آ رہی ہے۔ ان بنوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

ماتحت نے یہی کیا۔ ثانی نے ان بنوں کو پورچ میں کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا پھر اگلی سیٹ پر آگئی۔ پارس کا ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ کسی جھگڑے اور خون خرابے کے بغیر بڑی سہولت سے کام بن گیا۔ ابھی ایسا بھی ہوتا ہے بہت مشکل کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ دشمنوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ ان کی توقع کے خلاف کیا سے کیا ہو گیا ہے؟

دونوں بنوں کو اپنے بچکے میں لانے کے بعد ثانی نے پہلا کام یہ کیا کہ ان دونوں کو ٹیلی فنی کے ذریعے سلا دیا۔ میں نے متاثرہ اور ثانی نے تبادلہ برقی مہرے کی عمل کیا۔ مہراج کے عمل کو مٹا کر اپنے چند احکامات ان کے داغوں میں نقش کیے پھر انہیں توہمی ہینڈ سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ثانی نے پوچھا "پاپا! آپ کا کیا خیال ہے؟" اپنا مہراج کے بیٹے کو ٹاپور یا اس کے آس پاس کے علاقے میں قیدی بنا کر چھپایا ہو گا۔"

میں نے کہا "ابھی یقین سے کہا نہیں جاسکتا۔ یہودی جاسوس بھارت کے بڑے بڑے شروع میں ہیں۔ اپنا مہرے میں کو ان یہودی سراغ رساؤں کے حوالے کیا ہو گا۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم وقتاً فوقتاً اس کے اندر جاتی رہو گی تو شاید اس علاقے کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے جہاں اسے قید کیا گیا ہے۔"

میں ثانی کو ہمیش کے دماغ میں پہنچا کر چلا گیا۔ وہ اس کے اندر اس مکان کا جائزہ لینے لگی۔ ہمیش بستر لینا ہوا سگریٹ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میں کب تک یہاں قیدی بن کر رہوں گا۔ اگرچہ یہاں مجھے کسی طرح کی تکلیف نہیں ہے۔ میری ہر ضرورت پوری کی جاتی ہے لیکن کھلی فضا میں سانس لینے کی خواہش پوری نہیں کی جا رہی ہے۔ میرے ڈیڑی مجھے یہاں سے نکال کر لے جاسکتے ہیں لیکن میری جان کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا" یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟ کیا میں تمام عمر قیدی بن کر رہوں گا۔"

اس کے اندر گردوبد کی سوچ کی لہر ابھری "بیٹے! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہیں کسی حال میں بھی زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں۔"

پھر نے اور عیش کرنے کی عمر ہے۔ آپ ڈیڑی کو بلائیں۔ وہ کہاں ہیں؟

"وہ دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ فرمت ملتے ہی آجائیں گے۔"

"کیا میڈم اپنا سے کوئی ایسا سمجھو تا نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑی سے بڑی ضمانت منظور کر کے مجھے باہر جانے کا موقع دے۔ میں ایک گھنٹے میں یہاں واپس آجائوں گا۔"

"ہم تمہیں واپس لانے کے لیے اپنا کو بڑی بڑی آفر دے چکے ہیں۔ اس کے تمام مطالبات پورے کر رہے ہیں اور آئندہ بھی اس کا ہر مطالبہ پورا کریں گے لیکن وہ نہیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانے دے گی۔"

"وہ آئے گی تو میں ہاتھ جوڑ کر التجا کروں گا۔ اگر میرے سامنے آئے گی تو میں اس کے قدموں پر گر پڑوں گا۔ اسے کسی طرح متاؤں گا کہ مجھے یہاں سے تھوڑی دیر کے لیے باہر کھلی فضا میں جانے دے۔"

"بیٹے! وہ ہم جیسے کام آنے والوں کی بات نہیں مان رہی ہے پھر تمہاری کیا مانے گی؟ جس حال میں ہو خوش رہنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اب جا رہا ہوں۔ میں بھی ایک معاملے میں مصروف رہوں گا۔ تمہارے ڈیڑی آج رات تک تم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ ہمیش نے اسے آواز دی لیکن گردوبد کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ ناگوار سے بولا "میری بے بسی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ مانا کہ میری سلامتی کے لیے میڈم اپنا کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتے لیکن چاہا جاتا ہے میرے پاس کچھ دیر رہ کر میری تنہائی تو دور کر سکتے ہیں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ وہاں شراب کی بوتلی اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا پھر ان کے بول کی طرف ہاتھ بڑھاتا چلا گیا لیکن نہ بڑھا سکا۔ بول نے پکڑ نہ سکا۔ اس کے دماغ میں اپنا کی سوچ کی لہر ابھری "کہہ رہی تھی "میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ تم رات کو کھانے کے پہلے صرف دو پیگ پیو گے۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

وہ رونے والا منہ بنا کر بولا "اپنی جان! میں تنہائی میں کبے وقت گزاروں گا؟ میں کسی ایک شراب سے، منے کی کرشمہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں شراب کو منہ نہیں لگاؤں گا۔ آپ مجھ پر مہربانی کریں۔ مجھے اپنی گھرائی میں تھوڑی دیر کے لیے باہر کھلی ہوا میں لے چلیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تم اس کھڑکی چار دیواری سے باہر نہیں جاسکو گے۔"

"میں میرے معاملے میں بہت سخت نہیں نیکن آپ چاہیں گے تو میں آپ کا عملی اعتماد حاصل کر کے اس چار دیواری سے نجات حاصل کر سکتا ہوں گا۔"

"میرا عملی اعتماد کیسے حاصل کروں گے؟"

"بڑی آسان بات ہے۔ آپ توہمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول بتائیں۔ میں صرف آپ کا آئینہ دار رہوں گا۔ آپ میرے دماغ کو لاک کر دیں گی تو میرے ڈیڑی اور چاچا جی بھی میرے اندر نہیں آسکیں گے اور نہ ہی مجھے بکا کر یہاں سے ہٹا کر لے جاسکیں گے۔"

"توہمی۔ تم وہی کہہ رہے ہو جو میں کسی وقت کرنے والی ہوں۔"

"کسی وقت کیوں؟ بلکہ ابھی مجھے توہمی عمل کریں۔"

"جب مجھے اطمینان ہو جائے گا کہ تمہارا باپ اور تمہارا چاچا باری باری تمہارے دماغ میں آکر چھب کر نہیں رہے ہیں تب میں تمہیں معمول اور آئینہ دار بنا کر تمہارا دماغ لاک کر دیں گی۔"

"آپ یقین کریں۔ ڈیڑی آج رات سے پہلے میرے پاس نہیں آئیں گے اور چاچا جی ابھی میری خیریت معلوم کر کے چلے گئے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں بہت دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ تم زیادہ بائیں نہ کرو۔ میں شراب وغیرہ پر تو پابندیوں کا بند کر رہی ہوں۔ تم ان پر عمل کرو۔ بے وقت پینے کا پانی چاہے تو بول کو الماری میں بند کر کے سو جاؤ۔"

"آپ میرے اندر کی پریشانیوں کو سمجھ سکتی ہیں۔ ایسی حالت میں فیکہ کیسے آئے گی؟"

"بستر جا کر لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلا دوں گی۔"

وہ بستر پر لیٹ گیا۔ چاروں شانے چت ہو کر جسم کو ڈھکیا چھوڑ کر اس نے آنکھیں بند کر دیں۔ اپنا نے خیال خالی کے ذریعے اسے تھک کر سلا دیا۔ یہ عمل بتا رہا تھا کہ وہ اس پر توہمی عمل کرے گی لیکن ہمیش کے سونے کے بعد گری خواب کی چٹائی۔ اس کے دماغ سے کسی کی سوچ کی لہر ابھری "ابھی رے تھیں۔ جانی باگل خانہ خوش تھی۔ اگر مہراج اور گردوبد میں سے کوئی وہاں پہنچا ہو گا تو چھپا ہی رہے گا۔ وہ بگاڑ دے گا۔" اس پر توہمی عمل نہیں کر رہی تھی۔

وہ توہمی آواز سے مجھے کے بعد مہراج کے پاس آئی۔ وہ انہوں کی موت کی کے ساتھ ہو جائیں مصروف تھا۔ اس نے اپنی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اپنا نے کہا "میں ہوں۔ تم نے اب تک رپورٹ نہیں دی کہ افغانستان میں کارروائی

شروع کرنے کے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"میں پوجا کے بعد تم سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نے ایک بھارتی مسلمان کو اپنا معمول اور آئینہ دار بنا کر افغانستان بھیجا تھا لیکن اہل بالان کو معلوم ہو گیا کہ وہ جاسوس ہے۔ ان کے مختلف مورچوں اور آئینہ داروں کے منصوبے معلوم کرنے آیا ہے۔ انہوں نے اسے گولی مار دی۔"

"اپنا نے پوچھا "تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"اپنی ناکامی کے بارے میں کیا بتاتا۔ میں نے فوراً ہی دوسرا ماتحت روانہ کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ وہ افغانستان پہنچ جائے گا تو میں اس کی کارروائی کے بارے میں تمہیں کچھ بتا سکوں گا۔"

"کیا میں بتاؤں گے کہ دوسرا ماتحت بھی مارا گیا ہے؟"

"نہیں! اپنا! دوسری بار توہمی غلطی نہیں ہوگی۔ وہ دوسرا ماتحت پاکستان کی ایک اسلامی تنظیم میں شامل ہو کر جا رہا ہے۔ وہ تنظیم افغانستان کے مختلف علاقوں میں اتنی کیپ لگائے والی ہے۔ وہاں خانہ جنگی کے نتیجے میں کئی مجاہدین اور عام باشندوں کی بیٹائی کمزور ہوئی ہے۔ کئی کیپ لگانے والے ان کی آنکھوں کا مفت علاج کریں گے اور بیٹائی سے محروم ہونے والوں کے لیے آنکھوں کے عطیات حاصل کر کے انہیں بیٹائی دیں گے۔"

وہ بولی "ہوں۔ اس بار منصوبہ اچھا ہے۔ تمہارا ماتحت اتنی کیپ قائم کرنے والوں کی تنظیم میں ہے۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ کیا وہ تنظیم والوں کے ساتھ افغانستان پہنچ گیا ہے؟"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے ماتحت کے دماغ میں جا کر معلوم کیا تھا۔ وہ کوئٹہ میں ہے اور اسی راستے سے اتنی کیپ لگائے والوں کے ساتھ افغانستان جائے گا۔"

"تمہیں اس کے دماغ میں رہنا چاہیے مگر تم پوجا کر رہے ہو۔"

"تمہیں خوش رکھنے کے ساتھ ساتھ جھگڑانے کو بھی خوش رکھنا ضروری ہے۔ میں ایک نئے تک ہو جائیں مہروف رہنے کے بعد ماتحت کے پاس جا کر اس کے حالات معلوم کروں گا پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

"تم اپنے بھائی گردوبد سے کہو کہ تمہاری پوجا کے دوران میں وہ تمہارے ماتحت کے دماغ میں اس وقت تک رہے جب تک وہ افغانستان نہ پہنچ جائے۔"

"میں ابھی دھرم راج (گردوبد) کو اس ماتحت کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔"

”ہاں اسے پہچاؤ۔ میں بھی تمہارے ذریعے ابھی اس ماتحت کے اندر جاؤں گی اور دیکھوں گی کہ تمہارا بھائی کتنی ذمہ داری سے اپنا فرض ادا کرنے والا ہے۔“

ہماراج نے خیال خوانی کے ذریعے گردو دیو سے کہا۔

”میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس افغانستان جانے والے ماتحت کے دماغ میں تمہیں پہچاؤں گا۔“

گردو دیو اپنے بھائی ہماراج کے دماغ میں آیا۔ ہماراج نے اسے ماتحت کے اندر پہنچا کر کہا ”میرے پوجا کرنے تک اس کے اندر رہ کر معلوم کر رہو کہ اس ماتحت نے آئی کیب والوں کا عمل اعتماد حاصل کیا ہے یا نہیں؟ تم اسے کوئی غلطی نہیں کرنے دو گے اور اسے گائیڈ کرتے رہو گے۔“

اپا نے کہا ”دھرم راج! میں اس ماتحت کے اندر آتی جاتی رہوں گی۔ اگر تم یہاں حاضر نہیں رہو گے اور کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہو جاؤ گے تو۔“

دھرم راج (گردو دیو) نے جلدی سے کہا ”میزم میں سمجھ گیا۔ بھائی ہماراج اور آپ کے حکم کے مطابق ماتحت کے ساتھ لگا رہوں گا۔“

اپا ان دونوں بھائیوں کی مصروفیات سے مطمئن ہو کر میٹھ کے دماغ میں آئی۔ ہماراج ایک گھنٹے تک پوجا میں مصروف رہنے والا تھا اور توہمی عمل کے لیے ایک گھنٹہ بہت تھا۔ اس نے مختصر سا عمل کیا۔ صرف دو اہم باتیں نقش کرانیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔ دوسری بات یہ کہ اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور ایک نئی آواز اور لب و لہجہ اس کے ذہن میں نقش کر کے حکم دیا کہ آئندہ وہ اپا، ہماراج، گردو دیو اور کسی بھی پرانی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ صرف نئی آواز اور لب و لہجہ کے ساتھ آنے والی سے دماغی رابطے رکھے گا اور اسی کے احکامات کی تعمیل کیا کرے گا۔

وہ میٹھ کو توہمی نیند سونے کا حکم دے کر خاموش ہو گئی لیکن اسی کے دماغ میں موجود رہی۔ یہ اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ توہمی عمل کے دوران میں ہماراج اور گردو دیو نے وہاں آکر کوئی چال نہیں چلی ہے یا وہ میٹھ کی توہمی نیند کے دوران میں توہمی عمل کو کمزور کرنے والے ہوں گے تو وہ ان کی چال بازی کے جواب میں میٹھ کو ذہنی اذیتیں پہنچانے کی بھرپور اور چال چال اس کی سلامتی کے لیے گزرائے اور معافیوں مانگتے لگیں گے۔

وہ دو گھنٹے تک میٹھ کے دماغ میں آتی جاتی رہی۔

ہماراج اور گردو دیو کو اس نے دوسری جگہ مصروف رکھا تو اس لیے وہ توہمی عمل میں مداخلت کرنے نہیں آئے تھے۔ ثانی نے بھی مداخلت نہیں کی تھی۔ اس نے لپا کے توہمی عمل کے دوران میں نئی آواز اور لب و لہجہ کو اپنے ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ وہ آئندہ اسی لب و لہجہ کو اختیار کر کے برآسانی میٹھ کے اندر آسکتی تھی اس لیے میٹھ کے توہمی عمل میں ڈوبتے ہی وہ اس کے دماغ سے چلی آئی تھی۔

ہماراج نے اپا سے بھوت کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک پوجا کرتا رہے گا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ اپا کم از کم ایک گھنٹے تک اس کے پاس نہ آئے اور وہ کسی دوسرے محاذ پر اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے کوشش کرے۔

دوسرے محاذ کے سلسلے میں پہلے پورس کا خیال آیا کہ اسے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ اپا، ملی ڈوٹا بن کر اسے دھوکا دے رہی ہے۔ اس کی بہن متاشا اور محبوبہ تالیہ کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ ان بہنوں کے ذریعے پورس کو بلک بلی کر سکے۔ اگر پورس اس کے بیٹے میٹھ کو قید سے رہائی دلائے گا تو وہ اسے تباہ کرے گا کہ ان بہنوں کو اپا نے کس شکل میں چھپا کر رکھا ہے۔

لیکن پورس کو یہ راز بتانے سے اپا سے یہ بات چھپتی۔ جب وہ پورس کے دماغ میں جا کر باتیں کرتی تو اس کے چور خیالات سے چل پڑتا جاتا کہ ہماراج، پورس کو اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔

تیسرا محاذ یہ تھا کہ وہ پارس سے مدد حاصل کرنا۔ پارس اپنے باپ فرہاد سے سفارش کرے گا تو فرہاد اس کے بیٹے کو گھصن سے بال کی طرح اپا کی قید سے نکال لائے گا۔ یہ کہ اپا نے پارس سے علیحدہ ہو کر احسان فراموشی کی ہے۔ اپنے ساتھ پارس کی بیٹی یعنی فرہادی پوتی کو لے گئی تھی۔ حالات میں فرہاد ضرور اپا کے خلاف اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اس نے یہ سوچ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے پاس پہنچ گیا۔

پہلے تو اسے تعجب ہوا کہ پارس نے اس کی سونہ لہروں کو محسوس نہیں کیا پھر اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کس تہا بیضا شراب پی رہا ہے۔

جیسا کہ پہلے ہی بار بیان ہو چکا ہے کہ پارس کا دماغ ہے۔ وہ کرنا کچھ ہے اور اس کے خیالات بتاتے کچھ ہیں۔ اس وقت وہ اورنج جوس پی رہا تھا اور نشے میں بھروسہ ہماراج نے کہا ”فرہاد صاحب کی فیملی میں کوئی نشہ نہیں ہے اور تم شراب پی رہے ہو؟“

وہ بے پناہ تھک رہا تھا کہ بولا ”آہ! انارکلی! تم آگئیں؟“

”ہاں میں اپنی آواز سے انارکلی لگتا ہوں۔“

”نہیں لگتیں مگر میں جانتا ہوں اپا! ابھی تم انارکلی بن کر آتی ہو اور ابھی ایک مڑکی طرح موٹی آواز میں بولتی ہو۔ بے وفا عورت! دیکھ تیری جدائی میں شراب پینے والا دیوداس بن گیا ہوں۔“

”میں اپا نہیں، ہماراج ہوں۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں مگر تم پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں ہو۔“

”میں ہوش میں ہوں۔ بولو فریادی! کیا فراد ہے؟“

”میں مدد چاہتا ہوں مگر تم سے کچھ کتنا فضول ہو گا۔ میں تمہارے پیادے براہ راست بات کروں گا۔“

”جاؤ۔ میرے پیادے کے پاس ہزاروں بار جاؤ مگر خبردار! میری اپا کی شکایت نہ کرنا۔ آہ! میری اپا! اپا! ہماراج نے اس کے دماغ سے نقل کر خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟“

”میں بہت مصیبت میں ہوں۔ آپ کی مدد چاہتا ہوں۔“

”کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟“

”اپا نے میرے اگلوتے جوان بیٹے کو اغوا کر کے قیدی بنالیا ہے۔ اس نے دھمکیاں دی ہیں کہ میں کسی بھی چال بازی سے بیٹے کو اس کی قید سے لے جانا چاہوں گا تو اس کے مسلح پرہے دار میرے میٹھ کو گولیوں سے پھینکیں گے۔“

”کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے قید سے رہائی دلا کر تمہارے پاس پہنچا دوں؟“

”آپ بڑے گیانی ہیں۔ بڑے سے بڑے مخالفین کی چالوں کا توڑ کر لیتے ہیں۔ آپ ہی میرے بیٹے کو اس چڑیل سے نجات دلا سکتے ہیں۔“

”میں تمہاری مدد کیوں کروں گا؟“

”آپ انسانیت کے ناتے میری مدد کریں۔ آپ کو اپنے جوان بیٹوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے بیٹے کو بچائیں۔ میں آخری سانس تک آپ کا احسان مند رہوں گا۔“

”تم میرے بیٹے کا واسطہ دے رہے ہو۔ چلو کیا یاد کرو گے مجھے اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا دو۔“

میں اس کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے بیٹے کے پاس پہنچانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ بیٹے تک پہنچا۔ بیٹے نے سانس روک لی۔ اس نے چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے پاس پہنچ کر جلدی سے کہا ”بیٹے! سانس نہ روکنا۔ میں

تمہارا۔“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میٹھ نے سانس روک لی۔ میں نے پوچھا ”کیا ہوا؟ بیٹا! پاپ کو بھگا رہا ہے؟“

”فرہاد صاحب! صاف ظاہر ہے۔ اپا نے میرے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔“

میں نے کہا ”ہو سکتا ہے“ اپا نے نہ کیا ہو۔ کسی دوسری عورت نے کیا ہو؟“

”اور دوسری کوئی عورت ٹیلی بیٹھی نہیں جانتی ہے۔“

”یہ کیوں بھولتے ہو کہ ٹیلیاں کسی کے جسم میں سما کر آسکتی ہے اور ٹیلی بیٹھی کے ذریعے وہ سب کچھ کر سکتی ہے جس کے بارے میں ہم ابھی سوچ نہیں سکتے۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپا کو مخاطب کیا پھر پوچھا ”کیا تم نے میرے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟“

”ہاں۔ آج کل تم میرے فرماں بردار ہو لیکن کسی دن بھی چال بازی سے بیٹے کو رہائی دلا کر میرے دشمن بن سکتے ہو۔ میں چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی نہیں کر سکوں گی اس لیے میٹھ کو تمہاری پہنچ سے دور کر دیا ہے۔“

”تم ایسا وعدے کے خلاف کر رہی ہو۔ مجھے اپنے بیٹے کی خیریت کیسے معلوم ہوگی؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں نے تمہیں جو کام دیا ہے، اسے پورا کرنا پھر میں تمہیں بیٹے کے دماغ میں پہنچا دوں گی۔“

”میں روز و شب اس کے دماغ میں جا کر، اس کی خیریت معلوم کر کے اطمینان حاصل کرتا ہوں۔ جب تک مجھے ذہنی سکون حاصل نہیں ہوگا، میں پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ تمہارا کام نہیں کر سکوں گا۔“

”زیادہ باتیں نہ کرو۔ اب ہمارے مقابلے میں صرف دو مسلمان ٹیلی بیٹھی جانے والے رہ گئے ہیں۔ تم ان کی لاعلمی میں بڑی آسانی سے طالبان کی فتوحات کو شکست میں بدل سکتے ہو۔ دو چار دنوں کی مسلسل محنت سے طالبان کے قدم افغانستان سے اکھڑ جائیں گے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ آج سے تیسرے دن تمہارے بیٹے کے دماغ میں تمہیں پہنچا دوں گی۔“

اپا نہیں جانتی تھی کہ میں ہماراج کے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہوں۔ اس طرح مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ اپا امریکا اور اسرائیل کے منصوبوں کے مطابق ہماراج کو افغانستان میں استعمال کر رہی ہے۔

ہماراج میری موجودگی کے باعث اپا کو یہ نہ بتا سکا کہ افغانستان میں اس کے منصوبوں کا بھانڈا پھوٹ رہا ہے پھر

مداراج اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے میری مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لہذا اسے افغانستان سے نہیں صرف اپنے بیٹے کی رہائی سے دلچسپی تھی۔

اس نے کہا "میرے اطمینان اور تسلی کے لیے ابھی میرے بیٹے سے بات کرو۔" میں مختصری باتیں کروں گا۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "ابھی بات ہے۔ دس سیکنڈ کے بعد اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ جائے۔"

اس نے سانس روکی۔ ہم اس کے اندر سے نکل آئے۔ وہ ہمیشہ کے اندر پہنچ گئی۔ ہم دس سیکنڈ بعد پیٹنے تو ہمیشہ نے الپا کی موجودگی کے باعث ہماری سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کیا۔ مداراج نے کہا "بیٹے! میں تمہارا ڈیڑی ہوں۔ تمہوڑی در پیٹلے کیا تھا تم نے سانس روک کر مجھے اپنے اندر نہیں آنے دیا تھا۔"

وہ بولا "آپ میرے ڈیڑی ہیں۔ میں دن رات آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن اب بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ الپا جی نے میری بات مان لی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ مجھ پر تو یہی عمل کر کے مجھے تباہ کر دینا چاہیے۔"

"تم نے ایسی احمقانہ فرمائش کیوں کی تھی؟"

"میں تباہ کر رہا ہوں" اس نے الپا جی اب مجھ پر عمل اختیار کر سکی کی اور اس چارہ پوری سے باہر یا کر آزادی سے رہنے دیں گی کیونکہ میں الپا جی کے حکم کے بغیر دشمنوں سے تو کیا، دوستوں اور آپ سے بھی نہ مل سکوں گا اور نہ ہی اپنے دماغ میں آنے دوں گا۔"

مداراج جو اپنا کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے الپا اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی ہمیشہ نے پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر کے سانس روک لی۔ ہم بھی اس کے دماغ سے باہر نکل گئے پھر الپا نے مداراج کے پاس آکر بوجھا "کیا بیٹے سے باتیں کر کے تسلی ہو گئی؟ اب تو توجہ اور دل تھی سے میرا کام کرو گے؟"

"ہاں۔ یہ تمہاری مریانی ہے۔ میرا بیٹا جیت رہا ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔"

"میں تمہاری کارکردگی دیکھنے کے بعد ہمیشہ سے تمہاری بات کروں گی۔ اب جاری ہوں۔ افغانستان میں کوئی کارنامہ انجام دے کر میرے پاس آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی مداراج اسے گالیاں دینے لگا۔ میں نے ہنسنے ہوئے کہا "عورتیں ہتھیلا کر گالیاں دیتی ہیں۔ مرد نہیں۔"

"میں مرد ہوں لیکن ایک جوان بیٹے کی جدائی کا دور آپ کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ہی اسے الپا کے پیچھے سے نکال دیں۔"

"کیا میں تمہارے بیٹے کو اس لیے رہائی دلاؤں گا کہ افغانستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکے۔"

"مجھے نہ افغانستان سے دلچسپی ہے اور نہ طالبان سے دشمنی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہے جس دن اور جس وقت آپ میرے بیٹے کو رہائی دلا دیں گے میں اسی لمحے میں الپا پر تمہوک کر طالبان دشمنی سے باز آ جاؤں گا۔"

"میں تمہاری معلومات کے لیے بتا دوں کہ میں افغانستان میں ہوں۔ ادھر آؤ گے تو منہ نہ کھاؤ گے۔ دینے میں نہیں چاہتا کہ طالبان کی جدوجہد میں ہماری طرف سے مداخلت ہو اس لیے تمہارے بیٹے کو کل صبح تک رہائی دلاؤں گی کو شش کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر مجھے دعا میں دینے لگا۔ میں اس کی باتیں نہیں چاہتا تھا کیونکہ دشمن اکثر دعائیں دیتے دیتے گالیاں دیتے ہیں دیر نہیں کرتے۔

○●○

پورس نے ناصرہ (نیلمان) کے ساتھ اٹلی کے ایک شہر میں بیٹھنے کو ارادہ کیا اور اس زہریلی تائن سے بہت فائدہ رہا۔ وہ اس کے کھانے پینے کے لیے کتے کے گھاس اور ڈیڑی خرید کر لاتا تھا پھر اس کے کھانے پینے کے بعد انہیں جلادیا تھا یا دھو کر ڈسٹ بن میں پھینک دیتا تھا۔ اسے بار بار سمجھا تھا کہ ہوٹل یا کسی تفریح گاہ میں کوئی بچہ یا رانگے بھاتے نہ چوسے۔ دور سے محبت کا اظہار کرے۔ وہ ہستی تھی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری ہر ہدایت پر عمل کرتی رہوں گی لیکن تمہیں دیکھ کر میرا دل چھتا ہے۔ تمہارے گلے نکلے اور تمہیں خوب یاد رکھ کر کوئی چاہتا ہے۔"

"تمہیں عورت کا پیار نصیب والوں کو ملتا ہے مگر تمہارے پیار موت بن کر میرے ساتھ ہے اسی لیے میں تم سے دور رہتا ہوں۔ ہوٹل کے دو کمرے لیے ہیں۔ ایک میں تین تین سلاخیں کا دروازہ باہر سے بند کر دیتا ہوں۔ ایسا نہ کرنا رات کو سکون سے سو نہیں سکوں گا۔"

"پورس! ایسا ناب تک ہو گا؟ کیا تم کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو؟ زہریلی نہیں نکال سکے گے؟"

"میں نے اس لیے تمہیں ساتھ رکھا ہے کہ پہلے ہی

میں تمہارے عزیز و اقارب کا پتا چلے تمہاری ہسٹری معلوم ہوگی تو تمہارے اندر کے زہر کو ختم کرنے کا کوئی راستہ ملے گا۔ اگر میں کسی بڑے تجربے کار ڈاکٹر سے علاج کراؤں گا تو تمہاری کیس ہسٹری مجھ سے پوچھی جائے گی پھر تمہیں عام انسانوں کے لیے خطرہ سمجھ کر گرفتار کر لیا جائے گا اور دس قیدیوں سے الگ تمہیں کسی کال کوٹری میں رکھا جائے گا۔ اسی لیے تمہیں سمجھانا ہوں کہ ہوٹل سے نکل کر نئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہارا زہر پلین ظاہر ہو۔ باہر کی بات ہی نہ کرو۔ سب ہی سے دور رہنے کی کوشش کرتی رہو۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی کہیں باہر جاتا تو اسے ہوٹل میں ختم نہیں چھوڑتا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ اس کے لیے مصیبت بن گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ اسے اس لیے برداشت کر رہا تھا کہ وہ پراسرار تھی۔ پتا نہیں اپنے اندر کتنے راز سمیٹے ہوئے تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ جب اس کی اصلیت سامنے آئے گی تو یہ زہریلی دیشیہ اس کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔ یادداشت واپس آنے کے بعد بیش اس کی احسان مند رہے گی۔

دونوں نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا وہاں کے کاؤنٹر پر ایک انڈیز کینی کے ایجنٹ نے آکرفون کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! میں انڈیز کینی کا ایجنٹ ہوں۔ آپ کی خواہش کے مطابق آج رات کی فلاح سے دو سٹینرز درج ہو چکی ہیں۔ میں آپ کے ٹکٹ اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا ہوں۔ کیا میں آپ کے کمرے میں آؤں یا آپ وزیٹرز لابی میں آ رہے ہیں؟"

پورس نے کہا "میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسپورڈ رکھ دیا۔ نیلمان نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر کے لیے گراؤنڈ فلور تک جا رہا ہوں۔ ایجنٹ ہمارے ٹکٹ اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا ہے۔ تم بھی چلو۔"

"میں نمازے جاری ہوں۔ تم نیچے سے ہو آؤ۔"

"دعہ کرو۔ میری داپسی تک تم باہر روم میں غسل کرو گی اور کمرے سے باہر نہیں جاؤ گی؟"

"دعہ کرتی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تم جو کہتے ہو میں اسی پر عمل کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ دروازے کو اندر سے بند کرلو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس نے ایک ایجنٹ کو منہ

مالگی رقم دے کر نیلمان کا جعلی پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات تیار کرائے تھے۔ وہ ہمیں چاہتا تھا کہ ناصرہ (نیلمان) ایجنٹ کے سامنے جائے اور اس سے باتیں کرے۔ وزیٹرز لابی میں اس ایجنٹ کے ساتھ ایک جونیئر پولیس افسر بھی تھا۔ ایجنٹ نے پورس سے کہا "آپ کا کام ہو چکا ہے لیکن یہ ہمارے دوست اور مہمان افسر ہیں۔ آپ ان کا حق انہیں ادا کریں پھر آپ کو انڈیز پورٹ پر کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

پورس نے اس کے مطالبے کے مطابق دس ہزار ڈالر ادا کر دیے۔ گفتگو کرنے اور لین دین میں تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ نیلمان نے ایک منٹ کے لیے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر اسے کھول دیا تھا۔ سامنے والے کمرے میں ایک اویس عمر کا صحت مند شخص تھا۔ وہ کئی بار اسے بھوکے نظروں سے دیکھ چکا تھا۔ نیلمان کی زہریلی فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ کسی کو دانتوں سے ایک بار کاٹنے اور اس طرح ڈسنے والی خواہش پوری کرے۔

چونکہ وہ سانپ نہیں عورت تھی اس لیے کئی بار پورس سے کہہ چکی تھی کہ اس کا گلے لگنے اور قربت حاصل کرنے کا جی چاہتا ہے پھر اس نے خود ہی سوچا کہ پورس اس کا محسن ہے۔ وہ اپنی خواہشات اور زہریلی فطرت کو چھل دے گی لیکن اسے بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اس نے ہوٹل میں اس بھوکے مرد کو دیکھ کر سوچ لیا تھا کہ موقع ملے گا تو اسے ضرور ڈس لے گی اور اب اسے موقع مل رہا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پر آئی۔ کال تیل کے ٹن کو دبا دیا۔ دوسری بار ٹن دبانے کے بعد اسی شخص نے دروازہ کھولا پھر نیلمان کو دیکھتے ہی حیرت اور مسرت سے بولا "تم؟"

وہ بولی "ہاں میرا مرد نیچے آیا ہے۔ میں ابھی چلی جاؤں گی۔"

وہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اندر گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ بند دروازے کے پیچھے وہ حسینہ خود چل کر گئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ مرد خوش نصیب تھا۔ کو ریڈور میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خاموشی تھی۔ اتفاقاً کوئی دوسرے نہیں گزر رہا تھا۔ کو ریڈور کے ایک طرف پورس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ دوسری طرف خوش نصیب مرد کا دروازہ بند تھا۔

کہا جاتا ہے کہ نصیب کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور بد نصیبی کا دروازہ بند ہوا کرتا ہے۔ یہ کمالات سچ نکلی۔ بند

دروازے کے پیچھے سے مردکی ایک مختصر سی جھجکائی دی پھر وہی پہلے جیسی خاموشی چھا گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ دروازہ کھلا۔ نیلماں اپنا لباس درست کرتے ہوئے باہر آئی۔ اس کے داغوں اور ہونٹوں پر خون لگا ہوا تھا۔ اس نے ایک الٹی ہتھیلی سے منہ پونچھتے ہوئے دروازے کو بند کیا پھر تیزی سے چلتی ہوئی پورس کے کمرے میں آکر اس دروازے کو بھی اندر سے بند کر لیا۔

وزیر زلابی میں پورس کو کچھ دیر ہو گئی۔ اس پولیس افسر کو رشوت دینے کے علاوہ چاہئے بھی پلائی بڑی۔ اس افسر کو خوش رکھنا تھا تاکہ اس شر کو چھوڑنے تک کوئی قانونی مداخلت نہ ہو پھر وہ ایجنٹ اور افسرے مصافحہ کر کے وہاں سے لفٹ میں آیا۔ اس لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچا۔ لفٹ کا دروازہ کھلتے پر وہ باہر آیا۔ دو عورتیں اسی لفٹ کے اندر چلی گئیں۔ پورس ایک کورڈور سے گزرتا ہوا اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔ دروازہ کھولا چاہا تو اندر سے بند تھا۔ اسے اطمینان ہوا کہ نیلماں اس کی ہدایت کے مطابق کمرے میں ہے۔ باہر نہیں گئی ہے۔

اس نے کال بیل کا بجن دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ نیلماں سر سے پیر تک ہلکی ہوئی تھی۔ ہیکے بدن کو ایک بڑے تولیے سے لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے ورے گلابی بدن میں پانی کے قطرے ایسے لگ رہے تھے جیسے گلاب کی پتلیوں پر پڑ رہے تھے۔ پورس اس سے نظریں چراتا ہوا کمرے کے اندر آکر بولا ”میری قوت برداشت کو نہ آزمائے۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور لباس پہن کر آؤ۔“

وہ مسکرا کر بولی ”میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ تم بکنا بھی چاہو گے تو میں بکتے نہیں دوں گی۔“

وہ دو کمروں کا ایک درمیانی دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ پورس اس میں ایک تبدیلی سی دیکھ رہا تھا۔ وہ غسل کرنے سے پہلے کچھ پاپوس اور ست سی تھی۔ اب اس کے چہرے پر روشنی آگئی تھی اور وہ مسکراتی اور چمکتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی تھی۔

پورس اس تبدیلی کی وجہ سمجھ نہ سکا۔ اس نے سوچا ”چلو ٹھیک ہے۔ اسے اسی طرح خوش رہنا چاہیے۔ یہ جیسی بھی ہے اتنی سمجھ دار ہے کہ مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔“

اس وقت پاپا نے اس کے دماغ میں آکر کوڈورڈاوا کیے پھر اس سے پوچھا ”اٹلی میں کب تک رہو گے؟ کیا اٹلی کا

یہ شہر تمہیں پسند آگیا ہے؟“
”میں کل سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تم آخر خیال خوانی کے ذریعے ناصرہ (نیلماں) کا پاسپورٹ منظر بنوا لیتیں۔ آج صبح مجبور ہو کر میں نے ایک ایجنٹ کو روک دے کر ناصرہ کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کر دیے ہیں۔ سیمیں بھی ریزرو کرانی ہیں۔ ہم رات کی فلائٹر انڈیا کے لیے روانہ ہوں گے۔ ویسے تم کہاں رہ گئی تھیں؟“
”میں دوسرے اہم معاملات میں الجھی ہوئی ہوں۔“
”کیا تم نے سماراج کے بیٹے کو اغوا کیا ہے؟“
”ہاں میں اسے اغوا کر کے، سماراج اور گرو دیو کو بچھیننے پر مجبور کر چکی ہوں۔“

پھر تو سماراج نے نتاشا اور تنالیہ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا ہوگا۔“

”وہ دونوں بھائی ان بنوں کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ تمہاری بہن اور محبوبہ ممبئی کے ایک بنگلے بھیرت ہیں۔ تم کل وہاں پہنچ کر ان سے ملاقات کر سکو گے۔ وہ خوش ہو کر بولا ”مٹی! تم نے میرا بہت بڑا کام کیا۔ بلکہ مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔“

”دوست برے وقت پر کام آتے ہیں۔ ایک دوسرا احسان نہیں کرتے۔ ویسے ابھی میں ایک بچ بولنے آئی ہوں میں ملی ڈانساں، اپنا ہوں۔“
”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”میری بات کا یقین کرو۔ میں تم سے دوستی کر رہی ہوں۔ تم مجھے پارس کی بیوی سمجھتے ہو اس لیے وہاں کرنے کے سلسلے میں مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے۔ پھر نتاشا جانی دشمن ہے۔ کبھی یہ نہیں چاہے گی کہ تم مجھ سے دوستی کرو۔“

”آج اپنی اصلیت کیوں ظاہر کر رہی ہو؟“
”اس لیے کہ اب تک یہ ثابت کر چکی ہوں کہ باپ سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور تمہاری خاطر اپنی دشمن نتاشا اور اس کی بہن کی بھی حفاظت کر رہی ہوں۔ کے علاوہ سماراج اور گرو دیو کو اپنے سامنے جھینے پر مجبور کر چکی ہوں۔ کیا میری بچ بیانی کے بعد مجھ سے دوستی رکھو گے؟“

”کیسی باتیں کرتی ہو؟ تم نے تو جھوٹ بول کر میرا دل بھرا ہے۔ یہ بتاؤ نتاشا اور تنالیہ کو سماراج سے چھین لینے کے اس کا بیٹا واپس کر دو گی؟“
وہ ہنس کر بولی ”میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ جب

بیٹا میرے کھلنے میں رہے گا تب باپ اور چاچا فرماں بردار بن کر میرے احکامات کی قیامتیں کریں گے۔“

”اب ہماری دنیا میں کیسی جیتی جانے والے چند ہی رہے ہیں۔ یہ تمہارا بہت بڑا کام رہا ہے کہ تم نے میلی پتھری جانے والے دونوں بھائیوں کو اپنا بعدا رہنا لیا ہے۔ اب وہ دو کی تیاری کے دوران میں پر اہم نہیں بنیں گے۔“

”صرف یہی دونوں بھائی نہیں ان کے علاوہ اسی آر بھائی بھی مجھے نیلماں سمجھ کر میرے احکامات کی قیامتیں کر رہا ہے۔“
”واہ! الپا! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے پارس سے ایک ہو کر دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ دیکھو تمہیں ہر معاملے میں کامیابی نصیب ہو رہی ہے۔“

”اصل کامیابی تمہاری ہوئی، جب تم دو اہم تیار کر لو گے۔ تم نے ان چاروں ڈاکٹروں کو انڈیا روانہ کیا تھا۔ وہ چاروں ممبئی کے ایک قایم اشار ہو گئے ہیں۔ تم بتاؤ کہ لیبارٹری کہاں قائم کرو گے؟“
”میں کل ممبئی پہنچ کر فیصلہ کروں گا۔ کیا میری خاطر ایک زحمت کوئی؟“

”دوستی میں تفکعات سے کام نہ لو۔ بولو کیا چاہتے ہو؟“
”ان بنوں کے پاس جاؤ۔ نتاشا سے کوئی سماراج نے انہیں جس بنگلے میں رکھا ہے میں انہیں وہاں سے دوسری جگہ لے جاؤں گا اور تنالیہ سے کہنا، تمہارا دیوانہ تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔“

اسی وقت نیلماں درمیانی دروازہ کھول کر کمرے میں آئی اور بولی ”یہ دیکھو میں نے لباس پہن لیا ہے۔ کیسی لگ رہی ہوں؟“
”بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تم سے بات کروں گا۔“

پاپا نے کہا ”تنالیہ کو دیوانگی کا پیغام دے رہے ہو اور اوہ اس حینہ کے ساتھ عیش کر رہے ہو۔“
”کیا اس زہریلی لڑکی کو منہ لگا کر اپنی موت کو دعوت دوں گا۔ میں نے اسے سارا دے کر اپنے پاس رکھ کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔“

”تم نادان نہیں ہو۔ تم نے کچھ سوچ کر ہی یہ خطرہ مول لیا ہے۔ بہر حال میں جاری ہوں۔ تمہاری بہن اور محبوبہ کو خوش خبری سناؤں گی کہ کل تم ان کے پاس پہنچ رہے ہو۔“
وہ ہلکی گئی۔ پورس نے نیلماں کو دیکھا۔ وہ سامنے ایک سونے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نظریں ملتے ہی مسکرائے گی۔ پورس نے پوچھا ”کیا بات ہے بہت مسکرا رہی ہو؟“

وہ بولی ”میں بہت خوش ہوں۔ کوشش کروں گی کہ مجھے ہر روز ایسی خوشیاں حاصل ہوتی رہیں۔“

”کیا تم نے کوئی ایسا بینک دریافت کیا ہے جس کے کاؤنٹر سے خوشیاں کیش کراتے رہے کا راوہ ہے؟“
”ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔“
”بات کیا ہے؟ مجھے نہیں بتاؤ گی؟“

اسی لمحے میں الپا نے آکر کوڈورڈاوا کے پھر پریشان ہو کر کہا ”پورس! اگر بڑا ہو گئی ہے۔ نتاشا اور تنالیہ کیسے کم ہو گئی ہیں۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟ وہ تو سماراج کے کسی بنگلے میں تھیں۔ کیا سماراج چاہا ہی نہ دیکھا رہا ہے؟“
”میں ابھی سماراج سے پوچھتی ہوں۔“
وہ خیال خوانی کے ذریعے سماراج کے دماغ میں پہنچتی ہی بولی ”میں الپا ہوں۔ نتاشا اور تنالیہ تمہارے بنگلے میں تھیں۔ وہ اب کہاں ہیں؟“
”اسی بنگلے میں ہوں گی۔“

”تم ان سے دماغی رابطہ کرو۔ میں بھی ان سے باتیں کروں گی۔“
سماراج نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ان بنوں کے دماغوں میں باری باری جانا چاہا لیکن دونوں نے سانس روک لیں۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی۔ ان کے اندر پہنچتے ہی بولی ”میں الپا ہوں۔ مجھ سے پہلے سماراج نے تم سے رابطہ کرنا چاہا اور ناکام رہا۔ کیا تم پر کسی دوسرے نے تو یہی عمل کیا ہے؟“

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ سماراج نے بنگلے کے انچارج سے پوچھا ”کیا وہ دونوں ہمیں یہاں آئی تھیں؟“

”جی سماراج! ان کے یہاں آتے ہی آپ نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا کہ ان بنوں کے لیے اس بنگلے میں خطرہ ہے۔ ایک جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ آ رہی ہے۔ ان بنوں کو ان کے ساتھ جانے دو۔“
سماراج نے غصے سے کہا ”کیا بکواس ہے میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔“

”سماراج! ہم آپ سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنے اندر آپ ہی کی آواز اور لہجہ سنا تھا۔“
سماراج نے الپا سے کہا ”تم سن رہی ہو؟ ہمیں دھوکا دیا

گیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ فرہاد میرا اب دلجو
اختیار کر کے ان بہنوں کو کہیں لے گیا ہے۔
”میں فرہاد نہیں، تم دھوکا دے رہے ہو۔ آج کل
پارس اور پورس نہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں نہ کسی
اور ذریعے سے دشمنی ظاہر کر رہے ہیں۔ فرہاد کو بھلا پورس
اور اس کی بہن اور محبوبہ سے کیا عداوت ہوگی؟“
”عداوت ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ پلیر تم مجھ پر شبہ نہ
کرو۔ ہمارے درمیان بے اعتمادی پیدا ہوگی تو ہمیں نقصان
ہوگا اور دشمن فائدہ اٹھائے گا۔“
”جو چالاک شکاری ہوتا ہے وہ دوسرے کے کاغذ پر
بندوق رکھ کر گولی چلاتا ہے۔ صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ تم
نے فرہاد کے کاغذ پر بندوق رکھ کر ان بہنوں کے دماغ کو
لاک کیا ہے اور انہیں کہیں چھپا دیا ہے۔“
”کیا مجھے اسحق سمجھتی ہو۔ میرا اگوتا بیٹا تمہاری قید میں
ہے اور میں تمہیں نقصان پہنچانے والی چال چلوں گا؟“
”تم مجھے یہی سمجھاؤ گے اور میں یہی سمجھوں گی کہ اپنے
بیٹے کی سلامتی کی خاطر ان بہنوں کو کہیں چھپا کر مجھے شکایت
کا موقع نہیں دو گے۔ تم تو اپنا کام دکھا گئے لیکن میں تمہاری
چال میں نہیں آؤں گی۔ ایک منٹ کے اندر بچ بولنے کے
لے میرے دماغ میں آؤ۔ میں جارہی ہوں۔“
وہ اس کے دماغ سے چلی آئی۔ مہاراج نے اس کے
اندہر آکر کہا ”اپا! میں تمہارا تابعدار بن گیا پھر بھی مجھ پر
بھروسہ نہیں کر رہی ہو۔“
”کیا تم فرہاد سے یہ اگلا اسکو گے کہ اس نے دونوں
بہنوں کو اغوا کیا ہے؟“
”کیا پور مجھی کہتا ہے کہ اس نے چوری کی ہے؟ ثبوت
اور گواہی کے بغیر چور کبھی اقبال جرم نہیں کرتا۔“
”جیسا کہ تم نہیں کر رہے ہو۔ میں نے اسی کے ہمیں
اپنے دماغ میں بلایا ہے کہ ہمیں اپنے ساتھ تمہارے بیٹے
کے دماغ میں لے جاؤں۔ جب تمہاری موجودگی میں اسے
ذهنی اذیتیں دوں گی، بیٹا تکلیف کی شدت سے تڑپے گا تو
باپ ہوش میں آکر بچ اٹھنے لگے گا۔“
اپا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مہاراج کو گڑگڑانے
لگا۔ بیٹے کے لیے رحم کی بجائے لگا بھرا ایک دم سے چپ
ہو کر الپا کی سوچ کو بڑھنے لگا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی۔
”بازی کیسے پلٹ گئی؟ میٹھ کا دماغ لاک کیسے ہو گیا؟ وہ مجھے
اپنے اندر آنے نہیں دے رہا ہے جبکہ میرا معمول اور
تابعدار ہے۔“

مہاراج نے تڑپ کر پوچھا ”یہ کیا سوچ رہی ہو؟ کیا
میرے بیٹے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر مجھی اس کے دماغ
میں نہیں پہنچا رہی ہو یا میری موجودگی میں ڈراما کر رہی ہو۔
مجھے یہ سمجھا رہی ہو کہ کسی نے میٹھ کے دماغ کو لاک کر کے
اسے تم سے چھین لیا ہے۔“
”میں کوئی ڈراما نہیں کر رہی ہوں۔ سچ سچ کسی نے اس
کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔“
”ایسا کون کر سکتا ہے؟ تم بھی یہی کہو گی کہ فرہاد میرے
بیٹے کو تم سے چھین کر لے گیا ہے۔“
”ہاں۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟ یہ فرہاد کی چال بازی ہے۔“
”فرہاد کو میرے بیٹے سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اگر وہ
ایسا کرتا تو مجھے پہنچ کر بتا کہ میں اپنے بیٹے کو اس کے گھنے سے
نہیں نکال سکوں گا پھر تمہیں چھوڑ کر مجھے اس کی تابعداری
کرنی پڑتی۔“
اپا نے اس مکان کے ایک مسلح گارڈ سے پوچھا ”میٹھ
کہاں ہے؟“
”میں م! آپ نے آج صبح میرے دماغ میں آکر کہا تھا کہ
میٹھ کے لیے اس مکان میں خطرہ ہے۔ اسے ایک کار میں
چائے دو۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی کروں
گی۔“
”یہ تم کیا کواں کر رہے ہو؟“
”میں م! ہم آپ سے غلط بات کہنے کی جرأت نہیں
کر سکتے۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اسے مکان سے باہر
نکالا اور ایک کار میں چائے دیا۔ اس کے جاتے وقت بھی
آپ نے میرے اندر آکر کہا تھا ”فکر نہ کرو۔ میں میٹھ کے
دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گی اور اسے ایک محفوظ جگہ
پہنچا دوں گی۔“
مہاراج نے پوچھا ”کیوں اپا! یہ کیا چال چل رہی ہو؟
اپنے پہرے داروں کو راستے سے ہٹا کر میٹھ کو اس مکان
سے نکال کر دوسری جگہ پہنچا دیا اور مجھے یہ بتا رہی ہو کہ میٹھ
کا دماغ کسی نے لاک کر دیا ہے۔ کیا میں تمہارے اس نالکے
یقین کروں گا؟“
”تم یقین کرو یا نہ کرو مگر غور کرو۔ ان بہنوں کو اغوا
کرتے وقت تمہارے پہرے داروں سے مہاراج بن کر چوکا
گیا وہی میٹھ کو اغوا کرتے وقت میرے پہرے داروں سے
اپا بن کر کہا گیا۔ دونوں وارداتیں ایک جیسی ہیں۔“
”یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد میرا اب دلجو اعتبار
کر کے ان بہنوں کو لے گیا تھا لیکن میٹھ کو لے جانے

لے آیا بننے والی عورت کون ہو سکتی ہے۔ جبکہ عورتوں میں
ایک تمہی خیال خوانی کرنے والی رہی ہو۔“
”فرہاد کی بیوی آئندہ ایسا کر سکتی ہے۔“
”وہ تو دنیاوی معاملات سے دور رہتی ہے۔“
”یہ سب کہنے کی بات ہے۔ ہمیں فریب دینے کے لیے
ایسا کہا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہو رہا ہے کہ آئندہ ہی میٹھ کو مجھ
سے چھین کر لے گئی ہے۔“
”میرے بیٹے کو کون لے گیا ہے یا لے گئی ہے؟ میں؟
نہیں جانتا۔ وہ تمہارے پاس تھا۔ تم اس کی ذمہ دار تھیں۔
میں اپنا بیٹا تم سے لوں گا۔“
”نشا اور نتالیہ تمہارے پاس تھیں۔ ان بہنوں کے
تھکے کی ذمہ داری تم پر تھی۔ میں ان بہنوں کو تم سے لوں
گی۔ اسی طرح تم اپنے بیٹے کا مطالبہ کرتے رہو گے اور میں
ان بہنوں کا مطالبہ کرتی رہوں گی۔ یوں ہم آپس میں لڑتے
رہیں گے اور ایک دوسرے سے دشمنی کرتے رہیں گے اور
فرہاد ہماری افتخار دشمنی کا نشانہ بن جائے گا۔“
مہاراج نے کہا ”چانک یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ موجودہ
حالات پر سکون اور اطمینان سے غور کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا
ہوگا۔ میں جارہا ہوں مگر یاد رکھو۔ اپنے بیٹے کی کشمکش
پرداشت نہیں کروں گا۔ اب تمہارے پاس میری کوئی
کمزوری نہیں رہی ہے۔ میں تمہارے لیے ایک ناقابل
برداشت عذاب بن جاؤں گا۔“
وہ اپا کے دماغ سے نکل کر سیدھا میرے پاس آکر بولا۔
”فرہاد صاحب! میں ہوں مہاراج۔ آپ تو زبان کے دھنی
نظر۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میرے بیٹے کو الپا کی قید سے
رہائی دلائیں گے۔ دھن ہے (آفریں ہے) آپ نامنکن کو
نامنکن بنا کر میرے میٹھ کو اس قید خانے سے نکال لائے ہیں۔
میں تو آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ ساری عمر آپ کا تابعدار رہیں
کر آپ کی سیوا کرتا رہوں گا۔“
میں نے انجان بن کر کہا ”ارے بھائی! غصہ۔ تم تو
بولتے ہی جارہے ہو۔ مجھے سمجھنے تو دو کہ تمہارے بیٹے کو الپا
کی قید سے کب رہائی ملی ہے؟ اور کس نے رہائی دلائی ہے؟
اگر کسی نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے تو وہ تعریف کا مستحق ہے۔
مجھے یہ کریڈٹ نہ دو۔“
”وہ میرا بیٹا ہے۔ کیا آپ نے میرے بیٹے کو رہائی نہیں
دلائی ہے؟“
”جی رہائی مل گئی ہے تو بیٹے سے پوچھو یہ احسان کس
نے کیا ہے؟“

”بیٹا میرے پاس ہوتا یا میں اس کے دماغ میں پہنچتا یا تو
اس سے بہت کچھ معلوم کر لیتا۔ کیا آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ
میش ایک قید سے رہائی پا کر دوسری کس جگہ جا کر پھنس گیا
ہے؟“
”ہاں تمہارے بیٹے کا معاملہ پراسرار ہو گیا ہے۔ میں یہ
راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔“
اسی وقت ثانی نے میرے اندر آکر قبضہ لگایا۔ میں نے
انجان بن کر پوچھا ”کون ہو تم؟“
وہ بولی ”میں ہوں نیلما۔ ایک نیا جسم حاصل کر کے
ایک نئی زندگی حاصل کر چکی ہوں۔ پچھلے تین دن سے تم
لوگوں کے تماشے دیکھ رہی ہوں۔ الپا بڑی تیزی دکھا رہی
تھی۔ میں نے اس کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیا ہے۔
نشا، نتالیہ اور میٹھ میری مٹھوں میں ہیں۔“
میں نے کہا ”تم نے بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن
میرے دماغ میں آکر نہ بھاؤ کر قبضہ لگانا ضروری نہیں تھا۔“
”فرہاد! میں تو تمہارے سر پر چڑھ کر ناچ سکتی ہوں۔ خود
کو ایک ناقابل شکست روٹ نہ سمجھو۔ میں الپا اور
مہاراج کی طرح تمہیں بھی منہ کے بل کر اسکتی ہوں۔“
”مجھے پہنچنے نہ کرو ورنہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔
جاؤ بچوں کے ساتھ جا کر کیلو۔“
میں نے سانس روک کر ثانی اور مہاراج کو دماغ سے
نکال دیا۔ اب مہاراج ثانی کو نیلما سمجھ کر اس سے رابطہ
کر رہا ہوگا۔ پچھلے دن الپا، میٹھ پر توجہ کی عمل کر کے پھر اس
کے دماغ کو لاک کر کے مطمئن ہو گئی تھی کہ میٹھ کے دماغ
میں کوئی نہیں جا سکتا۔ وہ اپنی باری آواز اور لب و لہجے کے
ساتھ میٹھ کے اندر جا کر مطمئن ہوتی رہی۔ یہ نہ سمجھ سکی کہ
ثانی بڑے صبر و تحمل سے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہی ہے۔
الپا نے مطمئن ہو کر مسلح پہرے داروں سے کہہ دیا کہ
اب وہ گوشت بن کر نہ رہیں۔ میٹھ سے ضرورت کے مطابق
باتیں کر سکتے ہیں۔ رات کو ثانی نے میٹھ کے خوابیدہ دماغ
میں آکر اس پر توجہ کی عمل کیا۔ الپا کے عمل کو اس کے دماغ
سے مٹایا پھر ایک نیا لب و لہجہ اس کے ذہن پر نقش کیا۔ اس
کے بعد اسے توجہ کی نیند سوئے دیا۔
صبح ہوتے ہی ثانی نے الپا کے لب و لہجے میں ایک مسلح
پہرے دار سے کہا ”اس مکان میں میٹھ کے لیے خطرہ ہے۔
اسے مکان سے باہر لاؤ اور ایک کار میں اسے چائے دو۔ میں
اس کے اندر رہ کر اسے کہیں بھاگنے نہیں دوں گی، دوسری
محفوظ جگہ پہنچا دوں گی۔“

ان مسلح پہرے داروں نے الپا کا حکم سمجھ کر اس پر عمل کیا پھر میٹھ کو وہاں سے ایک کار میں جانے دیا۔ اس دوران میں ثانی ان پہرے داروں کے خیالات پر ذہ کر معلوم کر چکی تھی کہ میٹھ کو ناگپور سے دو سو کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے شہر میں رکھا گیا ہے۔ وہ ثانی کا معمول اور تبلیغ دار بن چکا تھا۔ ثانی نے اسے حکم دیا کہ وہ پہلی کسی بھی فلاح کے ذریعے کمپنی چلا آئے وہ بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوا ہمیں چھوٹے والا تھا۔

اب مہاراج نے ثانی کو نیلماں سمجھ کر اس کے دماغ میں پختہ کیا۔ وہ بولی "میں اپنے دماغ میں کسی کو نہیں آنے دوں گی۔ ابھی تم جاؤ۔ میں ایک آدھ گھنٹے بعد تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

وہ بولا "نیلماں! ہم کبھی ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہے پھر تم نے میرے بیٹے کو کس لیے مجھ سے چھپا رکھا ہے؟"

"میں بھی دشمن نہیں ہوں۔ تمہارا بیٹا میرے پاس بجز یہ ہے۔ تم اور الپا کو شش کرو کہ میرا پوتا ملک رام بھائی مجھے مل جائے تم میں سے جو میرے پوتے کو میرے پاس پہنچائے گا، میں تاشا، تنالیہ اور میٹھ کو اس کے حوالے کر دوں گی۔ اس سے آگے کوئی بات نہ کرو۔ اب جاؤ۔"

ثانی نے سانس روک کر اسے جانے پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف الپا بری طرح پاپس ہو کر پورس کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی "فہاد نے ہماری لاعلمی میں ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے صرف تاشا اور تنالیہ کو ہی نہیں مہاراج کے بیٹے میٹھ کو بھی اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے۔"

نیلماں اور پورس ہوٹل چھوڑنے اور اتر پورٹ جانے کے لیے اپنی اپنی ایجنسی میں سامان رکھ رہے تھے پورس نے الپا سے کہا "مجھے مہاراج کے بیٹے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تاشا اور تنالیہ زندہ سلامت رہیں۔ فہاد طرف والا بندہ ہے۔ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں دیکھوں گا کہ وہ انہیں مجھ سے دور رکھ کر کیا چاہتا ہے۔"

پورس! وہ ہمیشہ ابھی ممبئی میں کہیں ہیں۔ تم کسی طرح ان کا سراغ لگا سکتے ہو۔ میں خیال خواتی کے ذریعے تمہارا ساتھ دیتی رہوں گی۔"

"الپا! میری بات کا بار نہ مانا۔ میں کسی کمزور کا ہمارا نہیں لیتا۔ فہاد مجھے ہماڑ کے سامنے تم ایک تکانہ۔ تمام جیتی ہوئی بازیاں بار چلی ہو۔ جب کبھی تاشا اور تنالیہ کو

میرے لیے حاصل کر سکو تو مجھ سے ضرور رابطہ کرنا۔ اس سے پہلے میں تمہیں دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی۔ الپا اور مہاراج چلے گئے۔ اس نے نیلماں کو دیکھا۔ وہ اپنے کمرے سے اٹھ کر آئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا فلاح کا وقت ہو چکا ہے؟" پورس نے کھڑی دیکھ کر کہا "جین گھنٹے بعد فلاح ہے۔ ہم اس لیے جلدی جا رہے ہیں کہ رات کا کھانا اتر پورٹ کھائیں گے۔"

"ہم مجھے ڈانٹتے ہیں ہاں سب کے سامنے کھانے نہیں دیتے پھر وہاں کیسے کھانے دو گے؟"

"میں ایسی ڈانٹیں منگواؤں گا جن سے تمہاری پلٹ جھوٹی نہ ہو۔ کھانے کے بعد ایک اسٹرا کے ذریعے پوٹ پیٹی ہوٹل کو منہ نہیں لگاؤ گی۔ میں اس اسٹرا کو چھپا کر کسی ڈسٹ بن میں پھینک دوں گا۔"

دروازے پر دستک نہ دی۔ پورس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر کو ریڈور میں ہوٹل کے منیجر کے علاوہ پولیس والے بھی نظر آئے۔ سامنے والے کمرے سے دو سیاہی ایک اسٹریچر اٹھا کر لارہے تھے۔ اس اسٹریچر پر ایک لاش تھی۔ لاش کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ پولیس افسر نے پورس سے پوچھا "اس سامنے والے کمرے میں جو شخص تھا اس کی موت بڑے پراسرار طریقے سے ہوئی ہے۔ کیا آپ اس شخص کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں؟"

"سوری! میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم رات کو آئے تھے اور اب جا رہے ہیں۔ بالی داوے آپ ابھی پراسرار موت کہہ رہے تھے۔ کیا ایسی موت ہوئی ہے جس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

نیلماں دیوار سے لگی کھڑکی سے اندر پریشان ہو رہی تھی کہ کہیں پولیس والے اسے گرفتار نہ کر لیں۔ پولیس افسر نے کہا "مرنے والے کا پورا جسم سیاہ ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کسی بہت ہی ذہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

پورس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے بے اختیار پلٹ کر کمرے کے اندر دیوار سے لگی ہوئی نیلماں کو دیکھا پھر انجان بن کر ہوٹل کے منیجر سے پوچھا "کیا آپ کے ہوٹل میں سانپ بھی ہیں؟"

منیجر نے کہا "ہوٹل کے اندر تو کیا، باہر بھی سانپ نہیں ہیں۔ میں نے بچپن سے اس شہر میں کوئی سانپ نہیں دیکھا ہے۔"

پولیس افسر نے کہا "ہمارا یہ اندازہ ہے کہ سانپ نے ڈسا ہے۔ اس مرنے والے کی گردن پر زخم کا ایک نشان ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کے جسم میں ذہر کس طرح پہنچا ہے یا پہنچا گیا ہے۔"

پورس نے چور نظروں سے نیلماں کو دیکھا پھر افسر سے کہا "آپ اس مژدے کے بارے میں تمام ہوٹل والوں سے پوچھ کر دیکھیں گے۔ ہم ہوٹل چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مہاراج کے آپ پہلے ہم سے ضروری سوالات کر لیں اور ہمارا سامان بھی چیک کر لیں۔"

"میں میڈیکل رپورٹ کی روشنی میں ہی سوالات کر سکتا ہوں۔"

افسر نے کمرے کے اندر آکر دو لمبیوں کو دیکھتے ہوئے کہا "پلیز! انہیں کھولیں۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے سامان میں کوئی زہریلی چیز ہے یا نہیں؟"

پورس اور نیلماں نے اپنی اپنی ایجنسی کھول دی۔ افسر نے آگے بڑھ کر دونوں ایجنسیوں کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ ٹوٹھ پیٹ اور پرفیوم کی شیشی وغیرہ کو چیک کیا۔ کسی میں زہر نہیں تھا بلکہ زہر کا مجسمہ اس افسر کے قریب ہی تھا۔ افسر نے چنگک کے بعد کہا "سوری! میں نے اپنا فرض ادا کرنے کے لیے آپ کو زحمت دی۔ آپ اپنا سامان پیک کر کے جاسکتے ہیں۔"

پورس نے اطمینان کی سانس لی۔ جلدی جلدی سامان پیک کرنے لگا۔ افسر کمرے سے چلا گیا۔ وہ دھیمی آواز میں نیلماں سے بولا "آخر تم اپنی زہریلی عادت سے باز نہیں آئیں؟"

"آں؟" وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "مہمہ میں نے کچھ نہیں کیا۔"

مجبوراً مت کرو۔ اب اپنے چہرے سے پریشانی ظاہر نہ کرو۔ نارمل رہو اور میرے ساتھ چمکرائی ہوئی چلو۔"

وہ اپنی اپنی ایجنسی اٹھا کر کمرے سے باہر آگئے۔ پولیس والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے لفٹ کے اندر بیٹھے پھر وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آکر گاؤنٹر پر چیک آؤٹ کے لیے آئے۔ پورس اندر سے پریشان تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس ملک سے باہر جانے تک کوئی ٹرڈ ہو سکتی ہے۔ یہ ہمید کسی طرح کھل سکتا ہے کہ اس کے ساتھ رہنے والی حینہ زہریلی ناگن ہے۔

وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اتر پورٹ کی طرف چلے گئے۔ ہوٹل کے اندر پولیس افسر کی تفتیش جاری تھی۔ اس نے منیجر سے پوچھا "اس کمرے میں کون ہے؟"

منیجر نے کہا "اسی کا کمرہ ہے، جس کا سامان آپ چیک کر چکے ہیں۔"

"آپ نے پہلے نہیں بتایا کہ اس نے دو کمرے لیے تھے ہمیں دوسرا کمرہ بھی چیک کرنا چاہیے۔"

وہ دروازہ کھولا کر سپاہیوں کے ساتھ اس کمرے میں آیا، جسے پورس نے نیلماں کے لیے رکھا تھا۔ وہ رات کو سونے سے پہلے دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ بند کرنا تھا تاکہ وہ اس کی نیند کے دوران میں کمرے میں آکر اسے نقصان نہ

افسردہ سپاہیوں نے اس کرے کی تلاش کی۔ انہیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے ذریعے ایک زہریلی حینہ کا بھید کھلتا۔ ایک سپاہی نے ہاتھ روم سے باہر آکر افسر کو ایک ٹوٹے برش دکھاتے ہوئے کہا ”سر! یہ واش بین پ رکھا ہوا تھا۔“

وہ برش کو ایک طرف پھینک کر کہے سے چلا گیا۔ ایک
پانی نے اسے فرش پر سے اٹھایا۔ اسے بڑی محبت اور ہوس
سے دیکھا۔ اس نے نیلماں کو ہونٹ سے جاتے دیکھا تھا اور
یہ سوچ کر رہ گیا تھا کہ اونچی سوسائٹی کی حسینہ ہے۔ اسے دور
سے دیکھا جاسکتا ہے مگر ہاتھ لگایا نہیں جاسکتا۔ اب ہاتھ
لگانے کے لیے وہ برش ہاتھ اٹھاتا تھا۔

اس نے برش کو اپنے دانتوں سے لگا کر انھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے اس حینہ کے دانتوں کو اپنے دانتوں اور اس کی زبان کو اپنی زبان سے لگتے دیکھا۔ برش کو ایک دو بار اپنے دانتوں پر پھیرا۔ اس کے ساتھ ہی حلق سے کراہ نکلی۔ پہلے مسوزھوں اور حلق میں جلن محسوس ہوئی پھر ذہن کی آگ پورے جسم میں پھیلنے لگی۔ وہ حیا مار کر گر پڑا۔ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے کا ”ہٹاؤ۔ ہٹاؤ۔ مجھے ہٹاؤ۔ ہٹاؤ۔ ہٹاؤ۔“

سپاہی نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھا کر برش اسے دیتے ہوئے کہا ”زہر۔۔۔ زہر۔۔۔ زہر۔۔۔ لا۔۔۔ لا۔۔۔“

افسر نے کہا "یہ دم توڑتے ہوئے یہی کہہ رہا تھا۔ اس
برش کا لیبارٹری ٹیسٹ جلد سے جلد ہونا چاہیے۔ اس برش
کے ذریعے ہونے کی تصدیق ہونی چاہیے۔"

فیجر نے کہا ”ہمیں پتا نہیں ہے کہ وہ یہ ہوٹل چھوڑ کر
دوسرے ہوٹل گئے ہیں یا شہر سے باہر نہیں گئے ہیں۔“

پھر وہ فون کے ذریعے اپنے ایک اعلیٰ افسر کو ان واقعات اور برش کے ذریعے ہونے والی رپورٹ دینے لگا۔ اس کی باتوں کے دوران میں لیبارٹری سے تصدیق ہو گئی کہ برش

اعلیٰ افسر نے کہا ”اس حینہ اور اس کے ساتھی کو گرفتار کرنے کے بعد حقیقت معلوم ہوگی۔ ان کے نام اور میں تمام پولیس افسران کو الرٹ کر رہا ہوں۔ بس اڈوں، ریلوے اسٹیشن اور انرپورٹ پر انہیں تلاش کیا جائے گا۔“

سانپ نکل چکا تھا۔ اب محض لاشیں پٹننے والی بات

○★○

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فراد! کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ پہلے ہم آپس میں ضروری باتیں کر لیں۔ اس کے بعد یہودیوں کو اپنی گفتگو میں شامل کیا جائے؟"

میں نے ثانی کے پاس آکر کہا ”میں آدھے گھنٹے تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم مہاراج سے رابطہ کرو۔ وہ بیٹے کے لیے پریشان ہوگا۔“

وہ تڑپ کر بولا "فیلمیں! تم ہو؟ بھکوان کا شکر ہے۔ میں بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔"

”یہاں! ہمارے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں پھر تم میرے بیٹے کو مجھ سے دور کیوں لے گئی ہو؟ مجھ سے کوئی شکایت تو بولو؟“

”میں اتنا جانتی ہوں کہ جب تک کسی بڑھوسا لہ بوجھی عورت کے جسم میں نہیں ساکن گی، وہ مجھے اپنی دادی ماں تسلیم کر کے میرے گلے لگنے نہیں آئے گا۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی کوششیں کر چکی ہوں لیکن وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ایرانی عامل نے اسے اس طرح اس پر عمل کر کے مجھ سے بدترین دشمنی کی ہے۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا کی سوچ کی لہریں سنائی
 دیں۔ الپا نے کہا ”ہیلو نیلماں! ہیلو ماراج! میں الپا ہوں۔
 ایک ضروری بات کرنے آئی ہوں۔“

الپا نے کہا "نیلما! ہمارا جگ کو سمجھاؤ۔ فریاد انہی امریکی اور اسرائیلی اکابرین سے اہم معاملات پر گفتگو کرنے والا ہے۔ میں 'تم' ہمارا جگ اور گروڈو پتھو ہو کر اس اجلاس میں جاؤں گے اور فریاد پر ثابت کریں گے کہ ہم چاروں نیکی جیتی جانتے والے متحد ہو کر ایک بڑی طاقت بن گئے ہیں۔"

ٹائیڈ نے کہا "مجھے امریکا اور اسرائیل سے نہیں 'صرف'

”نیلماں! تم خون کے رشتے کی تڑپ کو سمجھ رہی ہو یا پھر بھی میرے بیٹے کو مجھ سے دور رکھ رہی ہو۔ مجھے بھی جب تک بیٹا نہیں ملے گا، میں پوری توجہ سے کسی بھی معاملے میں دلچسپی

نہیں لوں گا۔“

الپا نے کہا ”ہم اپنے اختلافات اور مسائل پر دو چار گھنٹے بعد بھی بحث کر سکتے ہیں۔ ابھی ہمیں حکمت عملی سے کام لینا چاہیے۔ فریاد یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کمزور نہیں ہیں۔ ٹیلی بیٹھی جاننے والوں میں ہماری تعداد زیادہ ہے۔“

مہاراج نے کہا ”ٹھیک ہے۔ میں ابھی اپنے بھائی کے ساتھ آ رہا ہوں۔ نیلماں سے بھی کہتا ہوں کہ ہم اپنا اتحاد ظاہر کر کے ہی فریاد کو اپنی قوت اور برتری سے متاثر کر سکتے ہیں۔“

ٹانی نے کہا ”وعدہ کرو کہ دو چار گھنٹے کے بعد میرے ہوتے کو میرے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کرو گے تو میں بھی اس اجلاس میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کے پاس آیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں دو اعلیٰ حاکموں اور اپنے لیول کے افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ اسرائیلی سفیر اس کا سیکریٹری اور ایک مشیر بھی تھا۔ دو عورتیں اور دو مانت افسران ان صوفوں کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

ایک اعلیٰ افسران ماتحتوں سے کہہ رہا تھا ”ٹیلی بیٹھی جاننے والے ابھی تمہارے دماغوں میں آئیں گے اور تمہاری زبانوں سے بولیں گے تم سب ان سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔“

ایک مانت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ”شکریہ! اس سے پہلے بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والے میرے ذریعے آپ حضرات سے گفتگو کر چکے ہیں۔“

میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا ”میں فریاد علی تیمور تمہارے اس مانت کی زبان سے بول رہا ہوں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”خوش آمدید مسٹر فریاد! ہمیں امید ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں ایسے معاملات پر گفتگو کریں گے جو ہمدردوں کے لیے مفید ہوگی۔“

میں نے کہا ”یہ بیسیویں صدی گزرنے والی ہے اور اکیسویں صدی شروع ہونے والی ہے۔ پچھلی ایک صدی میں تم لوگوں نے صرف مفادات حاصل کرنے کے لیے دوستی کی پھر اس دوستی کو بدترین دشمنی میں بدل دیا۔“

”گفتگو کے آغاز میں آپ کے تور بگڑے ہوئے ہیں پھر کوئی اچھی نتیجہ خیز گفتگو کیسے ہوگی؟“

”میں دو ٹوک باتیں کر رہا ہوں اس لیے آپ کو میرے تور بگڑے ہوئے لگ رہے ہیں۔ ایران میں آپ کی سازشیں ناکام ہو رہی ہیں۔ آپ افغانستان میں خانہ جنگی جاری رکھتے ہوئے ایک طرف ایران کے لیے خطرہ بننا چاہتے تھے دوسری طرف وسط ایشیا کے مسلم ممالک اور جمہوریہ چین تک پہنچنے کے لیے راستہ بنا رہے تھے لیکن طالبان آپ کی کامیابیوں کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ آپ ناکامی کے اس مرحلے پر ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کی خدمات حاصل کر کے طالبان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لیکن میں بتا دوں کہ آپ کی یہ چال بھی افغانستان میں ناکام رہے گی۔“

”آپ ایسی باتیں بنا کر کہنا کیا چاہتے ہیں؟“

”یہی کہ آپ اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور مجھ سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کی توقع کر رہے ہیں۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پہلے ایران میں تھا۔ آج کل افغانستان میں ہوں۔ مہاراج کا ایک ایجنٹ ادھر آیا تھا۔ وہ مارا گیا۔ آئندہ میں ان چھوٹے مہموں کو نہیں اردوں گا۔ انہیں طالبان کے حوالے کر کے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو شکار کروں گا۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ہم امریکی دوستی، امن و آشتی کے علم بردار ہیں۔ ہم افغانستان میں کوئی سازش نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی کسی ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو وہاں بھیجا ہے۔ اس کے برعکس ایرانی حکام نے آپ کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے آپ کو ایران سے افغانستان بھیجا ہے۔“

”آپ کی یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والا افغانستان میں مصروف نہیں ہے۔ جبکہ مہاراج مصروف تھا لیکن چند گھنٹے پہلے پچھ ایسی تبدیلیاں آئی ہیں جن کے نتیجے میں کوئی خیال خواتین کرنے والا آپ کے کام نہیں آئے گا۔“

الپا نے ایک عورت کی زبان سے کہا ”میں الپا ہوں۔ یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ جس طرح اسرائیل اور امریکا کی دوستی بیشمک رہی ہے اسی طرح میری اور مہاراج کی دوستی بھی بیشمک قائم رہے گی۔ مہاراج کے ساتھ اس کا بھائی گردوبو ہے۔ اب میں امریکی اکابرین کو یہ خوش خبری سناری ہوں کہ نیلماں سے ہماری دوستی ہو گئی ہے یعنی ہم چار ٹیلی بیٹھی جاننے والے اسرائیل اور امریکا کی پشت پر ہیں۔“

تمام اسرائیلی اور امریکی اکابرین خوش ہو کر تاپاں بجانے لگے۔ الپا نے کہا ”یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ نیلماں

ابھی ہمارے درمیان ہے اور آپ سے مخاطب ہو رہی ہے۔“

ٹانی نے ہنسی عورت کی زبان سے کہا ”میں نیلماں آپ سے مخاطب ہوں۔ پچھلی بار پورس میری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ مجھے چند دنوں کے لیے اس دنیا کو چھوڑ کر جانا پڑا۔ اب ناہیم اور نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی تو آئندہ بھی پورس اور بارس مجھے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔“

امریکی اعلیٰ حاکم نے کہا ”ہم تمہیں مکمل تحفظ دیں گے۔ اب ہماری دنیا میں ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم چاروں ٹیلی بیٹھی جاننے والوں نے ہمارے حق میں مضبوط اتحاد قائم کیا ہے۔“

مہاراج نے کہا ”ابھی ہم چار ہیں۔ جب نیلماں کے پوتے تلک رام بھائی کی یادداشت واپس آجائے گی اور وہ اپنی وادی ماں کو پہچان لے گا تو ہماری تعداد پانچ ہو جائے گی۔“

ٹانی نے نیلماں کی حیثیت سے کہا ”میں بیٹھ اسرائیل اور امریکا کے کام آتی رہوں گی لیکن میری شرط یہ ہے کہ میرے پوتے کو تلاش کر کے اسے میرے پاس پہنچایا جائے۔ میں تو اس سے باتیں کرنے کے لیے ترس گئی ہوں۔“

الپا نے کہا ”تم فکر نہ کرو۔ تمہارا پوتا مجھ سے رابطہ کرنا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ پورس کے کسی شہر میں پہنچنے کے بعد مجھ سے رابطہ کرے گا۔ شاید وہ کسی مسئلے میں الجھ گیا ہے۔ جیسے یہ وہ میرے دماغ میں آگے گا، میں اسے تمہارے پاس پہنچاؤں گی یا تمہیں اپنے دماغ میں بلا کر اس سے تمہاری بات کراؤں گی۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”مسٹر فریاد! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پاس ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے اور یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ ہمارا اتحاد کتنا مضبوط ہے۔ آپ نلادو ہو کر بھی اس اتحاد کو نہیں توڑ سکیں گے۔ ویسے آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ایک طویل عرصے کے بعد آپ نے ہمارے پاس آنے کی رحمت کیوں کی ہے؟“

”میں سمجھانے آیا تھا کہ عالمی بساط پر اپنی سیاست کا انداز بدل دو ورنہ اسلامی ممالک کو نقصان پہنچانے کے نتیجے میں خود نقصانات اٹھاتے رہو گے لیکن یہاں آکر دیکھ رہا ہوں کہ جو سمجھانا چاہتا ہوں، تم لوگ اس سے زیادہ بھی سمجھ رہے ہو۔ لہذا اب میں ایک فیصلہ کن جنگ شروع کر رہا ہوں۔ یہ جنگ چند منٹوں کی ہوگی۔ اس کے بعد تمہارے تمام ٹیلی

بیٹھی جاننے والے دم دبا کر بھاگیں گے پھر تم سب ٹیلی بیٹھی کے ہتھیار کے بغیر تھے رہ جاؤ گے۔“

”شاید آپ ہمارا اتحاد دیکھ کر بھوکھا گئے ہیں۔ اس اتحاد کو توڑنے کا ایسا دعویٰ کر رہے ہیں جسے چند منٹوں میں معجزہ دکھانے والے ہوں یا کسی جادو کے ذریعے ہمیں ابھی منتشر کرنے والے ہوں۔“

مہاراج نے کہا ”ایسی کوئی دوا نہیں ہے جسے اس پر کر کے آپ قدرتی ٹیلی بیٹھی کی صلاحیت کو ختم کر سکیں۔ کیا بابا صاحب کے ادارے میں ایسی کوئی دوا تیار کر گئی ہے؟“

میں نے کہا ”قدرتی طور پر حاصل کیے ہوئے ٹیلی بیٹھی کے خطر کو کوئی دوا نہیں مٹا سکتی۔ میں تم میں سے کسی کی ٹیلی بیٹھی کو ختم نہیں کر سکتا لیکن تم سب کو اس طرح بے بس اور مجبور کروں گا کہ اپنے اس غیر معمولی علم کے ذریعے امریکا اور اسرائیل کی خدمت نہیں کر سکو گے۔“

”مسٹر فریاد! ہم مانتے ہیں کہ آپ جو کہتے ہیں، وہ کر گزرتے ہیں لیکن ہمارے مضبوط اتحاد کو توڑنا آپ کے بس کی بات نہیں رہی ہے۔“

ایک افسر نے کہا ”واہ! کتنا زبردست دعویٰ ہے۔ چند منٹوں کی جنگ میں آپ ہماری جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدل



دیں گے۔

ایک حاکم نے کہا ”جب قسمت ساتھ دیتی ہے تو مخالفین آپ کی طرح کھوکھلی دھمکیاں دیتے ہیں۔“
میں نے مسکرا کر کہا ”قسمت ایک بازاری عورت کی طرح کسی بھی وقت ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور یہ تمہارا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ لوہیں تمناؤ دکھانا ہوں۔“
میں نے خانی کو مخاطب کیا ”ہیلو نیلماں! کیا اپنے پوتے سے باتیں کرو گی؟“

خانی نے تڑپ کر کہا ”ہائے میں خوشی سے مر جاؤں گی۔ کیا چاہ کر رہے ہو؟ کیا ابھی اس سے باتیں کر سکتے ہو؟“
”ہاں تم ابھی باتیں کرو گی۔ اس سے پہلے میں کچھ ضروری باتیں بتا دوں۔ میں نے تنویری عمل کے ذریعے تک رام بھائی کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ تنویری عمل کے دوران میں یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اراچی عامل نے اس کا برین واش کر کے اس کے ذہن سے پچھلی زندگی بھلا دی ہے۔ سابقہ عمل کے مطابق جب تم ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی عورت کے جسم میں ساؤگی توئی آر بھائی تمہیں داوی ماں تسلیم کر کے تمہارے گلے لگ جائے گا۔ ایسے ہی وقت اس کی یادداشت واپس آجائے گی۔“

”ہاں۔ میرے پوتے نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ دور ہی دور سے مجھ سے باتیں کر سکتا ہے لیکن وہ اسی وقت داوی ماں کے گلے لگے گا جب اس کی آتما کسی ڈیڑھ سو سالہ بوڑھی کے جسم میں سامنے کی۔ پلینز مجھے اس کی آواز سناؤ۔“
”ذرا صبر کرو۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ میں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ صرف میں ہی ایک مخصوص لب ولہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں۔ یہاں جتنے ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہیں انہیں مایوسی ہوگی۔ وہ بھائی کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔“

الپا نے کہا ”آپ زبردست چال چل رہے ہیں۔ کسی ڈمی ٹی آر بھائی کو پیش کر کے نیلماں کو دھوکا دے رہے ہیں۔“

”میں ثابت کروں گا کہ ٹی آر بھائی ڈمی نہیں اصلی ہے۔ نیلماں! تم ذرا سی دیر کے لیے میرے دماغ میں آؤ۔“

میں نے خیال خوانی کے ذریعے خانی کو بتایا کہ اسے تھوڑی دیر بعد کیا کتنا اور کیا کرنا چاہیے پھر میں نے کہا ”الپا! میں نے ثبوت پیش کرنے کے لیے نیلماں کو اس کے پوتے کے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔ بھائی میرے علم کے مطابق داوی ماں سے دس منٹ تک گفتگو کرے گا پھر سانس روک کر اپنی

داوی کو رخصت کر دے گا۔“

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ الپا دماغ میں پہنچا۔ وہ نیلماں کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی میری سوچ کی لہروں کی وجہ سے اس نے سانس روک کر خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔ اسی طرح میں مہاراج اور گردو پو کے دماغوں میں گیا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ نیلماں واقعی اپنے پوتے کے دماغ میں پہنچ کر کہاں کر رہی ہے یا نہیں؟

لیکن میری سوچ کی لہروں کے باعث انہوں نے سانس روک لی۔ وہ بھی نیلماں کے پاس نہ جا سکے۔ جلدی جلدی الپا، مہاراج اور گردو پو کے دماغوں میں باہر باری پہنچ کر انہیں خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ دوسری تیسری بار جانے سے تئیں نے پوچھا کہ میں کیا ہوں؟ لیکن میں نے جواب نہیں دیا۔

دس منٹ گزرنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ نیلماں (خانی) کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر کہہ رہی تھی ”مسز زنا میں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔ میں نے اپنے پوتے بات کی ہے۔ اس کے چور خیالات بھی پڑے ہیں۔ وہ شک میرا پوتا تک رام بھائی ہے۔ تم سچے ہو لیکن اس نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ کیا نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا؟“

”ہاں۔ مجھے اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرنا تھا۔ مختصر وقت میں تم اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گئی ہو۔ اب بتاؤ کیا امریکا اور اسرائیل کے لیے کام کرو گی یا مجھے خوش رکھو گی؟“

”میں اپنے پوتے کی سلامتی کے لیے تمہاری ہر بات مان کر تمہیں خوش رکھوں گی۔ امریکا اور اسرائیل کے لیے کبھی کام نہیں کروں گی۔“

میں نے دونوں ملکوں کے اکابرین سے کہا ”دیکھو! نے کہا تھا، چند منٹوں میں تمہارے ٹیلی پیٹھی جاننے والا تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔“

الپا نے کہا ”آپ صرف ایک نیلماں کو چھین کر رہ کر ضرور نہیں بتا سکیں گے۔“

میں نے کہا ”ذرا صبر کرو اور تمناؤ دیکھو۔“

پھر میں نے خانی سے کہا ”نیلماں! میرا وعدہ ہے کہ بھی تمہاری آتما ڈیڑھ سو سالہ بوڑھے جسم میں آئے گی۔ ٹی آر بھائی کو تمہارے پاس پہنچا دوں گا لیکن میری ایک بار میں مہاراج کے بیٹے میٹھ کو تم سے لے کر بھائی

تمہارے حوالے کروں گا اور جب تک ایسا نہ ہو، تم مہاراج کو اس کے بیٹے کی آواز بھی نہیں سناؤ گی۔“

مہاراج نے تڑپ کر کہا ”یہ آسمان آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

میں نے کہا ”اور میرا حکم ہے کہ روز ایک بار میٹھ کو ذہنی اذیت پہنچا کر دو گی۔“

مہاراج اور گردو پو جھپٹنے اور گڑگڑانے لگے کہنے لگے۔ ”فریاد صاحب! ایسا ظلم نہ کریں۔ ہم آپ کے بڑے سے بڑے مطالبات منظور کریں گے۔ پلینز آپ میٹھ کو نقصان پہنچانے والا کوئی حکم نیلماں کو نہ دیں۔“

”میرے بہت زیادہ مطالبات نہیں ہیں۔ فی الحال ان دو ملکوں کی دوستی پر تھوک کر چلے جاؤ۔ اگر بھی پتا چلا کہ میری لاعلمی میں تم الپا اور ان دونوں ملکوں سے درپردہ دوستی رکھتے ہو تو تمہارا بیٹا ہمیں زندہ نہیں ملے گا۔“

دونوں بھائی بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلانے لگے کہ وہ میری مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ میں نے کہا ”ٹھیک ہے۔ اب جاؤ۔ آئندہ یہاں تمہاری آواز بھی سنائی نہ دے۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر میں نے کہا ”افسوس، تھوڑی دیر پہلے اس امریکی اور اسرائیلی محفل میں کتنی رونق تھی۔ نیلماں، مہاراج اور گردو پو جا چکے ہیں۔ صرف ایک

الپا رہی ہے۔ بڑی بڑی سیاسی چالیں چلنے والی! چند منٹ کے بعد الپا بھی نہیں رہے گی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل ضرور کرتا ہوں۔ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ الپا یہاں نہیں رہے گی تو پھر نہیں رہے گی۔ چند منٹ صرف چند منٹ۔ بولو الپا! جاتی ہو یا میں بھاؤں؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”الپا! تم اس کی دھونس میں نہ آؤ۔ تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ تمہیں ہم سے الگ ہونے پر مجبور نہیں کر سکے گا۔“

میں نے کہا ”چلو پھر تمناؤ دیکھو۔ الپا! ہم یہ نہیں جانتے کہ جناب حمیری تمہاری حمایت کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ کبھی تم غلطی کو تو ہم تمہیں سزا دیں لیکن جس جہانم اور دماغی طور پر نقصان نہ پہنچائیں۔ اگر وہ کیا بدایت نہ دیتے تو میں ابھی تمہیں ٹیلی پیٹھی سے محروم کر دیتا۔“

الپا اب سسم گئی تھی۔ وہ برسوں سے دیکھتی آرہی تھی اور آج بھی دیکھ چکی تھی کہ میں نے جو دھمکیاں دی تھیں ان پر کامیابی سے عمل بھی کیا تھا۔ اس آخری دھمکی کا تعلق

اس سے تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا ”الپا! تم خاموش کیوں ہو؟ اگر تمہاری کوئی کمزوری اس کے ہاتھ میں ہے تو ہمیں بتاؤ۔“

وہ بولی ”نہیں۔ میری کوئی کمزوری کسی کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ میں بالکل محفوظ ہوں۔“

میں نے کہا ”الپا! ابھی ان لمحات میں تم جہاں ہو، اس مکان کے سامنے ایک پان سکرٹ کی دکان ہے۔ اس دکان کے سامنے بورڈر ہندی زبان لکھی ہوئی ہے۔ اس محلے کا نام بھوندر را پاجوہ نگر ہے اور جس گلی میں تمہارا مکان ہے اسے چپت لال گلی کہتے ہیں۔“

الپا میری باتیں سنتی جا رہی تھی اور اس کے ہوش اڑتے جا رہے تھے۔ میں نے کہا ”میں اپنے بزرگ کی ہدایت کے مطابق تم سے ٹیلی پیٹھی کا علم چھیننا نہیں چاہتا لیکن میرا ایک ماتحت اپنی ٹیلی پیٹھی دواا پرے کرنے کے لیے چل پڑا ہے۔ اگر تم ٹیلی پیٹھی کی سلامتی چاہتی ہو تو بھاگو۔ وہاں سے بھاگو۔ وہ پندرہ منٹ کے اندر جھپٹنے والا ہے۔ بھاگو۔ اب تمہارے مقدر میں بھاگنا ہی بھاگنا ہے۔“

میں خاموش ہو گیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے الپا کو مخاطب کیا۔ فوج کے افسران نے بھی اسے آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ جواب دینے والی جہاں تھی، وہ مکان چھوڑ کر بھاگ رہی تھی۔ ان لمحات میں اسے جان سے زیادہ ٹیلی پیٹھی کی سلامتی عزیز تھی۔

ان دونوں ممالک کا ساتھ دینے والی قسمت ایک بازاری عورت کی طرح ان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

سپنس اور ماسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفروز طالعوت

مہینوں کا پیش

کتابی شکل میں تیار ہیں

قیمت فی کتاب: ۵ روپے۔ ۲۰ روپے کی کتابیں ہفت روزہ خرچ مواند

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی بڑا

طیارہ اپنی مخصوص رفتار سے، مخصوص بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ مسافر سو رہے تھے اور کچھ جاگ رہے تھے۔ ان جاگنے والوں میں نیلماں اور پورس بھی تھے۔ پورس نے ہوٹل سے نکلنے کے بعد خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تب سے اب تک نیلماں سے بھی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بڑی خنجیدگی سے سوچ رہا تھا کیا اس زہریلی ناگ سے پیچھا چھڑا لے؟

پیچھا چھڑانا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ وہ اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اسے آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا یا وہ گہری نیند میں ہوتی تو اسے چھوڑ کر کیلوں ہزاروں کو میسرور کیں جاسکتا تھا لیکن دل نہیں مانتا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات ابھی ہوئی تھی کہ یہ حسینہ پڑا سرا رہے۔ اس اسرار تک اسے پہنچنا چاہیے۔ کہیں بھی چھپنے کے لیے راستے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے یقین تھا کہ آج نہیں تو کل اس کی پڑا سرا زندگی کو سمجھنے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا۔

وہ اس بات کا منتظر تھا کہ نیلماں کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلے یا اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جس سے اس کی گمشدہ زندگی کا سراغ مل سکے اور یہ کہ انہیں جاسکتا تھا کہ کب اس کا اصلی چہرہ اور اصلی زندگی سامنے آئے گی۔ جب تک اصلیت سامنے نہیں آئے گی، تب تک وہ مصیبت بنی رہے گی۔

نیلماں اس کے ساتھ ہوٹل سے نکلنے کے بعد بار بار اسے دیکھتی رہی اور احساسِ جرم سے سر جھکا رہی۔ پورس نے ان پورٹ پیچ کر اس کے ساتھ گر کر کھایا اور کولڈ ڈرنک کی ڈیسوزا بیل ہوٹل پی پھربھوں کو ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ وہ بولی ”تم کب سے خاموش ہو۔ کچھ تو بولو۔“

وہ کچھ نہ بولا۔ خاموش رہا۔ طیارے میں اگر بیٹھنے کے بعد نیلماں نے کہا ”میں جانتی ہوں۔ مجھ سے ناراض ہو مگر کب تک ناراض رہو گے؟“

وہ بولا ”میرے جسم کے کسی حصے پر دانت گاڑ دو۔ میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں گا۔ میری ناراضگی کی شکایت بھی نہیں رہے گی۔“

”فار گاڑ سیک۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے میں مر جانا پسند کروں گی۔“

”کیا تم مجھے نقصان نہیں پہنچا رہی ہو؟ اگر ہوٹل میں تمہارا بھید کھل جاتا تو تمہارے ساتھ میں بھی قانون کی گرفت میں آجاتا۔ اس بار پتہ چلا گیا بار پتہ چلاؤں گا؟“

”پورس! میں بہت شرمندہ ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں آئندہ

قانون کی گرفت میں آنے والی اور تمہیں مصیبت میں ڈالنے والی حرکت نہیں کروں گی۔“

”میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ یہ سمجھتا ہوں کہ تم اپنی زہریلی فطرت سے مجبور ہو۔ تم میری خاطر خود کو کنٹرول کرو گے لیکن حسین اور جوان ہو۔ کوئی تمہیں چھینے گا تو تم فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے اسے ڈس لو گے۔“

”کوئی مجھے چھینے گا اور میرے اندر ڈنٹے کی خواہش بھڑکے گی تو میں تمہیں بتا دوں گی۔ تم مجھے بھڑکنے اور بیکے سے باز رکھ سکو گے۔“

پورس نے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر آگے پیچھے کی سیڑیوں کی طرف دیکھا۔ مسافر سو رہے تھے۔ کچھ جاگنے والے ان سے دور تھے۔ وہ نیلماں کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولا ”میں تمہیں بھڑکنے اور بیکے سے نہیں روکوں گا۔ تمہیں فطری تقاضے کو پورا کرنے کا موقع دوں گا۔“

اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پورس کو دیکھا پھر پوچھا ”یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا میری خواہش پوری کرنے کے لیے خود کو مصیبت میں ڈالو گے؟“

”نہیں۔ تم مجھے اپنا راز دار بناؤ گی اور پہلے سے بتاؤ گی کہ کس عیاش اور ہوس پرست کو ڈنٹا چاہتی ہو تو میں تمہارے لیے اس طرح راستے ہموار کروں گا کہ تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا اور ہم بھی قانون کی گرفت میں نہیں آئیں گے۔“

وہ اس کے بازو کو تھام کر بولی ”اوہ پورس! تم کتنے اچھے ہو؟ تم کچھ کہہ رہے ہو نا؟“

”میں بہت سوچ سمجھ کر ایسا کہہ رہا ہوں۔ سانپ کبھی ڈنٹا نہیں چھوڑتا اور فطری تقاضوں کو زنجیریں نہیں پہنائی جاسکتیں۔ دانش مندی یہی ہے کہ بڑی منصوبہ بندی سے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے تمہارے فطری تقاضوں کو پورا کیا جائے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”آئی لو پورس! تم یقین کرو۔ میں دل جان سے تمہیں چاہتی ہوں۔ سچی آزمائشیں تمہارے لیے جان دے دوں گی۔ اگر کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میرا تمام زہر اور تمام خون نچوڑنے کے بعد میں تمہاری آغوش میں رہنے کے قابل ہو جاؤں گی تو میں اپنے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ باہر نکلوانے کے لیے تیار ہو جاؤں گی۔“

پورس نے کہا ”جسم میں ایک قطرہ خون بھی نہیں رہے گا تو تم زندہ کیسے رہو گی؟“

”یہ میں نہیں جانتی۔ بس کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میں صرف ایک بار تمہاری آغوش میں اگر تمہیں چوم سکتی ہوں تو

میں زہریلے خون سے خالی ہو کر تمہارے دل کی دھڑکنوں سے لگ جاؤں گی۔“

”میں سمجھ رہا ہوں، تم دیوانگی کی بھی حد سے گزر کر مجھے چاہتی ہو۔ ذرا مبرک ہو۔ حالات سازگار ہوتے ہی میں کسی تجربے کا ڈاکٹر سے تمہارا علاج کراؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارا زہر مہلک نہیں ختم ہو جائے گا۔“

وہ سر ہٹوئے سے نہال ہو کر بے اختیار بولی ”میں بھگوان سے پرارتھا کروں گی کہ تمہاری کوشش کامیاب رہے اور میں زہر سے خالی ہو جاؤں۔“

پورس نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا ”تم مسلمان ہو۔ تمہارا نام ناصرہ ہے مگر تم بھگوان سے پرارتھا کرنے والی بات کر رہی ہو۔“

”آں؟“ وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔ حیرانی سے بولی ”ہاں ابھی میں نے ایسا کہا ہے۔ کیا میں تمہاری طرح ہندو ہوں؟“

”تم نے انجمن میں ڈال دیا ہے۔ زمین میں سفر کرنے کے دوران میں ایک ٹرانسپیرینڈنٹ سے عربی زبان میں ایک ڈراما نظر پڑا تھا۔ اس ڈرامے کا ایک کردار مکالے ادا کرتے ہوئے کسی کو ناصرہ کہہ رہا تھا اور تم خود کو ناصرہ سمجھ کر عربی زبان میں اسے جواب دے رہی تھیں۔“

”ہاں۔ اس وقت مجھے ایسا ہی لگا تھا کہ میرا نام ناصرہ ہے اور وہ ریڈیو سے مجھے مخاطب کر رہا ہے۔“

”تب سے میں بھی تمہیں عربی جاننے والی ناصرہ سمجھتا آ رہا ہوں مگر ابھی تم نے بے اختیار بھگوان کو یاد کیا ہے۔“

”یہ تو بڑی الجھانے والی بات ہے۔ میں کیا سمجھوں کہ میں کون ہوں؟“

”تمہیں سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ذہن پر زور ڈالو۔ سوچو کہ تم کون ہو؟ شاید تمہیں کچھ یاد آجائے۔“

وہ دونوں باتوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی۔ اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار بھگوان سے پرارتھا کرنے والی بات کی بھی پھر بھگوان کو بھی بھول گئی تھی۔ پورس اس کے چہرے سے ظاہر ہونے والی پریشانی اور بے چینی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”تمہیں پتا ہے کہ شریمد بھگوت گیتا دنیا کی قدیم روحانی کتابوں میں سے ایک ہے۔ ہندوئی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے گیتا پڑھتے ہیں اور کسی حد تک اس کتاب کی راہنمائی میں یاد رکھتے ہیں؟“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”میں ایسی کسی کتاب کے بارے میں نہیں جانتی ہوں یا شاید بھول گئی ہوں۔“

”ایسا کہو کہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہارے کان

میں گیتا کے اشلوک پڑھوں گا۔ تمہیں کچھ یاد آئے تو خود کو نہ روکنا، فوراً بولتی رہنا۔“

نیلماں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پورس اس کے قریب جھک کر کان میں کہنے لگا ”یہ ادھیائے چھ کا اشلوک پانچ ہے۔ مناسب نہیں خود کو انساں گرائے وہ خود کو ابھارے، وہ خود کو اٹھائے کہ انساں خود اپنا ہی غم خوار ہے وہ اپنا ہی بد خواہ وغدا رہے۔“

نیلماں کی آنکھیں بند تھیں۔ بند آنکھوں کی تاریکی میں پورس کی آواز اس کے اندر گونج رہی تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا، ویسی ہی کچھ باتیں اس کے ذہن میں تحریک پیدا کر رہی تھیں۔ وہ بے اختیار بولنے لگی۔

”عمل سے بزرگوں نے پایا کمال جنک جیسے انساں ہوئے با کمال اسی طرح نیکی کیے جاؤ تم جہاں کو بھلائی دیے جاؤ تم مناسب نہیں خود کو انساں گرائے وہ خود کو ابھارے اوہ۔ اوہ۔“

وہ یاد کرنے لگی پھر پریشان ہو کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے طیارے کا اندرونی منظر دکھائی دیا۔ یاد آ گیا کہ وہ پورس کے ساتھ سفر کر رہی ہے اور ابھی خود کو بھول کر نہیں گم ہو گئی تھی۔

اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ پورس اس پر جھکا ہوا مسکرا رہا تھا۔ وہ بولی ”مجھے کیا ہوا تھا؟ میں تھوڑی دیر کے لیے گم ہو گئی تھی۔“

”تم اپنی بھولی ہوئی زندگی کی طرف جاتے جاتے واپس آگئی ہو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میرے ہی دھرم سے تعلق رکھتی ہو۔ تم نے بے خودی کے عالم میں گیتا کے اشلوک پڑھے ہیں۔ آئندہ میری یہی کوشش ہوگی کہ نفسیاتی طریقہ کار کے مطابق اپنے دھرم کی باتیں یاد دلانا رہوں۔ مجھے تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا راستہ مل گیا ہے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”تو کوشش کرو۔ میں آنکھیں بند کرتی ہوں۔ مجھے پھر کچھ یاد دلاؤ۔“

”نہیں۔ اتنی جلدی جلدی تمہارے ذہن پر زور ڈالوں گا تو اس کا منفی رد عمل بھی ہو سکتا ہے۔ کچھ زیادہ وقت لگے، کوئی بات نہیں۔ میں نفسیاتی ٹرینمنٹ کے ذریعے تمہاری یادداشت واپس لاؤں گا۔“

”تم میرے زہریلے پن کے باوجود مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ مجھ پر توجہ دے کر میری یادداشت واپس لانا چاہتے ہو۔ میرے اندر سے سارا زہر نکال کر مجھے ایک نادرل عورت بنانا چاہتے ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مجھے دل کی گھراؤں سے چاہتے ہو۔“

”تم نہ قریب لا کر بولتی ہو تو بلی کی بو محسوس ہوتی ہے۔ یہ زہر کی وجہ سے ہے۔ میں نے ٹائیکڈ کی تھی کہ صبح دوپہر اور رات کو برش کیا کرو۔ یہ رات گزرنے والی ہے اور تم نے برش نہیں کیا ہے۔“

”تم مجھ سے ناراض تھے اس لیے مجھے یاد نہیں رہا۔ میں ابھی داش دوم میں جا کر برش کر لوں گی۔“

اس نے سیٹ کے پیچے سے اپنی کھینچ کر نکالی پھر اسے کھول کر ٹوٹھ پیٹ نکالا اور ٹوٹھ برش تلاش کرنے لگی۔

پورس نے پوچھا ”کیا ہوا؟ برش نہیں ہے؟“

”ہے مگر مل نہیں رہا ہے۔“

پورس اس کی اپنی اپنی طرف کھینچ کر اس میں سے ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگا پھر بولا ”وہ تو میں ہے۔ کیا تم ہوٹل میں بھول آئی ہو؟“

”مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ شاید وہیں بھول آئی ہوں۔“

”شاید کیا؟ یقیناً یہی غلطی کی ہے۔ تم نے ہوٹل میں کب برش کیا تھا؟“

”دوپہر کو لیکن تم پریشان کیوں ہو رہے ہو؟“

”ذرا عقل سے سوچو۔ وہ برش پولیس والوں کے ہاتھ لگے گا اور پھر وہ اس کا لیبارٹری ٹیسٹ کرا میں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ برش زہریلا ہے۔ اسے استعمال کرنے والا زہریلا ہے۔“

”کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“

”تم نہیں جانتی ہو۔ ہوٹل کے ملازم مسافروں کی جھوڑی ہوئی چیزیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اگر کسی ملازم نے ایسا کیا ہوگا پھر اسے استعمال کیا ہوگا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا اس کی موت نہیں ہوگی؟ کیا یہ بات پولیس والوں تک نہیں پہنچے گی؟“

”تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ ایسا نہیں ہوگا۔“

پورس نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ مگر یہ خبیثی سے سوچنے لگا کہ ہوٹل میں رہ جانے والا برش مصیبتیں لاسکتا ہے۔ اگرچہ وہ اس ملک سے دور نکل آئے ہیں لیکن جہاں پہنچنے والے ہیں، وہاں کی پولیس کو بتایا جاسکتا ہے کہ ایک

زہریلی یا زہریلا مسافر اس طیارے میں ہے اور وہ دونوں ہمبلی جانے والے مسافر ہیں۔

نیلماس اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی پھر بولی ”تم پھر ناراض ہو گئے ہو۔ میں نے جان بوجھ کر اسے ہوٹل میں نہیں چھوڑا ہے۔“

”میں ناراض نہیں ہوں۔ بھول سب ہی سے ہوتی ہے لیکن میں پیش آنے والے خطرے کو بھانپ رہا ہوں۔“

”کیسا خطرہ؟“

”پلیز مجھے سوچنے دو۔ تموڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ تم سونے کی کوشش کرو۔“

ایک اتر ہوٹل قریب سے گزر رہی تھی۔ پورس نے اس سے کہا ”ایکسیکوزی! کیا مجھے ایک کپ کافی مل سکتی ہے؟“

نیلماس نے کہا ”ایک نہیں دو کپ۔“

اتر ہوٹل سوچنے کے انداز میں پورس کو کھینچ لگی۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ پورس نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“

وہ چونک کر بولی ”لگت۔ کچھ نہیں۔ آپ کون سا مشروب لیں گے؟“

”ہم نے مشروب کے لیے نہیں، دو کپ کافی کے لیے کہا ہے۔“

”اوکے میں ابھی لاتی ہوں۔“

وہ چلی گئی۔ پورس کے دماغ نے کہا ”کوئی گڑبڑ ہے۔ پریشان اور غائب دماغ تھی۔ کیا اس کے اندر کوئی ٹیلی پتھی جانتے والا ہے۔ وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔“

اس وقت پورس کو ٹیلی پتھی سے محروم ہونے کا افسوس ہوا۔ اگر یہ علم رہتا تو وہ اتر ہوٹل کے دماغ میں گھس کر اس کی پریشانی اور غائب دماغی کی وجہ معلوم کر لیتا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نیلماس سے بولا ”میں ابھی آتا ہوں۔“

اس سے پہلے کہ نیلماس کوئی سوال کرتی، وہ تیزی سے چلتا ہوا اتر ہوٹل کے کیمین اور چکن کی طرف جانے لگا۔ سوچنے لگا۔ اگر کوئی ٹیلی پتھی جانتے والا اتر ہوٹل کے اندر ہوتا تو وہ نیلماس اور اس کی آواز سن کر ان کے دماغوں میں آنے کی کوشش کرتا یا پھر وہ بہت چالاک ہوگا۔ اتر ہوٹل اور دو سروں کے دماغوں میں جگہ بناتے ہوئے ان کی گھراؤ کر رہا ہوگا۔

وہ اتر ہوٹل کے پاس آکر بولا ”ہیلو۔ تم بہت زیادہ پریشان ہو؟“

وہ بولی ”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

پورس نے کہا ”کوئی بات ضرور ہے۔ مجھ سے نہ چھپاؤ۔ میں جبراً اگلوالوں کا یا ابھی چی چی کر مسافروں سے کون کا کون جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے اور یہ بات مسافروں سے چھپائی جا رہی ہے۔“

وہ جلدی سے بولی ”پلیز ایسا نہ کریں۔ کمزور دل کے مسافروں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔“

”تو پھر اپنی پریشانی کی وجہ بتاؤ۔“

”میں بتا رہی ہوں۔ پہلے آپ وعدہ کریں کہ یہ بات کسی کو نہیں بتائیں گے۔“

”میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔“

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی ”ہمارے طیارے کو ہائی جیک کیا جا رہا ہے۔“

”کیا واقعی؟ اس طیارے کو کون اغوا کر رہا ہے؟“

”نہیں۔ وہ چار ہیں۔ پائلٹ کیمین میں ہیں۔ مجھے یہاں بھیج دیا ہے تاکہ میں مسافروں کی خدمت کرتی رہوں۔“

”یہ بات مسافروں سے کب تک چھپائی جائے گی؟“

”جب اس طیارے کو کمین اتارا جائے گا تو سب کو بتایا جائے گا۔“

”وہ ہائی جیک کرنے والے اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟“

”انہوں نے آپ سے پوچھا ہے کہ اسے کہاں اتارا جائے؟“

پورس نے شدید حیرانی سے پوچھا ”کیا؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا ہے؟ میں تو انہیں نہیں جانتا۔ میں ابھی پائلٹ کیمین میں جا کر پوچھتا ہوں۔“

”وہ دروازہ نہیں کھولیں گے۔ آپ کو اندر نہیں آنے دیں گے۔“

”یہ کیسی بات ہے کہ وہ طیارہ اتارنے کی جگہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں اور مجھ سے ملنا نہیں چاہتے ہیں۔ میں پائلٹ کیمین میں جا کر ان سے ضرور ملوں گا۔“

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا پھر ایک دم سے ٹھک گیا۔ اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہی اس نے پوچھا ”کون ہو؟“

ٹائی نے کہا ”مجھے آسانی سے پہچان سکتے ہو۔ میں اس

دنیا میں واپس آگئی ہوں۔“

وہ بولا ”میں سمجھ گیا۔ تم نیلماس ہو۔“

”میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن تم پائلٹ کیمین میں جاتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہاں کوئی اغوا کرنے والا مگر وہ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ٹیلی پتھی کے ذریعے ہو رہا ہے۔“

”تم اس طیارے کو اغوا کیوں کر رہی ہو؟“

”تمہیں زندہ رکھنے کے لیے۔ تم اس طیارے سے اسٹینبل، جدہ اور ہمبلی جہاں بھی جاؤ گے اس زہریلی حینہ کے ساتھ گرفتار کر لیے جاؤ گے۔ تم نے ٹیلی پتھی کا علم ملانے والی دوا سب سے پہلے پائی۔ اس علم سے محروم ہونے والوں کو معلوم ہوگا کہ پورس گرفتار ہوا ہے تو وہ سب کے سب مختلف ذرائع سے تمہیں قتل کرنے کی کوششیں کریں گے۔ حراست میں رہ کر تمہاری ذہانت اور چالاکیاں کام نہیں آئیں گی۔ وہ تمہیں ضرور قتل کریں گے۔“

”تم مجھ پر مہمان کیوں ہو؟“

”تم میرے بدترین دشمن ہو۔ ٹیلی پتھی سے محروم ہو چکے ہو۔ اب میں چوہے ملی کا ٹھیل کھیلوں گی اور تمہیں دوزخ دلاؤں گا۔“

”تم مجھے اچھی طرح سمجھتی ہو۔ میں رحم کی بجائے نہیں مانگوں گا۔ تمہاری اتنی ہی مہمانی کافی ہے کہ جہاں میری گرفتاری کے انتظامات کیے گئے ہیں، وہاں تم اس طیارے کو جانے نہیں دو گی۔ ویسے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس طیارے میں سفر کر رہا ہوں؟“

”ابھی زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں اسرائیل حکام سے رابطہ کر رہی ہوں کہ وہ مل ایب کے اتر پورٹ پر اس طیارے کو اترنے دیں۔ انکار کی صورت میں جبراً طیارے کو اتارا جائے گا۔ ایسے میں طیارہ کریش ہو سکتا ہے۔ تمام مسافر ہلاک ہو سکتے ہیں۔ میں تم سے بعد میں رابطہ کر لوں گی۔“

پورس کا دماغ پرانی سوچ کی لمبوں سے خالی ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا، وہ جا چکی ہے۔ پورس نیلماس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اسے بتانے لگا کہ ایک ٹیلی پتھی اور کالا جادو جاننے والی نیلماس ان دونوں کے پیچھے رہ گئی ہے۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور یہ نہیں جانتی تھی کہ نیلماس ہو کر نیلماس کی باتیں سن رہی ہے اور پورس بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ نیلماس کو نیلماس کی باتیں سن رہا ہے۔

جب پورس نیلماس کے ساتھ اٹلی کے ایک شہر میں تھا

اور مہاراج نے اس کے اندر آکر اس سے گفتگو کی تھی اس وقت ثانی بھی پورس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے یہ معلوم کیا تھا کہ پورس کے ساتھ ایک زہریلی حینہ ہے اور وہ دونوں ایک ہول میں قیام کر رہے ہیں۔

اس کے بعد مہاراج اور الپا کو پورس سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ مہاراج اپنے بیٹے کے معاملے میں پریشان تھا اور الپا کو یوں یہ کہہ کر دوڑا رہا تھا کہ میرا ایک ماتحت اینٹی ٹیلی جیٹھی دوا اسپرے کرنے آ رہا ہے۔

میں نے ثانی سے کہا کہ وہ ہول کے میجر وغیرہ کے دماغ میں جا کر معلوم کرے کہ پورس کی مصروفیات کیا ہیں۔ میں پورس کے معاملے میں اس لیے دلچسپی لے رہا تھا کہ اس کے ساتھ زہریلی عورت ایک معنائی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کرنا لازمی تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور پورس نے اس زہریلی ناگن کو کیا سوچ کر اپنے ساتھ رکھا ہے؟

ثانی نے ہول کے میجر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ پورس اس حینہ کے ساتھ ہول سے چلا گیا ہے۔ ہول چھوڑنے سے پہلے اس کے سامنے والے کمرے کا ایک شخص زہر کے ذریعے ہلاک ہو گیا تھا پھر پتا چلا کہ وہ حینہ اپنا ایک ٹوتھ برش چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اس برش کے ذریعے ایک سپاہی ہلاک ہو گیا۔ بعد میں لیبارٹری کی رپورٹ سے پتا چلا کہ ٹوتھ برش زہر پلا ہے۔

پولیس فوس نے پورس اور اس کی ساتھی کو تلاش کیا۔ انرپورٹ پر پتا چلا کہ وہ دونوں ایک طیارے میں سفر کر رہے ہیں اور وہ ہندوستان کے ایک شہر ممبئی جا رہے ہیں۔ انہوں نے ممبئی انرپورٹ کے متعلقہ افسران سے رابطہ کر کے اطلاع دی کہ ایک زہریلی دیشو وہاں پہنچ رہی ہے۔ یہاں دو آدمیوں کو اپنے زہر سے ہلاک کر چکی ہے۔ اسے گرفتار کر لیا جائے۔

ثانی نے ایک متعلقہ افسر کے دماغ میں جا کر اسے طیارے کے پائلٹ سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ پائلٹ اور انرہوش وغیرہ کے دماغوں میں پہنچ گئی۔ پائلٹ خود ہسکی دی کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل نہیں کرے گا تو وہ اسے ذہنی ازبیت دے گی پھر وہ طیارے کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکے گا۔ حادثہ لازمی ہوگا۔

پھر اس نے اسرائیلی حکام سے رابطہ کیا۔ انہیں بھی دھمکی دی کہ وہاں طیارے کو اترنے کی اجازت نہیں دی گئی تو اس طیارے کے ساتھ انرپورٹ کی عمارت بھی تباہ ہو جائے گی۔ اس نے رن دے کلیر رکھنے کے لیے صرف

ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اسرائیلی اکابرین اور فوجی افسران پریشان ہو گئے تھے طیارے کو قتل ایبب آنے سے روکنے کے لیے محسوس حفاظتی کارروائی کی ضرورت تھی۔ طیارہ مسافر بردار نہ ہوتا تو اسرائیلی کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اسے تباہ کر دیا جاتا۔ بین الاقوامی قوانین کے مطابق کسی بھی ملک کے کسی بھی طیارے کے مسافروں کو تحفظ ان کا فرض تھا۔

ایک گھنٹے کی مہلت کم تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ طیارے اترنے کی اجازت دی جائے لیکن مسافروں کو طیارے سے اترنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس دوران میں وہ اکابرین بار بار برین آدم سے کہتے رہے کہ وہ جلد سے جلد الپا کو کیم سے بھی بلائے تاکہ وہ ٹیلی جیٹھی کے ذریعے اغوا کرنے والی اجنبی عورت سے نمٹ سکے لیکن الپا سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اینٹی ٹیلی جیٹھی دوا سے بچنے کے لیے بھاگتی پھرتی تھی۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ فوج رن وے کے اس حصے کے چاروں طرف مستعد کھڑی ہوئی تھی۔ ثانی نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر آکر پوچھا ”تم اتنی فوج کیوں جمع کی ہے؟“

”ہم احتیاطی تدبیر پر عمل کر رہے ہیں۔“

”آدھے گھنٹے کے بعد اس طیارے کے اندر ایک زبردست دھماکا ہو گا۔ تمام مسافروں کے ساتھ اس جہاز کے بھی پر پٹھے اڑیں گے اور یہاں کھڑے ہونے تمام فوجی بے موت مارے جائیں گے۔ یہ طیارہ عمارت کے قریب ہے اس لیے دھماکے سے عمارت کو بھی نقصان پہنچے گا۔“

اعلیٰ افسر نے پریشان ہو کر پوچھا ”تم جانتی کیا ہو؟“

”آدھے گھنٹے کے اندر مسافروں کو طیارے سے اتار کر عمارت میں پہنچا دو پھر کوئی دھماکا نہیں ہو گا۔“

اعلیٰ افسر نے طیارے سے سیڑھیاں لگانے اور مسافروں کو بحفاظت اتار کر وہاں سے لے جانے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ مسافر عورتیں، بچے اور مرد بچے گھبرائے ہوئے تھے۔ کئی عورتیں رو رہی تھیں۔ کسی کی کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے؟

طیارے کے دروازے کھول دیے گئے تھے۔ مسافروں کو وہاں سے انرپورٹ کی عمارت میں جانے کے لیے کہا جاتا تھا۔ طیارے کے رن وے پر اترنے سے پہلے ان سب کو دہرایا گیا تھا کہ اس طیارے کو ہائی جیک کیا گیا ہے۔ انہیں جو کہا جائے اس پر فوراً عمل کرتے رہیں اور وہ ٹکر

کرے تھے طیارے سے اتر کر تیزی سے چلے ہوئے عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ ان میں نیلماں اور پورس بھی تھے۔

ثانی نے پورس کے دماغ میں آکر کہا ”عمارت میں پہنچنے والی کسی طرح نکل بھاگو۔ شہر میں جا کر کہیں گم ہو جاؤ۔ میں یہی سب کچھ کر رہی ہوں۔ جب میں نہیں زندہ رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہی ہوں۔ جب میں نہیں سنے کی موت ماروں گی تو میری یہ مہربانیاں بست یا د نہیں کی۔“

پورس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو دماغ سے نکال دیا پھر نیلماں سے کہا ”عمارت کے اندر پہنچنے ہی ہماری کو شش ہوگی کہ ہم قانون کے مظاہرین کو دھوکا دے کر شہر میں جاں بحق نہیں ایک ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں ہم چھپ کر رہ سکیں گے۔“

تمام مسافر تیزی سے چلے ہوئے اور دوڑتے ہوئے عمارت کے اندر آ رہے تھے۔ فوجی جوان انہیں عمارت کے ایک مخصوص حصے تک محدود رکھتے ہوئے کمرے تھے کہ وہ کسی دوسری جگہ نہ جائیں۔ جو فوجی جوان اونچی آوازوں میں انہیں سمجھا رہے تھے ثانی ان کے دماغوں میں باری باری پہنچ کر انہیں فائر کرنے پر مجبور کرنے لگی۔ انہوں نے اس کی مرضی کے مطابق اس طرح فائرنگ شروع کر دی کہ کسی کو جانی نقصان نہ پہنچے سکے لیکن تمام مسافر دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ان کے علاوہ دوسرے طیاروں میں جانے والے مسافر بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ وہ بھی جان بچانے کے لیے دوڑتے ہوئے عمارت سے باہر جا رہے تھے۔ نیلماں اور پورس بھی ان کے ساتھ دوڑتے ہوئے مین روڈ پر آئے پھر ایک عکسی میں بیٹھ کر جانے لگے۔

انرپورٹ پر ایسی بھگدڑ جاری رہی کہ عورتیں، بچے مرنے پڑے۔ کئی بچے ہی زخمی ہوئے۔ رعب وہاں کی انتظامیہ ٹیکوں افراد کو کنٹرول نہ کر سکی۔ جسے چدر کا راستہ مٹا رہا وہ ادھر بھاگتا چلا گیا۔ نیلماں اور پورس کے علاوہ اس طیارے کے دیگر مسافر بھی ایمریشن کے قوانین کے خلاف انرپورٹ کی عمارت سے نکل کر شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت قانون کے مخالف بے بس ہو گئے تھے۔

اسرائیلی حکام نے اٹلی کے حکام سے رابطہ کر کے اطلاع دی تھی کہ ان کا ایک طیارہ اغوا کر کے اسرائیل لایا جا رہا ہے اور اسے اغوا کرنے والی ایک عورت ہے۔ وہ ٹیلی جیٹھی کی مدد سے اٹلی کے حکام نے درخواست کی تھی کہ مسافروں کی سلامتی کے لیے طیارے کو اترنے کی اجازت دے دی

جائے اجازت تو دی ہی تھی لیکن اس کے نتیجے میں اسرائیلی انتظامیہ کو دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

انرپورٹ پر فائرنگ کرنے والے تین فوجی جوانوں کو گرفتار کیا گیا۔ انہوں نے بیان دیا کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف بے اختیار فائر کرنے لگے تھے۔ ثانی نے ان کے بیان کی تصدیق کی۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے کہا ”یہ جوان درست کمرے میں نے انہیں فائرنگ پر مجبور کیا تھا۔ میں نیلماں ہوں۔ میں اپنے پوتے کو تلاش کرنے کے لیے اس کے دماغ میں گئی تو پتا چلا کہ وہ اس طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ خوبی عمل کے زیر اثر ہے۔ میں نے سوچا شاید وہ عامل سے ملنے جا رہا ہے۔ میں نے اسے روکنے کے لیے طیارے کو اسرائیل پہنچایا ہے۔ اب وہ اپنے عامل سے نہیں مل سکے گا۔“

اس سے پوچھا ”تمہارا پوتا کہاں ہے؟“

”وہ انرپورٹ کی عمارت سے نکل کر نل ایبب شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ میں جب بھی اس کے پاس جاتی ہوں وہ سانس روک لیتا ہے۔“

”تم اپنے پوتے کی خاطر دو ملکوں کو پریشان کر رہی ہو اور کتنے ہی مسافروں کو دہشت میں مبتلا کر چکی ہو۔“

”میں اپنے پوتے کی خاطر ساری دنیا میں اگ لگا سکتی ہوں۔ میں جاری ہوں اور اسے شہر میں تلاش کرتی رہوں گی۔“

وہ اعلیٰ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسرائیلی اکابرین اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ نیلماں کے پوتے نے آ رہا تھا کی وجہ سے ان کے ملک میں ہنگامے ہوں گے لیکن ایک فائدے کے بھی توقع تھی کہ بھانجا کے پاس کئی بڑے ممالک کی خفیہ دستاویزات ہیں۔ اگر انہیں جسن والے کسی طرح اسے تلاش کر کے اپنے قابو میں کر لیں تو وہ دستاویزات ان کے قبضے میں آجائیں گی۔

آرمی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم نے تمام سراغ رسالوں کو نل ایبب شہر میں اور شہر کے باہر دور تک نل آ رہا تھا کو تلاش کرنے پر مامور کر دیا۔ وہ بھانجا کو چرے سے نہیں پہچانتے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ وہ تقریباً چالیس برس کا ایک صحت مند اور قد آور شخص ہو گا اور تنہا ہو گا۔

اسی وقت اٹلی کے انٹیلی جنس والوں نے اطلاع دی کہ اس طیارے میں ناصرہ اور جوزف (نیلماں اور پورس) سفر کر رہے تھے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک زہریلا ہے اور

یہ دہشت میں مبتلا کرنے والی نئی بات سامنے آئی تھی کہ
 قتل ایب میں کوئی زہریلی یا زہریلا بیج گیا ہے۔ وہ کون ہیں؟
 کس ملک سے یا کس فخرناک تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں؟
 پہلے بھی ان کا ذکر نہیں سنا تھا، وہ اچانک کہاں سے آگئے
 تھے؟ یہ بات پریشان کن تھی کہ لاکھوں کی آبادی والے شہر
 میں امنیں اور نئی آبرجھٹایا کو کیسے تلاش کیا جائے؟

اسلامی ممالک برسے وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور اپنی بھائی بھائی کے لیے ایک دوسرے سے بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں افغانستان کو اپنی بھائی کے لیے..... وسائل اور رقم کی ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان کی اجازت سے کراچی کے ساحلوں پر اترنے والا سامان زینتی راستے سے افغانستان پہنچایا جاتا ہے۔ ایران کی اجازت سے بھی ہندو عیسائی کے راستے سامان سے بھرے ہوئے بھاری بھرکم ٹریلوں.... اور چوڑے ٹانگوں والے ٹرکوں کے قافلے قندھار کی صورت میں سرحدی قصبے بولاک اور پھر قندھار جاتے رہتے ہیں۔

طالبان کے میدان عمل میں آنے سے پہلے کتنی ہی طرح
تنظیمیں تھیں، جو افغانستان پر اپنی حکومت قائم کرنے کے
لئے ایک دوسرے سے جنگ کرتی رہی تھیں۔ جدید
ہتھیاروں اور میزائلوں کے ذریعے چھوٹے بڑے شہروں کو
کھنڈر بناتی رہی تھیں۔ ہر تنظیم کا دعویٰ تھا کہ وہ افغانستان
کی سلامتی اور بقا کے لیے جہاد کر رہی ہے۔

میں ایک مٹائی کی حیثیت سے افغانستان میں
 دھننے والا تھا۔ میرے پاس ایسا شادی کا راز اور انہم
 تھے، جن سے میں ایک مٹائی ثابت ہوتا تھا۔ میں شادی
 بچا تھا۔ ایک رات وہاں گزار کر سرخس پار جانا چاہتا
 تھا۔ ازاں وہاں اور ہٹلوں میں کسی افغانی نظر آئے میں
 کسی افغانی کے قریب رہنے کی کوشش کی تاکہ ان
 سے افغانستان کے موجودہ حالات معلوم ہوتے رہیں
 ماضی میں افغانستان جا کر وہاں طویل عرصے تک رہا
 وہاں کی مقامی زبان اچھی طرح سمجھتا اور بولتا تھا
 میں نے کئی افغانیوں کو طالبان کے خلاف بولنے
 جب سے طالبان مختلف مشروں اور جو کچھ برقیہ
 تھے اور افغانین کو پسہ ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

اورادوات کرنے والے افغانوں کو چوری اور اسلحہ کی پکڑ میں مل رہا تھا۔ پہلے وہ چمن میں اورادوات کرتے رہے، پھر چوک بولاک کے نام پر ایک راستے کی تمام طالبان کا قبضہ تھا۔ وہ چوری کرنے والوں کے ہاتھ لگاتے تھے اسی لیے بعض افغانی طالبان کے خلاف زہریلے ہتھیار تھے۔

دو افغانستان کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ افغانستان ایک سرحد سے دوسری سرحد پار کرانے والے ایجنڈا اکثر پاکستانی ہے روزگاری سے تنگ آکر ان کے تاجکستان وغیرہ جا کر اپنی قسمت آزماتے تھے۔ وہ پاکستانی کچھ مال لے جا کر ان ممالک میں فروخت کرتے تھے۔ ممالک سے مال لا کر پاکستان میں منافع حاصل کرتے تھے۔

ایسے بھی تھے جو وہاں جا کر ملازمت حاصل کرنا چاہتے تھے۔
افغانی ایجنٹ ایسے پاکستانیوں کو ان کی منزلِ مقصد پر پہنچاتے تھے۔

میں جن افغانی ایجنٹوں کے خیالات پڑھ کر
 واردات کرنے والوں میں سے تھے انہوں نے
 ایک بحیرہ اور ویلینڈ کوزر گاڑیاں چرائی تھیں

لاکر ایک جگہ چھپایا تھا۔ ان کے ایک ساتھی مسافروں سے معاملات طے کیے تھے۔ ان پاکستانی جوان عورتیں اور پانچ جوان مرہٹے۔ ان سے کہا گیا کہ انہیں جن گاڑیوں میں لے جایا جائے گا، وہ گاڑیاں ہی نام ہوں گی۔

ایک جوان نے پوچھا ”ہمارے نام کیوں ہوں؟“
ایجنٹ نے کہا ”اس لیے کہ ہمارے نام“

انہیں نہیں کریں گے کہ ہم وہ گاڑیاں خرید کر لائے
 وہ انہیں جاری کا مال سمجھ کر ہم سے چھین لیں گے اور
 ہمیں یہی سن گئے جبکہ ہم نے گاڑیاں چرائی نہیں ہیں
 یہی ہے ”

دو جوان پاکستان کے سب سے اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے۔ ان میں سے ایک سرائے میں پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے دوسرے کے ساتھ اس کی جوان بہن تھی اور دوسرے کے ساتھ اس کی محبوبہ تھی۔ ان سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ بیٹیوں کی بات مان لی جائے گا۔ انہوں نے اپنے اپنے گھر سے نکل کر اپنے گھر کے باہر آئے۔ انہوں نے اپنے گھر کے باہر آئے۔ انہوں نے اپنے گھر کے باہر آئے۔

اسی وقت میں نے ایک ایجنٹ کے پاس آکر کہا۔
 اے کے مالک نے بتایا ہے، تم یہاں سے ازبکستان
 نہ ہو۔ میں بھی جانا چاہتا ہوں۔“
 ایجنٹ نے میرے سامنے بھی وہی شرط رکھی۔ میں نے
 ”کیا کلاس گزایاں میرے نام کرادو لیکن مجھے میری
 تک پہنچا دو۔“

میری رضا مندی دیکھ کر دوسرے جوان بھی گاڑیاں
نام کرانے پر راضی ہو گئے۔ ان میں سے ایک ایجنٹ

نام پتہ لکھ کر اور ہماری دو دو تصاویر لے کر چلا گیا۔
جوان نے دوسرے ایجنٹ سے پوچھا ”ہم کب تک
اسے حاکمیں گے؟“

اس نے جواب دیا ”کل صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں“

ایک نوجوان لڑکی نے حیرانی سے پوچھا ”کیا صبح تک
 ہاں کے کاغذات تیار ہو جائیں گے؟“
 ”ابھی ایک گھنٹے میں تیار ہو جائیں گے جعلی کاغذات

”اگلی رقم دی جائے تو مبینوں کا کام منٹوں میں کر دیتے

اس نے اپنی اس خیرات خرچ کر دی۔ اس کا نام شائستہ
اس نے بنایا۔ اس نے ایک تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بھائی
نے ایک ایسے کیا تھا اور پانچ برس سے ملازمت کے لیے
اراج بھرا رہا تھا۔ باپ کی تنخواہ سے گھر کے اخراجات
سے نہیں ہوتے تھے اس لیے وہ قسمت آزمائی کے لیے
کر رہا تھا۔

ان تین منگی گاڑیوں کے کاغذات واقعی ایک گھنٹے کے

باتیں کرتا رہا۔ دوسری لڑکی کا نام زینہ تھا۔ وہ اپنے محبوب کو اس لیے محبوب کہہ کر مخاطب کرتی تھی کہ اس کا نام ہی محبوب تھا۔ وہ عالی شان کوٹھی کا راور بھاری پینک بینس کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ اس نے محبوب سے کہہ دیا تھا ”جب تک دولت نہیں کماؤ گے“ میں اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔“

مرد گھوڑے کی طرح طاقت ور اور گلدھے کی طرح
 احمق ہوتا ہے۔ وہ تین وقت کی روٹیوں پر مہربان شکر سے
 گزارہ کرنے والی کسی عورت کا بدن حاصل کر سکتا ہے لیکن
 حماقت یہ ہے کہ جو حاصل نہ ہو، وہی عورت بہت قیمتی اور
 پرکشش لگتی ہے۔ محبوب کے لیے بھی صرف زرینہ میں
 حشش تھی اس لیے وہ دولت کمانے نکل پڑتا تھا۔ زرینہ نے
 سنا تھا کہ ازبکستان میں ہیروے اور قیمتی پتھر نبتا کیمت پر ملتے
 ہیں۔ اگر انہیں اسٹیکل کر کے پاکستان لایا جائے تو وہ راتوں
 رات امیر ہو جائے گی۔

عیش و عشرت سے بھرپور زندگی کے خواب وہ باقی تین جوان بھی دیکھ رہے تھے ان میں سے ایک کا نام سرفراز دوسرے کا نام رب نواز اور تیسرے کا نام عرفان تھا۔ عرفان کو ڈنکین مارنے کی عادت تھی۔ وہ گزشتہ دو دن سے اپنی فزانت اور دلیری کے واقعات سنا رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ تاجکستان پہنچ کر ایسا ہاتھ مارے گا کہ دولت اس کے قدموں میں چل آئے گی۔ زینہ اس کی باتیں سن کر متاثر ہو گئی تھی۔ عرفان نے مجھ سے پوچھا ”کیوں مسٹر! اٹھارہ کیا پتھر ہے؟ اتنا لاسٹر کس لیے کر رہے ہو؟“

میں نے کہا ”میں ایک جیولر ہوں۔ ہیرے جواہرات سے کھیلتا ہوں۔“

زرینہ نے چومک کر مجھے دیکھا پھر بے یقینی سے کہا "اتنے بڑے جوہری ہو تو تمہیں بائی ائر سفر کرنا چاہیے۔"

”طیارے کے ذریعے سفر کروں گا تو یہیستی میرے اسمگل نہیں کر سکیں گے۔ زمینی راستے سے اسمگلنگ آسان ہوتی ہے۔“

اس نے مجھے دیکھی ہے۔ دیکھا پھر سرجھکا کر سوچنے لگی۔
”یہ بہت کام کا آدمی ہے۔ میں بھی اس کے تعاون سے ہیرے
اسمگل کر سکوں گی۔“

سرفراز نے مجھے کھور کر دیکھا پھر کہا ”تم اس گلنگ کی بات یوں کر رہو، جیسے یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ اگر کسی نے مخبری کئی تو؟“

”تو کچھ نہیں ہو گا۔ میں جب بھی یہاں سے جاتا ہوں“

ڈنکے کی چوٹ پر اسمگلنگ کا ذکر کرتا ہوں تاکہ میرے سامان کی تلاشی لی جائے۔ چیک پوسٹ پر تلاشی لی جاتی ہے لیکن میرے انہیں نظر نہیں آتے، جبکہ میرے پاس ہوتے ہیں۔

”کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟“

”جادو تو نہیں۔ البتہ نظربندی کا عمل جانتا ہوں۔“

”یہ نظربندی کا عمل کیا ہوتا ہے؟“

”میں عمل کروں گا تو تمہیں سامنے والی چیز نظر نہیں آئے گی۔ کیا تم پر عمل کروں؟“

”ہاں کرو۔ میں سمجھتا چاہوں گا کہ آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود سامنے والی چیز نظر کیوں نہیں آئے گی؟“

میں نے کہا ”رب نواز! تم سرفراز کے سامنے ایک کانفڈ پر کوئی ایک ہندسہ لکھو پھر سب دیکھیں گے کہ سرفراز کو وہ ہندسہ نظر نہیں آئے گا۔“

”کہہ کر میں نے سرفراز کے دماغ پر قبضہ بنایا۔ اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا لیکن جب رب نواز نے کانفڈ پر سیون لکھا تو اس کے دماغ نے میری مرضی کے مطابق تھری سمجھا۔ اس نے زبان سے کہا ”تھری۔“

سب ہنسنے لگے۔ زینہ نے کہا ”یہ تھری نہیں سیون ہے۔“

میں نے اس کے دماغ کو سمجھایا کہ اس کے سامنے سے کانفڈ بنایا گیا ہے۔ رب نواز نے کہا ”پھر ایک بار اچھی طرح پڑھو۔“

سرفراز نے کہا ”مجھے ’لو تو نہ بناؤ۔ تم نے میرے سامنے سے کانفڈ بنالیا ہے۔“

سب نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ شائستہ نے کہا ”پہلے تو میں سمجھ رہی تھی کہ سرفراز کو نظر آ رہا ہے لیکن یہ مذاق کرنے کے لیے غلط پڑھ رہا ہے۔ سرفراز! اچھی طرح دیکھو“

کانفڈ تمہارے سامنے ہے اور اس پر سیون لکھا ہوا ہے۔“

وہ اچھی طرح دیکھنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے کانفڈ اور سات کے ہندسے کو دیکھا پھر مجھے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ میں نے پوچھا ”اب معلوم ہوا کہ نظربندی کا عمل کیا ہوتا ہے؟“

اس نے کہا ”مان گیا۔ تمہارے عمل نے سامنے کی چیز کو دیکھنے نہیں دیا۔ ایک اسمگلر کے پاس نظربندی کا علم ہوتا تو وہ ایک سوئی سے لے کر توپ، ٹینک اور میزائل تک اسمگل کر سکتا ہے۔“

زینہ، محبوب کے پاس سے اٹھ کر میرے پاس ایک

کرسی پر بیٹھ گئی پھر بولی ”تم بڑے باکمال ہو۔ لاکھوں کروڑ ڈالر کے ہیرے اسمگل کرتے ہو گے اور کسی بھی چیک پوسٹ پر تمہیں کوئی پکڑ نہیں پاتا ہو گا۔“

”میں نے ابھی حال ہی میں نظربندی کا عمل سیکھا۔ ازبکستان کے دو ہجیرے لگائے ہیں اور پچاس کوڑ روپے ہیرے حاصل کیے ہیں۔“

”پچاس کوڑ روپے؟“ زینہ کی اوپر کی سانس اپن رہ گئی۔

میں نے کہا ”سانس کو رو رو نہ اور پہنچ جاؤ گی۔“

وہ جلدی سے سانس لیتے ہوئے بولی ”میں بھی اسی طرح سے جاری ہوں۔ کیا میری مدد کرو گے؟“

”سواری۔ میں کسی کو راز دار یا اپنا پرنس پارٹنر بناتا۔ مجھ سے کوئی توقع نہ رکھنا۔“ میں اپنی جگہ سے اٹھ بولا ”میں سونا چاہیے کیونکہ صبح یہاں سے روانہ ہونا ہے میں سونے کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ میری اپنی یہاں کے میں رہے گی۔ یہ منتقل نہیں ہے۔ آپ میں سے کوئی اسے کھول کر دیکھ سکتا ہے۔ میں پاکستان سے جہاں ازبک لے جا رہا ہوں وہ اس کے اندر ہے لیکن کسی کو نظر نہ آئے گا۔“

میں سونے کے لیے باہر ایک چارپائی پر گیا۔ آرام لیٹ کر ٹیلی فون کی آنکھوں سے دیکھا۔ کمرے کے اندر سب میری اپنی کے پاس آ گئے تھے اور اسے کھول کر انہیں ایک ایک چیز نکال کر دیکھ رہے تھے۔ صرف شائستہ اور چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ سر ہٹائے سوچ رہی تھی۔ میں دولت نہیں چاہتی۔ مجھے اور بھائی جان کو اتنا دے کہ اہی ابو اور چھوٹے بہن بھائیوں کی ضرورتیں پوری کر کے ہم تیرے بندے ہیں۔ تجھ سے اتنا مانگنے کا حق رکھتے ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر دماغ کو دیا بات۔ مگر یہ نیند سو گیا۔ اس رات زینہ کو نیند نہیں آئی۔ ساری رات کو نہیں بدلتی رہی اور کبھی چارپائی سے اٹھ جاتی رہی۔ محبوب نے اپنی چارپائی سے لیٹے ہی اپنے دیکھا پھر کہا ”رات کے دو بج رہے ہیں۔ سو جاؤ۔ وہ نظربندی کا عمل کرنے والا تمہیں گھاس نہیں ڈالے گا۔“

وہ غصے سے بولی ”گھاس مت کرو۔ تم اسے رب کر مجھے طعنہ دے رہے ہو۔“

”تمہاری کرکٹس بتا رہی ہیں کہ تم اسے میرا رب رہی ہو۔ تم میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ پچاس کوڑ روپے کی بات سننے ہی اٹھ کر اس کے پاس چلی گئیں۔ ایک تو

میری انسلٹ کی پھر سب کے سامنے اس نے تمہیں کھرا سا جواب دے دیا۔ تمہاری کیا عزت رہ گئی؟“

”میں ہار ماننے والی نہیں ہوں۔ تم دیکھو گے ازبکستان پہنچے تک میں اس بات پر اسے اتارہ کرلوں گی کہ وہ میرے ہیرے بھی اپنے پاس چھپا کر رکھے تاکہ مجھے گرفتاری کا خطرہ نہ ہو۔“

”جو اپنی طرف مائل نہ ہوتا ہو اسے مائل کرنے کے لیے حسن و شتاب کا بھی چارہ ڈالنا پڑتا ہے۔“

”تم میرے کردار پر حملہ کر رہے ہو۔ شادی سے پہلے تمہارا یہ رویہ ہے اور ایسے کرے ہوئے خیالات ہیں۔ پتا نہیں شادی کے بعد کیا کرو گے؟ میرے چال چلن پر شبہ کر کے مجھے بدنام کرتے رہو گے۔“

”آج سے پہلے نہ تمہارا رویہ تبدیل ہوا تھا اور نہ ہی میرے اندر بے اعتمادی پیدا ہوئی تھی۔ زینہ! ذرا تنبیہ کی سے سوچ، دولت کی ہوس ہماری محبت کو مار ڈالے گی۔ اب مجھ وقت ہے، ہم واپس جا سکتے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں عزت کی دوزی حاصل کر سکتے ہیں۔“

”میں کوئی پاگل کی بیٹی نہیں ہوں کہ سامنے ہیرے موتی نظر آ رہے ہوں اور میں انہیں نکھر چکر سمجھ کر واپس چلی جاؤں۔“

محبوب نے اسے ناگواراری سے دیکھا پھر دوسری طرف منہ کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے کمرے میں سرفراز، رب نواز اور عرفان اپنی اپنی چارپائی پر تھبے رب نواز سو رہا تھا لیکن وہ دونوں جاگ رہے تھے۔ میری اپنی ان کے سامان کے ساتھ رہی ہوئی تھی۔ عرفان نے اسے دیکھ کر کہا ”اس میں اسمگلنگ کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو ہم میں سے کسی نہ کسی کو کچھ تو نظر آتا۔“

سرفراز نے کہا ”نظربندی کا عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہم سب کو دیکھتے ہیں، صرف وہ چیز نہیں دیکھ سکتے، جس پر نظر بندی کا عمل کیا گیا ہو۔“

”اس اپنی میں ایسی کیا چیز ہو سکتی ہے، جو ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے۔“

”کوئی ایسی چیز ضرور ہے، جسے وہ ازبکستان لے جا کر لاکھوں روپے کمائے گا۔ ہم کل اس سے پوچھیں گے۔ وہ چاہے تو نظربندی کا عمل ختم کر کے اپنی میں چھپی ہوئی قیمتی چیز دکھا سکتا ہے۔“

رب نواز نے آنکھیں کھول کر پوچھا ”کیا تم دونوں تمام رات اس اپنی کو نکتے رہو گے؟ کل دن کے وقت آج مجھے

ہوئے سفر کرو گے۔ خدا کے واسطے سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔“

عرفان نے اٹھ کر لائٹ بجھا دی۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

وہ صبح دس بجے سرحد پار کر کے افغانستان کی پہلی چوکی بولا کہ پہنچ گئے ہیں ایک پیمبرو ڈرائیو کر رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک ایجنٹ بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر شائستہ اپنے بھائی زبیر کے ساتھ تھی۔ دوسری گاڑی میں زینہ، محبوب اور دوسرا ایجنٹ تھے۔ تیسری گاڑی کو سرفراز ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ رب نواز اور عرفان بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں ایجنٹوں نے ہمیں بتا دیا تھا کہ طالبان کے فتح کیے ہوئے علاقوں سے گزرتے وقت اسلامی احکامات پر سختی سے عمل کیا جائے۔ شائستہ اور زینہ نے اپنے پورے جسم کو چادر سے ڈھانپ لیا تھا۔ سر اور چہرے کو بھی اس طرح چھایا تھا کہ صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ تمام ہاتھوں کے لیے واٹر می رکھنا لازمی تھا۔ ہمارے دونوں ایجنٹوں کی داڑھیاں تھیں۔ چیک پوسٹ پر طالبان نے ہمارے صفایت چوڑوں کو دیکھ کر ناگواراری سے منہ بنایا۔ ایک ایجنٹ نے کہا ”اگر یہ لوگ افغانستان میں قیام کرنے آتے تو ضرور داڑھی رکھتے لیکن یہ ازبکستان جا رہے ہیں۔“

انہوں نے گاڑیوں کے اور ہمارے اہم کانفڈات دیکھے پھر ہم سے پانچ سو روپے لے کر جانے کی اجازت دے دی۔ بلدوک طالبان کی چھوٹی سی چھاؤنی اور اسلحہ خانہ ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ طالبان کون ہیں؟ ان کے پاس بے شمار جدید اسلحہ اور اتنی زیادہ کرکٹس کہاں سے آگئی ہے کہ وہ جنوبی علاقوں سے لے کر افغانستان کے شمالی علاقوں تک فوجات حاصل کرتے چلے گئے ہیں۔ وہاں طالبان کا کوئی بزرگ راہنما ہوتا تو میں اس کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

ہم نے گاڑیوں کی رفتار بڑھا دی تاکہ دن کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر سکیں۔ سڑک کے اطراف چھوٹے چھوٹے سفید پتھر قطاروں کی صورت میں نصب کیے گئے تھے۔ یہ پتھر جزوار کرتے تھے کہ سڑک کے دونوں طرف بہت دور تک پچاس لاکھ بارودی سرنگیں چھپی ہوئی ہیں۔ کوئی بھولا بھٹکا اور دھڑے گزرتے تو بارودی دھماکوں سے اس کے پتھر بے اڑ جائیں گے۔

افغانستان میں اگر کوئی مسافر یا سیاح کسی گائیڈ کی خدمات حاصل نہ کرے تو قیام کی زمین کے کسی بھی حصے میں

گمانی موت اس کا استقبال کر سکتی ہے شائد نے کہا۔
 ”بھائی جان! میں نے افغانستان کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں سے گزرنے والے تارا نسکی میں کہیں بھی مارے جاسکتے ہیں۔“
 زبیر نے کہا ”ہاں۔ میں نہیں ساتھ نہ لاتا تو بہتر ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم موت کی ہتھیلی پر ستر کر رہے ہیں۔ یہ ہتھیلی کسی بھی لمحے ہمیں کرہیں جھڑے گی۔“
 میں ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ مجھے یہاں کئی آلہ کار بنا کر ان کے دماغوں میں رہنا چاہیے تھا۔ یہاں خود نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں اپنی ذہانت، حاضر دماغی اور ٹیلی پیٹھی کے ذریعے دشمنوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں لیکن یہ نہیں جان سکتا تھا کہ موت کہاں اور کس روپ میں چھپی ہوئی ہے؟

ہمارے ساتھ کھانے پینے کا سامان تھا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے گاڑیاں نہیں روکیں۔ گاڑیوں کے اندر ہی کھاتے پیتے آگے بڑھتے رہے۔ قندھار میں بھی طالبان کی دوسری چوکی پر پانچ سو روپے ادا کر کے کسی چینگنگ کے بغیر وہاں سے گزرنے کیونکہ پہلی چوکی پر ہونے والی چینگنگ کی تحریر پر پورٹ ہمارے پاس تھی۔
 ہم زبل چنچ کر چائے پینے کے لیے رک گئے۔ گاڑیوں سے اتر کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ زبیر نے مجھ سے کہا ”ان بھائیوں کو ہماری گاڑی میں بیٹھ دو۔ میں تمہاری گاڑی میں آ جاؤں گی۔ سفر بہت لمبا ہو تو ہم سفر کو بدلنا چاہیے۔ نئے ہم سفر کے ساتھ سفر میں تازگی آ جاتی ہے۔“
 میں نے کہا ”تم ہم سفر بدل سکتی ہو کیونکہ وہ تمہارا محبوب ہے لیکن میری ہم سفر میری چھوٹی بہن ہے۔ کیا تم میری بہن کی جگہ لینا چاہتی ہو؟“

”یہ سن کر خوش ہوئی کہ تم نے شائد کو بہن بنایا ہے۔ پلیز مجھ سے ایسا کوئی رشتہ نہ جوڑا۔ تم نہیں جانتے، میں چھٹی تمام رات جاگتی رہی اور تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔“
 ”پھر تو ہمیں کسی بھی گاڑی میں سو کر نیند پوری کرنا چاہیے۔“

”میں ابھی تک گاڑی میں سوتی رہی تھی۔ اب تمہارے ساتھ جاگتی رہوں گی۔“
 وہ چائے کی پانی خالی کر کے اسے ہونٹ کی میز پر رکھ کر تیزی سے چلتی ہوئی میری گاڑی کے پاس گئی پھر اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ ایبٹ سے بولی ”تم دوسری گاڑی میں بیٹھ کر رہنا ہی کرو۔“

محبوب نے میرے پاس آکر پوچھا ”تم نے کسی کے چھلکے پر پھنسنے دیکھا ہے؟“
 میں نے مسکرا کر کہا ”ہم دونوں ہی دیکھ رہے ہیں۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ تالی دونوں ہاتھوں سے نہ دوسرے ہاتھ کو اس کے حال پر چھوڑنا چاہیے۔“
 ”چھوڑ دینے کا دکھ ہماری ہوتا ہے۔ ماضی کی باتیں یادیں وابستہ رہتی ہیں پھر بھی دل کو سمجھا رہا ہوں۔ زبیر سب سے زیادہ ہوا اس کے نیچے محبوب اور تیشی ملتی ہے۔ زبیر دار سے سمجھتا ہے مگر سمجھ لیتا ہے۔“

وہ سر جھکا کر اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ میں نے ان کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر اسے اشارت کیا پھر تین گاڑیوں کا قافلہ اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔ زبیر نے پوچھا ”کیا کہہ رہا تھا؟“

”محبوب کوئی بھی ہو، محبت کی زبان بولتا ہے۔“
 ”میں جانتی ہوں وہ میری شکایت کر رہا ہو گا جگر۔ کوئی حق نہیں پہنچتا۔ میں اس کی کوئی نہیں ہوں۔“
 ”کتنا پھر تارے کہ ہماری شادی ہونے والی ہے۔“

میں اس کے دماغ میں پھنسا۔ وہ میری مرضی کے خلاف بولی ”ویسے وہ درست کتا ہے میں بھی اس کی دیوانی ہوں۔ تمہارے جیسے دس آجائیں پھر بھی میں اس کی دیوانی رہاں گی۔“

یہ کہہ کر وہ چونک گئی۔ مجھے پریشانی سے دیکھ کر ”یہ۔ یہ میں کیا کہہ گئی۔ تم تو لاکھوں میں ایک ہو۔“
 میں نے پھر اس کی کھوپڑی گھمائی۔ وہ بولی ”مگر محبوب کروڑوں میں ایک ہے۔“

اس نے فوراً ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کی بات میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں ہمک رہی ہے اور کیوں مجھ پر ترجیح دے رہی ہے؟ کیا ایک کروڑ پتی جو لڑکے کو بیٹھ کر نروس ہو رہی ہے؟

میں نے پوچھا ”کیا ہوا؟ تم نے منہ پر ہاتھ کیوں رکھا ہے؟“

وہ بولی ”محبوب آپ کے قدموں کی خاک ہے اور اسے آپ سے برتر کئے کی غلطی کر رہی ہوں۔“
 چھٹی سیٹ پر بیٹھی ہوئی شائد نے کہا ”تم غلطی کر رہی ہو بلکہ دل کے اندر کی جی باتیں کہہ رہی ہو۔“
 ”تم ہمارے درمیان نہ بولو۔“

میں نے کہا ”زبیر! میں تم سے کہہ چکا ہوں۔“
 میری چھوٹی بہن ہے۔ آئندہ اس سے سخت لے لیں۔

”سو۔“ میں بھول گئی تھی۔ شائد! تم خوش نصیب ہو۔ اتنے بڑے چور نے ہمیں بہن بنایا ہے۔“
 شائد نے خوش ہو کر کہا ”خدا کا شکر ہے اب میرے دو بھائی جان ہیں۔ میں اس آسیب زدہ ملک میں خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی ہوں۔“
 زبیر نے ایک زبان میں مجھ سے پوچھا ”کیا تم یہ زبان جانتے ہو؟“

میں یہ زبان بھی جانتا تھا کیونکہ کچھ عرصے ازبکستان اور پاکستان میں رہ چکا تھا۔ میں نے اسی زبان میں پوچھا ”تم یہ زبان کیسے جانتی ہو؟“

”میرا ایک چچا زبازد بھائی ازبکستان میں چھ برس تک رہ کر آیا تھا۔ میں نے اس سے یہ زبان اس لیے سیکھی کہ آئندہ مجھے کاروبار کی سلسلے میں وہاں جانا تھا اور آج جاری ہوں۔“
 ”تم اپنا ک اس زبان میں کیوں بول رہی ہو؟“

”میں صرف تم سے باتیں کرنے کے لیے اس گاڑی میں آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ ہماری گفتگو میں کوئی مداخلت نہ کرے۔“

”تمہاری طبیعت میں خدا اور ارادوں میں پختگی ہے۔ میں کل سے تمہیں نظر انداز کر رہا ہوں لیکن تم مجھے گھبرانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہو۔“

”میں منزل کو پالنے کی خد کرتی ہوں تو آخر کار پالیتی ہوں۔ اس کے لیے جان سے گزر جانے کا بھی حوصلہ ہے۔ ایک بار مجھے اپنا بڑا پارٹنر بنا کر آزمالو۔ میری ذات سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ نقصان کبھی نہیں ہوگا۔“

”جست اور بڑا دھوکا معاملات ہیں۔ بے شک مجھ سے بڑا بڑا دھوکا دینا کوئی نہیں محبت کے معاملے میں بے چارے محبوب کو پاؤں نہ کرو۔“

”تم محبوب سے قسم کھا کر بچ بولنے کے لیے کو، میں اسے شوق سے سمجھاتی آ رہی ہوں کہ اسے محبت کے معاملے میں بہت زیادہ سنجیدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں پہلے دولت کما چاہتی ہوں۔ دولت کم ہو یا زیادہ خوش حالی کے لیے لازمی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد ایک دن مجھے کسی نہ کسی سے شادی کرنی ہوگی لہذا میں محبوب سے شادی کروں گی لیکن وہ زندگی کو خوش حال بنانے کے منصوبوں پر سنجیدگی سے عمل نہیں کر رہا ہے۔ میری خاطر یہ سفر کر رہا ہے۔ میں اس کی محبت کی قدر کرتی ہوں مگر اندھی محبت کسی گڑھے میں گرا دیتی ہے۔“

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا ”زندگی کو خوب صورت بنانے کا حق سب ہی کو ہے۔ تمہیں بھی ہے۔ تمہارے عزائم بلند ہیں۔ اگر تم محبوب کی محبت کا جواب محبت سے دیتی رہو گی تو میں تمہارے ہیروے اسمگل کروں گا اور پاکستان واپس جا کر وہ ہیروے تمہارے حوالے کر دوں گا۔“
 وہ خوش ہو کر بولی ”کیا تم مجھ کہہ رہے ہو؟“
 ”میں اس لیے بول رہا ہوں تاکہ تم محبوب سے وفا کرو۔“

”میں تمام عمارتوں سے وفا کروں گی لیکن تم یہ سب کچھ محبوب کے لیے کیوں کر رہے ہو؟“
 ”میں بھی محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔“

میں نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا کر دوسری گاڑی کے برابر چلتے ہوئے کہا ”رب نواز! ایک منٹ کے لیے گاڑی روکو۔ زبیر اپنے محبوب کے پاس جانا چاہتی ہے۔“
 دونوں گاڑیاں رک گئیں۔ زبیر میری گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر محبوب کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ تیسری گاڑی بھی رک گئی۔ ایک ایبٹ نے کہا ”آگے غزنی ہے۔ ہمیں اسی راستے سے سیدھے بدخشاں جانا چاہیے لیکن طالبان کے علاقوں سے گزرنا مناسب نہیں ہے۔ ایک تو ہر چوکی پر ہمیں محصول ادا کرنا ہو گا پھر یہ کہ کچھ سرگرم طالبان یہ الزام دے سکتے ہیں کہ ہم ان دو جوان عورتوں کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں یا پھر یہ عورتیں ہی غلط ہیں۔ اپنا گھر چھوڑ کر اپنی مرضی سے ہمارے ساتھ ہٹائیں کہاں جاری ہیں۔“

دوسرے ایبٹ نے کہا ”مختصر یہ کہ ہم راستہ بدل کر طالبان سے ٹکراتے ہوئے پکٹیکا کے راستے سے جائیں گے۔“

میں ان دونوں ایبٹوں کے خیالات پڑھ چکا تھا کہ وہ آگے جا کر ہمیں دھوکا دینے والے ہیں۔ وہ دراصل گائیڈ نہیں تھے۔ طرح طرح سے واردات کر کے رقبے حاصل کرتے تھے۔ سرگزا نے کہا ”ہم یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہیں۔ تم جس راستے کو محفوظ سمجھتے ہو، ہم تمہارے ساتھ اسی راستے پر چلیں گے۔“

تینوں گاڑیاں چل پڑیں۔ آگے دو راہے پر ایبٹوں نے ایک راستے کو چھوڑ دیا۔ ہمیں دوسرے راستے پر لے جانے لگے۔ پکٹیکا سے آگے بکشتیا کا علاقہ تھا۔ وہاں پہنچنے پہنچتے رات ہو گئی۔ وہاں کے مکانات نظر آئے۔ چند بکے مکانات اور دو تین منزلہ عمارتیں تھیں جو برسوں کی جنگ کے نتیجے

میں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں پھر بھی رہائش کے قابل تھیں۔ مختلف عمارتوں میں ایک فاتح گروہ کا ایک نام نہاد کمانڈر اس کے مشیر اور دور درجن مسلح بازی گاؤز رہتے تھے۔ باقی مسلح جوان بچے مکانات میں جڑا گئے رہتے تھے۔ ان مکانات کے رہنے والے غریب اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ عزت سے رہا کرتے تھے مگر اب ان بچاروں کی عزت نہیں رہی تھی۔ جن گھروں کے جوان مرد نام نہاد کمانڈر کے تابعدار بن کر جنگ لڑنے کے لیے اس گروہ میں شامل ہو جاتے تھے ان کی بیویوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگا تھا اور نہ ہی ان کے موسیخوں کو زخموں کے کھایا جاتا تھا۔

جب ہم وہاں پہنچے تو ایک شکستہ عمارت کے سامنے الاؤ بل رہا تھا۔ ایک مسکرم بھرا بھوتا جا رہا تھا۔ عین عورتیں اور چار مردوں اور رہاب کے سُرناں پر رقص کر رہے تھے۔ نام نہاد کمانڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ ہماری راہنمائی کرنے والے ایجنٹوں نے موبائل فون کے ذریعے کمانڈر کو اطلاع دے دی تھی کہ وہ ایک پیچیدہ اور در لینڈ کروڑ کے علاوہ آٹھ مسافروں کو لارہے ہیں۔ ان میں دو جوان اور حسین عورتیں ہیں۔ ان مسافروں کے پاس اچھی خاصی رقم بھی ہے۔

جب ہماری گاڑیاں کمانڈر کے قریب پہنچیں تو ناچ گانا رک گیا۔ ہم سب گاڑیوں سے اتر گئے۔ ایجنٹوں نے کمانڈر سے ہمارا تعارف کرایا۔ کمانڈر بیٹھا رہا۔ اس نے ہم سے مصافحہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ بار بار شائستہ اور زینہ کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ چاروں میں چھپی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک ایجنٹ سے کہا ”ان عورتوں سے کوئی طالبان کا علاقہ نہیں ہے یہ چادریں اتار کر بیٹھ گئیں۔“

ایجنٹ نے محبوب اور زہیر سے کہا ”اپنی عورتوں سے چادریں اتارنے کو کہو۔“

زہیر نے کہا ”یہ میری بہن ہے۔ میں اسے یہاں بے پردہ نہیں کروں گا۔“

ایجنٹ نے کہا ”لیکن سفر کے دوران میں یہ بے پردہ تھیں۔“

”ہاں مگر یہاں کا ماحول ایسا نہیں ہے مجھے یہ کسی کمانڈر کا مورچا نہیں، عیاشوں کا اوڈھکائی دے رہا ہے۔ تم ہمیں کہاں لے آئے ہو؟“

محبوب نے کہا ”تم دونوں ہمارے گائیڈ ہو۔ ہمیں یہاں کیوں لانے ہو؟ ہمارے یہاں سے فوراً آگے بڑھو۔“

نام نہاد کمانڈر نے ایجنٹ سے پوچھا ”یہ کیا کر رہے

ہیں؟“

”یہ دونوں عورتیں بے پردہ نہیں ہوں گی۔ ان ساتھیوں نے سمجھ لیا ہے کہ یہ لوگ یہاں محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے جانا چاہتے ہیں۔“

کمانڈر اور اس کے ہم نشین تھمتے لگے۔ گنگہ پھر نے کہا ”ان کا سامان گاڑیوں سے نکال کر لاؤ اور دیکھو کہ میں ہمارے مطلب کی کتنی چیزیں ہیں اور ان سب کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ میرے سامنے لا کر رکھ دو۔“

اس کے مسلح بازی گاؤز حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ گاڑیوں سے ہم سب کا سامان کمانڈر کے سامنے لا کر رکھ کر لے گئے۔ کمانڈر کو جو قیمتی چیزیں پسند آ رہی تھیں، اپنے قدموں کے پاس لا کر رکھنے کا حکم دے رہا تھا۔

پھر ہم سب کے لباس کی تلاشی لی گئی۔ ہمارے ہاتھ ڈالرز کی صورت میں بڑے بڑے نوٹ تھے۔ میں خاموشی سے متاثر دیکھ رہا تھا۔ سرفراز نے ایک ایجنٹ سے کہا ”تم ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں ہے؟“

ایجنٹ نے کہا ”تمہیں جو کتنا ہے کمانڈر سے کہو۔“ پھر صوفی پر صوفی تینوں گاڑیاں مجھ سے جھینٹا نہیں رہا۔ صرف ایک گاڑی مجھ سے لے گا اور ایک ہزار روپے دے گا۔ یہ ہمارے لیے بہت ہے۔ ہم باقی دو گاڑیاں آگے کر فروخت کر دیں گے۔ تم لوگ یہیں رہو گے۔“

نام نہاد کمانڈر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ”تم لوگ نے ان مردوں کی تلاشی لی۔ میں ان عورتوں کی تلاشی نہ کروں گا۔“

وہ پہلے شائستہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شائستہ خوف سے چلتے ہوئے میرے پاس آئی۔ میں نے اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا ”گھبراؤ نہیں۔ خاموش کھڑی رہو۔“ وہ بولی ”آپ نے مجھے بہن کہا ہے خدا کے لیے۔“

پچائیں۔“

”تم محفوظ ہو۔ میری ہدایت پر عمل کرو۔ بالکل خاموش رہو۔ میں نے نظر بندی کا عمل کیا ہے۔ تم اسے نظر نہ آ رہی ہو۔“

کمانڈر شائستہ کی طرف بڑھتے بڑھتے ٹھک گیا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے چیخ کر پوچھا ”جو یہاں کھڑی ہوئی تھی! چاکا کہاں غائب ہو گئی ہے؟“

ایک مشیر نے کہا ”وہ غائب نہیں ہوئی ہے۔ نام نہاد سامنے کھڑی ہوئی ہے۔“

نام نہاد کمانڈر نے دونوں ہاتھ بڑھا کر شائستہ کو ٹھٹھل کر اس کی موجودگی کو سمجھنا چاہا۔ میں اسے شائستہ کے دام میں بائیں اور آگے پیچھے بھٹکانے لگا۔ وہ ایک اندھے کی طرح ہاتھ سے ٹھٹھل ٹھٹھل کر گئے لگا ”نہیں ہے۔ وہ نہیں ہے۔ میں اندھا نہیں ہوں۔ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔“

اس نے ایجنٹ سے پوچھا ”کیا وہ جاہلو جانتی ہے؟“ ایجنٹ نے کہا ”شاید جانتی ہوگی۔ ان لوگوں سے میری طرف دو دن کی جان پہچان ہے۔ مگر بچ ہے ہمیں تو یہ نظر آ رہی ہے۔“

نام نہاد کمانڈر نے زینہ کی طرف دیکھا۔ زینہ نے سہم کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا ”شائستہ کی طرح بالکل خاموش کھڑی رہو۔“

کمانڈر اس کی طرف بڑھتے بڑھتے پھر چوک گیا۔ زینہ بھی اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ چیخ کر بولا ”دیکھو۔ یہ بھی غائب ہو گئی ہے۔“

میں اسے زینہ کے بھی چاروں طرف بھٹکانے لگا۔ ایک مشیر کہہ رہا تھا ”کمانڈر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جو عورت سامنے ہے، وہ تمہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ دیکھو میں تمہیں پکڑ کر دکھاتا ہوں۔“

وہ مشیر جیسے ہی آگے بڑھا، میں نے اسے لاکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ زمین پر اوندھے منہ گر دیا۔ کمانڈر نے اپنے لباس سے ایک ٹی ٹی نکال کر سرفراز سے کہا ”تم سب جاؤ گے۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

اس نے ایک فائرنگ دیکھ کر دوسرے لفظوں میں میں نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر گولی چلائی۔ سرفراز کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک مسلح گاؤز کھڑا ہوا تھا۔ گولی اسے لگی۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ پھر زینہ کا ہی ہو کر رہ گیا۔ کمانڈر نے جھنجھٹا کر دو سرا فائر کیا۔ پھر تیسرا اور پھر چوتھا فائر کیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں اس کے سر کا گاؤز مڑے گئے۔ باقی گاؤز اپنی سلامتی کے لیے ابھر آئے۔

ایک مشیر نے کہا ”ہمارا کمانڈر پکڑ چکا ہے۔ بالکل ہو گیا ہے۔“

ایک مشیر جو اوندھے منہ زمین پر گر رہا تھا ”اس نے اٹھتے ہی کمانڈر کو گولی مار دی۔ نام نہاد کمانڈر کے مرے ہی تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے مسلح گاؤز مشیر کو کھو کر دیکھتے ہوئے اسے گمن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے گئے۔ مشیر نے بے باکی سے کہا ”دیکھو۔ مجھ پر گولیاں چلانے سے پہلے سمجھو کہ میں نے اپنی اور تم سب کی

جان بچائی ہے۔ میں اسے نہ مارا تو یہ ہم سب کو مار ڈالتا۔“ دوسرے مشیر نے کہا ”تم کمانڈر کو زخمی کر سکتے تھے۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرا سکتے تھے۔ ہمارے اصولوں اور قوانین کے مطابق اس کے بعد تم کمانڈر بننے والے تھے اور تمہیں ہی بننا چاہیے۔ لیکن اس سے پہلے تم قاتل بن چکے ہو۔ قتل کے بدلے تمہیں قتل کیا جائے گا تو تم کمانڈر بننے کی حسرت لے دینا سے بچ جاؤ گے۔“

ایک نوجوان گاؤز نے کہا ”اسے دیوار کے پاس کھڑا کیا جائے پھر ہم سب اس پر گولیاں چلائیں گے۔“

میں اس کے دماغ کے اندر پہنچا۔ اس نے گمن سیدھی کرتے ہوئے کہا ”ہم ایسے گولیاں چلائیں گے۔“

یہ کہنے ہی وہ نرا فائر کرنے لگا۔ ہم سب دیواروں اور بڑے پتھروں کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ اس کی مسلسل فائرنگ سے پھر تین چار گاؤز آخری بار چیختے ہوئے موت کے منہ میں چلے گئے۔ دوسرے مشیر کے ساتھیوں نے جوابی فائرنگ کی۔ اس فائرنگ کے جواب میں پہلے مشیر کے ساتھی گولیاں چلانے لگے۔ وہ جگہ پوری طرح میدان جنگ بن گئی۔ ان حالات میں کوئی تیسرا فریق اگر انہیں آپس میں لڑنے مرنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اگر وہ خود خون خرابے سے باز آنا چاہتے تو میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں حرام موت مرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

دیپے میری ٹیلی فنی کمی کے ہتھیار کی مزید ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ خردماغ تھے۔ ایک دوسرے سے کمتر اور پسپا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ اپنے اپنے مشیر کو کمانڈر بنانے کے لیے اپنی مرضی سے موت کے گھاٹ اترتے رہے۔

سرفراز، رب نواز، عرفان، زینہ، محبوب، شائستہ اور زہیر سب ہی چھپتے ہوئے اس عمارت کے اندر آ گئے۔ میں نے کہا ”تم سب ایک کمرے میں بند ہو جاؤ۔ جب تک میں آواز نہ دوں، دوڑنا نہ کھولو۔“

شائستہ نے میرا بازو تھام کر کہا ”بھائی جان! آپ باہر نہ جائیں۔ آپ کو گولی لگ سکتی ہے۔“

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ”بہن کی دعا سے میں محفوظ رہوں گا۔ میں نے نظر بندی کا عمل کیا ہے۔ دشمن مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔ پھر مجھ پر گولی کسے چلائیں گے۔“

”آپ نے نظر بندی کا درست علم سمجھا ہے۔“ سرفراز نے کہا ”وہ کمانڈر مجھے گولی مارنا چاہتا تھا لیکن نظر بندی کے باعث میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے چار آدمیوں کو بار بار ڈالا۔ بے شک آپ باکمال ہیں۔“

جو زندہ رہ گیا تھا، وہ اپنی دانت میں زخمی ہونے سے لپٹ کر متواتر میرے منہ پر گھونے مار رہا تھا پھر میں نے اس کے دماغ کو زراں چھوڑ دیا۔ تب پتلا چلا کہ وہ اسے گھونے مار رہا تھا جو پہلے ہی زخموں سے چور ہو کر دم توڑ چکا تھا۔

مجھے اپنے ساتھیوں کی فکر تھی۔ میں نے دروازہ
 ٹھوکر مارنے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پلٹ کر
 اچانک اپنے دونوں ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ وہ بھی

میں نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ لڑکھاتی ہوئی اندر
 گئی۔ میں نے کہا ”دودھ بند کرلو۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔“

دروازہ کھل گیا۔ میں نے کہا ”فورا میرے ساتھ چلو۔“
 ہمیں یہاں سے نکل جانے کا موقع مل گیا ہے۔“

میرے تمام ہم سفر باہر آنے لگے۔ شائستہ نے مجھ سے کہا ”بھائی جان! وہ دیکھیں ٹھنڈی ہونٹی ہے اتنی دیر سے پتا نہیں اپنی زبان میں کیا بولی رہی تھی۔ یہ ہماری زبان نہیں سمجھتی ہے۔“

میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا پھر اسے کھینچتا ہوا اپنے ساتھیوں کے آگے دوڑتا ہوا عمارت کے پیچھے آیا۔ ان سے کہا ”فوراً ان گاڑیوں میں بیٹھو۔“

میں نے ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر ایجنٹ کو گریبان سے پکڑ کر کھینچے ہوئے باہر نکالا پھر کہا ”ڈویل! کینے! تم نہیں دھوکا دے کر میاں لاتے تھے۔ ہمارا مال اور ہماری عورتوں کی عزت لوٹنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ دیکھو میاں ہمارے مددگاروں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ کیا تم بھی مرنا چاہتے ہو؟“ وہ کوڑا کرانی زندگی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے کہا ”تم ازبکستان کی سرحد تک ہماری راہنمائی کرو گے تو تمہیں زندہ رکھا جائے گا۔“

وہ اپنی سلامتی کی خاطر ہماری راہنمائی کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ”سرفراز! رب نواز اور عرفان! تم سب ان لوگوں کے ہتھیار اور کارتوس لے لو اور اس ایجنٹ کو اپنی حراست میں لے چلو۔ تمہاری گاڑی آگے ہوگی۔ یہ راستہ جتنا تاجا جائے گا۔“

میرے تمام ہم سفروں نے ہتھیار اور کارتوس اٹھا لیے۔ میں نے ٹرینڈ سے کہا ”میاں! وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ“ تمہیں کہاں سے اغوا کر کے لایا گیا تھا۔ میں وہاں تمہیں پہنچا دوں گا۔“

میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ اسے کابل سے لایا گیا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود میں ٹرینڈ کو بولنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بولی ”میں کابل کے ایک سردار کی بیٹی ہوں۔“

میں نے ایجنٹ سے کہا ”ہم کابل کے راستے جائیں گے۔ اسے اس کے سر پرستوں تک پہنچائیں گے۔“ وہ بولی ”میں نہیں جاؤں گی۔ میں اپنے لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔“

میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے پیچیدگی کی اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ خود اس کے برابر اسٹینٹرنگ سیٹ پر آگیا۔ وہ مجھ سے بولی ”کیوں زبردستی کر رہے ہو؟ پہلے تم نے طمانچہ مارا پھر کھینچے ہوئے لائے اور اب گاڑی کے اندر ایسے دھکا دے کر

پھینک دیا جیسے میں کوئی پکڑا ہوں۔ میں بہت بڑے سردار کی بیٹی ہوں۔ آج تک کسی نے ہاتھ لگانا تو درکنار سر اٹھا کر بات کرنے کی جرات نہیں کی۔“

میں نے گاڑی اشارت کر کے پہلی گاڑی کے پیچھے بڑھوے کہا ”شکر کو“ تم عیاشوں کے پاس پکڑا بننے سے محفوظ رہی ہو۔ اس وقت تم سردار کی بیٹی نہیں ہو اس لیے جب تم غرے کرو گی میں تم پر جبر کروں گا۔ تمہارا بیک ایک علامت ہے۔“

زینہ محبوب کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھوڑی دیرانی سے بولی ”تم ان کی زبان سمجھتے بھی ہو اور روانی سے بولتے بھی ہو۔ تم بہت باکمال ہو۔“

محبوب نے پوچھا ”کیا وہاں جتنی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ان سب کو تم نے ہلاک کیا تھا؟“

میں نے کہا ”ان لاشیروں سے بچ نکلنے کے لیے کچھ تو ہی تھا۔ تم دونوں واپس بائیں اور پیچھے دیکھتے رہو۔ چاند نظر آیا ہے۔ چاندنی میں حملہ آور نظر آسکتے ہیں۔“

میں نے انہیں محتاط رہنے کے لیے کہا۔ ویسے کوئی ہمارے تعاقب میں نہیں تھا۔ میں نے اس دو سرے ایجنٹ کے خیالات پڑھے جو عمارت کے سامنے مشیر وغیرہ کا ساتھ تھا۔ پتا چلا کہ ان پر زبردست حملہ ہوا تھا۔ ایجنٹ اور مشیر وغیرہ نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ ان پر حملہ کرنے اور غالب آنے والے طالبان تھے۔

انہیں بتایا گیا کہ پاکستان سے آٹھ افراد کا قافلہ آیا تھا۔ ان میں دو عورتیں تھیں۔ اب ان میں ایک کابلی سردار کی بیٹی ٹرینڈ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ عمارت کے پیچھے تمام ہمارے سرداروں کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے ہیں۔ وہ اب ازبکستان جانے والے تھے۔ اب پتا نہیں کس راستے کہاں جا رہے ہیں؟

طالبان کے ایک کمانڈر نے موبائل فون کے ذریعے کچھ سے رابطہ کیا پھر اسے ہمارے بارے میں بتانے لگا۔ دو تین طرف سے باتیں کرنے والوں کی آوازیں سننا بہانہ ان کے خیالات پڑھتا رہا۔ طالبان کے دوسرے کمانڈر نے ”وہ لوگ ازبکستان جانے کے لیے ہمارے علاقوں سے گزر گئے تو ہم انہیں بخیریت آگے بڑھا دیں گے۔ وہ ہمارے ملک میں مسافر ہیں۔“

”لیکن سردار کی بیٹی ٹرینڈ مسافر نہیں ہے۔ ان مہمانوں سے اپنے قبضے میں لے کر اس کے سردار کے پاس پہنچانا چاہیے۔“

دوسرے کمانڈر کے خیالات نے بتایا کہ وہ کابل سے تین سو کلومیٹر دور وردک کے علاقے میں ہے اور وہیں ہمارے پہنچنے کی توقع کر رہا ہے جبکہ ہم دوسرے راستے سے کابل جا رہے تھے۔

میں کبھی ان کے دماغوں میں جھانک رہا تھا اور کبھی دماغی طور پر جلد ہی حاضر ہوجاتا تھا۔ ذرا بڑھ کر وقت مسلسل خیال خوانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ ٹرینڈ نے بارہ گئے چور نظروں سے دیکھ چکی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک مرد کے ہاتھ کا طمانچہ کھایا تھا۔ اس نے کئی بار تصور میں دیکھا کہ میں اسے کھینٹ کر لے جا رہا ہوں اور دھکے دے کر گاڑی کے اندر پھینک رہا ہوں۔ دل کہہ رہا تھا کہ ایسا ظلم اور زیادتی اس کی بھلائی اور حفاظت کے لیے کی گئی ہے۔ اگر وہ ابھی عمارت میں ہوتی تو اس کی عزت محفوظ نہ رہتی۔

وہ بولی ”میں تم سب کی بہتری کے لیے کہہ رہی ہوں“ کابل کی طرف نہ جاؤ۔ وہاں موت ہے۔ مجاہد اور محب وطن بنے کا دعویٰ کرنے والوں نے کابل جیسے تاریخی شہر کو کھنڈر بنا دیا ہے۔“

میں نے کہا ”ہو سکتا ہے“ تم یہ باتیں ہماری بہتری کے لیے کر رہی ہو لیکن ایک سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ”کون سی بات؟“

”یہ کہ اغوا ہونے کے بعد تم اپنے قبیلہ والوں کو یقین نہیں دلا سکو گی کہ تمہاری عزت محفوظ رہی ہے۔ وہاں جا کر تم کسی سے آکھیں ملنا نہیں چاہتی ہو۔“

”یہ بھی درست ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں وہ بھی درست ہے۔ تم سب خطرات سے کھیلنے اور مرنے جا رہے ہو۔ میری بات مانو۔ وردک کے علاقے سے جاؤ۔ وہاں طالبان تمہاری حفاظت کریں گے۔“

”یہ میرے ساتھی ازبکستان جا رہے ہیں لیکن میں دراصل افغانستان میں کچھ عرصے رہنے آیا ہوں۔“

”کوئی پاگل ہی جنگ کے میدان میں گھربنانے آتا ہے۔“ مجھے ہاگل ہی سمجھ لو۔ میں افغانستان کے اندرونی حالات سے عاقلی ساست کو سمجھنے آیا ہوں کہ امریکا اور روس اپنا اپنا مکمل کیسے کھیل رہے ہیں۔ ان کی کامیابی سے چین کے لیے خدہ پیدا ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ چین ان ممالک کو ہٹا کر بنانے کے لیے کیا کر رہا ہے۔“

”تم یہ سب معلوم کر کے کیا کرلو گے؟“ ”مجاہد بننے والے بہویوں کو ختم کر سکتا ہوں اور

تمہارے جیسی افغان خواتین کی آہو کی حفاظت کر سکتا ہوں۔“

وہ مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے فوراً ہی نظریں جھکا لیں۔ ہم نے دوسرے کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا۔ آدھی رات گزر چلی تھی۔ سب ہی کو بھوک لگ رہی تھی۔ ہم نے ایک چھوٹی سی بستی میں گاڑیاں روک دیں۔ ان گاڑیوں میں کھانے کا کچھ سامان بچا ہوا تھا۔ میلے ہم نے بستی کے چاروں طرف گاڑیوں میں گھوم کر اطمینان کر لیا۔ بستی کے کچھ لوگوں نے بھی یقین دلایا کہ اس دیر ان علاقے سے کوئی مسلح گروہ نہیں گزرا ہے۔ ہم نے گاڑیوں کے قریب رہ کر اسلحہ سامنے رکھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا۔ بستی والوں نے ہمیں چائے پلائی۔ میں نے ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان کر لیا کہ چائے ضرور رساں نہیں ہے۔

میرے تمام ہم سفر مجھ سے متاثر تھے۔ میری تفریض کر رہے تھے۔ زینہ نے کہا ”تم جو ہری ہو۔ میں نے کسی جیولر کو جنگجو سپاہیوں کی طرح لڑتے نہیں دیکھا۔“

سرفراز نے کہا ”عجب ہے“ ہم سب ایک کمرے میں بند رہے اور تم تین دھنوں سے لڑتے رہے۔ بخدا اگر تم نہ ہوتے تو ہم اب تک بے موت مر چکے ہوتے۔“

”میری تفریض نہ کرو۔ میاں کے حالات سے سمجھو کہ اب تم لوگوں کو بھی جنگجو بنانا پڑے گا۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں ہے۔ یہ عہد کرلو کہ جب مرنا ہی ہے تو پھر ہم لڑتے لڑتے مرن گے۔ اس طرح شاید ہم سلامت رہ سکیں۔ کیا تم سب لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو؟“

محبوب نے فوجی انداز میں ایڑیاں بجا کر سیلیوٹ کیا ”ہیئں سر!“

اس کی اس حرکت پر سب ہی بے اختیار ہنسنے لگے۔ ٹرینڈ ہماری باتیں نہیں سمجھ رہی تھی مگر حرکتوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے چہرے کو چادر سے چھپا کر گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

ہمارا قافلہ اگلی منزل کی طرف چل پڑا۔ ٹرینڈ نے کہا۔ ”مجھے اجنبیوں کے درمیان گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اگر تم میری زبان نہ بولتے تو میں اس قافلے میں خود کو قیدی سمجھتی رہتی۔“

”بس طرح طرح تم مجھ پر اعتماد کرنے لگی ہو کیا کابل پہنچ کر ہم بھی تم پر اعتماد کر سکتے ہیں اور دو چار گھنٹے نیند پوری کر کے تازہ دم ہو سکتے ہیں؟“ ”کیوں نہیں؟ میرے سردار بابا شاید مجھے عزت و ادب دینی

کی حیثیت سے قبول نہ کریں لیکن تمہاری قدر کریں گے اور تم سب کو تحفظ دیں گے۔

”کم از کم تمہارے باپ کو تم پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ تمہارے بیان کے مطابق تمہیں پاک باز تسلیم کرنا چاہیے۔“

”بابا مجھے بت چاہتے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں مجھے پاکباز تسلیم کریں گے لیکن جب تک ان کے برابر کا سردار مجھے نکاح میں لے لیں نہیں کرے گا، میرے بابا کی گردن شرم سے جھکی رہے گی۔“

”پھر تو تمہیں باپوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم اتنی حسین ہو کہ ایک نہیں دس سردار تمہاری تنہا کریں گے۔“

”اس نے بڑی بڑی ہنسی جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر کہا ”سب ہی مجھے دیکھ کر لپکتے ہیں۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تمہارا دل کسی حسینہ کے لیے نہیں دھڑکتا ہے؟“

”میں عمر کی اسی منزل پر ہوں، جہاں دل خواہاں نہیں، اللہ اللہ کرتا ہے اور فیصلے کے دانے گنتا رہتا ہے۔“

”تم بوڑھے تو نہیں لگتے ہو۔“

”یوگا کا ہر ہون اس لیے صحت مند باڈی بلڈ رکھائی دیتا ہوں ورنہ میری عمر تم سے دگنی ہے۔ میرے بیٹے تم سے دو چار برس بڑے ہوں گے۔“

”اتنا بڑھ چھ کر نہ بولو۔ تمہارے بیٹے ہیں اور وہ بھی مجھ سے بڑے؟ جھوٹ اتنا بولو کہ مجھ سے ختم ہو جائے۔“

”ثمرینہ! میری بات نہیں، اپنی بات کرو۔ تمہارے ساج میں اور تمہارے فیملے میں تمہیں قبول کرنے کا مسئلہ ہے۔ تم اپنے باپ کے ہم پلہ سرداروں کے نام بتاؤ۔ ہو سکے تو ان سے سامنا کراؤ۔ ان میں سے جو تمہیں پسند ہوگا، میں اسے تمہاری طرف جھکنے پر مجبور کروں گا۔“

اس نے مجھے غمور کر دیکھا پھر ناراضگی سے کہا ”میں تمہارا احسان نہیں لینا چاہتی۔ بہتر ہے دوسری بات کرو۔“

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا ”دوسری بات ہی مناسب رہے گی۔ برسوں سے افغانستان کا ساگ ا جڑا آ رہا ہے۔ ایسے میں ڈھول باجے اور ساگ کے گیت بھلا دیے گئے ہیں۔ کنواری لڑکیاں ساگن جتی ہوں گی مگر یہ بٹنے دیر نہیں لگتی ہوگی۔“

ہم کبھی چپ رہے۔ کبھی بولتے رہے۔ فاصلے تیزی سے کم ہوتے گئے۔ اچھا خاصا وقت گزر گیا۔ جب صبح کی ہلکی ہلکی روشنی جھلکنے لگی تو ایجنٹ نے گاڑیاں روکنے کے لیے کہا۔ ہمیں بتایا کہ آگے دس کلومیٹر کے فاصلے پر کابل ہے۔ گاڑی

آہستہ چلائی جائے اور چاروں طرف نظر رکھی جائے کہ سے بھی راکٹ سناتے ہوئے آسکتے ہیں۔

ہم سست رفتاری سے گاڑیاں ڈرائیو کرتے گئے۔ روشنی اچھی طرح پھیل رہی تھی۔ کابل کی مسجدوں کے منار نظر آ رہے تھے۔ شہر کے قریب پہنچتے ہی ایک لڑخیز دروازہ

سنائی دیا پھر آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپکتے دکھائی دیے۔ وہاں کی فساد دھواں دھواں ہو رہی تھی۔ ہم گاڑیاں روک کر آگ اور خون کا منظر دیکھنے لگے۔ پتا نہیں کتنے بے گناہ موت مارے گئے ہوں گے۔ انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں رہی تھی۔ اشرف المخلوقات کھلانے والے کیڑوں کی طرح سے بھی کتر ہو گئے تھے۔

ایجنٹ نے کہا ”آگے تو بڑھنا ہی ہوگا۔ ہم دوسرے راستے سے شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔“

شائستہ اور زرنہ بری طرح تسلیم گئی تھیں۔ آگے جانے سے انکار کر رہی تھیں۔ میں نے زرنہ سے کہا ”آگے بہرے جواہرات ہیں۔ ڈرتی کیوں ہو؟“

وہ بولی ”مجھے طعنے نہ دو۔ بہرے جواہرات جان سے بڑے کر نہیں ہیں۔ میں پاکستان واپس جاؤں گی۔“

اسی وقت ایک گھڑسوار دکھائی دیا۔ وہ سست دور دوڑ کے دھڑ بادلوں سے نکل کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا آ رہا تھا۔ پھر دو گھڑسوار اس کے تعاقب میں نظر آئے۔ ان کے ساتھ دو بیٹھیں بھی تھیں۔ اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد سب آگے والے گھڑسوار کی طرف گولیاں چلا رہے تھے اور ان جان بچانے کے لیے گھوڑے کو پوری تیز رفتاری سے دوڑاتا رہا تھا۔

میں نے سرفراز اور محبوب دھیرے سے کہا ””بی گاڑیوں کے پیچھے آجاؤ۔ اس ایک گھڑسوار کا تعاقب کرنے والوں کو نشانے پر رکھو۔ فائرنگ ریجن میں آتے ہی گولیاں چلانا شروع کرو۔“

ہم سب نے گاڑیوں کے پیچھے مورچہ بنالیا۔ جب قریب آنے لگے تو ثمرینہ نے ایک بار گولی چلا کر کہا ”بابا! میرے بابا ہیں۔ انہیں دشمنوں سے بچاؤ۔ گولیاں چلاؤ۔ ان کیمنوں کو میاں سے بھگاؤ۔“

میں نے کہا ”فائر!“

اس کے ساتھ ہی ہم سب ترازو گولیاں چلانے لگے۔ میری فائرنگ سے تعاقب کرنے والے دو گھڑسوار نیچے گر پڑے۔ میرے ہم سفر آٹاڑی تھے۔ کھانکھٹ چلائے تھے مگر صبح نشانہ نہیں لگا سکتے تھے۔ اتنی ہی مدت تھا کہ ان

فائرنگ کے باعث جب والے رک گئے تھے۔ اپنی جیب واپس موڑ کر جانا چاہتے تھے۔ میں نے گاڑیوں کے پیروں کو نشانہ بنایا۔ دونوں جھپٹیں..... یوزن لینے سے پہلے ہی بیکار ہو گئیں۔

میری فائرنگ سے سردار بابا کا گھوڑا ہڈک کر لڑکھڑایا پھر سوار سمیت گر پڑا۔ ثمرینہ تمام تر احتیاط کو الٹا کر رکھ کر باپ کے پاس دوڑتی ہوئی گئی۔ میں نے جیب والوں پر فائر کیا۔ ان میں سے ایک کو گولی لگی۔ باقی بھاگنے لگے کیونکہ میرے ہم سفر مسلسل فائر کر رہے تھے۔

میں بھی دوڑتا ہوا بوڑھے سردار کے پاس آیا۔ اسے کئی گولیاں لگی تھیں۔ وہ اپنے لمبوس ہنسا رہا تھا۔ جیوار تھا اس لیے جان بچانے کے لیے بھاگتا چلا آیا تھا۔ اب اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ثمرینہ اس سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

”بابا! بابا! جو صدمہ کرو۔ دشمن جا چکے ہیں۔ ابھی تمہاری مرہم پٹی ہو جائے گی۔“

اس نے آنکھیں کھول کر بیٹی کو دیکھا پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولا ”میں کتنا بد نصیب ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں تمیں بی یارو مددگار چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آہ! مگر خوش نصیب بھی ہوں۔ تمہارے واپس آنے سے اب میرا سر کسی کے سامنے نہیں بٹھے گا۔“

ایسا کہتے کہتے اس نے دم توڑ دیا۔ ثمرینہ پھر لپٹ کر رونے لگی۔ میں نے اپنا ہتھیار ایک طرف پھینک کر سر ہٹالیا۔ دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کابل کے ایک حصے سے ابھی تک شعلے بھڑک رہے تھے۔ دور دور تک دھواں پھیل رہا تھا۔ گولیوں اور بم کے دھماکوں سے زیادہ دکھ پہنچانے والی ثمرینہ کی سسکیاں ہم سب کے دلوں میں اتر رہی تھیں۔

☆☆☆

البا کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے اتنا ہی سنا تھا کہ میرا ایک ماتحت انٹیلی جینٹھی دوا اسپرے کرنے اس کی طرف آ رہا ہے۔ بس اتنا سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اگر موت آتی تو وہ اتنا ہی بدحواس اور خوف زدہ نہ ہوتی۔ ٹیلی جینٹھی زندگی سے زیادہ اہم تھی۔ اس علم کے بغیر زندگی ایک خالی بول کی طرح ہوتی۔ کوئی بھی دشمن اسے ایک حقیر چوٹی کی طرح مسل ملتا تھا اور اس کا یہ عزم تھا کہ وہ آسانی سے مرنے کے لیے پیدائیں ہوئی ہے۔

اس نے فوراً ہی ڈالرز کے بڑے نوٹوں کی گڈیاں اور بیٹی کی ضرورت کی چیزیں ایک بیگ میں رکھیں۔ اپنی بیٹی کو اٹھایا پھر اس مکان سے نکل کر کبھی تیزی سے چلے اور کبھی

دوڑنے لگی۔ مین روڈ پر پہنچ کر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی ”مدرسہ ٹی چلو۔“

ڈرائیور نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر کہا ”مڈیم! مدرسہ اور سے ایک سو پندرہ کلومیٹر دور ہے۔ بہت زیادہ بھاڑا لگیں گا۔“

البا نے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ دے کر کہا ”میرے پاس یہی کرنسی ہے۔ چلے گی؟ نہیں تو میں مدرسہ پہنچ کر کسی بینک سے اینڈین کرنسی کے کروں گی۔“

وہ ایک ہزار ڈالر سے خوش ہو کر بولا ”یہ نوٹ چلیں گا نہیں دوڑیں گا۔ ہم طوفان میل کا ٹانگ تم کو مدرسہ پہنچائیں گا۔“

وہ ٹیکسی اشارت کر کے البا کی مرضی کے مطابق تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ اس چھوٹے شہر سے دور نکل جانے کے بعد اطمینان ہوا کہ دوا اسپرے کرنے والا اب اس کے سامنے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ بار بار سرگھا کر پیچھے

دیکھ رہی تھی۔ اس ہائی وے پر دو کابریں تیز رفتاری سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ کر ٹیکسی کی رفتار اور بڑھانے لگی۔ پیچھے آنے والی کاروں میں سے ایک کسین رہ گئی تھی۔ دوسری بہت پیچھے نظر آ رہی تھی۔ اس ہائی وے پر دوسری گاڑیاں بھی تھیں جو مخالف سمت سے آکر قریب سے گزرتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسری کار بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تب اس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔

بیٹی رو رہی تھی۔ وہ فیڈر میں دودھ بنا کر اسے پلانے لگی۔ بیٹی کو دودھ پلاتے اور بار کرتے وقت اسے پارس یاد آتا تھا۔ اس نے پہلی بار بیٹی کو مسکراتے دیکھ کر کہا تھا اس کے چہرے پر مونالیزا کی معصوم مسکراہٹ ہے۔ اس کا نام بھی مونالیزا ہونا چاہیے۔ پارس اسے موناکہ کے مخاطب کرتا تھا۔

وہ اپنی ٹیلی جینٹھی کی سلامتی اور خود غرضی کے باعث پارس سے دور ہو گئی تھی۔ اسے شبہ تھا کہ پارس، ٹیلی اور مرضی و عیوہ کی ٹیلی جینٹھی کا علم سلامت ہے۔ اگر وہ پارس کو چھوڑ کر نہیں جانے کی تو اس سے بھی یہ علم چھین لیا جائے گا اور آج اس شہر کی تقدیر بد ہو رہی تھی۔ میں نے جھوٹ کہا تھا کہ اس کے قریب کوئی دوا اسپرے کرنے والا آ رہا ہے۔ میرا جھوٹ اس کے لیے سچ تھا۔ وہ اپنی ذہانت پر فخر کر رہی تھی کہ اس نے ہم سے دور ہو کر اپنی ٹیلی جینٹھی کو سلامت رکھا ہے اور آئندہ بھی ہم سے مخاطب رہے گی۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ دور سے بلی کا پڑکی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دائیں بائیں کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھا۔ آواز قریب آتی جا رہی تھی مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سرگھبرا کر پیچھے دیکھا پھر دل دھک سے رہ گیا۔ سڑک کے اطراف دور دور تک کھیتوں میں فصل اگی ہوئی تھی۔ ایک بلی کا پڑکھیتوں پر بچی پرواز کرتا ہوا دوا اسپرے کرتا ہوا قریب آتا جا رہا تھا۔

وہ گھبرا کر بلی "گڈڑی تیز چلاؤ۔ بلی کا پڑ آ رہا ہے۔" وہ بولا "میڈم! بلی کا پڑ سڑک کا اوپر چلنے کو نہیں ہے۔ ہوا میں اڑنے کو ہے۔ وہ ہمارا ٹیکسی کو ٹکرائیں ماریں گا۔" "تم نہیں جانتے۔ وہ دوا اسپرے کر رہا ہے۔"

"یہ جو تم فصل دیکھتا ہے نا؟ اس کو نقصان سے بچانے کے لیے گیز مارنے والا دوا اسپرے کرتا ہے۔ ہم تم نہیں مرس گیزا مرس گا۔" وہ بلی کا پڑ ٹیکسی کے قریب سے گزرتا ہوا دور چلا گیا۔

اپنے سانس روک لی۔ اگرچہ وہ سمجھ رہی تھی کہ گیزے مار دوا اسپرے کی جا رہی ہے۔ تاہم اس نے بے اختیار سانس روک لی لیکن کتنی دیر روک سکتی تھی۔ دوا کا اثر تو کتنی گھٹنوں تک فضا میں رہتا تھا۔

وہ سانس لینے لگی پھر... آہنا سننے کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کر کے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچی تو خوش ہو کر مسکرائے لگی۔ ٹیلی پیٹھی کا علم سلامت تھا۔ وہ بلی کا پڑ واقعی گیزے مار دوا اسپرے کرتا گیا تھا۔ وہ موج میں آکر گھٹانے لگی۔ اپنی بیٹی سونا کو تھک تھک کر ملانے لگی۔

سونا ڈرائیور میں سو گئی۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے سوکھو میٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ مدراس شہر صرف چند کلومیٹر کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ اسی وقت اس نے پرانی سوچی کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لی پھر تھوڑی دیر بعد سانس لینے لگی۔ دوسری بار دماغ میں مہاراج کی آواز سنائی دی "پلیز الپا! سانس نہ روکنا۔ میں مہاراج ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ فریاد تمہارا اب دلجو اختیار کر کے آسکتا ہے اور سراغ لگا سکتا ہے کہ اب میں کہاں ہوں؟ تم جاؤں آ رہی ہوں۔" مہاراج چلا گیا۔ وہ اس کے دماغ میں آکر بولی "کس لیے آئے تھے؟"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" "میرے لیے کچھ کرو۔ شاید نیلماں تم سے بات کرنا راضی ہو جائے۔"

"مہاراج! کیا تم نہیں جانتے کہ فریاد کا ایک ماتحت انڈیا ٹیلی پیٹھی دوا اسپرے کرنے کے لیے مجھے دوڑا رہا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتی پھر رہی ہوں۔ ایسے بڑے شہر کو ان کی کام نہیں کر سکتی گی۔"

"الپا! فریاد تمہیں دھمکیاں دے رہا ہے ورنہ دیر جان سکتا ہے کہ تم کہاں چھپی ہوئی ہو۔"

"میں تو حیرانی کی بات ہے۔ میں ساؤتھ انڈیا کے بڑے شہر کے جس محلے اور مکان میں رہتی تھی وہاں میری رہائش کے بارے میں جانتا تھا۔ میں وہاں سے نکل آئی ہوں پھر بھی دل گھبرا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ مجھے چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ پہلے خوش فہمی تھی کہ میں کامیابی سے روپوش ہوئی تھی۔ آئندہ خوش فہمی نہیں رہے گی جہاں بھی جاؤں روپوش رہوں گی دل کو دھڑکا رہا ہے گا۔"

"میں تمہیں چھینے کی ایسی جگہ بتاؤں گا کہ فریاد فرشتے بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"مگر تم پہنچ جاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری بتائی ہوئی جگہ ہوگی۔ میں ایسی نادان تو نہیں ہوں کہ آسمان سے گر کر کچھ میں ایک جاؤں۔ چوبیس گھنٹے تک میرے پاس نہ آنا۔ یہ بات نہیں کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی "مجھے اپنی ٹیلی پیٹھی کی سلامتی کے لیے کہاں جانا چاہیے۔ فریاد بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر وسیع ذرائع کا مالک ہو گیا ہے۔ دنیا کے ہر ملک ہر شہر اور قصبے میں اس کے جانثار جاسوس رہتے ہیں۔ میں مدراس شہر پہنچ کر ان کی نظروں میں آسکتی ہوں۔"

اس نے ڈرائیور سے پوچھا "مدراس ریلوے اسٹیشن سے تامل ناڈو ایکسپریس کتنے بجے مبینی جاتی ہے؟"

"رات کا آٹھ بج جاتا ہے۔ جی۔ ابھی بہت ٹائم ہے۔ ہم تم کو دو گھنٹے پہلے ادھر پہنچا دیں گا۔"

"مجھے مدراس نہیں جانا ہے۔"

"پہلے تم مدراس جانے کو بولا۔ اب کدھر جانے کا کہنا ہے۔"

"یہ بتاؤ تامل ناڈو ایکسپریس مدراس سے روانہ ہونے کے بعد کس اسٹیشن پر رکتی ہے؟"

"وہ بہت فاسٹ ٹرین ہے جی۔ نو اسٹیشن کا بعد میں بتاؤں گا۔"

"ہم مجھے نو اسٹیشن کے بعد دوسو اسٹیشن پر لے چلو۔" اس نے ٹیکسی سڑک کے کنارے روک کر حیرانی سے کہا "اب کو دیکھا پھر پوچھا۔ تم کبھی ادھر جانے کو بولا۔ کبھی ادھر جانے کو بولا۔ تمہیک سے بولو اماں! کدھر جانے کو مانگتا ہے۔"

الپا نے مزید ایک ہزار ڈالر دیتے ہوئے کہا "مدراس سے آگے اس دوسو اسٹیشن کی طرف چلو، جہاں وہ ٹرین رکے گی۔"

وہ ایک ہزار لے کر بولا "اماں! تم بہت اچھا ہے جی۔ ہم تم کو طوفان میل کا مالک ادھر لے جائیں گا۔"

ڈرائیور راستہ بدل کر دوسری طرف جانے لگا۔ الپا اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن تھی۔ وہ توقع سے زیادہ رقم حاصل کر کے خوش تھا اور اسے صحیح منسلک پہنچانے والا تھا۔ تقریباً ستر میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پٹرولنگ پولیس نے ٹیکسی کو روک دیا۔ پولیس افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آکر کہا "اپنی گاڑی کے کاغذات دکھاؤ۔"

ڈرائیور نے کاغذات دکھائے۔ سپاہی وہ کاغذات اپنے افسر کے پاس لے گیا۔ افسر نے کاغذات کو پڑھ کر ڈرائیور کے پاس آکر کہا "اس ٹیکسی کو مدراس سٹی کالائنس جاری کیا گیا ہے۔ تم اتنی دور ہائی وے پر گاڑی کیوں لائے ہو۔ چلو باہر آؤ۔"

الپا نے کہا "پلیز آفسر! یہ ڈرائیور آنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا ہے۔ میرا شوہر ناراض ہو کر آگے اپنی کار میں گیا ہے۔ میں اسے روک کر مٹا کر واپس لانا چاہتی ہوں۔"

افسر قانونی کارروائی کرنے کے لیے روکنا چاہتا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ ڈرائیور کو کاغذات واپس دے دے ہوئے بولا "پچھڑے ہوئے پتی پتی کو ملانا نیک کام ہے۔ جاؤں (ٹیکسی) کاوی۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ تیز رفتاری سے چلائے ہوئے بولا "میڈم! تم بہت اچھا اینٹنگ کیا۔ آفسر بھی ادھر آ رہا تھا۔ ہم کو معاف کر دیا۔"

وہ آفسر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اگر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑی تو وہ پھر اپنی پٹرولنگ کار میں اس ٹیکسی کا پیچھا کرتا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد اس نے اس کے دماغ کو غفلت میں ڈال دیا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر

سپاہیوں سے بولا "ابھی ہم نے ایک ٹیکسی والے کو روکا تھا۔ وہ کہاں چلا گیا؟"

ایک سپاہی نے کہا "ٹیکسی میں ایک پتی بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے پتی سے لٹنے کے لیے اسے جانے کی اجازت دے دی۔"

وہ سرگھبرا کر بولا "ہاں مجھے بھی کچھ ایسا ہی یاد پڑتا ہے مگر میں نے قانون کے خلاف جانے کیوں دیا؟"

"سر! وہ ڈرائیور آپ کی اجازت سے پُٹ کمانے گیا ہے۔"

دوسرے سپاہی نے کہا "جانے دیں سر! وہ ٹیکسی ہمارے تھانے کے حدود سے باہر جا چکی ہوگی۔"

افسر کی سوچ نے بتایا کہ وہ پیچھا نہیں کرے گا۔ الپا اس کے دماغ سے نکل آئی پھر فیصلہ کرنے لگی کہ اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اہم سوال یہ تھا کہ کس ملک میں رہنا چاہیے؟ دوا اسپرے کرنے والے نہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔ بڑی دیر تک سوچنے کے بعد یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ وہ پیرس میں جائے گی اور بابا صاحب کے ادارے کے قریب کہیں رہے گی۔ ان اطراف میں کبھی وہ دشمن دوا اسپرے نہیں کی جانے گی۔ اس طرح اس کی ٹیلی پیٹھی کا علم سلامت رہے گا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے ایک چھوٹے سے شہر کے ریلوے اسٹیشن کے پاس لاکر کہا "میڈم! تامل ناڈو ایکسپریس ادھر میں رکھیں گا۔ تم جا کے ٹرین کا ٹکٹ لے لو۔ ہمارے لیے کوئی کام ہونے سے بولو۔ ہم سیریا کرنے کو تیار ہے۔"

وہ بیک اٹھا کر بٹی کو گود میں لے کر ٹیکسی سے اتر گئی۔ "تمہارا اشکریہ۔ تم جانتے ہو۔"

وہ چلا گیا۔ الپا نے بنگلے کاؤنٹر پر آکر تامل ناڈو ٹرین کا ایک ٹکٹ طلب کیا۔ کاؤنٹر میں نے بتایا کہ اسے ای کلاس میں کوئی برتھ یا سیٹ خالی نہیں ہے لیکن اس کے خیالات نے بتایا کہ دو برتھ خالی ہیں۔ وہ ٹکٹ بلیک میں رقم کمانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔

اس نے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ "میرے پاس امریکن کرنسی ہے۔ کیا اسے لے کر ٹکٹ دے سکتے ہو؟"

وہ نوٹ لے کر بولا "یہ کرنسی تو آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ کیا تم انڈین کرنسی بھی جانتی ہو؟"

الپا نے مزید ایک ہزار ڈالر دیے۔ اس نے ایک ٹکٹ اور ہزار ڈالر کی انڈین کرنسی دی۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آ رہی

تھی۔ وہاں مسافروں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ ٹرین کے رکنے پر کچھ مسافر اتر رہے تھے اور زیادہ تعداد میں سوار ہو رہے تھے۔ وہ بیٹی کے دودھ کے لیے پانی کی دو بوتلیں خرید کر ٹرین میں سوار ہوئی۔ ہر کین میں چار برتھ تھے۔ وہ اپنے کین کی برتھ پر آگئی۔ وہاں ایک ہندوستانی عورت اور مرد تھے۔ تیسری ایک انگریز جوان عورت تھی۔ اس کا ایک ساتھی اس سے ہاتھ ملا کر بڑی محبت سے رخصت ہو رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو برتھ پر لٹا کر اس کے لیے فیڈر میں دودھ تیار کرنے لگی۔ اس سے پہلے فیڈر کو دھونے کے لیے ٹائلٹ میں لگی۔ جب وہاں آئی تو ٹرین چل پڑی تھی۔ وہ انگریز جوان عورت اس کی بیٹی مونا کو گود میں لے کر پچکار رہی تھی اور اسے چوم رہی تھی۔ اس نے الپا کو دیکھ کر کہا ”تمہاری بیٹی بہت پیاری ہے مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اس لیے میں نے گود میں لیا ہے۔“

الپا اس کے قریب برتھ پر بیٹھ کر دودھ تیار کرتے ہوئے بولی ”میری بیٹی صرف بھوک کے وقت روئی ہے ورنہ آرام سے کھاتی اور مسکراتی رہتی ہے۔“

”اس کا نام کیا ہے؟“

”نام مونا لیزا ہے۔ ہم مونا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔“

وہ حیرانی سے بولی ”کیا اس کا نام مونا ہے؟“

”ہاں۔ تمہیں حیرانی کیوں ہے؟“

”اس لیے کہ میرا نام بھی مونا ہے۔ مونا آفریدی۔ تم نے ابھی میرے شوہر کو دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے رخصت ہو رہے تھے۔ ان کا نام سلمان آفریدی ہے۔ میں امریکن عیسائی ہوں لیکن میں نے ایک مسلمان سے شادی کی ہے۔“

الپا نے کہا ”اوہ۔ میں نے بھی ایک مسلمان سے شادی کی تھی مگر مسلمانوں کے ساتھ گزارا نہیں ہوتا۔ تم کب تک گزارا کرو گی؟“

”مدا نے چاہا تو آخری سانس تک گزارا ہو گا۔ سلمان آفریدی ایک مثالی شوہر ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔“

”کیا تم اپنے شوہر کے ساتھ کسی اسلامی ملک میں رہتی ہو؟“

”ہاں پاکستان کے ایک شہر پشاور میں بڑے عیش و آرام سے رہتی ہوں۔“

بونے کپار ٹمنٹ سے کھانے کا آرڈر لینے والا ہیرا آیا۔ دونوں نے کھانے کا آرڈر دیا پھر الپا نے کہا ”اچھا تو ہم مل گئیں ورنہ میں ہندی بولنے والے مسافروں کے ساتھ بور ہوئی رہتی۔ کیا تم ان کی زبان سمجھتی ہو؟“

”ہاں سمجھتی بھی ہوں اور بولتی بھی ہوں۔ سلمان

آفریدی نے مجھے ہندی اردو سکھائی ہے۔ کیا تم نہیں جانتی ہو؟“

”کسی حد تک سمجھ لیتی ہوں اور انک انک کر بولتی ہوں۔“

وہ دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ ہیرا کھانا لے کر آیا۔ وہ کھانے کے دوران میں بھی بولتی رہیں۔ یہ بات کرتی رہیں کہ دو ہم زبان اور ہم مزاج عورتوں کو ایک جگہ بٹھا دیا جائے تو وہ دن رات بولتی چلی جاتی ہیں۔ کھانے کے بعد انہوں نے آٹھ گھنٹے تک باتیں کیں۔ دوسرے مسافروں کی نیند اور آرام کا خیال کرنا ضروری تھا اس لیے وہ اپنے اپنے برتھ پر جا کر سو گئیں۔

الپا صبح سے جاگ رہی تھی۔ کچھ امیرے ہونے والی دوا کے خوف نے اور کچھ نیکی کے سفر نے اسے بری طرح تھکا دیا تھا اس لیے وہ تمام رات گہری نیند سوئی رہی۔ اکثر افراد اپنے گھروں میں اتنے سکون سے نہیں سوتے جتنا کہ ٹرین میں سفر کے دوران میں آرام اور سکون سے سوتے ہیں۔ الپا بھی خواب خرگوش کے مزے لیتی رہی۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے اس کی آنکھ کھلی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑی رہی پھر اس نے بیٹی کی طرف کھنکھائی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دم چونک گئی۔ اس کی بیٹی مونا اس کے پلو میں نہیں تھی۔

وہ ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی ہم سفر مونا آفریدی کی برتھ کی طرف دیکھا۔ وہ برتھ خالی تھی۔ مونا آفریدی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے بھارتی مسافروں کی طرف دیکھا۔ وہ میاں بیوی گہری نیند میں تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی ٹائلٹ کے دروازے پر آئی۔ اسے کھول کر دیکھا پھر ایک دم سے چپٹے لگی ”میری بیٹی! میری بیٹی کہاں ہے؟ اسے کون لے گیا ہے؟“

وہ مسافر میاں بیوی چونک کر اٹھ بیٹھے۔ مرد نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“

وہ بولی ”میری بیٹی نہیں ہے۔ وہ امریکن عورت ہے۔ ہمارے کین میں تھی وہی میری بیٹی کو لے گئی ہوگی۔“

اس شخص نے کین میں دروازہ کھول کر کارڈ پورے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا۔ دروازے کے پاس ایک شخص اپنے بیوی بچوں کے ساتھ فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹ اور برتھ نہ ملنے کے باعث وہ کٹ چکر گوشہ نشین دے کر سفر کر رہا تھا۔ الپا کے ہم سفر نے اس سے پوچھا ”اگر آپ نے ایک انگریز عورت کو دیکھا ہے۔ اس کی گود میں ایک

اس مرد اور عورت نے کہا کہ دو گھنٹے پہلے ایک اسٹیشن پر چڑھی وہی تھی۔ ایک گوری میم صاحب ایک خوب صورت بی بی کی کولے کر ٹرین سے اتر گئی تھی۔ یہ بات سن کر الپا کا سر جھکا گیا۔ وہ دیوار کا سارا لے کر سنبھل گئی۔ اس وقت ٹرین ایک اسٹیشن پر رک رہی تھی۔ وہ کین میں آکر اپنا سامان سمیٹ کر، بیگ اٹھا کر ٹرین سے اتر گئی۔ پلیٹ فارم پر دوڑتی ہوئی ریلوے پولیس کے دفتر میں آئی۔ وہاں رو رو کر بتانے لگی کہ ایک امریکن نوجوان عورت اس کی بیٹی کو اٹھا کر لے گئی ہے۔ اب سے دو گھنٹے پہلے یہ ٹرین جس اسٹیشن پر رکھی وہ عورت اسی اسٹیشن پر بیٹی کو لے کر اتر گئی تھی۔

پولیس انسپکٹر فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ پچھلے اسٹیشن والوں کو ایک شخص بیٹی کے اغوا کے بارے میں بتانے لگا۔ الپا دونوں باتوں سے سر تھام کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مونا آفریدی کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خرابی کی پروا نہ کی۔ اس کے دماغ میں پچھلی۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے چند سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ میں پچھلی پوچھا ”میری بیٹی کہاں ہے؟“

وہ بولی ”اچھا تو ہم ہو۔ تمہاری بیٹی میرے پاس ہے۔“

الپا نے غصے سے پوچھا ”تم کون ہو؟ کیوں میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر لے گئی ہو؟“

”میں بھی تمہاری طرح ٹیلی پیٹھی جانتی تھی۔ اپنی ٹیلی پیٹھی دوانے مجھے اس علم سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے میں کوئی دشمن مجھے نقصان پہنچانا چاہے گا تو میں اس کے خلاف جوالی کارروائی نہیں کر سکتی گی۔ تمہاری بیٹی میرے پاس رہے گی تو تم اس کی سلامتی کے لیے میری بھی حفاظت کرنی رہو گی۔“

”آخر تم کون ہو؟“

”میں لی ڈونا ہوں۔ میں نے مہاراج کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اب مہاراج اور گرد پوچھے ہلاک کرنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ اب ذرا سوچو، وہ مجھے مار ڈالیں گے تو تمہاری گئی بیٹی میری تلاش کے پاس روٹی رہ جائے گی۔“

وہ مجھ سے بولی ”بی! تمہاری شامت آگئی ہے۔ میں مہاراج سے کہوں گی کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے میری بیٹی کو میرے پاس پہنچا دے۔“

”یہ تمہاری بہت بڑی حماقت ہوگی۔ مہاراج تمہاری بیٹی کو اپنے قبضے میں لے کر تمہاری متاعی کمزوری سے کھیلے گا۔ تم اس کے احکامات کی تعمیل کرنے اور اس کا بازو سے بڑا کام کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”دیکھو بی! تم تنہا نہیں ہو۔ میری بیٹی کو اغوا کرنے کی

سازش میں کوئی اور بھی شریک ہے۔ سچ بتاؤ“ وہ سلمان آفریدی کوں تھا؟“

”میں نے سلمان آفریدی کے بارے میں بالکل سچ کہا ہے۔ ہماری باقاعدہ شادی ہوئی ہے۔ میں اس کی شریک حیات ہوں۔ تم ابھی جاؤ۔ اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کی جتنی تدابیر عمل کر سکتی ہو کرنی رہو۔ بلا کر تمہیں اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے میری حفاظت کرنی رہنا پڑے گا۔“

لی ڈونا نے سانس روک لی۔ الپا دماغی طور پر پولیس افسر کے سامنے حاضر ہو گئی۔ وہ ابھی تک پچھلے اسٹیشنوں کے ریلوے پولیس افسران سے رابطہ کر کے ایک بیٹی کے اغوا کے بارے میں اطلاع دے رہا تھا۔ ٹرین جا چکی تھی۔ اس نے بیٹی سے باتیں کرنے کے دوران میں اس کے خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ کسی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹی کو بازوؤں میں لیے بیٹھی ہے اور اس کے ساتھ کوئی شخص بیٹھا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ یقیناً سلمان آفریدی تھا۔ وہ سلمان آفریدی اسی ٹرین کے کسی دوسرے کپار ٹمنٹ میں رہا ہو گا۔ جب لی ڈونا نے بیٹی کو گود میں لے کر ٹرین سے اترتی تو اس کے ساتھ سلمان آفریدی بھی آگیا اور اب وہ دونوں اس بیٹی کو لے کر کار میں کیں جا رہے تھے۔

الپا نے انسپکٹر سے کہا ”آپ میرے لیے نیکی یا کا کا بندوبست کریں۔ جتنی رقم کی ضرورت ہوگی، میں دوں گی۔“

انسپکٹر نے کہا ”آپ کو کار کے لیے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے اہم وثائق جمع کرائے ہوں گے۔“

”آپ پاسپورٹ اور کالڈزات کو چھوڑیں۔ مجھ سے زیادہ سے زیادہ رقم لیں۔ میں آپ کو ابھی بیس ہزار ڈالروں گی۔“

انسپکٹر نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ گویا ایڈمن کرنس کے مطابق دس یا گیارہ لاکھ روپے دینے کو تیار نہیں۔ وہ بولا۔ ”میری اپنی ایک ذاتی کار ہے۔ میں ابھی کچے کاغذ پر اسے تمہارے نام لکھ دوں گا۔“

”آپ فوراً لکھیں اور یہ رقم لیں۔“

اس نے بیگ میں سے بیس ہزار ڈالرنکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔ آٹھ گھنٹے کے اندر لین دین مکمل ہو گیا۔ وہ انسپکٹر کی گاڑی لے کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پچھلے اسٹیشنوں کی طرف جانے لگی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ آگے جا کر بیٹی کو ڈھونڈ نکالے گی۔ مگر امید بھی کہ شاید بیٹی کی کسی غلطی سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی بیٹی تک پہنچ سکے گی۔

بیٹی کے اغوا ہونے کے بعد بیٹی باپ پاس یاد آیا۔ آخر وہ

اس کی بیٹی کا باپ تھا۔ اسے معلوم ہوتا جا ہیے تھا کہ ملی، مہاراج کی انتہائی کارروائی سے بچنے کے لیے شخصی سی مونا کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔ الپا اور پارس کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تھے۔ ایک معصوم بچی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ پارس کا بھی فرض تھا کہ وہ بیٹی کی بازیابی کے لیے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرے اور ملی ڈونا کو نہ پکڑ کر کے سزا دے۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں آئی۔ پارس نے اپنی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ ”آؤ صدمہ جاؤ صدمہ گھر تمہارا ہے۔ بائی دادے۔ صدمہ کا نام کیا ہے؟“

وہ پارس کے پاس سے کبھی نہ آنے کے لیے مٹی مگر حالات نے غور تو فرما دیا تھا۔ وہ مجبور ہو کر آئی تھی۔ جھجکتے ہوئے بولی ”میں ہوں۔“

”خین باری میں میں یوں یوں کی تو بکری کھلاؤ گی۔ ایک بار میں کہنے کا مطلب ہے کہ بکری بننے بننے اور حوری رہ گئی ہو۔“ وہ پھر جھجکتے ہوئے بولی ”میں ہوں الپا۔“

”اوہ تم؟ کیسے راست بھول گئیں؟“

”ہماری۔ ہماری بیٹی پر مصیبت آئی ہے۔ ملی ڈونا اسے اغوا کر کے کہیں لے گئی ہے۔“

”ہوں۔ تم میری بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ اب میرے پاس آ کر یہ منوس خبر سنا رہی ہو۔“

”پارس! یہ غصہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ملی کو کسی طرح نہ پکڑ کرو۔“

”کیسے نہ پکڑ کروں؟ میں تو ملی پتی سے محروم ہو گیا ہوں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں تھی اور اب میری بیٹی کو لے کر کہاں گئی ہے؟“

”وہ اغوا میں مدراس سے ممبئی جانے والے راستے پر ہے۔ میں رات کو ٹرین میں سو رہی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر لے گئی۔ میں ایک کار میں اسی راستے پر جا رہی ہوں۔“

”ملی کو احمق نہ سمجھو۔ وہ راستہ بدل چکی ہوگی پھر وہ تمہاری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرات نہیں کرے گی۔ اس کی پشت پر کوئی طاقت ہوگی۔ کسی خاص مقصد کے لیے میری بیٹی کو اغوا کیا گیا ہوگا۔“

”مہاراج! ملی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہماری بیٹی کو اس لیے لے گئی ہے کہ ہم اسے مہاراج کے حملوں سے بچاتے رہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ملی کے ساتھ ہماری مونا پر بھی مصیبت آئے گی۔ ہاں ملی کے ساتھ سلمان آفریدی نام کا ایک شخص ہے جسے وہ اپنا شوہر کہتی ہے۔“

”جانتی نہیں، وہ کتنے شوہر بھٹکا چکی ہے۔ مجھے اس کے شوہر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں پاپا سے کہوں گا۔ وہ ملی کو نہ پکڑ کر کے گمراہ رکھو، وہ کہیں روپوش رہے گی اور میری بیٹی نہیں ملے گی تو میں تمہارا جینا حرام کر دوں گا۔“

”میرا کیا تصور ہے میں تو سو رہی تھی۔ اگر مجھے۔“

”نزدہ بکواس نہ کرو۔ میری بیٹی مجھے دایس ملے گی تو میرے پاس نہیں جانے دوں گا۔“

”نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میرے پاس رہے گی۔“

”تم اس کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ میں اپنی بیٹی تمہاری جیسی تنہا و بد رہنے والی ماں کے پاس نہیں رہے دوں گا۔“

”پارس! ایسی دشمنی نہ کرو۔ میں اپنی بیٹی کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔“

”میں اپنا آخری فیصلہ سناتا ہوں۔ فی الحال بیڑ تمہارے پاس ہے اور نہ میرے پاس ہے۔ اب ہم دونوں بیڑ سے جو اسے ملی سے چھین لے گا، وہ اسی کے پاس رہے گی۔ بیٹی کو اپنے کلیجے سے لگا کر رکھنا چاہتی ہو تو اسے کسی طرح حاصل کرو۔ مجھ سے توقع نہ رکھو کہ میں اسے حاصل کر کے تمہارے حوالے کرنے کی حماقت کروں گا۔ اب جاؤ یہاں سے۔“

اس نے سانس روکی۔ وہ اپنی کار میں دماغی طور پر حاکم ہو گئی۔ اس نے کار مزک کے کنارے روکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائے؟ اور بیٹی کو کہاں تلاش کرے؟

ایک بات تو یقینی تھی کہ پارس اس سے زیادہ ذہین تھا۔ اس کے ذرائع بھی وسیع تھے۔ وہ اس سے پہلے ہی ملک بنگالہ کی اپنی بیٹی کو لے جاسکتا تھا۔

گویا پارس بھی اس کے لیے مصیبت میں گیا تھا۔ ایک ملی سے نشتے کا مسئلہ تھا۔ اوپر سے پارس ایک پیچیدہ بی بی تھا۔ اس نے ایک کے بعد دوسری مصیبت مول لی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سو رہی تھی۔ پارس کے پاس کیوں گئی تھی؟ اب اس سے کیسے نشتے کا؟ لکڑی تھی۔ وہ لوہا تھا اور لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا تھا۔

تب پارس یاد آیا۔ وہی پارس کے مقابلے میں مونا حاصل کر کے اسے ایک ماں کے حوالے کر سکتا تھا۔ وہ پارس سے رابطہ کرنے سے پہلے تمام اچھے اور برے پسندوں پر کرنے لگی۔ وہ پچھلے دنوں خود کو ملی ڈونا ظاہر کر کے پارس کا کام آتی رہی تھی۔ بعد میں اصلیت ظاہر کر دی تھی کہ وہ

اس نے پارس کی بلا تک کے مطابق مہاراج کے بیٹے کو اغوا کیا تھا۔ بعد میں نیلماں (ثانی) مہاراج کے بیٹے اور بیٹا اور تھاپہ کو چھین کر لے گئی تھی۔ ویسے پارس یہ مانتا ہو گا کہ الپا اس کے کام آتی رہی ہے اور اب اس کا فرض تھا کہ الپا کے کام آئے۔

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی ”میں ہوں الپا۔ میرے ساتھ بہت بڑی رینجیڈ ہو گئی ہے۔ ملی ڈونا نے میری بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں وہ اسے کہاں لے گئی ہے۔“

پارس نے کہا ”یہ پارس مکاری دکھا رہا ہے۔ اس نے ملی کے ذریعے اپنی بیٹی کو تم سے چھین لیا ہے۔ ملی نے بیٹی کو باپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔“

”پارس! اپنی بیٹی کے اغوا سے بے خبر تھا۔ میں نے اسے یہ بات بتائی ہے۔ اب وہ مجھے الزام دے رہا ہے کہ میں بیٹی کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی ہوں اس لیے ہم میں سے جو بیٹی کو تلاش کر کے حاصل کرے گا، بیٹی اسی کے پاس رہے گی۔“

”ہوں اور تم نہیں چاہتیں کہ بیٹی باپ کے پاس رہے؟“

”میں بھی ایسا نہیں چاہوں گی۔ بیٹی اس کے پاس رہے گی تو مسلمان بن جائے گی۔“

”ہوں۔ یہ تو میں بھی نہیں چاہوں گا کہ وہ مسلمان بن کر پردیش پائی رہے۔“

”تم کو ایسی تدبیر کرو کہ پارس سے پہلے میری بیٹی کو ملی سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ میں پیشہ تمہارے کام آتی رہی ہوں۔ آئندہ بھی ہم دوست رہیں گے۔ پلیز میری بیٹی کو پارس کے پاس نہ بھیجئے۔ وہ اسے میرے پاس لے آؤ۔“

”ملی ڈونا کس ملک میں ہے؟“

”بھارت میں ہے۔“

”وہاں! میں ہزاروں میل دور ہوں۔ میں بھارت کے شہر ممبئی آ رہا تھا لیکن نیلماں نے طیارے کو پانی چیک کر کے ٹی ایب پہنچا دیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کا پوتائی آ رہا تھا۔ اسی طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اب وہ اسرائیل چلے چھوٹے ملک میں رہے گا تو وہ اس سے بار بار رابطہ کرے گا اس کی یادداشت دایس لائے گی۔ اسے فریاد کے توہین عمل کے اثر سے نکالے گی۔“

”نہی آ رہا تھا؟ جو جنم میں جانے دو۔ میری بیٹی کے لیے کچھ کرو۔“

”تم کسی طرح معلوم کرو کہ ملی تمہاری بیٹی کو کسی دوسرے ملک میں لے جائے گی! بھارت میں ہی رہے گی؟ ایسا نہ ہو کہ میں بھارت آؤں تو وہ کسی دوسرے ملک میں

جا چکی ہو۔“

”میں کیسے معلوم کروں؟ وہ مجھے اپنے دماغ میں نہیں آتے دیتی ہے۔“

”الپا! حتمی استعمال کرو۔ تمہاری بیٹی ڈھائی برس کی ہے۔ آنکھوں سے دیکھتی ہے، خواہ کسی کو پہچان نہ سکے۔“

کانٹوں سے آوازیں سنتی ہے، خواہ ہر طرح کی آواز نہ سمجھ سکے۔ تم بیٹی کے دماغ میں رہ کر اس کے آس پاس کی آوازیں سن سکتی ہو۔ دوسرے بولنے والوں کے لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہو۔“

”واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں اپنی بیٹی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہوں۔ میں ابھی جاری ہوں۔ جو معلومات حاصل ہوں گی، وہ تمہارے پاس آکر تھاکس گی۔“

اس کی بیٹی مونا صرف ”ماما“ ”پاپا“ اور ”آتا“ جیسے الفاظ بولتی تھی۔ ان الفاظ کی ادائیگی کا بھی ایک مخصوص لہجہ ہوتا تھا۔ مونا کی ایک مخصوص آواز اور انداز ہوتا تھا۔ الپا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس بچی کا دماغ ابھی اپنی ذاتی اور اپنی سوچوں سے خالی تھا۔ وہ سنی ہوئی باتیں سمجھ نہیں پاتی تھی اس لیے سوچ کی باقاعدہ لہر نہیں بنی تھیں لیکن اس کے قریب ملی یا کوئی اور باتیں کرنا تو الپا انہیں سن کر سمجھ سکتی تھی۔ فی الحال اس کے آس پاس کوئی نہیں بول رہا تھا۔ البتہ ملی کا بڑی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز بتا رہی تھی کہ ملی اس کی بیٹی کو پہلی کا پڑ میں کہیں لے جا رہی ہے۔

بھارت میں کوئی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی نہیں تھی اور انڈین ایئر لائن سے کوئی بلی کا پڑ ملک سے باہر جانے کے لیے کرائے پر نہیں ملتا تھا۔ وہ بھارت کے اندر ہی ایک بڑے شہر سے دوسرے بڑے شہر جا رہی تھی۔ البتہ انتظار کرنے لگی۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس شہر میں پہنچی ہے اور وہاں سے کہیں دوسری جگہ جانے والی ہے یا نہیں؟

اس نے پارس کے پاس آکر اسے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی کے ذریعے ملی کا پڑ کی آواز سن رہی ہے۔ شاید وہ ممبئی سے دہلی جا رہی ہوگی۔

پارس نے کہا ”وہ ممبئی سے کسی فلائٹ کے ذریعے کسی دوسرے ملک کی طرف جا سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے، وہ ممبئی میں خطرہ محسوس کر رہی ہو اس لیے دہلی سے کسی فلائٹ کے ذریعے دوسرے ملک جانا چاہتی ہوگی۔“

”میں ہر دس پندرہ منٹ کے بعد اپنی مونا کے دماغ میں جاتی رہوں گی۔“

اس نے ایک چھوٹے سے شہر میں جا کر ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ وہاں کمرے میں بیٹھ کر ہر دس پندرہ منٹ کے بعد بیٹی کے دماغ میں جانے لگی۔

اس سے بہت دور ممبئی کے ایک بنگلے کے بیڈ روم میں منجی مونا تنہا تھی۔ وہ ایک قاتلین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف رنگ برنگے قیمتی کھلونے بکھرے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر آن تھا اور اس ریکارڈر سے بلی کا پز کے پرواز کرنے کی آواز ابھر رہی تھی۔

الپا بھی آواز سنتی رہی تھی پھر ایسی آواز ابھری جیسے بلی کا پز کہیں اتر گیا ہو۔ اس کے گردش کرتے ہوئے پلٹے آہستہ آہستہ ٹھم رہے تھے۔ تیزی سے چلتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک کار کے دروازے کھلے اور بند ہوئے۔ کار تیز رفتاری سے جانے لگی۔ اس کار کے ریکارڈر سے میڈونا کے گانے کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔

تقریباً پون گھنٹہ بعد وہ کار رک گئی۔ بہت سی عورتوں اور مردوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک عورت کی آواز واضح تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ”میم صاحب! یہ مچھلی ایک دم تاجا ہے ایک کانٹے والا روہو ہے۔ تیس روپے میں لے لو میم صاحب!“

بلی ڈونا کی آواز ابھری ”مچھلی نہیں لینا ہے۔ جاؤ پیچھا چھوڑو۔ اوہ نان سنس۔ یہ انڈین لوگ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ہیں۔“

پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ بلی کی آواز ابھری۔ ”کیا یہ لالچ ممبئی جانے کی؟“

”ہاں جی۔ بس جانے والی ہی ہے۔“

پھر ایسی آوازیں آتی رہیں جیسے وہ ملک خرید کر لالچ میں آگئی ہو۔ لالچ کے انجن کی آواز سے پتا چلا کہ وہ سمندر میں تیزی سے جا رہی ہے۔

الپا نے پورس کے پاس آکر کہا ”وہ بلی کا پز کسی ساحلی علاقے میں اتر آتا تھا۔ بلی کسی مچھلی گھاٹ سے گزر کر ایک لالچ میں سوار ہو گئی ہے اور وہ لالچ ممبئی جا رہی ہے۔“

پورس نے کہا ”بلی سیدھے راستے سے ممبئی جاسکتی تھی مگر بہت کھوم پھر کر جا رہی ہے تاکہ وہ تمہاری نظروں میں نہ آئے۔ تم اسی طرح اپنی بیٹی کے دماغ میں جاتی رہو۔ وہ جہاں جا کر پہنچے گی، ہمیں اس جگہ کا علم ہو جائے گا۔“

”پورس! تمہیں بھارت آنا چاہیے۔“

”اگر بلی ممبئی سے کسی فلائٹ میں سوار نہیں ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی دوسرے ملک نہیں جا رہی ہے

پھر میں بھارت کے لیے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔“

الپا اس کے دماغ میں سے نکل کر پھر بیٹی کے دماغ میں آگئی۔ اسے رنگ برنگے کھلونے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے بیٹی خیالوں میں کھلونوں کو دیکھ کر ان سے کھیل رہی ہو۔ اس منجی مونا کے دماغ پر کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازیں حاوی تھیں۔

اس بیڈ روم سے ذرا دور ثانی اور پارس ڈرائنگ روم میں بیٹھے ایک ٹی وی اسکرین پر منجی مونا کو دیکھ رہے تھے اور اس کیسٹ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازیں سن رہے تھے۔ جب سے الپا اینٹی ٹیلی ویژن میٹھی دوا کے خوف سے بھاتی رہی تھی تب سے ثانی اور پارس اس کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ وہ جرم نیکی میں سفر کرتی رہی تھی، ثانی اس نیکی کے ذرا یورے اندر خاموشی سے موجود رہی تھی۔

وہ پارس کے ساتھ ممبئی سے ٹرین میں سوار ہوئی تھی۔ اسے ڈرائیور کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا کہ الپا کس اسٹیشن سے ٹرین میں سوار ہونے والی ہے۔ اس نے کاؤنٹر پر بگ کلرک سے الپا کو اسی کیمپن کا ٹکٹ دلوایا تھا جس میں ”موجودہ تھی۔ پارس“ سلمان آفریدی بنا ہوا تھا۔ ثانی سے رخصت ہو کر دوسرے کپارٹمنٹ میں چلا گیا۔

بہر حال وہ ثانی کے تعاون سے اپنی بیٹی کو اپنے ممبئی والے بنگلے میں لے آیا تھا۔ انہوں نے دو دروازے تاج حاصل کرنے کے لیے ڈھائی برس کی ایک بچی دو دن پہلے اناٹھ آشرم سے حاصل کی تھی۔ ثانی نے اس بچی کے نازک سے کوئل سے دماغ میں ”ماما“ ”پاپا“ ”تاتا“ جیسے الفاظ بالکل مونا کی آواز اور لہجے میں نقش کرائے تھے۔

وہی اناٹھ آشرم والی بچی بیڈ روم میں کھلونوں کے درمیان کھیل رہی تھی اور اس کے پیچھے کیسٹ ریکارڈر سے آواز ابھر رہی تھی۔

پارس کی اصل بیٹی مونا دوسرے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ ثانی نے مونا کو لے کر ٹرین سے اترنے کے بعد کار میں ممبئی تک سفر کیا تھا اور سفر کے دوران میں مونا کے جسم نازک دماغ سے ”ماما“ ”پاپا“ اور ”تاتا“ جیسے الفاظ مٹا دیے تھے۔ اس عمل کے نتیجے میں الپا خیال خرابی کے ذریعے اناٹھ آشرم والی ڈی مونا کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ ثانی اور پارس منجی مونا کو ایک یہودی ماں کے سائے سے نکال کر اپنے ماحول میں پران چڑھانے کے لیے ایسی چالیں چل رہے تھے۔ ان کی بچہ چال صرف یہیں تک محدود نہیں تھی۔ اس سے آگے

دوسری چال چلنے کے لیے ان کے پاس مناشا اور نتالیہ دو مہروں کے طور پر تھیں اور وہ ان بہنوں کو ابھی ایکشن میں لانے والے تھے۔

امریکا، اسرائیل، مہاراج اور پورس وغیرہ پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مہاراج اپنے طور پر چالیں چلنے کے باوجود مناشا اور نتالیہ کو قیدی بنا کر نہیں رکھ سکا۔ نیلماں ان بہنوں کو مہاراج سے بچھین کر.... لے گئی تھی۔ نیلماں کا یہ رول ٹائی اور کر رہی تھی اور تمام مخالفین اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ نیلماں نے ان بہنوں کو کہیں چھپا کر رکھا ہے۔

ٹائی نے ان بہنوں پر چند روز پہلے توہمی عمل کیا تھا۔ یہ بات ان کے ذہنوں پر نقش کی تھی کہ انہیں نیلماں ٹریپ کر کے لے گئی تھی اور ان پر توہمی عمل کیا تھا لیکن بار بار جسم بدلنے کے باعث اس کی آتما ہلکی کمزور ہو گئی ہے اس لیے اس کا توہمی عمل دہرایا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دونوں بہنوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ معمول اور تابعدار بن کر نیلماں کو دھوکا دیتی رہیں گی پھر موقع ملنے ہی وہاں سے فرار ہو جائیں گی۔

ٹائی نے پاس سے کہا ”اب انہیں فرار ہونے کا موقع دینا چاہیے۔ کیٹ ریکارڈر کے ذریعے جس لالچ کی آواز ابھر رہی ہے وہ ہمیں کے ساحل پر پہنچنے والی ہے۔ اس سے پہلے میں مناشا اور نتالیہ کو اسی ساحل پر لے جا رہی ہوں۔“

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بجنگ کے باہر پورج میں کھڑی ہوئی کار کی پیچلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ مناشا اور نتالیہ اسی بجنگ کے ایک اور کمرے میں تھیں۔ ٹائی نے ان کے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں لیا۔ وہ دونوں اپنے سامان کا ایک ایک بیگ اور ڈی مونا کو اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی بجنگ کے باہر اسی کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئیں جس کی پیچلی سیٹ پر ٹائی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ معمول اور تابعدار تھیں۔ ٹائی کی مرضی کے بغیر ان کی موجودگی کو سمجھ نہیں سکتی تھیں۔

مناشا تیزی سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے مہربانی کے اس ساحل کی طرف جانے لگی، جہاں لائیں لنگر انداز ہوتی تھیں۔ ڈی مونا، نتالیہ کی گود میں تھی اور کیٹ ریکارڈر پیچلی سیٹ پر ٹائی کے پاس تھا۔

دور ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی ہوئی الپا اٹھ کر باہر اپنی کار میں آگئی پھر اسے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے مہربانی کی طرف جانے لگی۔ وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں جاتے آتے ہوئے آوازیں سن رہی تھی۔ وہ مہربانی اس وقت پہنچی جب کیٹ ریکارڈر والی لالچ میں ایک ساحل پر پہنچ رہی تھی۔

وہ توجہ سے ریکارڈر کی آوازیں سن رہی تھی۔ اس نے ملی ڈنکا کی آواز سنی، وہ ایک عورت سے کہہ رہی تھی ”پلیز اس بچی کو ذرا سنبھالو۔ مجھے بتاؤ کیا اس گھٹا میں عورتوں کا ٹائلٹ ہے؟“

دوسری عورت کی آواز سنائی دی ”ہاں بچی مجھے دو اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں ٹائلٹ میں پہنچاؤں گی۔“

تھوڑی دیر تک قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس عورت کا سخت لہجہ سنائی دیا ”خیزو! ذرا ابھی حرکت نہ کرنا۔ اس روالور میں سائلنسر لگا ہوا ہے۔ ہمیں بتاؤ تم کون ہو۔ ہم نے تمہاری گردن کے لیے پیچھے مامک میک اب کا جوڑ دیکھا ہے۔ تم نے مامک میک اپ کیا ہے اور اس بچی کو کہیں سے اغوا کر کے لائی ہو۔“

ملی کی آواز سنائی دی ”میں نے کسی کی بچی نہیں چرائی ہے۔ یہ میری بچی ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نے مامک میک اپ کیا ہے مگر تمہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔“

”ہمیں زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔ اپنا یہ بیگ ہمارے حوالے کر دو اور اپنے بارے میں جب تک سچ نہیں بولو گی، یہ بچی تمہیں نہیں ملے گی۔ سسٹر تم اس کے چہرے سے مامک نوچ لو۔“

الپا کو پتا چلا کہ ملی کو روالور کی زد میں رکھنے والی دو عورتیں ہیں۔ ملی ضد کر رہی تھی کہ چہرے سے مامک نوچ کر نکالنے نہیں دے گی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کے درمیان جدوجہد ہو رہی ہے پھر اس عورت کی حیرت بھری آواز سنائی دی ”ارے یہ تو ملی ڈنکا ہے۔ یہ کسی کی بچی اغوا کر کے لے جا رہی ہے۔“

اسی وقت الپا نے اپنی کار ایک جگہ روک کر اس عورت کے دماغ میں پہنچ کر لگنا چاہا کہ ملی اس کی بچی کو اغوا کر رہی ہے۔ الپا کی خیال خوانی کی لہریں مناشا کے دماغ میں پہنچیں ”اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دوسری تیسری بار اس کے اندر پہنچ کر کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن وہ ٹائی کی مرضی کے بغیر الپا کو دماغ میں ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

الپا نے مجبور ہو کر پھر کار اشارت کی۔ وہ ساحل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اس نے پھر بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر آواز سنی اور چونک گئی۔ سائلنسر لگے ہوئے روالور سے گولی چلے گا دھیمسا کھٹکا ہوا تھا۔ ملی ڈنکا کی آخری کراہ سنائی دی تھی مجھ گئے ہوئے قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

الپا کو ملی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے مڑوہ ہو جانے کی تصدیق کرنا چاہیے تھی لیکن اپنی بیٹی کی اہمیت زیادہ تھی اور وہ عورتیں اس کی بیٹی کو لے جا رہی تھیں۔ اسی وقت ٹائی نے مناشا، نتالیہ اور ڈی مونا کو وہاں پہنچا دیا تھا۔

وہ دونوں ہمیں ڈی مونا کو اغوا کرنے سے باز کر ٹیکسی اینڈیز کی طرف دوڑنے لگیں۔ دوسرے راستے سے الپا اپنی کار ڈرائیو کرتی آرہی تھی۔ اس نے دور سے دونوں بہنوں کو ایک ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا۔ پوری فٹ سے چپ کر آواز دی ”مناشا! مناشا! راک جاؤ۔ میں الپا ہوں۔ پورس کی اور تمہاری دوست ہوں۔“

اس وقت تک ٹیکسی آگے نکل گئی تھی۔ الپا کی کار کے آگے دو بیوی ٹرک بے ترتیبی سے راستہ روکے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ بار بار ہارن بجا کر راستہ مانگ رہی تھی۔ بڑی شکل سے راستہ ملا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی۔ پورس کو مخاطب کر کے بولی ”میرے اور تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ میں نے ابھی مناشا اور نتالیہ کو دیکھا ہے۔ وہ ملی ڈنکا کو گولی مار کر میری بیٹی کو لے کر آگے ایک ٹیکسی میں جا رہی ہیں۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر انہیں دوستی اور حفظ کا یقین دلانا چاہتی ہوں لیکن وہ سانسیں روک لیتی ہیں۔“

پورس نے خوش ہو کر کہا ”الپا! تم بہت بڑی خوش خبری شاری ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ وہ دونوں ہمیں نیلماں کی قید سے کس طرح نکل آئی ہیں؟ ان کے حالات معلوم کرو۔ کسی بھی طرح ان کے دماغوں میں پہنچو یا اس ٹیکسی کو روکو۔ پانہیں وہ کہاں بھٹک رہی ہیں۔“

اسی وقت ٹائی خیال خوانی کے ذریعے دونوں بہنوں کے اندر پہنچ رہی تھی۔ ان کے خیالات بتا رہے تھے کہ پرانی سوچ گزریں بار بار دماغ میں آتا چاہتی ہیں اور وہ انہیں بھگائی جا رہی ہیں۔ ٹائی نے ان بہنوں کی سوچ میں کہا ”اب ہم مامک روک کر پرانی سوچ کی لہروں کو نہیں بھگائیں گے۔“

ذرا بعد الپا نے مناشا کے اندر آتے ہی کہا ”میں الپا ہوں۔ سانس نہ روکنا۔ پورس تم دونوں کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں اور ابھی نتالیہ کی گود میں جو بیٹی ہے وہ میری بیٹی ہے۔ تمہارا پیچھے کار میں آرہی ہوں۔“

مناشا نے کہا ”اچھا تو تم اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے پیچھے آرہی ہو۔ ہمیں پورس کا حوالہ دے رہی ہو تاکہ انہیں روک کر رکھیں۔“

”مہربانی کر رہی ہو۔ میں تمہاری اور پورس کی

دوست ہوں۔“

مناشا، ٹائی کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی ”پہلے ہمیں مہاراج نے کالے جاو کے ذریعے اس ملک میں بلایا۔ وہ ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا پھر نیلماں اس کے راستے کی دیوار بن گئی۔ وہ ہمیں مہاراج سے بچھین کر لے گئی لیکن اس کی آتما ہلکی اور صلاحیتیں بار بار جسم بدلنے کے باعث کمزور ہو گئی ہیں۔ اس نے ہم پر توہمی عمل کیا مگر وہ دہرایا نہیں رہا۔ وہ پارہ ٹھنوں تک تپا نہیں مصروف رہنے والی ہے۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے بجنگ سے چلے آئے ہیں۔“

الپا نے کہا ”تقدیر تمہارا ساتھ دے رہی ہے۔ مجھ پر بھروسہ کرنا۔ میں تمہیں پورس کے پاس پہنچا دوں گی۔“

”سوری! اب ہم کسی کیلچ جتنی جاننے والے یا والی پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ اگر تم دوست ہو تو دوستی کا ثبوت دو۔ ہمیں بتاؤ پورس کہاں ہے؟ ہم اس کے پاس پہنچنے کے بعد تمہاری بیٹی تمہارے حوالے کریں گے۔“

”میں دوست بن رہی ہوں اور تم دشمن کی زبان بول رہی ہو۔ میں ابھی اپنی بیٹی تم سے لوں گی۔ تمہارے پیچھے آرہی ہوں۔ تمہیں ڈانچ کر کے تمہارے دماغ میں گھس گئے ڈنکے پڑاؤں کو لے کر آؤں گی۔ تم میرے قدموں میں گر کر میری بیٹی کو میرے حوالے کر دو گی۔“

مناشا نے قہقہہ لگا کر کہا ”نتالیہ! چاقو کھول کر بچی کی گردن پر رکھو۔ جیسے ہی الپا قریب آئے اس کی بیٹی کی گردن تن سے الگ کر دو اور الپا! سنو! بیٹی کی زندگی چاہتی ہو تو جہاں ہو، وہیں رک جاؤ۔ ہمیں کسی بھی پہلی فلائٹ سے مل ایبب جانے دو۔ تم کسی دوسری فلائٹ میں آؤ۔ تمہاری بیٹی تمہیں پورس سے مل جائے گی۔“

نتالیہ.... ایک چاقو کھول کر اس کا پھل بچی کی گردن کے قریب لے آئی تھی۔ الپا نے سچ کر کہا ”چاقو ہٹاؤ۔ میں چھپا نہیں کر رہی ہوں۔ تم دونوں مل ایبب جاؤ۔ میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ چاقو ہٹاؤ۔ میری بیٹی کو زندہ رہنے دو۔“

الپا نے سوک کے کنارے گاڑی روک دی۔ پورس کے پاس پہنچ کر جھنجھلا کر مناشا سے ہونے والی باتیں بتانے لگی۔ پورس نے تمام باتیں سن کر کہا ”الپا! ذرا اٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ وہ دونوں ہمیں بار بار ٹریپ کی جاتی رہی ہیں۔ ان کی جگہ تم ہو تیں تو تم بھی کسی پر بھروسہ نہیں کرتیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ تمہاری بیٹی کو نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ تمہیں یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ بیٹی مل گئی ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے۔ تم کسی بھی فلائٹ سے یہاں آؤ۔“

میں نضحی مونا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں تل ابیب پہنچ رہی ہوں۔“ وہ دماغی طور پر کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر حاضر ہو گئی۔ ایک گمری سانس کے کرسوئے گئی کہ اس نے امریکی اور اسرائیلی اکابرین کے اجلاس میں پہلی بار مجھے چیلنج کیا تھا کہ اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں نے اس چیلنج کے جواب میں یہ جھوٹ کہا تھا کہ انتہی ٹیلی ویشن دو اس پرے کرنے والا اس کے محلے میں اس کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف آ رہا ہے تب سے وہ ٹیلی ویشن کے علم کی سلامتی کے لیے بھاگ رہی تھی اور بھاگ رہی تھی اور اب بیٹی کی زندگی بھی داؤ پر لگ رہی تھی۔

اس نے بے اختیار اپنے دونوں کان پکڑے اور دل میں کہا ”اسعدہ کبھی فریاد علی تیمور کو چیلنج نہیں کر سکی گی۔“ وہ مجھے چیلنج کر کے چھٹا رہی تھی جبکہ میں نے اسے صرف دوڑایا تھا۔ اصل چال بازی ثانی اور پارس کی تھی۔ پارس منکاری دکھانے میں کچھ کم نہ تھا۔ اس پر ثانی جیسی منکار، معاملہ فہم اور حاضر دماغ ساتھی اسے تل گئی تھی۔ دونوں نے صرف ایک کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے ایک دوسرے کو جیسا پکڑا تھا، اس پکڑ بازی میں پورس بھی گھن پکڑیں گیا تھا۔ اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ ملی ڈونا نے الپا کی بیٹی مونا کو اغوا کیا ہے اور اس بیٹی کو بھی پہلی بار نہیں، کبھی لالچ میں لے جا رہی ہے پھر ثانی اور پارس نے اس کیسٹ ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے نتاشا اور تالیہ کو پیش کیا تو پورس کے دل میں اس شبے کی گنجائش نہیں رہی کہ کوئی انہیں اغوا رہا ہے۔

ثانی نے جھگے میں واپس آکر پارس سے کہا ”میں اتر پورٹ تک گئی تھی نتاشا اور تالیہ ڈی مونا کو لے کر تل ابیب جانا چاہتی تھیں لیکن ان کے پاسپورٹ میں ڈی مونا کی انٹری نہیں تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کو رپ کر کے نتاشا کے پاسپورٹ میں مونا کی انٹری کرا دی۔“ پارس نے پوچھا ”الپا کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟“

”میں نے نتاشا کے ذریعے اسے دھکی دی تھی کہ وہ بیٹی کے قریب آئے گی تو بیٹی اسے زندہ نہیں لے گی۔ وہ بے چاری بیٹی کی سلامتی کے لیے قریب نہیں گئی۔ اگر جاتی اور ڈی مونا کو لیتی تو ہماری محنت اور منکاری رانگاں جاتی۔“

پارس نے کہا ”تمہاری شیطانلی چال کا جواب نہیں ہے۔ میری چالوں میں اچھے والے دشمن کتے ہیں کہ میں شیطان سے پہلے پیدا ہوا تھا اور میں تمہا ہوں شیطان تمہا

نہیں ہوا تھا۔ اس کی ایک منٹ بھی تھی۔ کیوں ہے؟“

”جو تمہاری منٹ ہے“ اسی سے پوچھو۔“

”اس سے پوچھنا پکار ہے۔ وہ منہ سے انکار کرتی ہے۔“

”میں اپنے بارے میں تمہیں سمجھاؤں کہ خوش ہو

میں نہ رہتا۔ میں لوہے کا چننا ہوں۔ چبانے والوں کے بازو توڑ دیتی ہوں۔“

اچانک پارس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر چیخنے لگی اور پانپتے ہوئے بولا ”کون ہے؟ یہ کون ہے؟“

”خانی فوراً میرے اندر آؤ۔“

یہ کہتے ہی وہ دوسری بار چیخ مار کر فرش پر گر ا اور باپ

بے آب کی طرح تر بنے لگا۔ ثانی دوڑتی ہوئی آئی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔

لرز رہا تھا۔ وہ بے اختیار اس سے لپٹ کر بولی ”کون ہے؟“

کس کی شامت آئی ہے؟ جو کوئی مرو کا کچر ہے، وہ میرے دان

میں آکر مروا دیکھائے۔“

پارس اس سے لپٹا ہوا گمری گمری سانسوں سے رہا تھا۔

وہ کراہتے ہوئے بولا ”میں ثانی! کسی اور مرو کو نہ ملاؤ۔“

تھا جیسے بازوؤں میں سمیٹ لینے کے لیے کافی ہوں۔ ہائے

میری آغوش میں ہمار کا کوسم سمٹ آیا ہے۔“

وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش

کرتے ہوئے بولی ”چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ بد معاش کہیں کے

میں بھول گئی تھی کہ تمہارا دماغ عجوبہ ہے۔“

”دل میں چور چھپا ہوا ایسی باتیں یاد نہیں رہتیں۔“

اب غیر مت نہ دکھاؤ۔ مجھے لوہے کا چننا چبانے دو۔“

وہ ایک دم سے ڈھیلی پڑ گئی۔

○☆☆○

اسرائیلی حکام اور دوسرے سرکاری عہدیداران اتالی

جانتے تھے کہ اتالی سے پروا کرنے والے عیارے کو نیکال

نے ہائی جیک کر کے اسرائیل پہنچایا تھا کیونکہ اس میں اس

پوتانی آر بھائی سفر کر رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا

اسرائیل میں رہے۔ اس چھوٹے سے ملک میں وہ جال

جائے گا۔ نیلماں کی نظروں میں رہے گا اور وہ رفتہ رفتہ

فریاد علی تیمور کے توکی عمل سے نجات دلائے گی۔

اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے۔ نیلماں کی آتما کسی ڈیڑھ سو

سال پوڑھی عورت کے جسم میں ساکر بھائی کے پاس آئے کی

ڈوہ اسے دادی ماں تسلیم کر کے اس کے گلے لگ جائے گا اور

اسی وقت اس کی یادداشت واپس آجائے گی۔

بہر حال بی آر بھائی کا کوئی وجود نہیں تھا اور اتفاق سے

نیلماں بھی زہریلی بن کر اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی۔ ہم

میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ پورس کے ساتھ ہے۔ حتیٰ کہ

پورس بھی اس کی اصلیت سے بے خبر تھا۔

ثانی نے خود کو نیلماں جاکر کر کے اس طیارے کو

اسرائیل پہنچایا تھا۔ وہ ایسا نہ کرتی تو نیلماں اور پورس ممبئی

پہنچنے کی گرفتار کر لے جاتے۔ اتالی کی سراغ رساں ایجنسی نے

یہ خبر ممبئی پہنچا دی تھی کہ اس طیارے سے ایک زہریلی

عورت یا زہریلا مرد وہاں پہنچنے والے ہیں۔

وہ طیارہ اسرائیل میں اترنے کے بعد پھر اپنی منزل کی

طرف روانہ ہو گیا تھا۔ نیلماں اور پورس کو اسرائیل پہنچ کر

مجھے کاموں پر مل گیا تھا۔ اسرائیلی آرمی انٹیلی جنس تک یہ خبر

پہنچ گئی تھی کہ وہ زہریلی عورت یا مریض یا مریض گئے ہیں

اور وہاں کے شہریوں کے لیے موت بننے والے ہیں۔

انٹیلی جنس والے شہریوں کو خوف و ہراس میں مبتلا

نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے بڑی رازداری سے نیلماں اور

پورس کو تلاش کر رہے تھے۔ وہ سراغ رساں خیالی بی آر

بھائی کو بھی اس لیے تلاش کر رہے تھے کہ اس کے پاس کئی

بڑے ممالک کی خفیہ دستاویزات محفوظ تھیں۔

پورس کی بار نیلماں کو سمجھا چکا تھا کہ وہ دوسروں سے

زاد اور رہا کرے۔ کسی سے گلے لگنے اور اس کے جسم میں

دانت پوسٹ کرنے کی خواہش پر قابو پائے یا پھر پورس کو

تھامے پورس کو کوئی ایسی تدبیر کرے گا کہ نیلماں کی خواہش

بھی پوری ہو جائے اور کوئی اسے زہریلی ناگن کی حیثیت سے

پہچان نہیں لے سکے۔

تھا کہ ان پر شبہ کیا جائے گا۔ وہ جس دن تل ابیب پہنچا، اس

دن شام تک نیلماں کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا تاکہ مزید دو چار

خفیہ پناہ گاہیں اپنی نظروں میں رکھے۔ کھانے کے وقت وہ

پیک کیا ہوا کھانا ہوٹل سے لے کر گھر آتا تھا۔ نیلماں کو

ڈیوڈ زائیل پیٹ میں کھاتا اور ڈیوڈ زائیل گلاس میں پانی

پلاتا تھا پھر اس پیٹ اور گلاس کو جلا ڈالتا تھا۔

باہر تفریح کے دوران میں نیلماں کا دل کچھ کھانے پینے

کو چاہتا تھا مگر وہ اپنی اس خواہش کو پکچل دیتی تھی۔ تل ابیب

میں ایک دن گزر گیا پھر رات آگئی۔ پورس کھانے کا سامان

پیک کر کے نیلماں کے ساتھ اپنے مکان میں آیا۔ اس وقت

الپا نے اس سے رابطہ کر کے پہلے تو بیٹی کے اغوا ہونے کا

دکھر استا۔ پورس کھانے کے دوران میں اسے مشورے دیتا

رہا کہ وہ بیٹی کے دماغ میں رہ کر ملی ڈونا کی مصروفیات کے

بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔

کھانے کے بعد وہ ٹھوڑی دیر تک نیلماں سے باتیں کرتا

رہا پھر اس نے کہا ”آدھی رات ہونے کو ہے۔ جاؤ اپنے

کمرے میں سو جاؤ۔“

وہ بولی ”تا نہیں تم میں کسی کشش ہے۔ میں تمہاری

سلامتی کے لیے اپنی کوئی خواہش پوری نہیں کر سکتی مگر دل

چاہتا ہے، تمہیں اپنے سامنے دیکھتی رہوں اور باتیں کرتی

رہوں۔“

”تم دن رات باتیں کرو اور مجھے دیکھتی رہو لیکن سونے

کے وقت سو جایا کرو۔ چلو اٹھو۔ تم بہت اچھی ہو۔ میری بات

مان لیتی ہو۔“

وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ پورس اس کے ساتھ کمرے میں

آیا پھر لور ”ہسٹر لیت جاؤ۔ میں باہر سے دروازہ بند رکھوں

گا۔ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھے آواز دے سکتی ہو۔

میں ساتھ والے کمرے میں رہوں گا۔“

اس نے اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر آکر دروازے کو

لاک کر دیا تاکہ نیلماں رات کو کسی وقت باہر نہ نکل سکے۔ وہ

بھی اپنے کمرے میں آکر سونا چاہتا تھا۔ اس وقت الپا نے

اسے مخاطب کرتے ہوئے خوش خبری سنائی کہ نتاشا اور تالیہ

نظر آئی ہیں اور اس کی بیٹی مونا ان بہنوں کے پاس ہے۔

یہ پورس کے لیے واقعی خوش خبری تھی۔ جسے بہن مانتا

تھا اور جس محبوبہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ وہ دونوں دشمن

نیلماں کی قید سے نکل آئی تھیں۔ نیلماں کو دھوکا دے کر

آنے کی بات میں کوئی کچا پن نہیں تھا۔ یہ ماننے والی بات تھی

کہ بار بار جسم بدلنے کے باعث نیلماں کی آتما غلطی اور

ملا جیتیں کمزور ہو گئی تھیں اسی لیے اس کا توہمی عمل بھی کمزور تھا۔ وہ اپنی توانائی بحال کرنے کے لیے تپسیا میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس طرح دونوں بہنوں کو فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ پورس کو ایک ذرا شبہ نہیں ہوا کہ ثانی اور پارس نے کوئی چال چلی ہے۔

الپا اس بات پر اعتراض کر رہی تھی کہ وہ دونوں بہنیں اس کی بیٹی مونا کو جبراً اپنے ساتھ لے جا رہی ہیں اور وہ وعدہ کر رہی ہیں کہ قتل ایبب پیچ کر وہ مونا کو الپا کے حوالے کر دیں گی۔

پورس کے دماغ میں فوراً یہ بات آئی کہ مونا کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہیے۔ الپا کی ممتا سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مونا اپنے پاس رہے گی تو وہ بیٹی کی سلامتی کے لیے بیشک بخلی جیتیگی کے ذریعے ان کے کام آتی رہے گی۔

اس نے الپا کو سمجھایا کہ وہ سب آپس میں دوست ہیں۔ اسے بھروسہ کرنا چاہیے۔ جب وہ قتل ایبب آئے گی تو مونا کو ضرور اس کی گود میں دیا جائے گا۔ الپا کو سمجھانے میں کافی رات گزرنے کی پھر وہ چلی گئی۔

پورس نے کھڑی دیکھی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ کرسی سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ دل نے کہا، سونے سے پہلے کھڑکی سے جھانک کر نیٹوں کو دیکھو۔ وہ بیداری کے دوران میں اس پر گہری نظر رکھتا تھا۔ نیند کے دوران میں بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ بعض لوگ نیند میں اپنے اندر کی چھپی ہوئی باتیں ... بڑبڑاتے ہیں یا نیند کے دوران میں چلنے پھرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب غفلت کے دوران میں چوری یا قتل کی واردات کرتے ہیں۔ جب بیدار ہوتے ہیں تو انہیں یقین نہیں آتا کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے۔

وہ اپنے بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ دے قدموں چلتا ہوا دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اس کی چوکھٹ پر لوے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے جالیوں سے جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بالکل خاموش تھی جیسے سو رہی ہو لیکن آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ پورس سے اس کی نگاہیں مل رہی تھیں لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔

اس نے آواز دی "ناصرہ!"

اس نے جواب نہیں دیا جیسے سنا ہی نہ ہو۔ اس نے دوسری بار اسے آواز دی لیکن وہ اس سے من نہ ہوئی۔ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھیں۔ بعض افراد جب سوئے ہیں

تو ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ پورس کو یقین ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اگر جانتی رہتی یا چکی نیند میں ہوتی تو مخاطب کرنے پر ضرور جواب دیتی اور اٹھ کر بیٹھ جاتی۔ وہ مطمئن ہو کر واپس جانا چاہتا تھا پھر ایک دم سے چونک گیا۔ اس نے مخاطب کیا تھا "پورس!"

نیٹوں کی آواز اسے اپنے دماغ کے اندر سنائی دی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پہلے کی طرح آنکھیں کھلی رکھے سو رہی تھی اور ایک ذرا حرکت نہیں کر رہی تھی۔ یہ شدید حیرانی کی بات تھی کہ وہ اس کی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے سوچ کے ذریعے پوچھا "ناصرہ! یہ تم ہو؟ تم میرے دماغ میں ہو؟"

ایسا کتنے وقت وہ نیٹوں کو اسی طرح نیند کی حالت میں دیکھ رہا تھا لیکن اس کی سوچ کی لمبیں کہہ رہی تھیں "پورس! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہارے دماغ میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ تم میرے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے دیکھ رہے ہو۔"

"یہ تو تم آنکھیں کھلی رکھ کر مجھے دیکھ رہی ہو۔ غصہ میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آیا۔ اب وہ نظر نہیں آ رہی تھی اور وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "میں اب بھی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر رہا ہوں۔ کیا یہ ناصرہ ہی ہے؟"

وہ بولی "تم سر کھجاتے ہوئے سوچ رہے ہو کہ میں واقعی ناصرہ ہوں یا نہیں؟ میں حیران ہوں کہ تمہیں خواب میں دیکھ رہی ہوں مگر تمہارے دماغ کے اندر کیسے بیٹھی ہوئی ہوں؟"

"تمہارے اس عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ تم نیٹوں جیتی جانتی ہو۔ تمہارے اندر کے زہر نے اس علم کو اور تمہاری زندگی کے تمام واقعات کو بھلا دیا ہے۔ آج اتفاقی سے تم نیند کی حالت میں خیال خوانی کر رہی ہو۔ یہ اچھا موقع ہے۔ تم بھولی ہوئی باتیں یاد کرنے کی کوشش کرو۔ سوچو تم کون ہو؟ تمہارا سب سے عزیز اور قریبی رشتہ دار کون ہے؟ تم کون ہو؟ سوچو ناصرہ! ہو سکتا ہے تمہارا نام ناصرہ نہ ہو۔ کوئی اور نام ہو۔ ذرا اپنے ذہن پر زور ڈالو۔"

اس نے جب یہ کر محسوس کیا۔ اب اس کے دماغ میں سوچ کی لمبیں نہیں تھیں۔ وہ چلی گئی تھی۔ شاید اپنی پہلی زندگی کو یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی ہوگی۔ پورس کی نیٹوں جیتی بحال رہتی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ میں جا کر معظم

کر رہا۔ وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہے یا وہ خواب میں نہیں جھپک رہی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ وہ کچھ یاد کرنے کے بعد اس کے دماغ میں آئے گی لیکن وہ نہیں آئی۔ وہ پھر اپنے کمرے سے نکل کر کھڑکی کے پاس آیا۔ وہ پہلے کی طرح بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں بھی اسی طرح کھلی ہوئی تھیں۔ جیسے کھڑکی کی طرف دیکھ رہی ہو اور پورس سے نظریں ملا رہی ہو۔

اس نے آواز دی "ناصرہ!"

وہ بستر خاموش لیٹی رہی۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہی تھی لیکن اس کے ہونٹ غصہ غصہ کر رہے تھے۔ جیسے وہ کچھ بول رہی ہو۔ پورس کھڑکی سے پلٹ کر دروازے پر آیا پھر دروازے کو کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے گلابی رت بھرے ہونٹ کھلے ہوئے تھے۔ سفید چمکتے ہوئے دانت یوں لگ رہے تھے جیسے ابھی کسی کے جسم میں پیوست ہوئے ہوں۔

وہ ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا "اس کے قریب جانا چاہیے یا نہیں؟ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ پتا نہیں خیال خوانی کرنے کے بعد بیدار ہو چکی ہے یا ابھی تک خواب غفلت میں ہے۔ ہونٹ جذباتی انداز میں کھلے ہوئے تھے جیسے بوت کو نکال رہے ہوں لیکن سفید نیٹوں جیتی چمکتے ہوئے دانت دھمکیاں دے رہے تھے۔

گہری رات کے سناتے میں باہر سے گیدڑ کی منخوس بجاہک آواز سنائی دے رہی تھی "او۔ او۔ او۔ او۔ او۔ او۔"

وہ نیٹوں سے دور ایک قدم کے فاصلے پر رک گیا پھر اسے آواز دی "ناصرہ! تم سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو؟" زہر بڑا بے اعتبار ہوتا ہے۔ اس کی پر اسرار نیند یا جنونی بیداری کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ وہ اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے ہونٹ متحرک ہوئے۔ اس کے منہ سے ایک بلی کی ہائے نکلی۔

"ہائے۔ پو۔ او۔ رس! ایں۔ میں۔۔"

آواز بہت ڈھمکی تھی۔ وہ ذرا قریب ہو کر سننے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تم سے لپٹ جانے کے لیے دل بری طرح چمکتا رہتا ہے۔ میرا زہر ختم نہ ہو گا۔ مجھے اپنے قاتل بنالو۔ نہیں تو میں۔ میں تم سے لپٹ جاؤں گا۔ آخری بار تمہیں چوم کر تمہارے ساتھ اپنی بھی لپٹاؤں گا۔"

وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔ وہ کسی دن، کسی بھی لمحے میں جوش اور جنون میں آکر اس طرح اس کے گلے کا باربن جاتی کہ وہ اپنی زندگی برباد کرے۔

وہ دل کی گھبراہٹوں سے اسے جانتی تھی۔ ایک حق اور انصاف کی بات پہلے بھی کہہ چکی تھی کہ پورس اس کا علاج کرانے کے تجربے کار ڈاکٹروں کی توجہ اور علاج سے اس کے اندر کا زہر ختم ہو سکتا تھا۔ بہت عرصے پہلے پارس بھی زہر ملا تھا لیکن مسلسل علاج کے نتیجے میں نازل ہو گیا تھا۔ پورس سوچنے لگا اسی طرح ناصرہ بھی نازل ہو سکتی ہے لیکن بدلے ہوئے حالات اجازت نہیں دے رہے تھے کہ وہ کسی ایک شر میں جم کر رہتا اور اس زہر لی کا علاج کرا تا۔

اس وقت وہ خوابیدہ نیٹوں کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر سنجیدگی سے سوچنے لگا "میرا دل کتنا کتا ہے کہ یہ پر اسرار ہے۔ آج یہ بھید کھلا کہ یہ نیٹوں جیتی جانتی ہے۔ یہ میرے لیے بہت زیادہ اہم ہو گئی ہے۔ اب مجھے کسی طرح بھی اس کا علاج کرانا ہو گا لیکن علاج کیسے کراؤں؟"

سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ وہ نیٹوں جیتی نہیں جانتا تھا۔ اگر پہلے کی طرح جانتا تو دو چار تجربے کار ڈاکٹروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نیٹوں کا علاج کرا تا۔ ابھی وہ جس ہسپتال میں جس ڈاکٹر کے پاس جائے گا وہاں اسے پولیس کیس کما جائے گا۔ نیٹوں کے متعلق سوالات کیے جائیں گے کہ وہ کون ہے اور کس طرح زہریل بن گئی ہے؟ اسے پولیس کسٹڈی میں رکھا جائے گا۔ کتنے ہی نیٹوں جیتی جاننے والوں کو اس کے بارے میں معلوم ہو گا پھر وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن نیٹوں جیتی خیال خوانی کرنے والی کو اپنی معمول اور کینہہ بنانے کی کوششیں کریں گے۔ یہ راز بھی کھلے گا کہ اس زہر لی کا سر بہت پورس ہے پھر وہ تمام دشمن اس کے پیچھے بھی پڑ جائیں گے۔

وہ کرسی سے اٹھ کر نیٹوں لگا۔ بار بار نیٹوں کو دیکھنے لگا۔ آج وہ دنیا کے تمام ہیرو جو اہرات سے زیادہ قیمتی ہو گئی تھی۔ نیٹوں جیتی جانتی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ اپنی ذہانت اور مکاریوں سے کام لے کر جلد سے جلد اس کا علاج کرائے گا اور اس سینہ کی اصلیت کو تمام دنیا سے چھپا کر رکھے گا۔ کسی حکمت عملی سے اس طرح اسے اپنی منہی میں رکھے گا کہ اس کی نیٹوں جیتی صرف اس کے کام آتی رہے گی۔

○☆☆○

پارس ڈانگنگ نیٹوں کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ثانی کچن میں کھانا تیار کر رہی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں

ذہانت کو چکانے اور جسمانی توانائی بحال رکھنے کی تربیت دینے کے علاوہ ہر طرح کا کھانا پکانا بھی سکھایا جاتا تھا تاکہ ہوٹلوں کے کھانے سے پرہیز کیا جاسکے۔ پارس نے ڈانگٹ نیبل پر ہاتھوں سے طبلہ بجاتے ہوئے کہا "ٹائی! بھوک لگ رہی ہے۔ کیا کچن میں بی رہو گی۔"

وہ کچن سے آتے ہوئے بولی "کھانا تیار ہے۔ ذرا صبر کرو۔"

"تم بڑی دیر سے صبر کا پیمانہ چھلکا رہی ہو۔"

ٹائی نے چیخے سے آکر اس کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر کہا "کیا بھوک برداشت نہیں ہو رہی ہے؟"

"بھئی کچ کہ رہا ہوں۔ بڑی بھوک لگ رہی ہے۔"

"تو پھر مجھے کھاؤ۔"

وہ چیخے تھی۔ پارس اسے کھینچ کر اپنی آغوش میں لے آیا پھر بولا "تم ایسی خوراک ہو جسے طبی اصولوں کے مطابق خالی پیٹ نہیں کھانا چاہیے۔"

"تم بولتے خوب ہو مگر عمل نہیں کرتے ہو۔ خواہ خواہ مجھے پکڑ لیا ہے۔ اب جانے بھی دو۔"

"اس شرط پر جانے دوں گا کہ پانچ منٹ میں کھانا میز پر لگاؤ گی ورنہ۔"

"ورنہ کیا کرو گے؟"

"میری گرفت میں ہو۔ آؤم خور بن جاؤں گا۔"

وہ ہنستی ہوئی خود کو چمڑا کر کچن کی طرف چلی گئی۔ پارس نے اس کے پیچھے آکر کہا "تمہارا ہاتھ بڑا ڈنڈا گا تو کھانا جلدی طے لگا۔"

وہ خالی پلٹیں، پیچ اور کانٹے وغیرہ لے جا کر میز پر رکھتے ہوئے بولا "تم نے متاشا اور تنالیہ کی خبر لی؟ تمہارے خیال میں الپا کیا کر رہی ہوگی؟"

وہ مختلف قسم کی ڈشیں میز پر لا کر رکھتے ہوئے بولی "وہ دونوں کل رات ہی اس بچی کو لے کر اسرائیل کے لیے روانہ ہو گئی تھیں لیکن اچانک طوفان آنے کے باعث طیارے کو روٹ بدل کر انقرہ کے ایئر پورٹ پر اتار دیا۔ ابھی وہ ہمیں انقرہ کے ایک ہوٹل میں ہیں۔"

وہ پارس کے برابر ایک کرسی پر بیٹھ کر کھانے لگی۔ پارس نے کہا "الپا اس بچی کے دماغ میں جاتی ہوگی اور ان بہنوں کے حالات معلوم کرنی ہوگی۔"

"ہاں وہ ضرور ایسا کر رہی ہوگی۔ وہ ان دونوں کے پیچھے دوسری فلائٹ میں گئی ہوگی۔ وہ اس بچی کے اندر رہ کر یہ معلوم کر چکی ہوگی کہ متاشا اور تنالیہ انقرہ پہنچی ہوئی ہیں۔ اس

طرح وہ بھی روٹ بدل کر انقرہ جا سکتی ہے۔"

"پھر تو وہ انقرہ کے اس ہوٹل میں جائے گی اور ڈی مہ کو دیکھ کر سمجھ لے گی کہ اس کے ساتھ فرار کیا جا رہا ہے۔"

"آج صبح جب تم سو رہے تھے تو میں متاشا کے پاس پہنچی تھی۔ وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے ڈی مہ کو انقرہ کے ایک تھیم خانے میں چھوڑ آئی تھی۔ وہ میرے دوسرے حکم کے مطابق یہ ہوٹل گئی ہے کہ اس بچی کو کہاں چھوڑ کر آئی ہے۔"

"لیکن الپا بچی کے اندر پہنچتی ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ بچی وہاں کے ایک تھیم خانے میں ہے۔"

"الپا کو نہیں معلوم ہو گا۔ بچی کے نازک سے دماغ میں صرف چند ہی الفاظ تھے۔ ماما، پاپا اور آتا وغیرہ۔ میں نے اس کے دماغ سے وہ تمام الفاظ اور ان کی ادائیگی کے لیے کوٹھا دیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب الپا بھٹکے گی۔ بیٹی کو تلاش کر رہے گی۔ متاشا اور تنالیہ کو اپنی بیٹی کی دشمن سمجھے گی۔ پورے سے بھی اختلافات پیدا ہوں گے۔"

"میں نے اسی لیے ایسی چالیں چلی ہیں۔ پورے نر ایب میں ہے۔ الپا اس کی دشمن بن کر اسرائیل میں اس رشتا محال کر دے گی۔"

نصیحتی موتا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ ٹائی کھانا چھوڑ کر فوراً ہی اٹھ گئی پھر وہاں سے بیڈ روم میں چلی گئی۔ ٹھوڑا دیر تک موتا کے رونے کی آواز آتی رہی پھر وہ چپ ہو گئی۔

ٹائی اسے ایک بازو میں اٹھائے دوسرے ہاتھ سے فیڈر پکڑ کر اسے دودھ پلاتے ہوئے آکر پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس سے بولی "یہ بالکل تمہاری طرح بے مہربانی ہے۔ بھوک لگنے تمہاری طرح شور مچانے لگتی ہے۔"

"مجھ سے بھی دوا ہاتھ آگے ہے۔ میں تو کھانے کے لیے تمہیں پریشان کرتا ہوں۔ یہ تم سے کھانا چھڑا دیتی ہے۔ دیکھو تمہیں کھانا چھوڑ کر اس کا پیٹ بھرتا پڑ رہا ہے۔"

"ایک ماں کو بچوں کے لیے اپنا کھانا بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ اب تو میں ہی اس کی ماں ہوں۔"

"کیا تمام عموں بن کر رہو گی؟"

"بے شک۔ جس طرح ماما (سوینا) نے میری پرورش کی ہے اور مجھے تربیت دی ہے اسی طرح میں موتا کو تعلیم و تربیت دوں گی۔ میں اس کی اپنی ماں بن کر دکھاؤں گی۔"

وہ موتا کو لے کر بیڈ روم میں چلی گئی۔ پارس مسکراتے ہوئے کھانے لگا۔ اسی وقت الپا کی سوچ کی لہروں نے ان

مطالب کیا "میں بہت مجبور ہو کر تمہارے در پر آئی ہوں۔"

وہ بولا "جب کوئی سختی کھا رہا ہو تو سائل کو اس کے دروازے پر آکر نہیں بلانا چاہیے۔ ابھی صاف کر دیا!"

"پارس! کیا مجھے آواز سے نہیں پہچان رہے ہو؟ میں الپا ہوں۔"

"بھولی ہوئی داستان ہو۔ کیسے پہچان سکتا ہوں۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی موتا کو ملی ڈونا سے بھین کر لے آؤ گے۔"

"ملی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ پاپا نے کہا ہے کہ ان کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آجائی ہیں۔ اس کا دماغ نہیں ملتا ہے۔ شاید وہ مریچکی ہے۔"

"ہاں۔ متاشا نے اسے گولی مار دی ہے۔"

وہ پارس کو بتانے لگی کہ مہیسی کے لالچ کھات میں متاشا اور تنالیہ نے ملی ڈونا کو ہلاک کیا تھا اور موتا کو اس سے لے کر پورے کے پاس ٹل ایبب جا رہی تھیں۔ راستے میں طوفان آنے کے باعث طیارہ روٹ بدل کر انقرہ پہنچ گیا۔ الپا بھی آج دوبر کو انقرہ پہنچی تو اپنی بیٹی کے دماغ میں نہ پہنچ سکی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو کبھی موتا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ ایسے میں دہی باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ یا تو وہ بچی مریچکی ہے یا اس کے دماغ سے معصوم لب ولہجے کو ملنا دیا گیا ہے۔

وہ رونے کے انداز میں بولی "میری مستانستی ہے کہ میری بیٹی زندہ ہے۔ کسی نے خویگی عمل کے ذریعے میری بچی کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔"

"متاشا، تنالیہ اور پورس ٹیلی پیٹھی سے محروم ہیں۔ انہوں نے بچی پر عمل نہیں کیا ہو گا۔"

"اس کے لیے نیلی پیٹھی جاننا ضروری نہیں ہے۔ انہوں نے کسی خویگی عمل کرنے والے کو بھاری معاوضہ دے کر ہماری بیٹی کا پرین واش کیا ہو گا۔"

"الپا! تم بیٹی کی جدائی سے بہت پریشان ہو گئی ہو۔ میں اس کا پاب ہوں۔ تم نے بچی کو مجھ سے دور لے جاتے وقت میرے دلی جذبات کا خیال کیا تھا؟"

"یہ طے دینے کا نہیں اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے کچھ کرنے کا وقت ہے۔"

"جب مہیسی میں تمہیں بیٹی نظر آئی تو تم نے مجھے اطلاع دینا دی۔ میں متاشا سے اپنی بیٹی کو چھین لیتا لیکن تم نے تمہاری سے سوچا کہ میں اپنی میرے پاس چلی جائے گی۔ تمہاری نظروں میں پورس قابل اعتماد تھا اس لیے بیٹی کو مل ایبب پہنچ کر حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ جاؤ حاصل کرو۔ جس

بچی کو تم نے دوسری بار تم کیا ہے اور اب جس سے رابطے کی کوئی صورت نہیں رہی ہے اسے میں کہاں تلاش کروں؟"

"میں باقی ہوں اب اسے تلاش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن تم بار بار نام ممکن کو ممکن بناتے ہو اور یہ تو اپنی بیٹی کا معاملہ ہے۔ تم میرے سامنے خواہ مخواہ سنگدلی دکھاؤ لیکن اپنی بیٹی کے لیے ضرور کچھ کرو گے۔"

"ہاں میں اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں کہ اپنی موتا کو واپس لانے کے لیے مجھے کچھ کرنا ہی ہو گا۔ ویسے میں جو کروں گا اس کی خبر تمہیں نہیں ہونے دوں گا۔ آئندہ تم بیٹی کا دکھڑا رونے میرے پاس نہ آنا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

ٹائی نے بیڈ روم سے نکل کر بیوی دوازے کے پاس جا کر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے کسی نے کوڈورڈز میں کہا "تپ کے گلشن میں ایک پھول کھلا ہے۔ ہم مالی ہیں۔ پھول کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔"

ٹائی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک عورت اور مرد کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے سلام کیا پھر اس کی اجازت سے اندر آگئے۔ ان کے کوڈورڈز سے تین ہو گیا تھا کہ وہ عورت پارس کی بیٹی موتا کی گورنرس بن کر اور مرد اس بچکے کا نگراں بن کر بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔ اس کے باوجود ٹائی ان کے دماغوں میں جا کر چور خیالات پڑھنے کے بعد مطمئن ہو گئی۔

○☆○

صبح پورس کی آنکھ کھلی تو اسے ناصرہ (نیلماس) یاد آئی۔ پچھلی رات کا واقعہ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اس نے اسے بستر پر سوتے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ مگر نیند میں خیال خوانی کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اور حیران ہو رہی تھی کہ وہ پورس کے دماغ میں کیسے پہنچی ہوئی ہے؟

یہ پورس کے لیے خوش آئند بات تھی کہ اس کے ساتھ رہنے والی ناصرہ نیلی پیٹھی جانتی ہے اور وہ آئندہ اس کے بہت کام آئے والی ہے۔ اس کے علم سے استفادہ کرنے کے لیے لازمی تھا کہ ناصرہ خود کو پہچانے اور اپنی پچھلی زندگی یاد کرے کیونکہ اس نے پچھلی رات کسی خواب کی روانی میں مختصر خیال خوانی کی تھی پھر خاموشی اختیار کر چکی تھی۔

مستقل خیال خوانی کے لیے لازمی تھا کہ پوری طرح اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرے اور یاد کرنے کے لیے لازمی تھا کہ

139

اور کہہ رہی تھیں کہ میرے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ میں تمہیں
آغوش میں لینے کے لیے کسی طرح تمہارے اندر سے تمام
زہر نکال دوں۔ ورنہ۔۔۔

”ورنہ کیا؟“
”تم خیندہ ہیں کہہ رہی تھیں، اگر تمہارے اندر سے زہر
ختم نہیں ہوگا تو تم کسی دن جوش اور جنون میں مجھ سے پلٹ کر
پیار کر دو گی۔ میں مریاؤں کا تو میرے ساتھ تم اپنی جان بھی
دے دو گی۔“

وہ لقمہ چباتے چباتے رک گئی۔ پورس کو گہری سنجیدگی
سے دیکھ کر بولی ”میں ایسا جاگتے ہوئے بھی سوچتی ہوں۔ کبھی
تو ایسا ہوگا کہ خود کو روک نہیں پاؤں گی اور جنون کی حالت
میں تمہیں پہلی اور آخری بار پیار کروں گی اور تمہارے
ساتھ مریاؤں کی۔“

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگی۔ اس کے بعد بولی۔
”پورس! میں بہت بری ہوں۔ تم سے روح کی گمراہیوں کے
ساتھ محبت کرنے کے باوجود سوچتی ہوں کہ اپنی خواہش پوری
کرنے کے لیے تمہارے ساتھ مریاؤں کی۔ میری موت سے
کچھ نہیں ہوگا مگر تمہیں اپنے زہر سے ہلاک کر کے ظلم کروں
گی۔“

”ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں بہت محتاط رہتا ہوں۔“
”نہیں پورس! بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ تم
دن رات اپنی موت کے ساتھ رہتے ہو۔ میں سوچتی ہوں، تم
سے کہیں دور پہلی جاؤں۔“

”کیا بالکل ہوگئی ہو؟ آئندہ مجھے چھوڑ کر جانے کی بات
کبھی نہ سوچنا۔ تم اپنے بارے میں وہ حیرت انگیز بات نہیں
جانتی ہو جو میں جانتا ہوں۔“
”میں کون سی حیرت انگیز بات نہیں جانتی ہوں جو تم
جانتے ہو؟“

”تم یقین نہیں کرو گی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔“
”کیا میں؟ ٹیلی پیتھی جانتی ہوں؟“
”ہاں۔ کل رات تم خواب دیکھتے دیکھتے خیال خوانی کی
پرداز کرتے ہوئے میرے داغ میں آئی تھیں اور مجھ سے
گفتگو کی تھی۔“

وہ بے یقینی سے پورس کو دیکھتے ہوئے بولی ”نذاق کر رہے
ہو نا؟“

”میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم اپنی پچھلی زندگی کی طرح ٹیلی
پیتھی کے ظلم کو بھی بھولی ہوئی ہو۔ تم نے کل رات میرے
داغ میں اگر مختصر سی گفتگو کی۔ خود حیرانی ظاہر کی کہ میرے

میں نے تم پر بھروسہ نہیں کیا۔ میری یہ غلطی معاف کر دو۔“
”اپا نے تمہارے پاس آکر میرے بارے میں کیا کیا کہا
ہے؟“
”اس کی بیٹی گم ہو گئی ہے۔ وہ اس کی گمشدگی کا الزام
نہیں، شائستہ اور نتالیہ کو دے رہی ہے۔“

”اس کا داغ چل گیا ہے۔ میں اس سے اس کی بیٹی کو
جی کر کیا کروں گا جبکہ وہ میری دوست بنی ہوئی تھی۔ میرے
پام آ رہی تھی۔“
”اپا بہت خود غرض ہے۔ اس سے ہوشیار رہو۔ وہ اپنی
بیٹی گمشدگی کا انتقام تم سے لینے کے لیے مجھ سے کہہ رہی
تھی کہ نتاشا اور نتالیہ انقرہ کے کسی ہوٹل میں ہیں۔ میں
انہیں تلاش کرنے میں اس کی مدد کروں۔ کالے جادو کے
زریعے ان بہنوں کو ٹیپ کروں۔“

”تم ان پر کالا جادو کرو گے تو میں بھانپا کو تلاش کر کے
نیلماس سے دوستی کروں گا۔ مجھے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا
آتا ہے۔“

”پورس! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں ان بہنوں پر کالا
جادو نہیں کر کے تم سے دوستی کرنے اور تم سے تعاون حاصل
کرنے آیا ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں اس چڑیل اپا کا کوئی
پام نہیں کروں گا۔“
”ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے کے بعد قی ایب جاؤں گا۔“

”مہاراج چلا گیا۔ نیلماس غسل کر کے ایک خوب
مورت سالباں پہن کر آئی۔ پورس نے اسے دیکھ کر کہا۔
”اس لباس میں غضب ڈھا رہی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں
بلکہ تمہاری بھری ہمار میں آؤں اور مارا جاؤں۔“
”پلے وہ اپنی تعریف سن کر مسکرائی پھر اداس ہو کر بولی۔
”میں تمام عمر تمہیں دل و جان سے چاہتی رہوں گی لیکن کبھی
تمہارے لیے موت نہیں ہوں گی۔“

”اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر ناشتا کرنے لگی۔
”ہاں نے پوچھا۔ تمہیں پچھلی رات کی باتیں یاد ہیں؟“
”یاد ہیں نہیں رہیں گی۔ پچھلی زندگی یاد نہیں آتی تو
اپنا مطلب یہ نہیں ہے کہ بارہ گھنٹے پہلے کی بھی باتیں بھول
جائیں گی۔“

”تم بھول رہی ہو۔ ذرا یاد کرو۔ تم نے کل رات خواب
دیکھا کیا تھا؟“
”خیر، ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ پورس نے کہا۔
”تمہارا دماغ نہیں آ رہا ہے۔ تم مجھے خواب میں دیکھ رہی تھیں

کی قید سے کہیں نکلتا ہے؟ کیا انہوں نے اسے اپنا معیار
اور تابعدار نہیں بنایا ہوگا؟ عقل تو یہی ہوتی ہے کہ نہ
صاحب اسے فرار ہونے کا موقع دے کر تم سب سے سارے
اسے چارے کے طور پر پیش کر کے کوئی گہری چال چل رہا
ہیں۔“

”ہاں فرہاد کے ٹکٹے سے کوئی نکل نہیں جاتا ہے۔ یہ
چال ہوگی۔ وہ چاہتا ہوگا کہ نیلماس محبت اور ممتا سے مجبور
کر پونے کے قریب آئے اور فرہاد سے دیوچ لے۔ پھر
میری کوشش ہوگی کہ میں نیلماس سے پہلے بھانپا کو حجاز
کر کے اسے اپنا قیدی بنالوں۔“
”اگر تمہاری بات سچ ہوگئی ہو تو جاؤ۔ میں ذرا مصروف
ہوں۔“

”پورس! تم بہت زبردست ہو۔ ٹیلی پیتھی سے مجبور
ہو گئے ہو۔ اس کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے
تعاون کے محتاج رہتے ہیں۔ میں بھی تمہارا تعاون چاہتا
ہوں۔ اس کے بدلے میں تمہارا مشکل سے مشکل کام کرنا
کو تیار ہوں۔“

پورس نے ناشتے کا سامان ڈاسٹنگ ٹیبل کی طرف
جاتے ہوئے کھڑکی سے دیکھا۔ نیلماس ہاتھ روک گئی اور
تھی۔ وہ ناشتے کی میز کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ”تم مجھ سے
تعاون چاہو گے کہ میں بھانپا کو تلاش کر کے اسے تمہارا
لے آؤں کروں۔“

”ہاں بس اتنا ہی چاہتا ہوں۔ تم اپنی غیر معمولی ذہانت
سے نیلماس کو دوسرے مسائل میں الجھا سکتے ہو اور اس سے
پہلے بھانپا تک پہنچ سکتے ہو۔“
”ٹھیک ہے۔ میں بھانپا کو تلاش کرنے کے لیے
ایب جاؤں گا۔“

”تم جھوٹ بول کر ٹال رہے ہو جبکہ ابھی قی ایب
ہو۔“
”میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟ کیا قی ایب
کا کرایہ تم سے وصول کروں گا؟ میں جھوٹا ہوں تو تم سے
تعاون کی توقع کیوں کر رہے ہو؟“
”پلیز ناراض نہ ہونا۔ مجھے اپنا بتایا ہے کہ
اسرائیل میں ہو۔“

”نیک میں اسرائیل میں ہوں لیکن قی ایب
نہیں برو ظلم میں ہوں۔ تمہاری خاطر قی ایب جانا چاہتا
سمجھ گئے؟ جانا چاہتا تھا۔ اب نہیں جاؤں گا۔“
”تمہیں بھولنا کا واسطہ دیتا ہوں۔ غصہ تھوکر

تجربے کا رڈ انڈر کے ذریعے اس کا علاج کرایا جائے اور
اس کے اندر سے زہر کو ختم کر کے اسے تارل بنایا جائے۔

اسے تارل بنانے والی بات پورس کے داغ میں اس
طرح سما گئی تھی کہ صبح بیدار ہوتے ہی وہ اس کی خیال خوانی
کرنے، پچھلی زندگی یاد کرنے اور اس کا علاج کرانے والی
باتیں یاد کرنے لگا پھر وہ بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔
دوسرے کمرے کے پاس آکر اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ اب
وہ آنکھیں بند کر کے سو رہی ہوئی کیونکہ چہرہ نظر نہیں آ رہا
تھا۔ وہ کوٹ بدل کر سو رہی تھی۔

اس نے آواز دے کر اسے نہیں جگایا ”اسے سونے دیا۔
ہاتھ روم میں جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کچن میں آیا۔ وہ
رات ہی کو صبح کے ناشتے کا سامان لے آیا تھا۔ فرنیچ سے
کھنکھن اور جیل وغیرہ نکال کر ناشتے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی
وقت پرانی سوچی کی لہرس محسوس ہوئیں پھر مہاراج کی آواز
سنائی دی ”میں سورہ راج یعنی مہاراج بول رہا ہوں۔“
”اجھا بولو کیسے آتا ہوا؟“

”تم میری پریشانی جانتے ہو۔ میں اپنے بیٹے میٹھ کے
لے بہت پریشان ہوں۔ نیلماس نے اسے قیدی بنایا ہے۔
میں اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں مگر وہ سانس روک لیتی ہے۔
میں اس سے کوئی سمجھو کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بات
تک کرنا تو انہیں کر رہی ہے۔“

”کیا تم نے پہلے بھی اس سے دشمنی کی تھی؟“
”تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان دوستی کے
بعد دشمنی اور دشمنی کے بعد دوستی ہوتی رہتی ہے۔ فی الحال وہ
میری دشمن نہیں ہے۔ دراصل وہ اپنے پوتے قی ایب بھانپا کے
لے بہت پریشان ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے اور
فرہاد نے اس کے پوتے قی ایب بھانپا کو قیدی بنایا ہے۔“

”قی ایب بھانپا قیدی نہیں آزاد ہے۔ وہ ایک عیارے
میں سفر کر رہا تھا۔ نیلماس نے اس عیارے کو اغوا کر کے
اسرائیل پہنچا دیا تھا۔ آج کل بھانپا قی ایب میں ہے۔ تم
اسے ڈھونڈ کر اپنی گرفت میں لو گے تو نیلماس اپنے پوتے کو
حاصل کرنے کے لیے تمہارا بیٹا تمہیں واپس کر دے گی۔“
”مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کا پوتا قی ایب پہنچا ہوا
ہے۔ تمہارے پاس آنے کا یہ فائدہ ہوا کہ بھانپا کی نشان دہی
ہوئی۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔“

”اسے امریکا اور اسرائیل کے درجنوں جاسوس تلاش
کر رہے ہیں کیونکہ اس کے پاس کئی بڑے ممالک کی اہم خفیہ
دستاویزات ہیں پھر یہ بات غور طلب ہے کہ وہ فرہاد صاحب

دماغ میں کیسے پہنچی ہوئی ہو۔“
وہ چپ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا ”پھر کیا ہوا؟“

”پھر اچانک تم میرے دماغ سے چلی گئیں۔ میں بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ تم واپس آؤ گی مگر نہیں آئیں۔ پتا نہیں فینڈ میں تمہارے اندر کہیں تحریک پیدا ہو گئی تھی کہ تم نے دو چار منٹ کے لیے خیال خوانی کی تھی۔“

”میں حیران ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے مگر تم میرے لیے سچے ہو۔ بہت اچھے ہو اس لیے یقین کر رہی ہوں۔“

”پہلے انکشاف ہوا کہ تم زہریلی ہو۔ خطرناک ہو۔ اب یہ بعید کھلا ہے کہ پراسرار ہو اور نیکی پیٹھی جانتی ہو۔ اگر مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو وعدہ کرو، کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ تمہا کہیں جاؤ گی تو قانون کی گرفت میں آؤ گی یا کوئی دشمن تمہارے زہر سے خوف زدہ ہو کر تمہیں گولی بار دے گا۔“

”میں کبھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔ تم نے مجھ پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ ایک احسان اور کرو۔ کسی طرح میرے اندر سے تمام زہر نکال دو۔“

”میں آج ہی سے اس کوشش میں رہوں گا کہ کسی بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر کو ٹیپ کروں اور اس سے تمہارا علاج کراؤں لیکن میری کوششوں کے درمیان تمہیں صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنی ہوں گی۔“

”میں ضرور کروں گی۔ مشقوں کے دوران میں زیادہ سے زیادہ دیر تک سانس روکنے کی کوشش کروں گی۔“

”تمہیں ایسی مشقیں یاد نہیں ہوں گی تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ تم شمال کی طرف رخ کر کے بے عمل کرنی رہو گی۔ مجھے امید ہے، شمال سے آنے والی مٹنا طیسی ہوا میں تمہاری خیال خوانی کو بیدار کریں گی۔ رفتہ رفتہ نیلی پتیسی کا عمل یا د آتا رہے گا۔“

وہ دونوں تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئے۔ دن کا تمام زہر نکالنے اور خاموش ہوجانے والی طبعی پتیسی کی صلاحیت کو بحال کرنے کے سلسلے میں جو فیصلہ کر چکے تھے اس پر غور کرنے لگے۔

○☆☆○

ہم نے ثمرینہ کے سردار باپ کی لاش کو بڑی سی چادر میں لپیٹ کر ایک گاڑی کے پیچھے رکھ دیا پھر ہماری تین گاڑیوں کا قافلہ کابل کی طرف چل پڑا۔ میں نے ثمرینہ سے کہا۔ ”تمہارے سردار بابا اپنی جان بچانے کے لیے کابل سے باہر آ رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے، کابل میں تمہارے لیے بھی

خطرہ ہے۔“

ثمرینہ نے کہا ”میں خطرات سے نہیں ڈرتی۔ برا آنے سے اس لیے کھڑا رہی تھی کہ اسے بابا اور پتیسی سے آنکھیں نہیں ملا سکیں گی۔ سب مجھے اغوا ہونے آہو باختر جھبجھیں گے لیکن اب بابا کو دشمنوں نے سب ہمارے قبیلے والوں پر بھی مصیبتیں آئی ہوں۔ دشمنوں نے ہمارے جان بازوں کو بھی ہلاک کیا ہو گا۔ ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا ہو گا۔ میں ان حالات میں ڈر سے لڑوں گی۔ تنہا ایک دشمن کو بھی قتل کروں گی۔ اطمینان ہو گا کہ میں نے اپنے بابا کے قتل کا انتقام لیا ہے۔“

”تم تنہا نہیں ہو۔ ہم ساتھ ہیں۔“

”میں نے تمہیں جنگجو پایا ہے۔ تم دلیر ہو لیکن تمہاری ساتھی ہتھیار ہونے کے باوجود اناڑی ہیں۔ وہ بے جا خواہ مخواہ مارے جائیں گے۔“

میں سوچنے لگا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ پتا نہیں پہنچ کر کیسے حالات پیش آنے والے تھے۔ گاڑی کے اسکرین کے پار نظر آ رہا تھا۔ دور کابل شہر میں ابھی تک بھڑک رہے تھے اور دھوئیں کے دبیز دادل دور تک بڑھ رہے تھے۔

میں نے پوچھا ”کیا ایسی کوئی پناہ گاہ ہے، جہاں میری ساتھی محفوظ رہ سکیں؟“

وہ بولی ”ہمیں دائیں طرف تانہو مارا رستے پر جانا۔ کابل کے ایک مشافاتی علاقے میں میری بہن اور بہنوئی ہیں۔ ان کی بہت بڑی حویلی میں تمہارے ساتھی آرام محفوظ رہ سکیں گے۔“

میں نے اس کے بتائے ہوئے راستے پر گاڑی موڑ دی۔ دوسری گاڑیاں ہمارے دائیں بائیں آکر ساتھ چلے گئے۔ سرفراز نے پوچھا ”تم نے راستہ بدل دیا ہے۔ کیا میں کابل سے کتر آکر آگے جا رہے ہیں؟“

میں نے بتایا کہ انہیں ایک محفوظ جگہ پہنچایا جا رہا ہے اس کے بعد میں ثمرینہ کے ساتھ کابل جاؤں گا۔ ثنائت۔ ”کہا ”بھائی جان وہاں قدم قدم پر گولیاں چل رہی ہیں۔ کے دھماکے ہو رہے ہیں۔ آپ خطرہ مول لے کر ثمرینہ کے قبیلے میں پہنچانے نہ جائیں۔“

”مجھے جانا ہی ہو گا۔ اس قبیلے کے آبائی قبرستان۔ سردار بابا کی تدفین ہوگی۔ ثمرینہ کو وہاں پہنچانا ہی ہو گا۔ شام تک واپس آ جاؤں گا۔“

میں اپنے باپ کی لاش دیکھ کر رونے لگی۔ اس کے بہنوئی نے بہن تمام ہم سفروں کے لیے حویلی میں رہنے کا انتظام کیا پھر وہ بھی اپنے سر کی تدفین کے لیے کابل جانا چاہتا تھا لیکن میں نے اور ثمرینہ اور اس کی بہن نے اسے جانے سے روک دیا۔ ”خیزی رسوا اور ادا کرنے کے لیے جانے کی ضد کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے مجبور کر دیا کہ وہ حویلی میں رہ کر مسلمانوں کی حفاظت کرے۔“

پھر میں اپنے تمام ہم سفروں سے رخصت ہو کر ثمرینہ کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ثمرینہ نے پہلے مجھے خاموشی سے دیکھا پھر تھوڑی دیر بعد بولی ”کیا تم دنیا میں اکیلے ہو؟“

”یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”جن کے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہوتا وہی خطرات سے کھیلنے ہیں۔“

”میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا بہت بڑا خاندان ہے اور تم بھی بڑے دو جوان بیٹے ہیں۔“

”پلیز اس طرح اپنی عمر نہ بتاؤ۔ شہر میں کہیں فون کرنے کا موقع ملے تو اپنے رشتے داروں سے آخری بار گفتگو کر لیتا۔“

”میں تمہارے کام آنے کے لیے ساتھ جا رہا ہوں اور مجھے موت سے ڈرا رہی ہو۔ کیا میں ڈر کر بھاگ جاؤں؟“

”میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ تم میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ویسے سچ بتاؤ، کیوں میرے لیے خطرات سے کھیلنے جا رہے ہو؟ کوئی تو بات ہوگی؟“

”ہماری دنیا میں ایک ہاتھ سے لینے اور دوسرے ہاتھ سے دینے کا رواج اتنا عام ہو گیا ہے کہ کوئی بے لوث ہو کر کسی لیکن دین کے بغیر مدد کرے تو یقین نہیں آتا کہ وہ صرف انسانیت کے ثنائت کا کام آ رہا ہے۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”تم بہت گمراہ ہو۔ دل کی بات زبان پر نہیں لاؤ گے۔“

میں خاموش رہا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ کبھی رات سے میرے بارے میں سوچتی اور متاثر ہوتی آ رہی تھی۔ اب میں اس کے باپ کی تدفین کے لیے خطرات سے کھیلنے جا رہا تھا۔ یہ ایسی بات تھی کہ اس کے دل میں میری بہت بھڑکی تھی۔ وہ یقین کے ساتھ سوچ رہی تھی کہ میں اس کا روانہ ہو گیا ہوں اور اس کی خاطر جان ہتھیلی پر لیے جا رہا ہوں۔

وہ بے شک حسین تھی۔ جوان تھی۔ میں جوان نہیں تھا۔ اسے بتا چکا تھا کہ میرے بیٹوں کی عمر اس سے زیادہ ہے

لیکن وہ اپنے ہی طور پر میرے بارے میں سوچ رہی تھی اور مجھے اپنے دل کی دھڑکنوں میں باری تھی۔

میرے صرف بیٹے نہیں تھے۔ بولی اور پتے بھی تھے۔ ایسے میں فرہاد علی تیمور کے بجائے کسی شہر کا فرہاد بننا معیوب بھی تھا اور مضحکہ خیز بھی۔ میں نے ثمرینہ کا دل نہیں توڑا۔ یہ سوچ کر خاموش رہا کہ آج رات تک اسے اس کے قبیلے میں چھوڑ کر جانا ہی ہے اس لیے فضول رومانی بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہم شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ جہاں ہم کا دھماکا ہوا تھا وہاں دھواں اور شعلے نظر آ رہے تھے پھر کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میری گاڑی کی پینچل سیٹ پر ایجنٹ سردار بابا کی لاش کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس ایجنٹ نے پینچلی رات ہمیں لوٹنے اور جانی نقصان پہنچانے کی سازش کی تھی اس لیے میں نے اسے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حویلی میں نہیں چھوڑا تھا۔ اپنا آئڈہ کار بنائے رکھنے کے لیے ساتھ لے آیا تھا۔

میں ثمرینہ کی راہنمائی کے مطابق گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ مجھے شہر کے اس علاقے کے قریب لے آئی، جہاں اس کے قبیلے کے لوگ آباد تھے۔ میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر ایجنٹ سے کہا ”بابا ہرنگلو۔“

وہ باہر نکل کر میرے پاس اگلی گاڑی کے سامنے آیا۔ میں نے کہا ”تم یہاں سے ثمرینہ کے قبیلے میں بیدل جاؤ اور وہاں کے حالات معلوم کرو پھر واپس آکر بتاؤ کہ ثمرینہ کو اس علاقے میں جانا چاہیے یا نہیں۔“

وہ عاجزی سے بولا ”آپ مجھے موت کے منہ میں بھیج رہے ہیں، اگر وہاں ثمرینہ کے مخالف قبیلے کا سردار ہو گا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں تمہا نہیں جاؤں گا۔“

میں نے کہا ”تمہارا باپ بھی جائے گا۔ تم وہاں موت کے ڈر سے نہیں جاؤ گے تو میں یہاں گولی مار دوں گا۔“

اسی نے مکاری سے سوچا کہ میرے سامنے جانا چاہیے پھر کسی گلی میں مڑتے ہی دوڑ لگاتے ہوئے فرار ہو جانا چاہیے۔

وہ بڑی تابعداری سے جانے لگا۔ ثمرینہ نے کہا ”اس کم بخت نے تم لوگوں سے دھوکا کیا تھا لیکن تم نے اسے تمہا کیوں بھیجا ہے۔ یہ کیسے بھاگ جائے گا اور ہم اس کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔“

”یہ کیسے نہیں جائے گا۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں ایک پلان سوچ رہا ہوں۔“

وہ خاموش رہی۔ میں ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گلی میں مڑنے اور نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد بھاگ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ جو راستہ قبیلے والوں کی طرف جاتا ہے، وہ اس راستے پر نہیں جائے گا۔ میں اسے اسی راستے پر دوڑا نہ لگا۔

پھر وہ رک گیا۔ ایک محلے میں جگہ جگہ مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ایک مسلح شخص نے پوچھا ”تم کون ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو؟“

اس ایجنٹ نے میری مرضی کے مطابق کہا ”میں اس قبیلے کے سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”ہم نے یہاں کے سردار کو جنم رسید کر دیا ہے۔ اب یہاں ہمارا سردار ہے۔ یہ علاقہ ہمارا ہو گیا ہے۔“

”سہرا بی کر کے مجھے نئے سردار سے ملو ایس۔ میں اسے ایک ضروری پیغام دینا چاہتا ہوں۔“

وہ شخص اسے اپنے سردار کے پاس لے جانے لگا۔ میں نے اس ایجنٹ کے ذریعے دیکھا۔ ایک کشادہ گلی میں بے شمار جوان مردوں کو رسیوں سے باندھ کر بٹھایا گیا تھا۔ ایک حویلی نما عمارت کے سامنے کئی مسلح افراد تھے۔ ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں جدید اسلحہ، کارٹوس اور پنڈر گرنیڈ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری گاڑی کے پچھلے حصے میں راکٹ لانچر تھا۔ وہ مسلح شخص اس ایجنٹ کو عمارت کے اندر لے گیا۔ وہاں ایک صحن میں قرشی دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ دسترخوان کے اطراف سردار اپنے مشیروں اور خاص تابعداروں کے ساتھ بیٹھا صبح کے ناشتے کے طور پر اچھے اور مرغ مسلح کھا رہا تھا۔

اس مسلح شخص نے وہاں پہنچ کر کہا ”امیر اکبر شاہ کا اقبال بلند ہو۔ یہ ابھی کہیں باہر سے آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔“

سردار امیر اکبر شاہ نے ایجنٹ کو دیکھ کر پوچھا ”کون ہو تم؟ مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟“

ایجنٹ نے کہا ”میں اس سردار زخموں سے چور ہو کر شہر کے باہر بھاگتا جا رہا تھا۔ آپ کے جاں باز اس کا تعاقب کر رہے تھے لیکن تین گاڑیوں والوں نے آپ کے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ ان کی جیب کا پیسہ بیکار کر دیا اور انہیں پیدل بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی۔“

امیر اکبر شاہ نے کہا ”معلوم ہے، جو بزدلوں کی طرح بھاگ کر آئے تھے، ہم نے انہیں گولی مار دی ہے۔ کیا تم یہی بات کہنے آئے ہو؟“

”میں یہ بھی پوچھنے آیا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کے

آدمیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، آپ نے ان لوگوں کو ابھی کیوں نہیں دی؟“

”انہیں کیا اہمیت دی جاتی؟ وہ تین گاڑیوں میں چند افراد تھے۔ جب شہر میں داخل ہوں گے اور ہماری طرز آئیں گے تو کتوں کی موت مارے جائیں گے۔“

”آپ کو کس گدھے مشیر نے یہ مشورہ دیا ہے کہ ان انتظار کیا جائے؟“

وہاں بیٹھے ہوئے چار مشیر غصے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ خاص تابعداروں نے بھی دسترخوان سے اٹھ کر ایجنٹ کی طرف ہتھیاروں کا رخ کیا۔ ایک تابعدار نے اہم سے کہا ”ہمیں اجازت دی جائے، ہم اسے گولیوں سے بچا کر دیں۔“

”میں ایک اہم اطلاع دینے آیا ہوں۔ کیا مجھے ہلاک کرنے سے پہلے نہیں پوچھیں گے کہ وہ اطلاع کیا ہے؟“

امیر اکبر شاہ نے کہا ”اسے ابھی زندہ رہنے دو۔ پورا جوان کیا اطلاع دینا چاہتے ہو؟“

”آپ ان تین گاڑیوں والوں کو چند افراد سمجھ رہے ہیں جبکہ وہ طالبان ہیں۔ وہ اپنی پوری فورس لانے واپس لے کر اور اب آتے ہی ہوں گے۔“

امیر اکبر شاہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے فائر تابعداروں سے بولا ”راکت لانچر مین روڈ پر لے جاؤ۔ طالبان جدھر سے آئیں، اوھر راکٹ چلائے جائیں۔ ان علاقے کے چاروں طرف اپنے جاں بازوں کو منتہر رہنے کے لیے کوہ جاؤ اور فوراً جاں بازوں کو مستعد رہنے کا حکم دو۔“

وہ سب حکم کی تعمیل کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ میں ایک تابعدار کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ عمارت سے باہر نکل کر اس گاڑی کی اسٹیرنگ سیٹ پر گیا، جس کے پچھلے حصے میں اسلحہ، کارٹوس اور پنڈر گرنیڈ کا ذخیرہ تھا۔ ان تابعدار کے پاس بھی دو پنڈر گرنیڈ تھے۔ وہ گاڑی اسٹارت کر کے اسے عمارت کے بڑے گیٹ کے پاس لایا۔ وہاں بڑے گیٹ کھول دیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا اندر آیا۔ وہاں سے عز اس صحن کی طرف جانے لگا جہاں دسترخوان کے اطراف امیر اکبر شاہ اور اس کے مشیر کھڑے ہوئے تھے۔ امیر نے اسے اسلحہ کی گاڑی کو دیکھ کر پوچھا ”یہ گاڑی یہاں کیوں جا رہی ہے؟“

گاڑی ڈرائیو کرنے والے تابعدار نے ایک گرنیڈ چالی کو دانتوں کے درمیان دباکر کھینچا پھر اسٹیرنگ سیٹ پر چھوٹی کھڑکی سے اس گرنیڈ کو پیچھے اسلحہ کے ذخیرے

پیش کیا۔ ایک مشیر نے چیخ کر کہا ”دیکھو گاڑی میں کون ہے؟ اور اسے یہاں کیوں لا رہا ہے؟“

اس وقت تک گاڑی ان کے قریب آگئی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ امیر اکبر شاہ اور اس کے مشیروں کی چیخیں مٹا دیں پھر دوسرے تیرے دھماکوں کے ساتھ عمارت کی دیواریں اور چھتیاں اڑنے لگیں۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے آسمان کی طرف جانے لگے۔ دور دور تک چیخ پکار مٹا دی دے رہی تھی۔ شمرینہ نے چونک کر پوچھا ”یہ آچانک دھماکہ کیوں ہو رہے ہیں؟ بے قصور عورتیں اور بچے مارے جائیں گے۔“

میں امیر اکبر شاہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا۔ اس امیر کی آمد سے پہلے ہی شمرینہ کے سردار بابا نے قبیلے کی تمام عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو دوسرے علاقوں کی طرف بھیج دیا تھا۔ وہاں برے حالات سے نمٹنے کے لیے صرف نوجوان تھے۔ بعد میں وہ بے چارے بھی قیدی بنائے گئے تھے۔

میں دوسرے تابعدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق دوڑتے ہوئے چیخ چیخ کر کہنے لگا ”طالبان آگے ہیں۔ طالبان راکٹ لانچر سے حملہ کر رہے ہیں۔ ہمارا سردار اور تمام مشیر مارے گئے ہیں۔ یہاں سے بھاگ چلو۔“

جب سپاہ سالار اور خاص لوگ مارے گئے تھے تو پھر بھولے چھوٹے مہرے بساط پر لیے رہ سکتے تھے؟ وہ بھی جدھر راستہ ملا، اوھر بھاگتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک وہ رہ کر دھماکے ہوتے رہے پھر خاموشی چھا گئی۔

ایک مسلح شخص دوڑتا آ رہا تھا۔ میں نے گاڑی سے باہر گرہاٹھ ہلا کر اس سے کہا ”آؤ۔ جلدی آؤ۔ یہ گاڑی تمہارے لیے رکی ہوئی ہے۔“

وہ دوڑتا ہوا قریب آیا۔ میں نے پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“

اس نے نام بتایا۔ میں نے کہا ”تم اپنے آدمی نہیں ہو۔ یہاں مرنے کیوں آئے ہو؟ واپس جاؤ۔“

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ واپس اسی علاقے کی طرف بھاگنے لگا۔ شمرینہ نے حیرانی سے کہا ”کیا یہ بالکل کا بچہ ہے؟ یہ اپنے ہتھیار سے کام لے سکتا تھا مگر تم نے واپس جانے کے لیے کہا اور یہ جا رہا ہے۔“

میں نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا ”اس ملک میں کئی آدمیوں سے جنگ جاری ہے۔ ایسے میں ہمت سے لوگ

نیم پاگل ہو جاتے ہیں۔ ابھی ہونے والے دھماکوں نے اس کے ذہن پر برا اثر ڈالا ہے۔“

میری باتوں کے دوران میں اس کا دماغ آزاد ہو گیا تھا۔ وہ بھاگتے بھاگتے رک گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اوھر سے اوھر کیوں بھاگ رہا ہے؟ اس کے سوچنے سمجھنے تک میں پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پھر بھاگتا ہوا اس علاقے میں پہنچا۔ میں اس کے ذریعے وہاں کے حالات معلوم کرنے لگا۔ بھاگنے کے دوران میں، میں نے اسے ہتھیار بھیجنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے پاس صرف ایک چاقو رہ گیا تھا۔

ایک کشادہ گلی میں شمرینہ کے قبیلے کے جوانوں کو رسیوں سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔ دھماکوں کا اثر اس گلی تک ہوا تھا۔ کچھ جوان زخمی ہوئے تھے۔ باقی صبح سلامت تھے۔ اس آواز کار نے ان سب کی رسیاں کاٹتے ہوئے کہا ”بانو شمرینہ اپنے بابا کی لاش لے کر آ رہی ہے۔ تم سب دشمنوں کے چھوڑے ہوئے ہتھیاروں کو اٹھا کر مجلس کے استقبال کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

وہ سب آزاد ہوتے ہی دوسرے گلی کوچوں میں گئے۔ جہاں جہاں دشمنوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، وہاں سے ان لاشوں کو اٹھا کر ٹرک کے پچھلے حصے میں ڈالتے گئے اور ان لاشوں کے ہتھیار اپنے پاس رکھتے گئے۔ کچھ جوان پلاسٹک کے پائپ کے ذریعے پانی بساتے ہوئے جگہ جگہ سے انسانی خون صاف کرنے لگے۔

میں اس آواز کار کے ذریعے مزید دو آدمیوں کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا اور اس علاقے کے کئی حصوں میں ان سب کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ ایک بزرگ آواز کار کے ذریعے اعلان کرایا کہ بانو شمرینہ آ رہی ہے اس لیے اپنے قبیلے کی عورتوں کو بلایا جائے۔ مجھے خیال خواتین کے ذریعے یہ تمام اہم کام نمٹانے میں خاصا وقت لگ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد شمرینہ نے بیزار ہو کر پوچھا ”تم یہاں کب تک بیٹھے رہو گے؟ میں تو بور ہو رہی ہوں۔“

”ابھی ہم تھوڑی دیر میں آگے بڑھیں گے۔“

”کچھ معلوم تو ہو کہ یہاں کیوں رکے ہوئے ہو؟“

”راستہ صاف ہو جائے خطہ مل جائے تو ہم جا سکیں گے۔“

”کیا یہاں بیٹھے رہنے سے معلوم ہوتا رہے گا کہ خطہ مل رہا ہے؟“

”لوگوں کی بھاگ دوڑ اور پریشانیوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اب دھماکہ نہیں ہو رہے ہیں۔ گولیاں نہیں چل رہی

145

ہیں۔ اگر ہم تھوڑی دیر پہلے وہاں جاتے تو کیا اس طرح زندہ سلامت رہتے؟“

وہ قائل ہو کر بولی ”تم بہت سمجھ دار ہو۔ دور سے خطرات کو بھانپ لیتے ہو۔ پتا نہیں کیوں تم مجھے عجیب و غریب سے لگتے ہو۔“

”عجیب و غریب کا مطلب کیا ہوا؟“

”یہی کہ دوسروں سے الگ لگتے ہو۔ کیسے ہی حالات پیش آئیں، ان سے نمٹنا جانتے ہو۔ مجھے تمہارے جیسے دلیر مرد کی ضرورت ہے۔ میں چاہتی ہوں تم ان مسافروں کے ساتھ نہ جاؤ۔ میرا رہ جاؤ میرے ساتھ۔“

میں نے کہا ”آہ! ایسا نہ کہو۔ میری گھروالی سن لے گی تو مجھے طلاق دے دے گی۔ میرے جوان بیٹے مجھے دھکے مار کر گھر سے نکال دیں گے۔“

”تجربہ ہے۔ تم اتنے دلیر ہو کر بیوی بچوں سے ڈرتے ہو۔“

”ہمارے قبیلے میں بیوی طلاق دے دے اور اولاد دھکے مارے تو قبیلے کے دستور کے مطابق مرد کو خودکشی کرنی پڑتی ہے۔ وہ خودکشی نہ کرے اور فرار ہو جائے تو اسے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔“

”فکر نہ کرو۔ میں اپنے قبیلے میں تمہیں تحفظ دوں گی۔“

”یعنی تم چاہتی ہو کہ میں بیوی اور بچوں کو چھوڑ دوں؟“

”میں ہر حال میں تمہیں اپنا لائف بائر بنانا چاہتی ہوں۔ تم راضی ہو جاؤ پھر تمہارے بیوی بچے کیا چیز ہیں؟ میں ساری دنیا سے تمہیں چھین کر اپنے پاس رکھ لوں گی۔“

”میری بیوی سے تم چھین لو گی۔ تم سے کوئی دوسری چھین لے گی۔ میری تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے۔ وہ چھینا جیسی میں ختم ہو جائے گی۔“

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا ”آؤ اب چلیں۔ تمہارے علاقے میں امن و امان ہو گیا ہے۔“

میں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی ”میں بے حیا نہیں ہوں۔ تم سے ایسی باتیں اس لیے کر رہی ہوں کہ تمہارے ساتھ اپنے علاقے میں جاری ہوں۔ پہلے تو اغوا ہونے والی بدای تھی۔ اب تمہارے ساتھ واپس آنے پر باتیں بنائی جائیں گی کہ میں تمہارے ساتھ پارسیا نہیں رہی ہوں۔“

”تم فکر نہ کرو۔ پہلے اپنے بابا کی آخری رسومات ادا ہونے دو پھر میں تمہارے لوگوں کے دلوں سے تمہارے سلسلے

میں جو غلط فہمی ہے اسے دور کر دوں گا۔“

تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم سردار بابا کے علاقے میں داخل ہوئے۔ ٹہرنے نہ جراتی سے اپنے قبیلے کی عورتوں اور بچوں کو دیکھا۔ وہ اپنے اپنے گھروں میں جاری تھیں۔ اس نے کہا ”جب مجھے اغوا کیا گیا تھا اسی دن صبح سردار بابا نے یہاں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو اس علاقے سے دور بھیج دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ایک دو دن میں دشمن تر کرنے والے ہیں لیکن یہ عورتیں، بچے اور بیمار بوڑھے واپس آ گئے ہیں۔“

میں نے ایک چوک کے پاس اگر گاڑی روک دی۔ یہ دونوں ہتھیار اٹھائے گاڑی سے باہر آئے اور چوک کے اونچے چوترے پر کھڑے ہو گئے۔ قبیلے کے لوگ ٹہرنے دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ وہ بزرگوں کو سلام کرتے گئی۔ جوان اسے سلام کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں مسخ افراد چوک کے اطراف جمع ہو گئے۔ وہ بلند آواز میں بولی

”میرے بابا کی عزت اور احترام کرنے والے جاننا زور! آگے اغوا کیا گیا تھا۔ اغوا ہونے والی کوئی عورت اپنے قبیلے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتی لیکن میرا خدا کو! ہاں ہے کہ میں واپس آ کر بھی ایسی ہی یا کیزہ ہوں۔ جیسی ہاں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ اسی شریف اور نیک دل شخص نے میری عزت آمیزی کی حفاظت کی ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔ ابھی تو مجھے صدمہ ہے کہ آج میں یتیم ہو گئی ہوں۔ ہمارے سردار بابا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں ان کی لاش اس گاڑی میں لے کر آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ آپ اپنے سردار کو عزت اور احترام کے ساتھ پرد خاک کر دیں۔“

لوگوں کے سر صدمے سے جھک گئے۔ وہ گاڑی کی بجلی سیٹ سے سردار بابا کی لاش نکال کر لے جانے لگے۔ ٹہرنے جس حولی نما عمارت میں اپنے بابا کے ساتھ رہتی تھی وہم کے دھاکوں کے باعث بڑی طرح کھنڈر بن گئی تھی۔ دوسری حولی میں آئی۔ سردار نے وہ حولی بنی کے لیے بنائی تھی۔ وہاں ٹہرنے سردار بابا کے خاص مشیروں اور قبیلے کے بزرگوں کے ساتھ اگر ایک بڑے سے کمرے میں بیٹھ گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ بولی ”میری ایک بہن اپنے گھر کی ہو گئی ہے۔ میری بھی شادی ہو جائے گی۔ دستور کے مطابق ہم دونوں بہنوں کے شوہروں میں جو دانا اور جنگل ہوگا، اسے سردار بنایا جائے گا۔ اگر دونوں میں سے کون سا سردار بننے کا اہل نہ ہو تو آپ بزرگوں اور مشیروں کے فیصلے

میں مطابق کسی قابل شخص کو سردار بنایا جائے گا۔ کیا میں دست کہہ رہی ہوں۔“

سب نے آئندہ میں کہا کہ وہ درست کہہ رہی ہے۔ ایک بڑے نے کہا ”آج تمہارے بابا شہید ہوئے ہیں۔ تم چالیس دن بعد کسی سے شادی کرو گی تو سردار کا فیصلہ ہوگا۔ تمہاری بہن کا شوہر ایک تاجر ہے۔ اسے قبیلے کی سرداری سے دلچسپی نہیں ہے۔“

ایک مشیر نے کہا ”تمہاری شادی ہونے تک چالیس دن کے لیے کسی کو عارضی طور پر سردار بنایا جاسکتا ہے۔ دوسرے مشیر نے کہا ”ہمارے قبیلے میں کئی ذہین اور جنگ جُو جوان ہیں۔ تم ان میں سے کسی کو پسند کر کے ان کا نام سردار بنا سکتی ہو۔“

وہ میری طرف اشارہ کر کے بولی ”میرے ساتھ یہ جوان ہے اس کا نام شہزاد ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ شہزاد کو عارضی طور پر سردار بنایا جائے۔“

”سب ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر ایک نے کہا ”محترم شہزاد کا تعلق ہمارے قبیلے سے نہیں ہے۔ یہ افغانستان کے کس صوبے سے آئے ہیں؟“

”یہ افغانی نہیں پاکستانی ہے۔ اسلام میں ذات، برادری اور قبیلے سے زیادہ انسان کے نیک اعمال اور اونچے کردار کو اہمیت دی جاتی ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ باہر سے اسلحہ منگواتے ہیں۔ آپ اس اسلحے کی ذات برادری کا حساب نہیں کرتے۔ جب آپ اپنی بات کے لیے امریکا اور دوس وغیرہ سے اسلحہ اور رقم حاصل کرتے ہیں تو باہر سے آنے والے کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ میں اس بات کی ضمانت لیتی ہوں کہ شہزاد قابل اعتماد ہے۔ لائی اور امریکی اسلحہ اور رقم کے پیچھے فریب چھپا رہتا ہے لیکن شہزاد فریبی نہیں ہے۔ ایک ذہنے دار مسلمان ہے۔“

میں کچھ عرصہ اس ملک میں رہنے آیا تھا۔ وہاں ایک لڑکے کا سردار بن کر بھی رہ سکتا لیکن میں ٹہرنے کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے سردار بنانے کے چالیس دن بعد نکاح پڑوانے کے لیے کہے گی۔

ایک بزرگ نے کہا ”باہر سے آنے والا ہماری تہذیب اور رسم و رواج کے مطابق ہونا چاہیے۔ وہ قبیلے کے ایسے خاندان سے متعلق کر کے کامیابی حاصل کرے، جو خود کو سردار بننے کا اہل سمجھتے ہیں تو ہم اسے سردار بنانے سے انکار کر کے ان کو پسند کریں گے۔“

کر کے دروازے پر سے آواز آئی ”ہم طالبان مجاہد

ہیں۔“

ہم سب نے دیکھا۔ دو بارش جوان دروازے پر کھڑے تھے۔ ایک نے کہا ”طالبان نے اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جو ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا اسے موت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔“

دوسرے نے میری طرف اشارہ کر کے کہا ”تم لوگ اس کم بخت کو سردار بنانے کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا یہ مسلمان ہے؟ اس کے سر پر گچڑی یا ٹوپی نہیں ہے اور یہ واڑھی بھی نہیں رکھتا ہے۔“

ان کے پاس ایک تیسرا مجاہد آیا۔ اس نے ٹہرنے کو دیکھ کر پوچھا ”یہاں کیا ہو رہا ہے۔ یہ اتنے مردوں کے سامنے بازاری عورتوں کی طرح بے پردہ کیوں ہے؟“

ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر کہا ”اسے دشمنوں نے اغوا کیا تھا۔ یہ ابھی واپس آئی ہے۔ اسے پردہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ ابھی پردہ کرے گی۔ جاؤ بیٹی! دوسرے کمرے میں جاؤ۔“

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایک مجاہد نے کہا ”تم بزرگ ہو کر جھوٹ بولتے ہو۔ یہاں اس شخص کو سردار بنانے کی باتیں کی جارہی تھیں۔ وہ



انہوں نے کہا: ”اے نبی! اگرچہ ہم نے اپنے آپ کو تم سے جدا کر دیا ہے، مگر تمہاری باتوں میں کیوں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہاں بیٹھنے سے پہلے اس نے پردہ کیوں نہیں کیا؟“

میں نے اس معاملے کو ختم کرنے کے لیے کہا "آپ لوگ آجھے ہیں تو میں آپ کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ آپ کی آمد سے پہلے جو بے پردگی اور بے اصولی تھی وہ اب نہیں رہے گی۔ میں نے کل سے شیو نہیں کیا ہے اور نہ کون گا۔ بارشیں بھی رہوں گا اور نوپا بھی پہنوں گا۔"

ایک نے بزرگوں اور مشیروں سے کہا ”اس طرح ٹیولیں کی صورت میں نہ بیچو۔ اپنا جرگہ سسٹم ختم کرو۔ یہاں نہ کوئی قبیلہ ہوگا اور نہ کوئی سردار۔ ہم مسلمانوں کو قبیلوں میں تقسیم نہیں ہونے دیں گے۔ چلو یہاں سے نکلو اور اپنے اپنے گھروں میں رہو۔“

سب وہاں سے جانے لگے۔ ایک بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا ”میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہارا ہوں۔“

میں نے بزرگ کے ساتھ جاتے ہوئے ان طالبان مجاہدوں کے دماغوں میں جھانک کر دیکھا۔ ان کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا۔ تشریف بھی حسین اور جوان عورت کو اس حوٹلی میں تھما دیکھ کر ہوس میں مبتلا ہو جاتا لیکن وہ دینی احکامات کی سختی سے پابندی کرتے تھے وہ خینوں دروازے کو بند کر کے حوٹلی سے باہر آتے۔

علم حاصل کرنے والے کو طالب علم کہتے ہیں۔ اردو زبان میں طالب کا جمع طلبہ ہے لیکن افغانستان میں طلبہ کے بجائے طالبان کہتے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک طالب کے ویاخبر قبضہ ہمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر اس عمارت کی طرف گیا، جہاں طالبان کے اس ٹروپ کمانڈر اپنے نائب اور دیگر مسلح جوانوں کے ساتھ موجود تھے۔

کمانڈر علاقے کے لوگوں کو بلا کر پوچھ رہا تھا کہ ذریعہ فتنے پہلے وہاں کس نے دھماکے کیے تھے؟ دوسرے قبیلے کے سردار امیر اکبر شاہ نے صبح ہونے سے پہلے علاقے پر حملہ کیا تھا۔ وہاں کے سردار بابا کو زخموں سے چور بھاگنے پر مجبور کیا تھا لیکن فتح حاصل کرنے والا وہی سردار امیر اکبر شاہ چند گنتوں بعد اپنے اہم آدمیوں کے ساتھ کس طرح مارا گیا؟ وہاں کس قبیلے اور گروہ نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ علاقے میں پھر سے سردار بابا کا قبیلہ اگر آباد ہو گیا ہے؟

امیر اکبر شاہ کے کنی آدمی قیدی بنائے گئے تھے۔ وہ بیان دے رہے تھے کہ انہوں نے زندگی میں ایسی جنگ کبھی نہیں دیکھی۔ جنگ ہو رہی تھی لیکن جنگ لڑنے والے اور امیر اکبر

شاہ کو ہلاک کرنے اور اس کے گروہ کو شکست دینے والے
نہیں آ رہے تھے۔

ایسا بیان کسی ایک بندے کا ہو تا تو بھی یقین نہیں جاتا لیکن تمام قیدی یہی بیان دے رہے تھے۔ سردار بیگم نے قیدیوں والے بھی یہی کہہ رہے تھے۔ ایک دربان نے بیان دیا کہ ایک ڈرائیور اسٹے سے بھری ہوئی گاڑی لے کر غارت گرد اندر وہاں پہنچ گیا تھا، جہاں اس کا سردار امیر کا شمارا اپنے حواریوں کے ساتھ تھا۔ اس ڈرائیور نے ہم دھماکوں سے انہیں بھی مارا اور خود بھی مر گیا۔

دو آدمیوں نے بتایا ”ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ امیر اکبر شاہ کا خاص بندہ جسے پاگل ہو گیا تھا اور اپنے ہی مسلح ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر ہلاک کر رہا تھا۔ جب اس کے ساتھیوں نے اسے پاگل سمجھ کر گولی مار دی تو وہ زخمی رہنے والوں میں سے دو سرا ساسھی جیسے پاگل ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں پر گولیاں چلانے لگا۔ ہم چھپ کر حیرانی سے یہ سارا دیکھ رہے تھے۔ آپ یقین کریں کہ امیر اکبر شاہ کے تمام مسلح افراد نے اسی طرح ایک دوسرے کو ہلاک کیا۔ جو زندہ رہے وہ یہاں سے بھاگ گئے یا پھر آپ کے قیدی بن گئے۔“

کمانڈر اور طالبان جراتی سے یہ بیان سن رہے تھے۔
کمانڈر نے کہا ”جادو ہر ایک پر اثر نہیں کرتا۔ اٹل ٹیل بیٹھی
کا علم ہے جو باری باری پوری فوج کو خون میں جٹا کر کے
خود کشی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ”میل کڈ
ٹیل بیٹھی جانے والا ہے۔ اسی نے امیر اکبر شاہ اور اس کی
پوری فوج کے دماغوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کے
ہلاک کرنے پر مجبور کیا ہے۔“

میرا آواز کار وہاں پہنچا ہوا تھا۔ میں اس کے ذریعے پہلے
ہونے والی گفتگو کر رہا تھا پھر میں کمائز کے دماغ میں پہنچ گیا
اس کے خیالات پر چڑھنے لگا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہوا ہوا تھا
کہ کوئی ٹیلی ویشن جاننے والا یہاں کیسے پہنچ گیا؟ کیا وہ یہاں
دماغ میں بھی آسکتا ہے؟ ہاں آسکتا ہے۔ مجھے مختصر ملاحظہ
چاہیے۔ اس سے سامنا کرنا اور اسے اپنی آواز میں نہ
چاہئے۔

ایک قیدی نے کہا "مجھے یاد آیا کہ میرے ساتھ کچھ ایسا ہو چکا ہے
میں ایک گھنٹے پہلے دھاکوں اور اندھاوند چلنے والی کوئل
سے بچنے کے لیے بھاگ رہا تھا۔ مختار کے علاقے میں ایک
سڑک کے کنارے پیچیدہ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص ایک
جوان عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گاڑی سے باز
اگر میرا نام پوچھا۔ میں نے نام بتایا۔ اس نے کہا۔ اوہ

عام آ رہے ہو۔ واپس جاؤ۔ اس کی بات سن کر نہ جانے کیا کہہ ہوا، میں واپس اس علاقے میں آ گیا۔ موت سے ڈر کر بھاگ رہا تھا مگر بھاگ نہ سکا۔ یہاں آتے وقت سوچا کہ دوسرے راستے سے بھاگ جاؤں مگر ایسا لگ رہا تھا کہ میں اسے اختیار میں نہیں ہوں۔ میں بے اختیار یہاں آکر بیٹھنے لگا۔ پھر پتے نے مجھے قیدی بنایا۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے جادو کیا تھا یا پھر چلی پتی کا عمل کیا تھا۔“

سکمانڈر نے اس کی باتیں سن کر اپنے لوگوں سے پوچھ لیا: ”یہاں کوئی کئی عورت کے ساتھ تھکرویں آیا ہے؟“

قبیلے کے ایک شخص نے کہا: ”ہمارے سردار مرحوم کی بیٹی شہزادہ کے ساتھ ایک انجی آیا ہے۔ اس کے پاس تھکرو

کمانڈر نے کچھ سوچ کر وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا ”میں
نوبی دیر کے لیے تھما لی چاہتا ہوں۔ ابھی ایک آدھ گھنٹے
میں واپس آؤں گا۔“

وہ اپنے سب جہاں ٹاپوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں ایک پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ایک کرسی پر آکر بیٹھنے ہوئے بولا ”اکثر تم میرے اندر ہو تو سمجھ رہے ہو کہ میں جلوت سے اٹھ کر غلطی میں کیوں آیا ہوں؟“ تم مجھ سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتے

”تم کون ہو؟ میاں کس مقصد کے لیے آئے ہو؟“
 ”میں فرما دیں تیور ہوں۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہے؟“
 اسے جی سی لگ گئی۔ اس کے دماغ کے اندر دھماکے
 سے بھر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ طالبان تنظیم کا راز
 ان کے لیے کھل جائے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تنظیم کے قیام اور
 اس کی فتوحات کے بارے میں جیراں ہے۔ سب کے ذہنوں
 میں یہ سوالات ہیں کہ یہ تنظیم چاکا کیسے ابھر آئی ہے اور
 دیکھتے دیکھتے افغانستان کے تین چوتھائی حصوں پر کیسے قبضہ
 کر لیا؟

یہ طالبان پہلے محض طالب علم تھے۔ وہ اپنی ملکی سیاست کو کسی حد تک سمجھتے ہوں گے لیکن بین الاقوامی سیاست ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ محنت مشقت کرنے والے طالبان مستقل روزگار اور زندگی گزارنے کے دوسرے وسائل سے محروم تھے۔ عالمی قوتیں وہاں برسوں سے خانہ جنگی کر رہی تھیں۔ یہ طالبان اس خانہ جنگی کو ختم کرنے کے ذرائع سے بھی محروم تھے۔

پھر اچانک یہ طوفان کی طرح اٹھے اور تمام نمد مجاہد کلاٹ والے گرد ہوں کو پساکرتے ہوئے افغانستان کے بیشتر صوبوں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ اب ان کے پاس ٹینک،

بمتر بند گاڑیاں، مٹی بیل میزائل اور دیگر جدید ہتھیار ہیں اور ان ہتھیاروں کو مشائی سے چلانے والے ماہرین بھی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہیں پڑھنے والے طالبان کو میزائل چلانے اور بجلی کا پڑ اور جہاز اڑانے میں مہارت کیسے حاصل ہوگئی اور کونوں اور اربوں ڈالرز کا یہ سامان ان کے پاس کہاں سے آتا ہے؟

میں کمانڈر کی کھوپڑی میں بیٹھ کر اس راز سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا کہ اسی وقت چونک گیا۔ خیال خوانی چھوڑ کر دماغی طور پر اس بزرگ کے مکان میں حاضر ہو گیا جو مجھے شہریت کی حویلی سے وہاں لایا تھا۔

میں نے خیال خوانی سے چونک کر دیکھا۔ میرے کمرے کے دیوانے کو زوردار لٹ مار کر کھولا گیا تھا۔ تین مسلح جوان کھانکھوف لے کر اندر آئے پھر میری چارپائی کے چاروں طرف پہنچ کر مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے دھکی دی "خبردار! ذرا بھی حرکت کرو گے تو حرام موت مارے جاؤ گے۔"

میں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بزرگ شخص جو مجھے اسی مکان میں لایا تھا، وہ بیچ چوکھٹ پر کھڑا مسکراتے ہوئے بیچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ میری موت کا سامان کر چکا ہے۔

[illegible]

میں نے افغانستان میں سفر کرنے کے دوران میں سیکڑوں مخالفین مارے تھے۔ ذہانت اور ٹیلی جیتھی کے استعمال سے ہزاروں بھی مار سکتا تھا۔ فی الوقت تین افراد اچانک کلاشکوف لیے میرے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ میں ذرا سی بھی حرکت کرتا تو وہ مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیتے۔

بائیں شیر کو پھینک دیتا ہے مگر چیونٹی سے پریشان ہو جاتا ہے۔ میری بھی کچھ ایسی ہی مثال تھی۔ میں ان تینوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ گولے بنے ہوئے تھے۔ میں کسی کی بھی آواز سن کر اس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔

دروازے پر جو مولوی کھڑا بیٹھ رہا تھا وہ ٹہرنے کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹہرنے مجھے قبیلے کا سردار بنا کر مجھ سے شادی کرے اسی لیے وہ میری موت کا سامان کر کے آتا تھا۔

میں نے کہا ”مولوی صاحب! میں نے تمہارے پورے قبیلے کو دشمنوں سے بچایا۔ قبیلے کے سردار کی بیٹی ٹہرنے کو عزت و آبرو کے ساتھ یہاں لایا۔ کیا میں نے جرم کیا تھا کہ مجھے سزائے موت دینے کے لیے انہیں ساتھ لائے ہو؟“

مولوی نے کہا ”یہ صرف تین نہیں ہیں۔ اس مکان کے اطراف درجنوں مسلح افراد ہیں۔ اگر چالاکی سے بچ کر نکلو گے تو باہر گولیوں سے چھلنی کر دیے جاؤ گے۔“

”مولوی صاحب! تم سے میری کیا دشمنی ہے؟“

جا کر بند ہو گیا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے چور خیالات دیکھوں اور یہ معلوم کروں کہ انہیں سرمایہ اور ہتھیار کہاں سے پہنچائے کیے جا رہے ہیں اور ان کا استعمال کون کس طرح کر رہا ہے۔ اس مکانڈر نے ایک کمرے میں بند ہو کر فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے دوسرے علاقے کے مکانڈر کو اطلاع دی تھی کہ وہاں فریاد علی تیمور موجود ہے۔ اس کی اطلاع فوراً ہمارے مہمان آقاؤں کو دی جائے پہلے میں اس مکانڈر کے اندر موجود تھا۔ اگر مسلسل موجود رہتا تو اسے دوسرے علاقے کے مکانڈر سے رابطہ کرنے کا موقع نہ دیتا۔

بہر حال جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ فون بند کر رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ کمرے کا بند دروازہ کھول کر تیزی سے باہر آیا پھر ایک جیب میں بیٹھ کر اسے اشارت کرنے لگا۔ اس کے مسلح محافظ پیچھے بیٹھ گئے تھے۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اس مکان کے سامنے آیا جہاں میں قیدی بنا ہوا تھا اور میرے مخالفین مجھے کسی بھی گولی مار سکتے تھے۔

اس سے پہلے مکانڈر کی جیب آکر رک گئی۔ مکان کے اطراف جتنے مسلح افراد تھے، انہوں نے فوراً آئینش ہو کر اسے سیلوٹ کیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے کے اندر آیا۔

مولوی اسے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ مکانڈر نے آتے ہی مجھے گلے لگا کر کہا ”آپ میرے دوست فریاد علی تیمور! تم میرے ملک میں آئے اور مجھے خبر نہیں ہوئی۔“

مسلح افراد کے ہتھیار نیچے جھک گئے۔ مکانڈر نے پوچھا ”کیا تم لوگ میرے یار کو گولی مار رہے تھے؟“

ایک نے کہا ”مولوی معتز اور قابل احترام ہوتا ہے۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ ہماری راہنمائی کرتے ہوئے تباہ تھا کہ اس قبیلے میں ہمارے دشمن کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اس مولوی نے آپ کے دوست کو دشمن ظاہر کیا ہے۔“

مکانڈر میری مرضی کے مطابق مولوی کو کھڑ کر لیا۔ ”یہ تمہارے سردار کی بیٹی کو بخیریت قبیلے میں لایا ہے؟“

مولوی نے کانپتے ہوئے کہا ”جی آقا! یہ سردار کی بیٹی کو پہنچانے آیا تھا۔“

”کیا ہم افغانی اپنے محسن اور قبیلے میں آنے والے مہمان کو گولی مارتے ہیں۔“

”آقا! ہم ایسا نہیں کرتے مگر بات دوسری ہے۔“

”جو اس مت کرو۔“

اس نے تینوں آدمیوں کو حکم دیا ”اس مولوی کو باہر لے جا کر گولی مار دو۔“

وہ گڑگڑا کر معافیاں مانگنے لگا لیکن وہ اسے پکڑ کر باہر لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے تین گولیاں چلنے کی آوازیں سنی۔ تینوں نے اس مولوی کو ایک ایک گولی ماری تھی۔ مکانڈر نے میرے ایک بازو پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ”بولو دست! اور کیا چاہتے ہو؟“

میں نے اس کے بازو پر ہاتھ مار کر کہا ”میرے ساتھ بری گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور پیچھے علاقے سے جوال غنیمت ہٹ کر لائے ہو، اس میں سے تمام میرے جواہرات میرے ڈالے کرو۔“

کبھی نہ ماننے والی بات تھی لیکن اس کی کھوپڑی برے قبضے میں تھی اور میں اسے لے کر وہاں جانا چاہتا تھا جہاں میں اپنے پاکستانی ہم سفرین شائستہ، زبیر، زینہ، محبوب، فرماؤ رب نواز اور عرفان کو ٹہرنے کے بہن اور بہنوئی کے پاس بھافتا چھوڑ آیا تھا۔ میرے وہ تمام ہم سفر ٹہرنے کی رہا اور بہنوئی کی حویلی میں محفوظ تھے۔

مکانڈر نے میری مرضی کے مطابق تمام میرے اور جواہرات ایک جہزے کے بڑے تھیلے میں بھر دیے پھر وہاں ہمارے مرکزی اڈے سے نکل کر دوبارہ میرے پاس اگلی بیل پانچ بیٹھ گیا۔ میں اس حویلی کی طرف چل پڑا۔

میں نے مکانڈر کے دماغ کو ڈرا ڈھیل دے دی۔ وہ بیک کر کھینچ دیکھنے لگا پھر اس نے خود کو ایک پیکر و میں پایا۔ لاڈلی تیز رفتاری سے جاری تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنے پاس کو ٹھولا۔ شاید اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو۔ میں نادان تھا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار یا موبائل فون چھوڑ دیا۔ میں نے کہا ”فون بھی نہیں ہے، ورنہ تم دوسرے علاقوں تک آج ہی بے بسی کی اطلاع پہنچا دیتے۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”میں تمہیں چرے سے نہیں پہنچاتا۔ فریاد علی تیمور ہو۔“

”ہاں۔ تم نے وہاں اپنے مرکزی اڈے کا کمر بند کر کے اپنے دماغ میں سوال کیا تھا۔ کیا میں فریاد علی تیمور ہوں اور تم نے فریاد ہونے سے انکار نہیں کیا تھا پھر میں خاموش ہوا تھا۔ میری خاموشی نے تمہیں سمجھایا کہ میں جاچکا ہوں۔ تم نے موبائل کے ذریعے دوسرے مکانڈروں کو مجھے بارے میں اطلاع دی۔ ان سے کہا کہ وہ تمہیں امداد دینے والے آقاؤں کو اطلاع دے دیں کہ فریاد علی تیمور افغانستان پہنچا ہوا ہے۔“

”ہاں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی تھی۔ ہم مسلمان ہیں، ہمیں آپس میں تصفیہ کرنا چاہیے تھا۔ کسی غیر ملکی آقا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے تھا۔“

”اسے غلطی نہیں، سیاست کہتے ہیں۔ ہم کابل سے آرہے ہیں۔ تمہارے آقا مجھے تلاش کرنے، گھبرنے اور مار ڈالنے کے لیے وہاں اپنا سارا زور لگا دیں گے لیکن یہ نہیں سمجھ پائیں گے کہ میں تمہیں کہاں لے جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا تاکہ تم میرے خلاف پینام بری کر سکو۔“

”میں قسم کھاتا ہوں۔ آپ کے خلاف کبھی ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہوں گا۔“

”تمہارا دین ایمان کیا ہے۔ آپس میں برسرِ پیکار دونوں طرف کے لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ باجماعت نمازیں پڑھتے ہیں۔ دونوں طرف اکثریت ایسے جوانوں کی ہے، جو عالمی سیاست کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے افغانستان کو آباد اور خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے مکانڈر کو حق بجانب سمجھ کر ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔“

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا ”پاکستانی عوام بھی معصوم اور عالمی سیاست سے بے خبر تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ ایک سرطانت کی مدد کے ذریعے افغانستان سے روس کو بھگا رہے ہیں۔ وہ بھاگ گیا مگر پاکستان میں منشیات اور کلاشکوف کلچر آگیا۔ اس سے پہلے یہ لغتیں پاکستان میں نہیں تھیں۔“

”تمہارا مستقبل بھی یہی ہے۔ یہاں سے پورے ایشیا میں منشیات کی ترسیل تمہارے لیے آسان بنا دی جائے گی اور تمہاری آئندہ نسلیں کتابیں نہیں، ٹی ٹی اور کلاشکوف لے کر گلی کوچوں میں گھومتی رہیں گی۔ تمہیں صرف مالی منافع ہو رہا ہے مگر تمہارا آقا چین کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے یہ سب کر رہا ہے۔“

”ایسا ہم نہیں ہونے دیں گے۔“

”تمہارے جیسے چند مکانڈروں نے مل کر اپنا ایک افغانی سردار بنایا ہے۔ وہی سرمایہ دار سے رابطہ رکھتا ہے۔ خود یہ نہیں سمجھتا کہ عالمی سطح پر کون سا ملک کس ملک کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ تم اور تمہارا سردار صرف ان کی بساط کے مہرے بن کر کرڈوٹ افغانی روپے حاصل کر رہے ہو اور تمہارے پاس ایسے جدید ہتھیار ہیں جنہیں دوسرے ممالک دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔“

”تم سمجھتے ہو، ہماری نیت نیک نہیں ہے جبکہ ہم یہاں

اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔

”اسلام میں جبر ممنوع ہے۔ تم کسی کو زور زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس طرح دین اسلام سے بے زاری پیدا ہوتی رہے گی۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے احکامات کو سمجھنے بغیر عمل کو گئے تو یہاں بھی ایسا اسلامی نظام قائم ہوگا جس میں منیات اور کلا شکوف پھرجام ہوگا۔“

میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کمانڈر کو اس حوالی کا پتا چلے جہاں میرے پاکستانی ہم سفر محفوظ تھے اور میری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

میں گاڑی کو یونہی مختلف راستوں میں گھماتا رہا تاکہ وہ یاد نہ رکھ سکے کہ ہم کتنے موڑ مڑتے رہے ہیں۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد اس حوالی کے سامنے آگیا۔ وہاں سب ہی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے گاڑی سے اتر کر ٹرمینل کے ہنوتی کے قریب آکر کہا ”میں ایک کمانڈر کو اغوا کر لایا ہوں۔ تم اپنی آواز نہ سناؤ اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہونے دو کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

میزبان نے دھیمی آواز میں کہا ”میں حیران ہوں کہ تم نے کمانڈر کو کیسے اغوا کیا ہے۔ تمہیں جلد سے جلد اس ملک کو چھوڑ دینا چاہیے۔“

میرے تمام ہم سفر اپنی اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ میں نے کمانڈر کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے قیدی بنا کر اپنے پاس والی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ اب وہ ہچکلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اپنے ساتھ والی اگلی سیٹ پر ٹرمینل کو دیکھ کر چونک گیا۔ ”تم؟ تم یہاں کب آئیں؟“

اس نے ناراضگی سے منہ پھیر لیا۔ میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے گاڑی اشارت کی پھر ہمارا قافلہ چل پڑا۔ سرفراز نے اپنی گاڑی میرے برابر لاکر کہا ”آپ صبح سے اب تک کہاں رہے اور کیا کرتے رہے؟ یہ ہمیں کسی حد تک معلوم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں کہیں رک کر کرنی منزل کا تعین کرنا چاہیے۔ پتا نہیں آگے اور کتنے پر خطر راستے ہیں۔“

میں نے کہا ”ہم کہیں رکیں گے اور بائیں کریں گے۔ مجھے ایسے کمانڈروں کی پشت پناہی کرنے والوں کا انتظار ہے۔ وہ کسی طرح مجھ سے رابطہ کریں گے۔“

پھر میں نے پوچھا ”یہ میرے پاس بیٹھی ہوئی محترمہ (ٹرمینل) اپنے ہنوتی کی حوالی میں کب آئیں گی؟“

سرفراز نے کہا ”آپ کی آمد سے ایک گھنٹہ پہلے چل رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ کو ایک کمرے میں قید کیا جائے گا۔ لیکن... اسے یقین تھا کہ آپ کھن میں سے بال کی طرح باہر سے نکل آئیں گے۔ اس نے آپ کے بارے میں ایسی چیزیں انگیز بائیں بتائی ہیں کہ سن کر یقین نہیں آ رہا ہے۔ آپ ٹرمینل کے باپ کے دشمن قبیلے کو خفا شکست دی۔ انہیں ہونے کے کھاتے اٹا رہا یا پھر بھاگنے پر مجبور کیا۔ اب کمانڈر کو انہیں کر کے لے آئے ہیں۔“

رپ نواز نے کہا ”خدا کی قسم! تم سپر مین سے بھی زیادہ اونچی چیز لگ رہے ہو۔“

میں نے ہنسنے ہوئے کہا ”پلیز میری ایسی تعریفیں نہ کرو۔ میں کسی کی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔ فی الحال خاموشی چاہتے ہوں۔“

ہمیں گائیڈ کرنے والا ایک قیدی سرفراز کے ساتھ قید اس نے گاڑی آگے بڑھانے سے پہلے کہا ”یہ تو معلوم ہو کہ ہمیں کس راستے پر جانا ہے۔“

”ابھی بتاتا ہوں۔“

میں نے اپنی گاڑی روک دی۔ کمانڈر سے کہا ”گاڑی سے اتر جاؤ۔ آنکھوں پر پٹی رہنے دو۔“

وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولا ”میں جانتا ہوں تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ میری آخری خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے مجھے آنکھوں پر سے پٹی ہٹائے دو۔ میں اس دنیا کی آخری بار دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”تم نے بہت دنیا دیکھی اور یہ آخری خواہش تمہاری نہیں اس کی ہے جو تمہارے دماغ میں چھپا بیٹھا ہے۔“

آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔“

میری بات فتم ہوتے ہی وہ اپنا ہاتھ آنکھوں پر لے لیا تھا کہ میں نے ایک ذہنی جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر کر ترے لگا۔ ہمارا قافلہ رکا ہوا تھا۔ سب گاڑیوں سے نکل آئے تھے۔ میں نے تجویز دی کہ ایک ریوالتور نکال کر اسے گولی مار دی۔ قریب ہی ایک گھر تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا ”اسے گز میں ڈال دو تاکہ اسے کوئی تلاش نہ کر سکے اور نہ ہی ہماری منزل کا راستہ معلوم کر سکے۔“

میرے ساتھیوں نے بدایت پر عمل کیا۔ اسے گز میں پھینکنے کے بعد پھر اس کا نام ڈنٹان بھی نہ رہا۔ میں نے قیدی گائیڈ سے کہا ”ہم یہاں سے سیدھے بدخشاں جا رہے ہیں۔ وہاں سے ازبکستان میں داخل ہوں گے۔ ایک لمحہ بھی نہ

بے بغیر یہاں سے چلو۔ اب ہم لچ کے وقت کسی جگہ رکیں گے۔“

ہمارا قافلہ پھر چل پڑا۔ ذرینہ ہیے ہوا ہرات حاصل کرنے اور بہت دولت مند بننے آئی تھی۔ دوسرے پاکستانی بھی روزگار حاصل کرنے ازبکستان جا رہے تھے لیکن انہوں نے ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کرنے اور روزگار حاصل کرنے کا ایسا بیخ تجربہ نہیں کیا ہوگا۔ وہ تو یہ کر رہے تھے کان پڑ رہے تھے کہ آئندہ بھی افغانستان کا رخ نہیں کریں گے۔

ٹرمینل نے اپنے ہنوتی سے مزید ایک گاڑی حاصل کی تھی تاکہ سب آسانی سے سفر کر سکیں لیکن اس کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ میرے ساتھ تیرد میں تیار ہے۔ کوئی دوسرا ہاری تباہی میں نکل نہ ہو۔

وہ بڑی دیر سے منہ پھیرے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا ”تیری دیر تک ایک ہی طرف دیکھتی رہو گی تو گردن رکھنے لگے گی۔“

واقعی اس کی گردن دکھنے لگی تھی۔ وہ اپنی گردن کو سلاتے ہوئے سامنے دوڑا اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ میں نے پوچھا ”کیا ڈاکٹر نے میری طرف دیکھنے سے منع کیا ہے؟“

وہ مجھ کو ربوئی ”تم مرد ہو؟ کیا مراد ایسے ہوتے ہیں؟ ایک عورت کو تھما دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ آتے ہیں۔ تم نے وہاں سے فرار ہوتے وقت یہ نہیں سوچا کہ میں وہاں اکیلا رہ جاؤں گی۔ اگر فتح حاصل کرنے والے مجھے وہاں سے لے جاتے تو میرے قبیلے کا کوئی شخص انہیں ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا تھا۔“

”تمہارے ہنوتی کی حوالی میں گھڑی تو ہوگی۔ تم نے وقت دیکھا ہوگا۔ میرے وہاں پہنچنے سے ایک گھنٹہ پہلے تم وہاں پہنچ گئی تھیں یعنی جب تمہارے قبیلے والوں نے مجھے ایک کمرے میں قید کیا تھا تو تم مجھے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ آئی تھیں۔“

”اس یقین کے ساتھ آئی تھی کہ تم وہاں سے زندہ سلامت آؤ گے۔ تم بہو پیے ہو۔ مجھے حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ تم ٹیلی پیچی جانے والے فریڈا علی تیور ہو۔ تنہا بڑی بے ذی فوج کو شکست دے سکتے ہو۔ میں تمہارے لیے مسئلہ نامیں چاہتی تھی۔ اس لیے موقع ملنے ہی وہاں سے بھاگ آئی تاکہ تمہیں تنہا فرار ہونے میں آسانی ہو۔“

”ایک تو مجھ سے پہلے اگر میری مشکل آسان کی۔ اوپر سے ناراض ہو رہی ہو۔ یہ تو معلوم ہو کہ ناراض کیوں ہو؟“

”کیا تم میرے دماغ میں آکر دو باتیں نہیں کر سکتے تھے؟“

”جب میں تمہارے دماغ میں گیا تو تم بخیریت حوالی پہنچنے والی تھیں اور میں دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ کیا اس وقت تم سے رومانی گفتگو کرتا؟“

”میں کل سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔“

”شاید میں اس کی وجہ پتا چکا ہوں۔“

”میں نہیں مانتی کہ تم عمر رسیدہ ہو اور تمہارے جوان بیٹے ہیں۔“

”بہنو میں بھی ہیں۔ پوتی پوتے بھی ہیں۔ میں ان کا دادا ہوں۔“

”پلیز۔ اتنا جھوٹ بولو کہ مجھ سے ہضم ہو جائے۔“

”ٹرمینل! میں لوگا کا ماہر ہوں۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک سانس روک لیتا ہوں۔ جب بھی فرصت ملتی ہے، میں یوگا کی مشقیں کرتا ہوں اس لیے جسمانی طور پر ایک عمر رسیدہ جوان دکھائی دیتا ہوں۔ سو برس کی عمر میں بھی ایسا ہی دکھائی دوں گا۔“

”سیدھی سی بات کرتی ہوں، تم دادا، پردادا بن جاؤ۔ میرے ارادے میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ آج میں نے تمہارے لیے قبیلہ چھوڑ دیا ہے، کل دنیا چھوڑ دوں گی۔ میری جتنی زندگی ہے، وہ صرف تمہارے لیے ہے۔ ابھی مجھے چھوڑ کر جاؤ گے اور خیال خالی کو گئے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ میرا دماغ مڑھ ہو چکا ہے۔ اب تو تمہارے بغیر سانس بھی نہیں لوں گی۔“

مجھے چپ سی لگ گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے سمجھاؤں پھر میں نے کہا ”کیا تم سمجھ سکتی ہو کہ اولاد جوان ہو جائے اور گھر میں بہو نہیں آجائیں، ایسے میں ان جوان بیٹوں کا باپ شادی کرے تو کیسی معیوب سی بات ہوتی ہے۔“

”ہمارے ملک میں ایک مرد بڑھاپے میں بھی کئی شادیاں کرتا ہے اور یہ مرد کے لیے بڑے فخر کی بات ہوتی ہے۔“

”میں فخر کرنے والا افغانی نہیں ہوں۔ آج ہوں، کل چلا جاؤں گا۔ میں دنیا کے کئی ممالک میں اپنے دن رات گزارتا ہوں۔ میرا ایک بہت بڑا خاندان ہے۔ ہمارا ایک بہت بڑا اسلامی ادارہ ہے جسے ہم بابا صاحب کا ادارہ کہتے ہیں۔ میں دنیا کے ایک ہرے سے دوسرے ہرے تک جانا پہچانا بھی جاتا ہوں، کیا تم سے شادی کر کے ساری دنیا میں تماشا بن جاؤں؟“

وہ جو اب کچھ کتنا چاہتی تھی اسی لیے ہر ان کی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہی میں نے سانس روک لی۔ اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ”کوئی میرے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتا ہے۔ جب تک میں تم سے نہ بولوں تم خاموش ہی رہنا۔“

میں نے دوسری بار ہر ان کی سوچ کی لمبوں کو محسوس کیا۔ اس نے عاجزی سے کہا ”حضور! سانس نہ روکیں۔ میں آپ کا سیوک مہراج ہوں۔“

میں نے کہا ”مہراج سیوک نہیں ہوتے۔ وہ تو دوسروں سے سیوا کراتے ہیں۔ کام کی بات کرو۔ میں جانتا تھا، کمائڈر کے اغوا کے بعد مجھ سے کسی طرح دماغی رابطہ کیا جائے گا۔ اب تو سپر ایور کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے ایک خیال خوانی کرنے والا بھی نہیں ہے۔ اس کے کام آنے کے لیے نیلماں مہراج اور تمہارا بھائی گردو پورہ گئے ہیں۔“

”آپ درست فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ آپ سے دماغی رابطہ کرنے کے لیے مجھ سے کام نہ لیں۔ یہ کام نیلماں سے لے سکتے ہیں لیکن نیلماں اپنے پوتے کے لیے اس قدر پریشان ہے کہ اسے دھونڈتی پھر رہی ہے۔۔۔۔ فی الحال کسی کے کام نہیں آتا چاہتی۔“

میں نے کہا ”اپنا ٹیلی فون بھی جانتی ہے۔ اس سے کام کیوں نہیں لیا جا رہا ہے؟“

”سانہ؟“ اس کی بیٹی مونا تم ہو گئی ہے۔ وہ بیٹی کے لیے پریشان ہے۔

میں نے کہا ”مہراج! تمہارا بیٹا ہمیشہ بھی لاپتہ ہے۔ کیا تم ایک جوان بیٹے کے لیے پریشان نہیں ہو؟ اکلوتے بیٹے کو بھول کر سپر ایور کی وکالت کرتے آئے ہو۔“

”حضور! میرا دل کتا ہے، میرا بیٹا آپ کی قید میں خیریت سے ہے آپ کسی پر بے جا ظلم نہیں کرتے ہیں۔“

”یہ بات پرانی ہو چکی ہے، جب وہ میری قید میں تھا۔ میں نے اس کا برین واش کرنے کے بعد آزاد کر دیا ہے۔ یعنی وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ ہندوستان میں کہیں بھٹک رہا ہوگا۔“

”یہ آپ نے کیا کیا فریاد صاحب؟ اس پر مہربانی بھی کی اور ظلم بھی کیا۔ پتا نہیں میرا لاڈلا کہاں بھٹک رہا ہوگا۔“

”تم کیا چاہتے ہو۔ مہربانی نہ کروں۔ اسے پھر اپنا قیدی بنالوں؟“

”نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ اسے براہ راست میرے حوالے کر سکتے ہیں۔ میں ساری زندگی

آپ کی غلامی کرتا رہتا۔“

”مجھے غلام پالنے کا شوق نہیں ہے۔“

”پلیز۔ آپ اتنا بتا دیں کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد بھارت کے کس شہر میں پھونکا تھا؟“

”تم سپر ایور کی طرف سے ان کے معاملات نمٹانے آئے ہو۔ ان کی بات کرو۔ بیٹی کی بات رہنے دو۔“

”جنم میں کیا سپر ایور۔ مجھے اپنی آئندہ نسل کے لیے اپنے بیٹے کی سلامتی چاہیے۔ آپ صرف میرے بیٹے کی بات کریں۔ آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری آئندہ شہیں بھی آپ کا احسان یاد رکھیں گی۔“

”مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔“

”تمہیں اپنے خدا اور رسول کا واسطہ، مجھ پر ترس کھاتے رہو۔“

”پہلے سپر ایور کے پاس جا کر صاف صاف کہہ دو کہ تم اس کے اور میرے معاملات میں نہیں پڑو گے۔ کسی طرح کی پیغام رسانی بھی نہیں کرو گے۔ ان سے یہ کہہ کر پندرہ منٹ کے بعد آنا۔ تمہارا بیٹا تمہیں مل جائے گا۔“

”آپ کا میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔ میں ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔“

وہ چلا گیا لیکن میں سوچ کی لمبیں محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا ”گردو پور! تم دونوں بھائیوں کی عادی جانتا ہوں۔ جب مہراج مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو تم چپ چاپ میرے خیالات پڑھنے کی ناکام کوششیں کرتے ہو۔ جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔“

وہ فوراً ہی بھاگ گیا۔ میں نے شہینہ سے کہا ”مجھ سے دماغی رابطہ کرنے والا پندرہ منٹ کے لیے گیا ہے۔ مجھے خیال خوانی کے دوران میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پریشانی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے، دوسری گاڑی سے اپنے کسی ساتھی کو بلالیا جائے۔“

”ہرگز نہیں۔ گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔ یہاں کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔“

ہم نے چند سیکنڈ کے لیے گاڑی روک کر جگہ بدل لی۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی پھر اس نے پوچھا ”دشمن اس کمائڈر کے بارے میں پوچھ رہا ہوگا۔“

”وہ بہت کچھ معلوم کرنے آیا تھا لیکن میں نے دشمن کو خود اس کے معاملات میں الجھا دیا ہے۔“

”تم الجھانے کے ماہر ہو۔ یہ تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے مجھے کس طرح الجھا رکھا ہے۔“

”تم نے پھر اپنی بات شروع کر دی جبکہ دیکھ رہی ہو، میں غالبان اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی طاقتوں سے نمٹنے میں مصروف ہوں۔ مجھے ذہنی سکون اور تنہائی کی ضرورت ہے۔“

”صاف کو تنہائی چاہتے ہو۔ میں چلی جاؤں۔“

”جب میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے قبیلے کے زمینوں سے تھلا رہا تھا اور انہیں پسپا کیا تھا تب تم میرے ساتھ تھیں۔ میری ایک اچھی ساتھی تھیں۔ عورت کو مرد کے لیے باعثِ رحمت ہونا چاہیے۔ زحمت نہیں بننا چاہیے۔“

اس بار اس نے بحث نہیں کی۔ خاموش رہی۔ میں اگلی بیٹ سے چھپی سیٹ پر آکر لیٹ گیا۔ پچھلے تمام دن تمام رات جاگتا رہا۔ اب چھی سوئے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

مدارج پندرہ منٹ کے بعد آیا۔ اس نے کہا ”حضور! میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا ہے، آئندہ ان کے لیے خیال خوانی نہیں کروں گا۔ آپ میری باتوں کی سچائی جاننے کے لیے میرے دماغ میں آسکتے ہیں۔“

”میں تمہارے دماغ میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ تم اکلوتے بیٹے کے لیے جھوٹ نہیں بولو گے۔ تمہارا بیٹا ہمیشہ تو مجھے کھنے کے اندر ناگورہ سنگتہ مارکیٹ میں کہیں مل جائے گا۔ اب جاؤ۔“

میں نے سانس روک لی پھر خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس سے کہا ”میش کو رہا کر کے پندرہ منٹ کے اندر اسے ناگورہ سنگتہ مارکیٹ پانچا دو۔ میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں پھر گرمی نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

○●○

معاملہ سنگین ہو گیا۔ بظاہر جو حالات تھے، ان کے مطابق تاشا اور تنالیہ نے اپنی دانست میں اپنی بیٹی مونا کو مائل کر لیا تھا اور پورس نے ان دونوں سے کہہ دیا تھا کہ اپنا بیٹا کو مل ایب لے آئیں تاکہ اسے اس کے حوالے کر کے الپا سے دوستی کی جائے اور اس کی ٹیلی فون سے فائدہ اٹھایا جائے۔

الپا بھی خوش تھی کہ اس کی کھوئی ہوئی بیٹی پاس کے انجن میں لگ گئی بلکہ پورس کے ذریعے اس مل جائے گی۔

اب اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ثانی اور پارس اس خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ پارس اور الپا کی اس بیٹی مونا اپنے باپ پارس اور ثانی کے پاس تھی اور وہی

مونا کو تاشا اور تنالیہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ الپا قتل ایب کیج کر اپنی بیٹی مونا کا شہت سے انتظار کر رہی تھی۔

اب اس سلسلے میں ایک گھٹلا ہونے والا تھا۔ اگر تاشا اور تنالیہ واقعی ڈی مونا کو لے کر مل ایب پانچیں تو الپا اس بیٹی کو کیسے ہی کہہ دیتی کہ وہ اس کی بیٹی مونا نہیں ہے۔ یوں بھید کھل جائے گا کہ پارس ان سے فراڈ کر رہا ہے۔

ثانی خیال خوانی کے ذریعے تاشا، تنالیہ اور ڈی مونا کے پاس جاتی رہتی تھی۔ وہ تینوں ٹیارے میں تھے۔ بھارت سے اسرائیل جا رہے تھے۔ ثانی کے پاس کی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ سفر کے دوران میں ڈی مونا کو کسی طرح تم کر دیا جائے تاکہ الپا اس ڈی کی صورت نہ دیکھ سکے۔

لیکن ثانی کو ایسا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ قسمت نے اس کا ساتھ دیا، اچانک موسم کی خرابی کے باعث ہوائی جہاز کو اپنا روٹ بدل کر استنبول جانا پڑا۔ وہاں موسم کے بہتر ہونے تک کئی گھنٹے ٹھہرا پڑا۔ ثانی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ وہ تاشا کے دماغ پر قبضہ جمایا کہ اسے ایک عیسائی مشنری میں لے گئی پھر اس بیٹی کو لاوارث قرار دے کر وہاں داخل کر دیا۔ اُس وقت تنالیہ شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو تاشا ان پورٹ کے وینک روم میں نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد آئی۔ تنالیہ نے پوچھا ”سسر! اپنی کہاں ہے؟“

ثانی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”بچی تو میں تھی، تمہارے پاس۔“

”کیسی بات کرتی ہو۔ میں تو شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ اس وقت بچی تمہاری گود میں تھی۔“

تاشا نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا ”ہاں یاد آیا۔ بچی سوری تھی۔ میں اسے یہاں لانا کراٹکٹ گئی تھی۔“

”تم بچی کو تاشا چھوڑ کر کیوں گئی تھیں؟“

”کیا ضرورت کے وقت نہ جاتی؟ یہاں سیکڑوں مسافر ہیں پھر یہاں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے التجا کی تھی کہ وہ بچی کا خیال رکھے۔“

دونوں بھینس بچی کو تلاش کرنے لگیں۔ انتظامیہ کے ذریعے ہانگ سے اعلان کیا گیا کہ وینک روم سے ایک بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے یا کوئی غلطی سے اس بچی کو لے گیا ہے تو فوراً واپس لے آئے۔

تاشا نے موبائل کے ذریعے پورس کو بچی کے بارے میں بتایا۔ وہ پریشان ہو کر بولا ”سسر! ہمارا بیٹا ہوا کام بگڑ جائے گا۔ الپا جو ہماری دوست بننے والی تھی، اب بدترین

دشمن بن جائے گی۔“

وہ بولی ”اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہونے والی بات ہوگئی بلکہ ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ پارس اپنی بیٹی کو اٹھا کر لے گیا ہے۔“

”یہ بات ہو سکتی ہے۔ پارس ہی اپنی بیٹی کو لے جاسکتا ہے۔“

”اب ہم الپا کو کیا جواب دیں گے۔ وہ تو یہی کہے گی کہ ہم بنوں کی غفلت سے پارس نے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ ہمیں الزام دے گی۔“

”نھرو مجھے سوچنے دو۔ میں پہلے ہی دوسرے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ تم استنبول میں رہو یا نتالیہ کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں چل جاؤ۔ اسرائیل کا رخ نہیں کرنا ورنہ الپا جین سے جینے نہیں دے گی۔“

وہ فون کا رابطہ ختم کر کے سوچنے لگا۔ ایک بات بن رہی تھی۔ الپا پر وہ بہت برا احسان کرنے والا تھا۔ اب نہ احسان کر سکتا تھا ورنہ اسے دوست بنا کر اس کی ٹیلی پیٹھی سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

اس کے برعکس یہ نقصان پہنچ رہا تھا کہ وہ ناصرہ (نیلماں) کے ساتھ مل ایب چلا آیا تھا۔ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اس زہریلی عورت کو تلاش کر رہے تھے جس نے اپنے زہر کے ذریعے اٹلی میں واردات کی تھی۔ وہاں اس کے زہر سے دو آدمی مر چکے تھے۔ یہ معلوم کیا گیا تھا کہ وہ عورت ایک جوان جوزف (پورس) کے ساتھ ممبئی جا رہی ہے۔ ممبئی کی پولیس کو اس زہریلی عورت کے سلسلے میں اطلاع دی گئی تھی۔ اگر نیلماں اور پورس وہاں پہنچتے تو فوراً گرفتار کر لیے جاتے۔ ثانی نے انہیں گرفتاری سے بچایا۔ وہ تمام خاتنیں کے لیے نیلماں بنی ہوئی تھی۔ اس نے پورس کو بھی یہی تاثر دیا کہ وہ نیلماں ہے اور اسے بچانے کے لیے ممبئی جانے والے طیارے کو اغوا کر کے قتل ایب لے جا رہی ہے۔

اس طرح نیلماں اور پورس قتل ایب پہنچ کر گرفتاری سے محفوظ رہے لیکن اٹلی کی حکومت نے یہ اطلاع دی تھی کہ ہائی جیک کیے جانے والے طیارے کے ذریعے ایک زہریلی عورت اسرائیل پہنچ رہی ہے۔ یہ بات عوام کو معلوم ہوتی تو پورے ملک میں یہ دہشت پھیل جاتی کہ ایک زہریلی عورت کسی کے لیے بھی موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اسرائیلی حکام نے اس بات کو عوام سے چھپایا تھا اور درہ درہ پولیس، انٹیلی جنس اور انتظامیہ کے دوسرے شعبے سے متعلق رکھنے

والے نیلماں اور پورس کو تلاش کر رہے تھے۔

پورس کے سامنے صورت حال یہ تھی کہ اسے اپنے ساتھ ساتھ نیلماں کی بھی حفاظت کرنی تھی۔ اگر نتالیہ اپنے بہن کے ساتھ وہاں پہنچ جاتی تو ناصرہ (نیلماں) جیسی خبیث اور پرکشش عورت کو پورس کے ساتھ دیکھ کر جل بھی جاتی۔ یہ کبھی یقین نہ کرنی کہ نیلماں کے زہریلے ہونے کے باعث پورس سے اس کے تعلقات نہیں ہیں۔ دو عورتوں کے جلاپے کے باعث وہ کسی نئی مصیبت میں مبتلا ہو سکتا تھا اسی لیے اس نے دونوں بہنوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل نہ آئیں ورنہ اپنی کسی گمشدگی کے باعث الپا ان کا جینا حرام کر دے گی۔

اس طرح اس نے نتالیہ کو ٹال دیا تھا۔ اب الپا سے خفیہ کا مسئلہ تھا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ الپا اپنی کے گم ہونے کا یقین نہیں کرے گی۔ یہی سمجھے گی کہ پورس اس کی بیٹی کو پریشان بنا کر ایک طرف اپنی کے باپ پارس سے انتقام لے رہا ہے۔ دوسری طرف الپا کی ٹیلی پیٹھی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

عورت کے دل میں کوئی بات بیٹھ جائے تو اسے دل سے نکالنا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ سب کے سب جرائم سے بھرپور ایسی دنیا میں جی رہے تھے جہاں طرح طرح کی چال بازیوں سے ایک دوسرے کو دھوکے دیے جاتے تھے۔ اگر پورس چاہتا بھی کتنا تو الپا کبھی یقین نہ کرتی۔

الپا کیس بہت مصروف تھی اسی لیے اس نے ابھی تک رابطہ کر کے اپنی بیٹی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی لیکن کسی وقت بھی کر سکتی تھی۔ ناصرہ (نیلماں) بڑی دیر سے اسے تک رہی تھی اور دل ہی دل میں اس پر قربان ہو رہی تھی۔ وہ صرف ایک ہی بات سوچتی تھی کہ اس کے اندر سے تمام زہریلا خون ختم ہو جائے اور وہ پورس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔

وہ بولی ”بہت دیر سے سوچ میں گم ہو۔ کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟“

پورس نے اسے اپنی کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی ”اگر ان بنوں نے اپنی کہیں گم کر دی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے۔ الپا سے صاف کہہ دو کہ غلطی تم سے نہیں ان بنوں سے ہوئی ہے۔“

وہ بولا ”میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔ مکاروں کی دنیا میں معصوم بن کر نہ رہو۔ میرے ساتھ رہ کر چالاکیاں سیکھو۔ اپنی کا باپ پارس میرا دشمن ہے۔ اب الپا یہی سوچ

کی کہ میں نے پارس سے انتقام لینے کے لیے اور الپا کی ٹیلی پیٹھی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کی بیٹی کو کہیں چھپا دیا ہے۔ وہ میری جی باتوں پر کبھی یقین نہیں کرے گی۔“

”واضحیٰ ایک بیٹی کی گمشدگی نے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ ان حالات میں تم کیا کرو گے؟“

”وہی کروں گا جو حالات کا تقاضا ہے۔ ہماری جرائم سے بھرپور دنیا میں جھوٹ اور مکاری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں بھی اپنے طور پر چالیں چلوں گا۔“

اس وقت نیلماں دھڑکھڑکھ کر لباس پہنے ہو گا کی ایک مشق کر رہی تھی۔ اس لباس میں اس کا بدن دیکھنے والی آنکھوں کو لگا رہا تھا۔ پورس کے اندر زبردست قوت برداشت تھی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو بے کسی طرح اس متناظر بیڈن کی طرف کھپچا چلا آتا اور اس سے لپٹ کر موت کو منگے لگا لیتا۔

ایک رات پورس نے نیلماں کی خیال خوانی کی لمبوں کو محسوس کیا تھا پھر اس کے کمرے میں آکر دیکھا تھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ خفیہ کی حالت ہی میں وہ خیال خوانی کے ذریعے پورس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ تب پورس کو معلوم ہوا تھا کہ اس کی زہریلی ساتھی ناصرہ (نیلماں) ٹیلی پیٹھی جانتی ہے۔ یادداشت گم ہونے کے باعث وہ اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو بھی بھول چکی ہے۔

یوں تو وہ پہلے سے سمجھ رہا تھا کہ اس کی ساتھی حینہ راہرار ہے لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیٹھی جانتی ہوگی۔ یہ سمجھ چکے تھے اسے حیرت بھی ہوئی اور سرت بھی۔ اس نے سوچا کہ اس کی یادداشت واپس آجائے یا کم از کم ٹیلی پیٹھی کا علم یاد آجائے تو وہ اس کی ذات سے بہت سے فائدے اٹھا سکے گا۔

اس نے نیلماں کو بتایا کہ وہ کتنا زبردست علم جانتی ہے۔ نیلماں کو یقین نہیں آیا۔ پورس نے اسے تاکید کی کہ وہ اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے اور روز صبح و شام یوگا کی مشقیں کیا کرے۔ ہو سکتا ہے کہ یوگا کے ذریعے اس کے دماغ میں سوچ کی لمبوں کی آمدورفت شروع ہو جائے۔

نیلماں اس کی ہدایت کے مطابق یوگا کی مشقیں کیا کرتی تھی۔ پورس ہر صبح اس سے پوچھا کرتا تھا کہ اس نے کیا خواب دیکھا ہے اور خواب کے دوران میں کیا وہ کسی کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی؟

وہ انکار کر دیتی تھی۔ اس ایک رات کے سوا اس نے کبھی خفیہ کی حالت میں خیال خوانی نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ

اس حینہ کے اندر خیال خوانی کی صلاحیت چھپی ہوئی ہے۔ اس صلاحیت کو کسی نہ کسی طرح باہر نکالنا ہوگا۔

وہ اس پہلو سے اپنی کوششوں میں مصروف تھا لیکن دوسرے پہلو سے وہ مصیبت بنی ہوئی تھی۔ خفیہ ایجنسیوں والے ایک زہریلی حینہ اور اس کے ساتھی جو ان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ وہ کسی طرح اسرائیل سے چلا جانا چاہتا تھا لیکن بڑی سختی کا بندھن تھا۔ بحری جہاز، ہوائی جہاز اور ٹرین کے ذریعے جو بوڑھی باجوان عورت قتل ایب سے باہر جاتی تھی اسے سفر کرنے سے پہلے خصوصی چیک پوسٹ سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں اسے ایک کپ دودھ پینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ تمام چیک پوسٹوں پر زہر کے ماہرین موجود رہتے تھے۔ جو عورت ایک کپ میں سے دو چار گھونٹ پیتی تھی اور پینے کے بعد بھی دودھ سفید رہتا تھا اسے آگے سفر کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ زہر کے ماہرین کے بیان کے مطابق زہریلی عورت ایک گھونٹ دودھ بھی پیے تو اس دودھ کا رنگ سبز نیلا ہو جاتا ہے۔

پورس جانتا تھا کہ وہ نیلماں کو کسی بھی راستے سے لے کر اسرائیل سے باہر جانا چاہے گا تو کسی نہ کسی خصوصی چیک پوسٹ پر نیلماں کو دودھ پینا پڑے گا۔ ایک گھونٹ پیتے ہی دودھ کا رنگ سبز یا مائل ہو جائے گا۔

فی الحال دونوں اس لیے محفوظ تھے کہ ایک خفیہ پناہ گاہ میں تھے۔ کھانے پینے اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لیے پورس جاتا تھا۔ جلد ہی لوٹ آتا تھا لیکن اس طرح بیشہ گزارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کسی دن بھی خفیہ ایجنسی والے انہیں تلاش کرتے ہوئے اس خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ سکتے تھے۔

شام کو الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا۔ پورس نے کہا ”مجھے بڑی دیر بعد یاد کیا ہے۔ کیا تم کہیں مصروف تھیں؟“

”میری بیٹی سے بڑی کوئی مصروفیت نہیں ہو سکتی۔ میری مونہا کہاں ہے؟“

”تمہیں پتا ہے، موسم کی خرابی کے باعث جہاز روٹ پڑ کر استنبول چلا گیا تھا۔ نتاشا اور نتالیہ اپنی کو دہلیس لے گئی تھیں۔“

”میں سب جانتی ہوں۔ تم نہیں جاننے کے میں استنبول میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اس طیارے سے نتاشا اور نتالیہ کو اپنی کے ساتھ باہر آتے دیکھا۔ کینکائی بھی دیکھی کہ نتاشا اس اپنی کو لے کر ایک عیسائی مشنری میں گئی تھی اور

وہاں اسے لاوارث قرار دے کر چھوڑ آئی تھی۔
 ”یہ میرے لیے ایک نئی اطلاع ہے کہ نتاشا نے ایسا کیا ہے۔ تم اس بچی کو عیسائی مشنری سے لے آئی ہو گی۔“
 ”میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ میری مونا نہیں تھی۔ پتا نہیں وہ کس کی بچی تھی اور نتاشا اسے وہاں کیوں چھوڑ گئی تھی۔“
 ”کیا تم نے نتاشا سے پوچھا تھا؟“
 ”میں جب بھی ان دونوں بہنوں کے دماغوں میں جاتی ہوں۔ وہ سانس روک لیتی ہیں۔ میں تم سے پوچھتی ہوں۔ میری بچی مونا کہاں ہے؟“
 ”کیا تم نے اس کے دماغ میں جھانک کر نہیں دیکھا؟“
 ”میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔“
 ”میں بھی تم سے پوچھ رہا ہوں۔ میری بات کا جواب دو۔“
 ”جس بچی کو میں نے عیسائی مشنری میں دیکھا تھا، اس کی معصوم سوچ کو میں نے بدل دیا ہے تاکہ اپنی اصل بچی کے دماغ میں پہنچ سکوں۔“
 ”تو پھر تم اپنی اصل بچی مونا کے دماغ میں پہنچ گئیں۔“
 ”ہاں۔ میں نے اس کے ذریعے ایک عورت اور ایک مرد کی آوازیں سنی ہیں لیکن بچی ابھی الفاظ کے معنی نہیں سمجھتی ہے۔ میں اس کے ذریعے اس کے قریب رہنے والوں کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام ہو رہی ہوں۔“
 ”ہاں یہ مجبوری ہے۔ ننھی سی بچی پر ٹیلی پتھی کے علم کو آزما نہیں جا سکے گا۔“
 ”نیکو پورس! تم مجھے ٹال رہے ہو۔ میری بچی کو وہ دونوں ممبئی سے لے گئی تھیں۔ بچی کو تمہارے پاس ہونا چاہیے۔“
 ”یہ درست ہے۔ بچی کو میرے پاس ہونا چاہیے۔ اگر وہ میری تحویل میں نہ ہوئی تو آئندہ وہ بھی وہیں نہیں ملے گی۔“
 ”میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ صاف صاف کہو۔“
 ”اب! ہم دونوں کو پارس بے وقوف بنا رہا تھا۔ اس نے فرہاد کی ٹیلی پتھی کے ذریعے مونا کا بدلہ کر دوسری بچی میں منتقل کر لیا تھا۔ تم بھی اسٹینل پہنچنے تک ایک پرانی بچی کو اپنی بچی سمجھتی رہیں لیکن میری جنگ تو پارس سے ہے۔ ممبئی میں میرے اہم ماتحتوں نے پارس کے ایک آئڈل کار کو پہچان لیا۔ وہ ایک ننھی بچی کو اٹھائے ایک کار کی طرف جا رہا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے گولی مار دی اور بچی کو لے کر

وہاں سے چلے گئے۔“
 ”کہاں چلے گئے؟ مجھے بتاؤ میری بچی کہاں ہے؟“
 ”بالکل خیریت ہے۔ پریشان نہیں ہوئی ہو۔ پارس اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہو گا لیکن میں نے اسے ممبئی شہر سے بہت دور پہنچا دیا ہے۔“
 ”تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی؟ ان بہنوں کو اسٹینل پہنچا دیا اور مجھے جھانسا دیتے رہے۔ کیا تمہاری نیت میں کھوٹ ہے؟“
 ”کس کی نیت میں کھوٹ نہیں ہے۔ جب تم پارس کی آغوش میں تھیں تو میرے لیے ایک کھوٹا مسکہ تھیں۔ اب بیڑر چپک ہو۔ میں جتنے فائدے چاہوں، تم سے کیش کرا سکتا ہوں۔“
 ”اب بات سمجھ میں آرہی ہے۔ ایک طرف پارس میری بچی کو چھیننا چاہتا ہے۔ دوسری طرف تم نے اس پر قبضہ جما رکھا ہے۔ تم دونوں کو مرد کھلاتے ہوئے شرم آئی جا رہی ہے۔“
 ”تمہارے جیسی عورتیں ہمیں مروا لگی دکھانے کا موقع نہیں دیتیں، اس لیے مکاری دکھانی پڑتی ہے۔“
 ”نیکو اس مت کرو۔ یہ بتاؤ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو اور میری بچی کی میرے حوالے کر دو گے؟“
 ”میں اسرائیل میں ہوں اور تمہاری بچی بھارت میں ایک جگہ محفوظ ہے۔ میں وہاں جاؤں گا تو تمہیں بتی لے گی۔“
 ”تم بھارت کب جاؤ گے؟“
 ”جب تم چاہو گی۔“
 ”کل صبح کی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ ریزرو ہو جائے گی۔“
 ”میری عقل گھاس چرنے نہیں گئی ہے۔ کل جہاز پر سوار ہوتے ہی تم مجھے گرفتار کر کے یہاں کسی کال کوٹری میں عمر بھر کے لیے بند کر دو گی۔“
 ”میں اپنی بچی کی سلامتی کی خاطر کبھی ایسا نہیں کروں گی۔“
 ”تم دوسری تیسری مونا پیدا کر لو گی۔ لیکن کوئی عورت دوسرا پورس پیدا نہیں کر سکتی گی۔“
 ”مجھے بتاؤ کہ تم کس طرح مطمئن ہو سکتے ہو؟“
 ”پہلے اپنے اسرائیلی اکابرین سے کہو کہ وہ خصوصی چیک پوسٹیں ختم کر دی جائیں اور کسی عورت کو دودھ پینے؟ مجبور نہ کیا جائے۔“

”اچھا تو وہ زہریلی عورت تمہارے ساتھ ہے؟“
 ”میرے ساتھ ہو گی تو تمہیں کوئی فرق پڑے گا۔“
 ”نہیں۔ تم نے موت کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے پھر تو اس عورت میں کوئی خاص بات ہو گی۔“
 ”ہاں۔ وہ مجھے بھی رفتہ رفتہ زہریلا بنا رہی ہے۔ ٹیلی پتھی سے محروم ہونے کے بعد یہ ایک نئی صلاحیت حاصل کر رہی ہیں۔“
 ”پورس! مجھے پارس جیسا ایک مکار سا تھی چاہیے۔ تم ہی اس کا ٹوڑ ہو۔ کیا ہم دوست بن کر نہیں رہ سکتے؟“
 ”تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں تمہارے ہر بڑے وقت میں کام آتا کروں گا۔ کیا تم بھی ٹیلی پتھی کے ذریعے مجھ سے تعاون کر دو گی؟“
 ”ضرور کروں گی۔ ابھی اسرائیلی اکابرین سے بات کر رہی ہوں۔ اسرائیل سے باہر جانے کے سلسلے میں عائد ہدایاں اٹھائی جائیں گی۔ کسی بھی عورت کو دودھ پینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔“
 ”وہ پورس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ الپا سے ہونے والی باتیں نیلماں کو بتانے لگی۔ نیلماں نے تمام باتیں سن کر کہا۔ ”پورس! تم بہت ذہین اور چالاک ہو۔ اس بچی کے گم ہوجانے کے بعد اپنی ہماری جان کی دشمن بن جانی مگر تم نے بڑی چالاک سے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔ ہم یہاں سے کب تک جائیں گے؟“
 ”میں پہلے حالات کا جائزہ لوں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ اسرائیل سے باہر جانے والی عورتوں کو ایک کپ دودھ پینے پر مجبور نہیں کیا جا رہا ہے تو ہم اچانک کسی بھی فلائٹ سے چلے جائیں گے۔“
 ”وہ خوش ہو کر اس کے قریب آگئی۔ پورس نے اس کے سینہ چرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا ”تمہارے قریب آنے سے جتنی مسرتیں ملتی ہیں، اتنا ہی خوف طاری ہوتا ہے۔“
 ”وہ ایک اسکارف لے کر بولی ”میں یہ منہ پر باندھ لوں گی۔ دانت اور ہونٹ دکھائی نہیں دیں گے پھر تو میرے بدن کے کسی بھی حصے سے خطرہ محسوس نہیں کرو گے؟“
 ”پورس نے اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ اس کا دل خود اس کے لیے جھپٹتا تھا لیکن دوسری مصروفیات کے باعث وہ اپنی انتظامی تدبیر سوچ نہیں پاتا تھا۔ ایسا نیلماں نے سوچا تھا۔ پارس نے اپنے اطمینان کے لیے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ پر سختی سے اسکارف کو باندھتے ہوئے کہا ”آئندہ میں

تمہارے منہ پر ٹیپ چکا دیا کروں گا۔ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا میری جان!“
 اس نے پہلی بار اسے اپنے بازوؤں میں سیٹ لیا۔ نیلماں نے اپنی ہاتھیں اس کی گردن میں محال کر دیں۔ عورت ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لیے مرد سڑھڑکی بازی لگا دیتا ہے۔ پورس جیسے ذہین اور چالاک مرد بھی حسن و شباب کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ یہ ایسے جوش اور جذبات سے بھرپور لمحات ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی موت کو بھی بھول جاتا ہے۔
 ویسے نیلماں جب سے ناصرہ کے جسم میں سالی تھی، تب سے سب ہی کے لیے موت بنی ہوئی تھی۔ پورس اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا جو اس کے زہر سے محفوظ رہا تھا۔ اس کے باوجود جب وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے آیا تو پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ اس کے دماغ پر ایک عجیب سا زہریلا سرور چھایا ہوا تھا۔ وہ نقصان دہ نہیں تھا بلکہ نشیلا تھا۔ اس میں ایک عجیب سی کشش تھی اور وہ اس کشش کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔
 نیلماں نے ضد کی تھی کہ وہ اس کے بند روم میں رہے لیکن وہ اس لیے چلا آیا کہ رات میں کسی بھی وقت اس کے منہ سے اسکارف کھل سکتا تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر بستر پر آکر ایک شرابی کی طرح گر پڑا۔ ایسی مدھوشی تھی کہ ذرا سی دیر میں نیند آگئی پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟
 نیلماں ہاتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی جیسے پورس کے روپ میں اسے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہو۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹ گئی۔ دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی، شرابی رہی اور مسکراتی رہی پھر وہ رفتہ رفتہ گری نیند میں ڈوب گئی۔
 وہ بڑی مسرتی میں سوتی تھی۔ بڑے عجیب خواب دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت اس نے محسوس کیا۔ چند کئے اس کے آس پاس ہیں اور اس کے اندر کی زہریلی بو محسوس کر رہے ہیں پھر نیلماں نے دیکھا ”ایک لیڈار ٹری ہے جہاں کئی اقسام کے زہر مختلف مرتبوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبان میں وہ زہر تھا جو نیلماں کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اس زہر کو جب ایک کتاب سونگھنے لگی۔ تب ہی نیلماں نے خواب میں اس کتے کو دیکھا پھر دوسرا اور تیسرا کتا بھی اسے سونگھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی خواب کے مناظر واضح ہونے لگے۔
 ان کتوں کے ساتھ کچھ وردی والے تھے۔ ان کا تعلق

پولیس اور انٹیلی جنس سے تھا۔ جن کتوں نے نیلماں کے مخصوص زہر والے مرتبان کو سونگھا تھا، وہ سب ایک طرف منہ اٹھا کر بھونکنے لگے تھے۔

لیبارٹری کے باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ دودی والے ان کتوں کو باہر لانے انہیں ایک گاڑی میں سوار کرایا پھر وہ جس سمت منہ اٹھا کر بھونکتے جا رہے تھے، اسی سمت گاڑی لے جانے لگی۔

نیلماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ کربے سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس خفیہ پناہ گاہ سے باہر آگئی تھی۔ کتے اور پولیس والے کس دور تھے لیکن خواب کا منظر دکھا رہا تھا کہ وہ ان کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف آ رہے ہیں۔

وہ دوڑتی ہوئی سب بدل کر ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں تاریکی تھی۔ کتوں نے بھی بھونکنے کا بندل لیا تھا۔ ان کے مطابق گاڑی بھی اُدھر جانے لگی۔ اس نے دو بڑے پتھر اٹھا لیے تھے۔ جب گاڑی کی ہیڈ لائٹس تاریکی کی طرف آنے لگیں تو اس نے آگ کر پتھروں سے چلے کیے گاڑی کی دونوں ہیڈ لائٹس ٹوٹ گئیں۔ اندھرا چھا گیا۔ ایک افسر نے غصے سے پوچھا "کون ہے؟"

نیلماں اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

"دوسرے نے کہا 'سر! وہی زہر ملی ہوگی۔ کتوں کے پنے کھول دیے جائیں تو وہ اپنے شکار کو خود ہی نوچ کھسٹ کر لے آئیں گے۔"

وہ اس دوسرے جو نیرا افسر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے اعلیٰ افسر نے کہا "ان کے پنے ہاتھوں سے نہیں" اپنے رپوڈر سے اس طرح کھولے جائیں کہ کتے زخمی نہ ہوں۔" اس نے نیلماں کی مرضی کے مطابق ایک کتے کے پنے پر ناز کیا لیکن کتے کو گولی ماری پھر کہا "جب ہے میرا شانہ بھی نہیں چوکتا۔ اس بار صحیح نشانہ لگاؤں گا۔"

اس طرح اس نے دوسرے کتے کو گولی ماری۔ جو نیرا افسر نے کہا "میرے نشانے کو سب مانتے ہیں۔ یہ دیکھیں۔" تین کتے لائے گئے تھے۔ تیسرا بھی گولی سے ہلاک ہو گیا۔ کتوں کے تیز نے کہا "سر! یہ آپ دونوں نے کیا کر دیا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے یہ کیا ہے۔" اس نے کتے سدھانے والے کو گولی مارنے کے بعد اپنے ساتھ آنے والے چار سپاہیوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ ان بے چاروں کو بھی مار ڈالا پھر نیلماں اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر

بولی "یہ ہم نے کیا کیا؟ ہم دونوں تمہارے گئے ہیں۔" جو نیرا افسر نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا "سر! یہ بات صاف سمجھ میں آ رہی ہے کہ کسی ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے نے ہمارے ہاتھوں ہمارے ہی سپاہیوں اور کتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے اور آپ کے درمیان موجود ہے۔"

"وہ موجود ہے تو اسے بھٹکتا ہی ہو گا۔ ایسا کرو، تم مجھ پر گولی چلاؤ۔"

"تو سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" "تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ اگر تم مجھے گولی نہیں مارو گے تو میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

پھر وہ گھٹنے لگا "ایک" جو نیرا افسر اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کا اعلیٰ افسر ایسا نہیں کر رہا ہے۔ اس کے اندر بیٹا ہوا ٹیلی ویژن جیسے جاننے والا اس پر رحم نہیں کرے گا۔ تین تک گنتی پوری ہوتے ہی اسے مار ڈالے گا۔ لہذا اس نے اعلیٰ افسر کے دو تک گنتے ہی اسے گولی ماری۔

اس نے اس کے مرتے ہی اطمینان کی سانس لی۔ اپنے لوگوں کو گولیاں مارنے والوں میں سے کوئی اسے مارنے کے لیے نہیں بچا تھا۔ اب وہ زندہ رہ سکتا تھا۔ اسی وقت اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ گاڑی آگے چل پڑی تھی۔ وہ جھٹکے میں انسانوں اور کتوں کی لاشوں پر گر پڑا تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ ابھی ڈرائیور زندہ ہے اور وہ ٹیلی ویژن جیسے جاننے والا اس کے اندر موجود ہو گا۔

وہ سنبھل کر مگر جتنے ہوئے بولا "ما ٹیکل! گاڑی روکو۔" گاڑی نہیں رکی۔ اُدھر سے اُدھر لگاتی ہوئی اس طرح تیزی سے جانے لگی کہ وہ بار بار پچھلے حصے میں لاشوں پر گر رہا اور پہنچتا رہا "گاڑی روکو دے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ الو کہ پچھے! اپنے افسر کا حکم نہیں مان رہا ہے۔"

وہ چیختا چلاتا رہا۔ گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی ایک پٹرول پمپ پر آکر ایک پٹرول کی ٹنکی سے زوردار آواز کے ساتھ ٹکرائی۔ اس کے ساتھ ہی ڈرائیور نے نیلماں کی مرضی کے مطابق اپنا لائٹس لگا لیا تھا۔ ایک دھماکے کے ساتھ آگ بھڑک گئی۔

پھر اس نے دیکھا کہ وہ پیدل چلتی ہوئی اپنی خفیہ پناہ گاہ میں آئی ہے اور اپنے بندہ روم میں آکر پکے کی طرح سوئی ہے۔ نیند اس قدر گہری ہو گئی تھی کہ پھر اسے کوئی خواب نظر

میں آیا۔



بھارت کے صوبہ اڑیسہ میں ایک ساحلی شہر ہے جس کا نام "پوری" ہے۔ یہ شہر "پوری" ایک طرح سے تیرتھ ہے جہاں مندروں کی اتنی بہتات ہے کہ قدم قدم پر درگمناں دیتے ہیں۔ مندروں کے علاوہ وہاں ایسے دارے بھی ہیں جو دھرم کرم کے علاوہ یوگا اور آتما کشتی کی تعلیم اور تربیت بھی دیتے ہیں۔

ان اواروں کے استاد گرو اور استادوں کے استاد مارگو کھاتے ہیں۔ گرو کا درجہ انہیں دیا جاتا ہے جو یوگا کی باتوں میں مہارت حاصل کرتے ہوئے تقریباً دو گھنٹے تک سانس روکنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کی صحت قابلِ رشک اور جسمانی قوت حیرت انگیز ہوتی ہے۔

ان سے زیادہ حیرت انگیز مہارو ہوتے ہیں جو کئی گھنٹوں تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں اور کئی گھنٹوں تک یوگا کا کوئی مشکل ترین آسن بنائے رکھتے ہیں۔ انہیں انار اور لوہے کے ذرات کے انبار میں جو لگ کر تے اور اس انبار میں گھونسوں اور کرافٹوں کے ہاتھ مارتے۔ جن کی دیکھتے ہوئے انگاروں میں بھی جلدی جلدی ہاتھ اٹھانے والے اور نکالتے رہتے ہیں۔ یوں دشوار گزار مشقوں کی سہولت کن بن جاتے ہیں۔

شہر "پوری" میں ایسے کئی اوارے تھے جہاں یہ ہنر سیکھنے والے برسوں رہ کر پوجا پاٹ کرتے اور طرح طرح کی تربیت مل کر لیتے تھے۔ ان میں دو اوارے بہت مشہور تھے۔ ایک دارے کے گرو کو مہارو نامک جاتو کہا جاتا تھا۔ دوسرے دارے کے مہارو کا نام دھن راج پانڈے تھا۔ تقریباً دو سال پہلے مہارو نامک جاتو نے عالمی ماہرین اور عالمی پریس کی دھڑکی میں چھ گھنٹے تک سانس روک کر تمام اواروں کے قابل میں برتری حاصل کی تھی۔

اس شہر پوری کا دوسرا بڑا ادارہ کسی سے کمتر نہیں رہتا۔ پانچاٹھ دوسرے برس مہارو دھن راج پانڈے نے اعلان کیا کہ وہ سات گھنٹوں تک سانس روکنے کا مظاہرہ کرے گا۔ بہت سی چونکا دینے والا اعلان تھا۔ اس کے لیے وقت اور آتما مقرر کی گئی تھی۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک سے ماہرین، فزکس پروفیسرز اور فوٹو گرافرز آئے۔ سمندر کے ساحل پر انہیں آوارا کا جوم تھا۔ ان میں مہاراج (سوریہ راج) اور ان کا ہم محل بھائی گرو دیو (دھرم راج) بھی شامل تھے۔ ان کے والد دھن راج پانڈے ان کا مہارو تھا۔ انہوں

نے اسی کے آشرم میں رہ کر یوگا میں مہارت حاصل کی تھی۔ مہارو دھن راج پانڈے ان دونوں بھائیوں سے خوش تھا کیونکہ انہوں نے یوگا کے علاوہ بڑی لگن سے ٹیلی ویژن کا علم بھی حاصل کیا تھا۔ مہارو نے ٹیلی ویژن کے علم پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ نوجوانی ہی سے سانس روکنے کی مشقوں پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتا آیا تھا۔ اس کا اصول تھا کہ آوی کو ایک ہی ہنر میں ہر پہلو سے مکمل مہارت حاصل کرنی چاہیے۔

وہ دونوں بھائی مہاراج اور گرو دیو مہارت کے اعتبار سے ناقابل تھ۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ تک سانس روک سکتے تھے اور ٹیلی ویژن اس حد تک جانتے تھے کہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچتے تھے مگر اپنے دماغوں میں آنے والوں کو اپنے چور خیالات بڑھنے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ بہر حال سات گھنٹوں تک سانس روکنے کا مظاہرہ کرنے کے اختیارات سمندر کے ساحل پر کیے گئے تھے۔ وہاں ایک بڑا سا گڑھا کھودا گیا تھا۔ مہارو دھن راج پانڈے کی عمر پچاس برس ہوئی لیکن وہ ایسا قد آور اور صحت مند تھا کہ چھبیس تیس برس کا جوان لگتا تھا۔ وہ ایک آہنی تختے پر آکر بیٹھ گیا تھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر انہیں بند کر کے دھیان گیان میں ڈوب گیا تھا۔ کئی پہلو انہوں نے اس آہنی تختے سمیت اسے اٹھایا اور گڑھے میں اتار دیا۔ لوگوں کا جوم اس جگہ سے دور تھا۔ انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے گئے تھے۔ اس گڑھے سے ذرا فاصلے پر بڑے بڑے ممالک کے ماہرین، پریس، رپورٹرز، فوٹو گرافرز، ڈاکٹرز اور کیرے موجود تھے۔ سب لوگ اپنی اپنی کھڑکی دیکھ رہے تھے۔ جب صبح چھ بجے میں دو منٹ رہ گئے تو چند افراد اس بڑے سے گڑھے کو کھڑکی کے چوڑے تختوں سے ڈھانچنے لگے۔ مہارو زمین کے اندر ان کھڑکیوں کے نیچے چھپ گیا۔ اوپر سے کدال کے ذریعے مٹی ڈالی جانے لگی۔ مٹی کی اتنی موٹی تھی کہ وہاں سے ہوا گزر کر کھڑکی کے تختوں کے آر پار نہیں جاسکتی تھی۔ مہارو سانس نہیں لے سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اسے زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔

اگلے سات گھنٹے سچس سے بھر پور تھے۔ نہ جانے سات گھنٹوں کے بعد وہ دفن کیا جانے والا زندہ برآمد ہو گیا نہیں؟ گھنٹے دو گھنٹے کی بات نہیں تھی۔ جتنے مہارو تھے وہ اتنی دیر تک یہ آسانی سانس روک لیا کرتے تھے لیکن سات گھنٹے تک روکنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ اس کے مخالف اوارے کا مہارو نامک جاتو اپنے

ہی نہیں ملے گی بلکہ اس پورے دیس کا بے تاج بادشاہ بنایا جائے گا۔ یہاں کارمدھان منتری بھی آپ کے اشارے پر تپاچے گا۔
 ”ہم کا کچھ نہیں چاہیے سر پھر رتنا چاہیے۔“
 ”وہ تو ضرور ملے گی۔ اس بڑے ملک کا ایک مصور اور جاسوس یہاں موجود ہیں۔ آپ رتنا کا حلیہ اسے بتائیں گے تو وہ اس کی تصویر کسی حد تک بنا لے گا۔“
 مہارگرو دھن راج پاٹڑے نے اسے ملانے کی اجازت دی۔
 مہارگرو دیو کو مٹی کے باہر گیا پھر ایک مصور اور جاسوس کے ساتھ آیا۔
 پاٹڑے نے پوچھا ”تم سر پھر کسی کا حلیہ سن کے اس کا تصویر کیسے بنا سکتے ہو؟“

مہارگرو دیو نے کہا ”آپ اس کی فکر نہ کریں۔ یہ اس بڑے ملک کا بہت بڑا جاسوس ہے۔ یہ آپ کو ساتھ لے جائے گا۔“
 ”ہم اس کی گٹ پٹ انگریجی جہان نہیں جانتے ہیں اور ہری جہان نہیں جانتا ہے۔ تم ہرے سنگ چلو۔“
 ”میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا۔ آپ کو اکیلا سر چھوڑوں گا۔ ہم کل دن کے دس بجے والی فلائٹ سے دہلی جائیں گے وہاں سے ازبکستان کے شہر الماتا پہنچیں گے پھر وہاں سے افغانستان پہنچ جائیں گے۔“
 جلیوس نے پوچھا ”کیا رتنا تعلیم یافتہ ہے اور ہماری زبان بولتی ہے؟“

ماراج نے کہا ”یہاں کالج میں پڑھتی تھی۔ آپ کی زبان ضرور سمجھتی اور بولتی ہوگی۔“
 مہاراج اور مہارگرو دیو، جاسوس اور مصور کے ساتھ یہ کہہ کر مہارگرو سے رخصت ہو گئے کہ دوسرے دن ازبکستان جانے کے لیے کارلے آئیں گے۔ وہ سب کو مٹی کے باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ جاسوس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا ”آپ کا مہارگرو بہت زبردست ہے۔ جہاں تک طاقت کا تعلق ہے، فریاد کو کچل کر دے گا لیکن اس نے دنیا نہیں دیکھی ہے۔ دنیا والوں کی چالاکیوں سمجھتا نہیں ہے۔ فریاد اپنی مکاریوں سے اسے چکرا کر رکھ رہا ہے۔“

ماراج نے کہا ”فریاد زبان کا دھنی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے کے اندر میرا بیٹا مل جائے گا اور میں نے کہا تھا کہ اس کے خلاف کبھی بڑی طاقت کے کام نہیں آؤں گا۔ مجھے میرا بیٹا مل گیا ہے۔ میں اس معاملے سے دور رہوں گا۔ میرا یہ چھوٹا بھائی مہارگرو دیو آپ لوگوں کے ساتھ رہے گا اور مہارگرو دھن راج پاٹڑے کو آپ لوگوں کی زبان سمجھاتا رہے گا۔“
 مہارگرو دیو نے کہا ”ہم سب مل کر مہارگرو فریاد کی چالاکیوں اور مکاریوں کے قصے سناتے اور سمجھاتے رہیں گے۔ افغانستان پہنچنے تک اتنی عقل ضرور سکھا دیں گے کہ وہ فریاد کی باتوں کی ہیرا پھیل میں نہیں آئے گا۔“

جاسوس نے کہا ”ہمارے لیے یہ بات اطمینان بخش ہے کہ فریاد مہارگرو کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔“
 مہارگرو دیو نے کہا ”ہم اس کے وفادار چیلے ہیں۔ وہ ہمیں اپنی باتیں کرتا ہے۔ ہم دور رہتے ہیں تو فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرنے ہی بے جتنی محسوس کرنے لگتا ہے اس لیے وہ فریاد کو بھی دماغ میں نہیں آنے دے گا۔“

ماراج نے کہا ”وہ اتنا طاقت ور ہے کہ زخمی یا تیار ہونے کے باوجود پرانی سوچ کی لمبوں کو نہیں آنے دیتا۔ ان حالات میں بھی وہ ایک آدھ گھنٹے تک سانس روک سکتا ہے۔“

مصور نے کہا ”ہم اسکاٹ لینڈ کے جاسوس ہیں۔ ہمارے ادارے میں سیکڑوں قسم کے انسانی ٹاک ٹینٹس مختلف اسپیج میں تیار رہتے ہیں ہم ان کی مدد سے بڑی حد تک کسی بھی مجرم کا ایک خاکہ تیار کر لیتے ہیں۔“
 اس کے ساتھ آنے والا جاسوس مختلف فائلیں کھول کر آٹکھ، ٹاک، کان، ہونٹ، ٹھوڑی اور چروں کی مختلف ساخت دکھانے لگا پھر بولا ”آپ ہمارے سوالات کے جواب خوب سوچ سمجھ کر دیتے رہیں۔ تصویر کا خاکہ تیار ہو جائے گا۔“
 ”ہم سے کاسرال کرو گے۔ جلدی کرو۔“
 مصور نے پوچھا ”رتنا کا چہرہ گول تھا، بیضی تھا۔ چوکور تھا یا لمبوتر؟“

”یہ بیٹوی چہرہ کا بہت ہے؟“
 مہاراج نے سمجھایا ”مرغی کے انڈے جیسا ہوتا ہے۔ نہ گول، نہ لمبوتر ہوتا ہے۔“
 وہ ناگوار سے بولا ”نہ مرغی ہوت، نہ انڈا ہوت۔ یہ سرری ہری ماں نے انڈا کا ہے۔ نہ دیتی تو اوگھر سے نہ بھاگتی۔“
 مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر کہا ”مہارگرو! آپ ان کے سوال کا جواب دیں۔“

وہ جواب دینے لگا اور بحث بھی کرنے لگا۔ بڑی دیر تک دیو سرری کے بعد رتنا کے چہرے کا ایک خاکہ تیار ہوا۔ مہارگرو دھن راج پاٹڑے نے اس خاکے کو حیرانی سے دیکھ کر کہا ”اسی تو کمال ہو گا اُسری ہری بہت ایک دم ایسی ہے۔“

جاسوس نے کہا ”اگر اس کی صورت بالکل ایسی ہی ہے تو ہم ایک ماہ کے اندر اسے آپ کے سامنے پیش کر دیں گے لیکن آپ دو چار دنوں میں ہمارا کام کریں۔ فریاد علی تیمور آج کل افغانستان میں ہے۔ ایک قبیلے کے سردار کی بیٹی شرنہ کے ذریعے اسے آسانی سے پھپھانا جاسکتا ہے۔ وہاں کے تمام جاسوس شرنہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ کو اس کی شہ رگ تک پہنچا دیں گے۔“
 ”ہم بہت ہی کھاتر آج کا“ ابھی جاسوس کے مگر یہ سسر افغانستان کدھر ہے؟ ہم تو بھی ممبئی اور دہلی بھی نہیں گئے۔“

جاسوس نے کہا ”مہارگو بہت کام کا بندہ ہے۔ اسے ٹریننگ دینا ہوگی۔“

جاسوس اور مصور ایک بنگلے کے سامنے اتر گئے۔ مہاراج اور گردیو اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے۔ ان کی رہائش ریلوے اسٹیشن کے قریب تھی۔ مہاراج ٹرین کے ذریعے کلکتہ شہر جا رہا تھا۔ اس نے بیٹے کی رہائش گاہ دیکھ لی تھی۔ اسے کلکتہ میں ایک بنگلہ خرید کر دیا تھا اور تانید کی مٹی کی کھال کی لڑکی سے دوستی نہیں کرے گا۔ بیٹے کی خواہش ہوئی تو اپنے بیٹہ دوم کے اندر بیٹھ کر پیچھے گا اور اس دور دراز بیابان میں جانے گا۔

بیٹا بہت دنوں تک کم رہنے کے بعد ملتا تھا اس لیے وہ بیٹے کے ساتھ کچھ دن گزارنے کے لیے کلکتہ جا رہا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے بیٹے کو واپس کر دوں گا تو وہ میرے خلاف دشمنوں کے کام نہیں آئے گا لیکن وہ پہلے پردہ رہ کر مہارگو دھن راج پانڈے جیسے زبردست طاقت ور کو میری ہلاکت کے لیے افغانستان بھیج رہا تھا۔

ابھی میں اس کی کینٹی سے بے خبر تھا۔ ہم انسان اتنی آہمی نہیں رکھتے کہ ہمارے پیچھے ہماری غفلت میں ہمارے خلاف کسی سازشیں ہو رہی ہیں۔ یہ آنے والا وقت ہی بتاتا ہے۔ گردیو اپنے بڑے بھائی مہاراج کو ٹرین میں سوار کرانے کے بعد ریلوے اسٹیشن سے باہر آیا۔ اس نے دور سے دیکھا ”اس کی کار کے قریب ایک عورت ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے چل رہی تھی۔ وہ قریب آیا تو ٹھک گیا۔ ایک تو وہ جوان دو تیرہ تھی پھر یہ کہ وہ رتا تھی یا رتا کی ہم شکل تھی۔“

وہ اتنی حسین اور پرکشش تھی کہ ہوس پرست گردیو کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہی تھی۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ ہوش میں رہو۔ وہ مہارگو دھن راج پانڈے کی بہن ہوگی تو مہارگو اپنی بہن کے ساتھ اس کا بھی قیامت ڈالے گا۔

دو تیرہ نے اسے دیکھ کر کہا ”میں اپنے رشتے والوں کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرا مطلب ہے، ان سے چمڑی ہوں۔ چائیں وہ کہاں ہیں؟ وہ بھی مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔“

گردیو نے کہا ”تم پریشان ہو۔ فکر نہ کرو۔ میرے پاس کار ہے۔ میں تمہارے عزیزوں کو تلاش کروں گا۔ کیا تمہارا نام رتا ہے؟“

”او۔ نو۔ میرا نام سارہ جوزف ہے۔ میں لندن سے سیاحت کے لیے آئی ہوں۔“

گردیو نے کہا ”میرا بھی یہی خیال تھا کہ تم یہاں ہوگی۔“

اس نے ایسا کہنے ہوئے اس کے دماغ میں چبھنے کی کوشش کی۔ وہ دونوں باتوں سے سرعام کر رہا ہے ہوئی ”او گاؤ! پھر ویسا ہی درد ہونا ہے۔ چائیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔“

وہ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور یہی معلوم ہو رہا تھا کہ

وہ ایک عیسائی دو تیرہ ہے۔ اس کا نام سارہ جوزف ہے اور وہ اپنے عزیزوں سے چمڑی ہے۔

اس نے کہا ”میرے ساتھ کار میں چلو۔ ہم انہیں تلاش کریں گے۔“

”آپ کا شکریہ۔ آپ بہت مہربان ہیں۔ میں تھوڑی دیر یہاں اور انتظار کروں گی۔ آپ کا وقت ضائع ہوگا۔“

”میں مصروف نہیں ہوں۔ تمہاری خاطر یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔“

وہ شہر سے ادا کر کے دور دور تک دیکھنے لگی۔ علی ٹیکسی اسٹیشن کی طرف گیا تھا۔ انہیں کہیں جانے کے لیے ٹیکسی نہیں مل رہی تھی۔ جب ٹیکسی ملی تو وہ اس میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف آنے لگا۔ اس نے دور سے دیکھا۔ وہ کسی شخص کے ساتھ کار کیس پاس لکڑی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام رکھا تھا۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ وہ اپنی رابطہ کیا جائے۔

علی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا ”درا یہاں روکو۔ مجھے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔“

ٹیکسی سڑک کے کنارے رک گئی۔ علی نے موبائل فون کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا۔ پارس نے پوچھا ”کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟“

علی نے کہا ”ہمارے بارے میں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ابھی ثانی سے کو‘ فوراً تمہی کے دماغ میں پہنچے۔ اسے ثانی کی ضرورت ہے۔“

علی نے رابطہ ختم کر دیا۔ دھمی سوچ رہی تھی کہ کار والا ابھی اسے رتا سمجھ رہا تھا۔ کیا اس نے جس عورت کا میک اپ کیا ہے اس کا نام رتا تھا؟ وہ عورت ہمیشہ میں نظر آتی تھی۔ علی نے اس کی تصویر اتاری تھی اور دھمی سے کہا ”اس کے میک اپ اور گینت آپ میں رہو۔ یہ کچھ بھی ہوئی سی لگتی ہے۔ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ جا چکی ہے۔ انفس ہم اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتے ہو سکتا ہے۔“ آئندہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔

دھمی اپنی جگہ کھڑی سوچ رہی تھی اور گردیو خیال خونی کے ذریعے اپنے بڑے بھائی مہاراج سے کہہ رہا تھا ”ایک بہت ہی حسین اور پرکشش لڑکی میرے ہاتھ آ رہی ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ وہ رتا کی ہم شکل ہے لیکن میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کا نام سارہ جوزف ہے۔ وہ اپنے عزیزوں سے چمڑی ہے۔ میں اس کے عزیزوں کو تلاش کرنے کے لیے جانے اپنے بچے میں لے جاؤں گا۔“

مہاراج نے کہا ”پھر تو تمہاری آج کی رات رنجیں ہوئی پھر بھی یہ مشورہ دیتا ہوں۔ سارہ جوزف کے خیالات ابھی صاف نہ ہو سکتے ہیں۔ کسی نے اس کا برین واش کیا ہو۔ بعد میں باہر آ کر وہ ہمارے مہارگو کی بہن رتا ہے تو ہماری شامت آجائے گی۔“

”بھائی جی مہاراج! آپ بہت دور تک سوچتے ہیں۔ بھلا کون اس کا برین واش کرے گا اور اگر کیا ہو گا تو حقیقت معلوم ہوتی ہی میں اس خبیثہ کو ہلاک کر کے کہیں پھینک دوں گا۔ مہارگو دھمی یہ معلوم نہیں ہو گا کہ میں اس کی بہن کی عزت سے کھیل چکا ہوں۔“

وہ خیال خونی سے چونک گیا۔ دھمی اس سے کہہ رہی تھی۔ ”میرے عزیز مجھے شرمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ہمیں یہاں سے چنانچہ چاہیے۔“

گردیو نے خوش ہو کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی۔ اس نے اسٹینڈنگ سیٹ پر آکر کار اشارت کی پھر اسے آگے بڑھایا۔ علی اس کے پیچھے ٹیکسی میں جانے لگا۔ ثانی دھمی کے اندر آکر بیٹھ گئی تھی اور ان کے حالات معلوم کرتی جاری تھی۔

گردیو نے پوچھا ”کیا تم اس شرمیں پہلی بار آئی ہو؟“

”ہاں۔ یہاں کے راستوں اور گلیوں کے نام ایسے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہتے۔ اس ہوش کا نام بھی مجھے عجیب سا ہے جہاں ہم نے قیام کیا ہے۔ بانی اور انے تمہارا نام کیا ہے؟“

”وہ دم راج مگر لو مجھے گردیو کہتے ہیں۔“

”گردیو کا مطلب کیا ہوتا ہے؟“

”گرد کا مطلب ہے استاد۔ میں بہت بڑا استاد ہوں اس لیے گردیو کہلاتا ہوں۔“

”اچھا تم بچوں کو پڑھانے والے استاد ہو۔“

وہ بیٹھے ہوئے بولا ”میں اسکول ماسٹر نہیں ہوں۔ بہت بڑا گیانی ہوں۔ میں انسانوں کے دلوں کے اندر کی بات معلوم کر لیتا ہوں۔“

وہ بڑی جراتی ظاہر کرتے ہوئے بولی ”یہ کیسے ممکن ہے؟ کوئی بھی کسی کے اندر کی بات کیسے معلوم کر سکتا ہے؟“

”تم ابھی کچھ بھی سوچو۔ میں تادوں گا کہ کیا سوچ رہی ہو۔“

وہ ذرا دیر خاموش رہی۔ گردیو نے کہا ”تم تو دن تو قہری فور کتا پڑھ رہی ہو۔ میرے بارے میں کچھ سوچو۔“

وہ پھر جراتی ظاہر کرتے ہوئے بولی ”میں واقعی کتنی پڑھ رہی تھی۔ اب پھر سوچتی ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد گردیو بولا ”تم سوچ رہی ہو کہ میرے بارے میں کیا رائے قائم کر دی۔ جلی ملاقات میں کسی کو پہچانا نہیں جاسکتا ہے مگر گردیو بہت اچھا ہے۔ بہت مہربان ہے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”ہاں میں یہی سوچ رہی تھی۔“

کار ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔ وہ بولی ”یہ کون سی جگہ ہے؟“

”یہ میرا بنگلہ ہے۔ آؤ کچھ کھانے پینے کے بعد میں تمہارے گزروں کے پاس پہنچا دوں گا۔“

وہ اس کے ساتھ آکر بنگلے کے اندر آئی۔ باہر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ دھمی نے کہا ”میرا ذرا تنگ دھم میں ہیں۔ اب تم کو

گے تمہارے ساتھ بیٹہ دوم میں چلوں؟“

وہ مسکرا کر بولا ”تم کافی سمجھ دار ہو۔“

وہ مسکرا کر بولی ”اب میرے دل کی بات پڑھ کر بتاؤ۔ میں تمہارے بارے میں کیا سوچ رہی ہوں؟“

پھر وہ دل میں بولی ”کتے کے بچے! آج تک میرے شوہر کے سوا کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ تو نے ماں کا دودھ پیا ہے تو اور مجھے ہاتھ لگا۔“

وہ غصے سے بولا ”تو مجھے کتے کا بچہ کہہ رہی ہے؟“

وہ اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ دھمی نے کھوکھرا کر اس کے منہ پر ایک کلک ماری۔ وہ لڑکھا کر پیچھے ہٹا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ہلاک فائرسے پالا پڑا ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا۔ دھمی نے فضا میں اچھل کر کلک ماری۔ وہ پیچھے جا کر دوڑا سے ٹکرایا۔ اسے جواہر جملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ ٹکرائی ہوئی بجلی کی طرح کتے کے بعد دیگرے چلے کر رہی تھی۔ کبھی گھومنے اور کبھی کرانے کے ہاتھ رسید کر رہی تھی۔ اس کے چرے کی کھال جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ وہ لولہاں ہو رہا تھا۔ فرش پر گر کر ہاتھ پائے ہوئے آواز دی ”جگن! اے جگن! کہاں مر گیا ہے؟“

علی دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے بولا ”تمہارا مسلح گارڈ جگن میرا میں زندہ ہے۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے اسے سلا دیا ہے۔“

دھمی اسے ٹھوکریں مارنے لگی۔ علی نے پوچھا ”کیوں مرے ہوئے کو مار رہی ہو؟“

وہ بولی ”خانی کہہ رہی ہے کہ زخمی ہونے کے باوجود ابھی یہ خیال خونی کر سکتا ہے۔ اپنے بڑے بھائی مہاراج کو مخاطب کرنا چاہتا ہے لہذا اسے اور زخمی ہونا چاہیے۔“

علی نے آگے بڑھ کر اس کے ایک ہاتھ کو پکڑ کر موزا پھر ایک زور کی لات ماری۔ گردیو چیخنے لگا۔ ٹکڑا کی آواز کے ساتھ بانڈ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ علی نے کہا ”اب یہ خیال خونی نہیں کر سکتے گا۔“

وہ دھمی کے ساتھ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ ثانی گردیو کے خیالات پڑھ کر انہیں سن رہی تھی۔ سب کچھ سننے کے بعد علی نے ثانی سے کہا ”یہ پاپا کا کیس ہے۔ تم ان سے مشورہ کرو، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

گردیو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ہڈی ٹوٹنے کے بعد اسے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا مگر اس پر نیم بے ہوش غاری تھی۔ وہ ہاتھ پاتا ہوا آدھ کھلی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ علی نے اٹھ کر اس کے منہ پر ایک زور دار ٹھوک ماری۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر بے ہوش ہو گیا۔

پھر وہ دھمی کے پاس آکر بیٹھے ہوئے بولا ”اسے بے ہوش رہنا چاہیے ورنہ مہاراج اس کے دماغ میں آکر اس کے موجودہ حالات

معلوم کر سکتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے فنی اور علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
 ”بھائی نے مجھے وہاں کے حالات بتائے ہیں۔ مہارودھن راج
 بانڈے کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ اس کی بہن رتنا اپنے عاشق
 کے ساتھ گھر سے فرار ہو گئی تھی۔ فنی اور تم وہاں رتنا اور اس کے
 عاشق کا ردل ادا کرو۔ بھائی تمہیں مہارودھن راج بانڈے اور
 مہارودھن راج بانڈے کے فون نمبر وغیرہ بتائے گی۔ اس سچکے سے فوراً
 نکلو۔ اس سے پہلے گردیو کو اس دنیا سے نکال دو۔“
 میں انہیں اپنے طور پر مشورے دے کر مہاراج کے پاس
 آیا۔ وہ زمین میں سڑ کر رہا تھا۔ ایک برتھ پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔
 پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے
 پوچھا ”کون ہے؟“

میں نے بڑی تکلیف سے کراچے ہوئے گردیو کی آواز اور
 لہجے میں کہا ”اے! بھائی جی مہاراج! آہ! آپ کو کسے آہ! آخری
 پرنام۔۔۔“
 میں اٹھا کہ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی خیال خواتی کی
 پرواز کی۔ گردیو کے دماغ میں پچھتاہا پچھتاہا ناکامی ہوئی۔ اسے
 اپنے بھائی کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار کوشش کی۔ اس کی
 سوچ کی لہریں جھٹک کر واپس آ گئیں۔ وہ تڑپ کر بولا ”دھرم راج!
 تم کہاں ہو؟ میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا ہے۔“
 میں نے کہا ”بھائی جی مہاراج! اتنا تو عقل سے سوچیں۔
 مرنے والے کا دماغ تاریک اور بے حس ہو جاتا ہے۔ وہاں کبھی
 سوچ کی لہر کو جگہ نہیں ملتی ہے۔ مہاراج! میں مر چکا ہوں۔“
 ”یہ۔۔۔ یہ کیا مذاق ہے۔ مگر مجھے تو میرے اندر کیسے بول
 رہے ہو؟“

”میری آتما بول رہی ہے بھائی جی مہاراج!“
 وہ برتھ پر بیٹھا ہے جیسی سے پہلو بدل رہا تھا۔ اس نے پھر ایک
 بار خیال خواتی کے ذریعے بھائی کے دماغ کو تلاش کرنے کی کوشش
 کی۔۔۔ پھر کہا ”اے! وہ مر چکا ہے۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے تم
 کوئی دوسرے ہو اودھ۔ اور دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ آپ فراد
 صاحب ہیں۔“

میں نے کہا ”اب اس دنیا میں کتنے ٹیلی ویشن جاننے والے ہ
 گئے ہیں؟ انھیں پر گمن کر بتایا جا سکتا ہے کہ کون کس سے دماغی
 رابطہ کر رہا ہے؟ مجھے اس بات کا فہم نہیں ہے کہ تمہارا بھائی
 مارا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایک نیلی بیٹی جاننے والے کی کمی
 ہو گئی ہے۔“

”مگر حضور! میرے بھائی کا قصور کیا تھا؟“
 ”یہ پانچ منٹ کے اندر سوچ لو کہ وہ کیوں مارا گیا؟ میں ابھی
 آتا ہوں۔“

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ میرے جاتے ہی اس نے سوچا۔

”کیا فراد کو اس سازش کا علم ہو گیا ہے؟ کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ
 میرا بھائی مہارودھن راج کی ہلاکت کے لیے افغانستان لے جانے والا
 تھا؟ اور یہ منصوبہ بنانے وقت میں بھی وہاں موجود تھا؟ نہیں اسے
 میری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ میرے بھائی دھرم راج (گردیو) کو
 ہلاک نہ کرتا۔ مجھے یا میرے بیٹے کو نقصان پہنچاتا۔“

میں نے مہاراج کے پاس آ کر کہا ”میں تمہارے بیٹے کے پاس
 سے آیا ہوں۔ وہ اپنے بیٹے دوم میں ہے۔ اس نے دو پیگ پیچے
 ہیں۔ اب جو تیسرا پیگ بٹا رہا ہے، وہ ڈھیرلا ہے۔ اسے خبر نہیں
 ہے کہ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تیسرے پیگ میں ڈھیرلا
 دیا ہے۔“

یہ سننے ہی اس نے خیال خواتی کی چھلانگ لگائی۔ اپنے بیٹے
 کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ہاتھ سے شراب کا گلاس گر دیا۔ میں
 نے کہا ”نہیں! آپ اپنے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔ وہ تیسرا پیگ ڈھیرلا
 نہیں تھا۔ میں نہیں یاد دلا رہا تھا کہ ٹیلی ویشن کی ایک جنگلی میں
 تمہارے بیٹے کی جان ہے۔“

مہاراج جس کہیں میں سڑ کر رہا تھا اس میں سڑ کرنے والے
 سورہ تھے۔ صرف وہی جاگ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ جو ڈگر ڈگر کر رہے
 پوچھ رہا تھا ”حضور! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟“

”پھر دھیت بن کر پوچھ رہے ہو؟ خود اپنی زبان سے بولو، میں
 ایسا کیوں کر رہا ہوں۔“
 وہ دونوں ہاتھ جوڑے سر جھکا کر بولا ”مجھے سے غلطی ہو گئی۔
 بہت بڑی غلطی ہو گئی۔“

”اس غلطی کے نتیجے میں تمہیں مرنا چاہیے تھا یا تمہارے
 بیٹے ہمیشہ کو لیکن جانتے ہو گردیو کیوں مارا گیا؟“
 ”آپ بتا دیں۔ میں دونوں کا پکڑ رہا ہوں۔“

اس نے اپنے کان کا پکڑ لیا۔ میں نے کہا ”تمہیں ہلاک کرنا تو
 مرنا ہے۔ ابھی اس طرح نہ ترپتے۔ میں تمہیں زندہ رکھ کر تڑپا
 رہوں گا کیونکہ تمہارے بیٹے کی جان ٹیلی ویشن کی سولی پر لٹکی رہے
 گی۔“

”میں سمجھ گیا حضور! اب مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔“
 ”ہوگی۔ ابھی غلطی کا امکان ہے۔ تم ٹیلی ویشن یا کالے جادو
 کے ذریعے اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دو۔ میں اس کا سر توڑ کر
 اس کے دماغ میں ٹھس جاؤں گا۔ یہ آخری کوشش بھی کر دو کیونکہ
 ”میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قسم کھاتا ہوں۔ اس کا دماغ کسی
 طرح بھی لاک نہیں کروں گا۔ بس یہ آخری غلطی معاف کر دیں۔“
 میں نے کہا ”مہارودھن راج بانڈے یا کسی سے بھی ذکر
 نہیں کرو گے کہ گردیو کی ہلاکت میں میرا ہاتھ ہے اور میں اپنے
 خلاف ہونے والی سازشوں کو سمجھ چکا ہوں۔“
 ”میں آپ کے حکم کا بندہ ہوں۔ کسی سے آپ کا ذکر نہیں
 کروں گا۔“

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے بیٹے سے رابطہ کر کے
 کہا ”بیٹے! تمہارے چچا دھرم راج کا ریمانٹ ہو گیا ہے۔ کسی نے
 ان کی ہیتا کی ہے۔ تم فوراً ”پوری“ شہر چلے آؤ۔“
 وہ کچھ پر پھنسا جاتا تھا۔ اس نے کہا ”کوئی سوال نہ کرو۔ فوراً
 چلے آؤ۔“

وہ ایک اسٹیشن پر ٹرین سے اتر گیا پھر وہاں سے ایک کرائے کی
 کار لے کر پوری شہر کی طرف جانے لگا۔ مہارودھن راج بانڈے
 کی کوٹھی میں جشن منایا جا رہا تھا۔ غیر ملکی نمائندے، پریس رپورٹرز
 اور ٹیوی گرافرز وغیرہ بھی موجود تھے۔ وہاں یوگا وڈیو کے بیٹنے
 ادارے تھے، ان سب کے گرد اور مہارودھن راج کی دعوت دی گئی
 تھی۔ مہارودھن راج جو تیسری رسم بنانے کے لیے وہاں گیا تھا۔

میں اس وقت پولیس کا اعلیٰ افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آیا۔
 مہارودھن راج بانڈے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کرتے
 ہوئے کہا ”آپ اپنا ڈسٹی (ڈیوٹی) چھوڑ کر میری مچھل میں آئے
 ہیں۔ ہم برا بھلا کہہ رہے ہیں۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں۔ آپ کو یہ
 بتانے آیا ہوں کہ آپ کے ایک چیلے دھرم راج (گردیو) کو قتل
 کر دیا گیا ہے۔“

بانڈے نے کہا ”کس سرے سے میرے چیلے کی ہیتا کی ہے۔
 ہم راجا گاندھائی چھوڑیں گے۔“
 ”مہارودھن راج! آپ کی بہن رتنا نے اسے قتل کیا ہے۔“

”اے؟ پھر صاحب آپ کا بول رہے ہیں؟ مہری بہن رتنا ای
 کیسے ہے؟ وہ سرری ایسی سختی دان کیسے ہو گئی؟ میرے ساتھ جیسے
 بیٹے کو توڑا ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا ہے۔“
 افسر نے ایک کانڈ بڑھاتے ہوئے کہا ”آپ اسے پڑھیں۔
 اسے آپ کی بہن نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ یہ ہمیں دھرم راج
 کی عیب سے ملا ہے۔“

مہارودھن راج بانڈے نے کانڈ لے کر اسے الٹ پلٹ کر
 دیکھا پھر وہ کانڈ اپنے ایک چیلے کو دے کر کہا ”ہم کا پڑھنا جانت
 تھانے جو تے پڑھ کے سنا دے۔“

اس چیلے نے پڑھا۔ کانڈ پر لکھا تھا ”بھائی مہارودھن راج
 میں جانتی ہوں“ آپ مجھ سے اور میرے بچے سے نفرت کرتے ہیں۔
 میں تم کو مکتا چاہتی ہوں پھر بھی میں بہن ہوں۔ آج آپ کی بہت
 جوش کا سامنا ہے۔ فرخ کر رہی ہوں لیکن جن چیزوں کو آپ نے میری
 شہرت پر لکھا ہے ”ان میں سے دھرم راج نام کے ایک چیلے نے آج
 بہن کو ہاتھ لگائے“ یہ تو مہارودھن کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے۔
 ”دیکھو! ان چار برسوں میں میں نے اتنی سختی حاصل کی ہے کہ
 اب ہاتھ لگانے والے دھرم راج کی اچھی طرح پتائی کر کے اسے
 ہلاک کر دیا ہے۔ آئندہ بھی کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کرے گا

تو وہ بھی دھرم راج کی طرح مارا جائے گا۔ آپ کو بھی مان لینا
 چاہیے کہ مجھے ہاتھ لگانے کا حق صرف میرے شوہر کو ہے۔ اگر
 آپ میرے شوہر کو حلیم نہیں کریں گے تو یہ ایک بھائی کی بے
 غیبتی ہوگی۔ فقہ آپ کی بہن رتنا۔“

بہن کے شوہر اور اس شوہر کو نہ ماننے والی بے غیبتی کی بات
 ایسی تھی کہ مہارودھن راج بھری محفل میں جھنجھٹ گیا وہ اس خط کو
 لے کر پھاڑ ڈالنا چاہتا تھا۔ اعلیٰ افسر نے خط لے کر کہا ”یہ خط
 پولیس کی تحویل میں رہے گا۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال
 لے جایا گیا ہے۔ ہمیں یقین تو نہیں آ رہا ہے کہ ایک عورت اتنی
 طاقت ور ہو سکتی ہے۔ اس نے دھرم راج کو ہلاک کرنے سے پہلے
 بہت بڑی طرح مارا ہے۔ پلیر آپ دھرم راج کے رشتے والوں کو
 اس کے بارے میں اطلاع دے دیں۔“

مہارودھن راج نے موبائل فون کے ذریعے مہاراج سے رابطہ
 کیا۔ مہاراج نے کہا ”مہارودھن! میں آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ مجھے
 ٹیلی ویشن کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ کسی نے میرے بھائی کی ہیتا
 کی ہے۔ آپ اپنے چیلوں سے کہہ دیں، اس کے کیا کریم کا
 بندوبست کریں۔ میں آ رہا ہوں۔“

ان کی گفتگو کے دوران میں دوسرے مخالف مہارودھن
 موبائل فون کا پیر بولنے لگا۔ مہارودھن راج بانڈے نے فون کو آن
 کر کے کان سے لگا کر پوچھا ”ہیلو کون؟“
 دوسری طرف سے آواز آئی ”میں مہارودھن راج کی بہن رتنا
 بول رہی ہوں۔“

ماک جاتو نے حیرانی سے پوچھا ”آہ! آپ مجھ سے بول رہی
 ہیں۔ یعنی کہ آپ مجھے جانتی ہیں؟“
 ”جانتی ہوں۔ تم مہارودھن راج جاتو ہو۔ چھ گھنٹوں تک سانس
 روک کئے ہو۔ آج میرے بھائی نے تمہارا ریکارڈ توڑ دیا ہے لیکن
 صرف سانس روکنے کے معاملے میں وہ تم سے برتر ہے ورنہ تم
 طاقت میں اس سے کم نہیں ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟“

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ تم نے کالج میں بہت زیادہ پڑھا ہے۔
 ہم سے چھٹی ہو۔ مگر ہم سے زیادہ گیان رکھتی ہو۔ کیا تم بھائی سے
 ڈرتی ہو اس لیے ہم کو فون کر رہی ہو؟“
 ”میں بھی اپنے اندر کچھ ایسی شہرت رکھتی ہوں کہ تمہارے اور
 میرے بھائی جیسے طاقت ور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تمہیں
 فون کرنے کا ایک خاص مقصد ہے۔“
 ”وہ مقصد کیا ہے؟“

”میں اپنے بھائی کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جو بھائی اپنی بہن کے
 دشمن بن جاتے ہیں وہ بہن پھر کسی دوسرے طاقت ور کو اپنا بھائی
 بنا لیتی ہے۔ کیا تم میرے بھائی کو گے؟“
 ”ماں قسم! ہم تم کو بہن بتائیں گے۔ تم کو بھی بہن سے زیادہ
 پیار کریں گے۔ تم جب چاہو تمہارے پاس آ کے ہماری کلائی میں

169

راکھی باندھ دو۔“

”میں ضرور تمہیں راکھی باندھوں گی۔ پہلے اس بھری مغل میں اعلان کرو کہ ابھی میں نے تمہیں اپنا بھائی بنایا ہے۔ فون کو آن رکھو۔“

مہارو نامک جاتیو نے اپنے موبائل فون کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا ”میں اس مغل کے تمام حاضرین سے مخاطب ہوں۔ آپ ذرا در خاموش رہ کر ایک ضروری بات سیں۔“

مغل میں خاموشی چھا گئی۔ تمام لوگ اسے دیکھنے لگے۔ وہ موبائل فون کو ایک ہاتھ سے فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا ”مہارو دھن راج پانڈے کی بہن رتنا نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا ہے اور مجھے اپنا بھائی بنایا ہے۔ میں ایک شریف آدمی ہوں میں نے بھی اسے اپنی بہن تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کون سی وقت بھی آکر میری کلائی میں راکھی باندھے گی۔“

مہارو پانڈے نے غصے سے آگے بڑھتے ہوئے کہا ”تم جھوٹے اور مکار ہو۔ میری سہ ماہی کے ساتھ بات کرنا بھی مجھ کو گوارا نہ تھا ہی کرے گی۔“

نامک جاتیو نے کہا ”یہ فون آن ہے۔ میری اور تمہاری بہن رتنا اس فون کے دوسری طرف موجود ہے۔ یقین نہ ہو تو خود اس کو آواز سن لو۔“

مہارو پانڈے نے اس سے فون چھین کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا ”اے چھو کیا! اتنے کون ہے رتی؟“

”بھائی مہارو! منتسے۔ میں آپ کی بہن رتنا بول رہی ہوں۔ میرے بھائی! آج جس طرح آپ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اسی طرح آپ کی بہن نے چار برسوں میں اتنی شہتی حاصل کی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے شہر کا سر توڑ سکتی ہے۔“

”ہم توہری کھوڑا توڑ دیں گے توہری بستا تاہی ہو سکتی۔ ہری بستا بہوت ناہک اور کجور تھی۔“

”آپ بھی بیڑا ہونے کے بعد جوان ہونے تک کزور رہے پھر رتنہ رتنہ طاقت حاصل کی ہے۔ میں نے بھی چار برسوں میں جیسی شہتی حاصل کی ہے اس کا مظاہرہ آئندہ کرتی رہوں گی۔ آپ کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ آپ کی یہ بہن رتنا کتنی شہتی دان ہو گئی ہے۔“

”اتنی سکتی دان ہے تو ہمارے سامنے آ۔ ہم ابھی تیرے سرے (جسم) کو لیے لہڑا کی باجک پھوڑا لیں گے۔“

نامک جاتیو نے گرج کر کہا ”مہارو پانڈے! تم پولیس کے اعلیٰ افسر کے سامنے میری بہن کو مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ رتنا اب صرف تمہاری نہیں۔ میری بھی بہن ہے۔ جب تک میری ایک سانس بھی باقی ہے، تم میری بہن کو دشمن بن کر ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔“

مہارو پانڈے نے اچھل کر اس پر حملہ کیا۔ نامک جاتیو اس

کے حملے کو روک کر اس سے بچنے لڑا۔ لگاتار تمام پولیس واسطہ کے درمیان آکر انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے لگے۔ انہیں ایک دوسرے سے دور کرنے کے بعد اعلیٰ افسر نے ”مہارو دھن راج پانڈے! تمہاری بہن کے خط میں صاف لکھا ہے کہ تم نے اپنی بہن رتنا کو جان سے مار ڈالنے کے لیے کچھ آدمی مقرر کیے ہیں، جن میں سے ایک دھرم راج نامی ایک اگر تمہاری بہن رتنا کیس قتل کی جائے گی تو تم قانون کی نڈھیلی گے میرا مشورہ ہے کہ اپنا دماغ ضبط کر رکھو۔“

اعلیٰ افسر نے فرش پر گرے ہوئے موبائل فون کو اٹھا کر سے لگایا پھر کہا ”میں پولیس کا ایک افسر ہوں۔ میں پانڈے کو کون ہو؟“

دوسری طرف سے آواز آئی ”جرم آپ سے جھوٹ ہے۔ لیکن ایک بہن اپنے بھائی سے جھوٹ نہیں بولتی۔ میں نے مجھے بھائی مہارو دھن راج پانڈے اور اپنے بڑے بھائی مہارو نامک جاتیو سے کچھ بتایا کہ ان کی بہن رتنا ہوں۔ سامنے آؤں گی تو میرا بھائی میری صورت دیکھنے ہی لگے گا۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”میں نے سنا ہے، تم تعلیم یافتہ ہو۔ اپنی عزت اور جان بچانے کے لیے دھرم راج کو قتل کیا ہے۔ قانونی طور پر تمہیں سختہ دیں گے۔ فی الحال خود کو قانون حوالے کر دو۔“

”میں قانون کا احترام کرتی ہوں اور قانون کو سمجھتی ہوں۔ جب تک میرا بھائی مجھے اور میرے بچے کو تسلیم نہیں کرتا، تحریری طور پر یہ اعتراف نہیں کرے گا کہ اس نے میرے قاتل چھوڑ رکھے تھے اور دھرم راج ان قانون میں سے ایک اور اس کی بہن نے اپنی حفاظت کی خاطر اسے قتل کیا ہے۔ میں خود کو قانون کے حوالے نہیں کروں گی۔“

”تمہاری باتوں میں وزن ہے۔ میں پھر کسی وقت تمہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میرا فون نمبر لکھ لو۔“

”آپ بہت بڑے افسر ہیں۔ نمبر نوٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ میں خود کسی وقت آپ سے گفتگو کروں گی۔“

اعلیٰ افسر نے فون بند کر کے اسے نامک جاتیو کو دے دیا۔ پانڈے سے کہا ”آپ ایک بہت اچھے اور سیدھے سادے ہیں اس لیے دشمنوں کے ہنگاموں میں آجائے ہیں۔ آپ باغ تھی۔ خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ اپنی پسند سے شادی کر لی لیکن دشمنوں کے ہنگاموں میں غیرت کا مسئلہ بنالیا۔ آپ کے دماغ میں یہ بات ٹھوس بن کر آپ گمراہ جانے والی بہن کو قتل کرنے کے بعد کی فہم کلائی گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔“

وہ بولا ”اپھر صاحب! گفت ہے آپ کے لیے اور نہ

ہوں گے۔ لے۔ میرے پرکھوں سے ہوتا آیا ہے۔ گھر کی بہن اور بی بی دنیا باغ کے سوسر وال جات ہے۔ اسی ہمارے پر ہے۔ اس کے خلاف ہوتا ہے تو تم کون کی غیبا مبادلت ہیں۔“

”یعنی اس طرح آپ قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بہن کی جان لینے سے آپ کو سزائے موت ہوگی۔“

”ہم اہت اور کیرت کے لیے موت کو غور کرنا اڑا دیوت ہیں۔“

افسر نے کہا ”سمجھانا میرا فرض تھا۔ میں نے فرض ادا کر دیا۔ انہ سے آپ قانون کے ممانظوں کی سخت نگرانی میں رہیں گے۔ اسی وقت مہاراج وہاں پہنچ گیا۔ بڑے دکھ سے بولا ”مہارو! کیا ہو گیا ہے؟ آپ کی عمری میں میرے بھائی کو قتل کر دیا گیا۔ کون بڑا قاتل؟ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

مہارو پانڈے نے کہا ”میری بہن رتنا اسی سرما ہے۔ اوئی سہی نے توہر بھائی کی پتی کی ہے۔ تم دھیرج دھرو۔ ہم اس سہی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔“

افسر نے پوچھا ”آپ مقتول دھرم راج کے بھائی ہیں؟“

”ہاں۔ میں ہی وہ بد نصیب ہوں۔ میرا نام سوربہ راج ہے۔ لی مہارو دھن راج پانڈے کا چیلہا ہوں۔“

”تلاش کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہوگا۔ آپ ہمارے ساتھ چل کر اٹھ کر اپنی تحویل میں لے سکتے ہیں۔“

مہاراج نے مہارو پانڈے کو دیکھا۔ پانڈے نے کہا ”سوربہ راج! تم میرے چیلوں کے سبک جاؤ اور اس کا کریم کر دو۔ ہم اس سہی کو اس سرے جندہ نامی جانے دیں گے۔“

مہاراج دوسرے چیلوں اور پولیس والوں کے ساتھ جانے لگا۔ مہارو نامک جاتیو نے کہا ”افسر صاحب! میں بھی چلتا ہوں۔ آپ کے سامنے مہارو پانڈے سے کہہ دیتا ہوں کہ رتنا میری بہن ہے۔ جب تک وہ اس شہر میں رہے گی کوئی مافی کا لال اسے ہاتھ نہیں لگے گا۔“

پولیس کے کہہ کر وہ جانے لگا۔ مہارو پانڈے غصے سے تھلنے لگے۔ وہ اعلیٰ افسر کے سامنے اس سے جھگڑا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے غصے میں ایک بڑے سے صوفے کو لٹ مار دی۔ صوفہ پھوس پھوس اٹھ گیا۔ اس مغل میں اسکاٹ لینڈ یا رڈ کا وہ لاکھ خا کہ تھا جس نے اپنے ادارے کے مصورے رتنا کی تصویر بنائی ہوئی رہی تھی۔ انہیں وہ گائیڈ انگریزی میں اسے سمجھاتا ہا

جاہوس نے کوٹھی کے باہر ایک موبائل کے ذریعے کہا۔ پانڈے تہل تہل ہو گئی تھی۔ مہارو پانڈے کل کی فلاٹ سے نہیں نکلے۔ ہم اس کی گمشدہ بہن سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ وہ کم نشہ رتنا افسر شہر میں آگئی تھی۔ پانڈے کے چیلے ابھی سے اسے

تلاش کر رہے ہوں گے۔“

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر کہا ”میں نے بھی یہی سوچا ہے۔ اگر ہم پہلے رتنا کو تلاش کر لیں اور اسے کیس چھپا دیں تو پانڈے ہماری شرط مان کر فریاد کو قتل کرنے افغانستان ضرور جائے گا۔ رتنا کو پہلے ڈھونڈ نکالنے کے لیے فوراً سراغ رسائی کی ٹیم بھیج دیں تب تک میں موجود نہ ٹیم کے ساتھ اسے تلاش کرتا رہوں گا۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ کوٹھی کے بڑے سے احاطے میں پولیس والے کچھ باتیں کر رہے تھے پھر وہ مہاراج کے ساتھ گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ان کے پیچھے مہارو نامک جاتیو کی گاڑی تھی۔ وہ اشارت ہو کر جانے والی تھی۔ جاہوس کے گائیڈ نے نامک جاتیو سے کہا ”یہ ہمارے انگریز صاحب آپ سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

نامک جاتیو نے کہا ”بہت رات ہو گئی ہے۔ اگر راستے میں باتیں ہو سکتی ہیں تو میں کروں گا کیونکہ گھر پہنچنے ہی مہاراجوں گا۔“

گائیڈ نے جاہوس کو یہ باتیں بتائیں۔ جاہوس نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ وہ اس کار کے پیچھے گاڑی ڈرائیو کرتا چلے۔ جاہوس اور گائیڈ پچھلی سیٹ پر نامک جاتیو کے ساتھ بیٹھ گئے۔ دونوں کار پر آگے پیچھے جانے لگیں۔ گائیڈ نے تعارف کر لیا کہ جاہوس کا تعلق اسکاٹ لینڈ یا رڈ سے ہے۔ اسے ایک بے انتہا طاقت ور شخص کی ضرورت ہے۔ فی الوقت پوری دنیا میں دوسری افراد نے غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک مہارو دھن راج پانڈے اور دوسرا نامک جاتیو ہے۔

پہلے مہارو پانڈے سے یہ معاملات طے ہوئے تھے کہ اس کی گمشدہ بہن کو تلاش کر کے لایا جائے گا تو وہ ایک بڑے ملک کا ایک بہت بڑا کام کرے گا۔ اپنی بہن اور اس کے بچے کو قتل کرنے کے لیے وہ فریاد علی کیور کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

لیکن اس کی بہن رتنا چاہک اسی شہر میں پہنچی تھی۔ اب پانڈے اسے تلاش کرے گا۔ فریاد کو قتل کرنے نہیں جائے گا۔ نامک جاتیو نے کہا ”یعنی اب یہ انگریز چاہتا ہے کہ میں فریاد کے مقابلے پر جاؤں؟“

”ہی ہاں۔ آپ جہاں طاقت میں پانڈے سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ فریاد کو قتل کر کے آپ بھارت کے بے تاج بادشاہ بن سکتے ہیں۔ اس ملک میں اور ملک سے باہر آپ کے بینک اکاؤنٹس میں کروڑوں ڈالر جمع کویے جائیں گے۔“

نامک جاتیو نے کہا ”اگر اس کی بہن رتنا تمہیں مل جائے تو پھر اسے پانڈے کے حوالے کر کے تم اسے فریاد کے مقابلے پر بھیج سکتے ہو۔“

”ہاں۔ ہم رتنا کو بھی تلاش کر رہے ہیں لیکن آپ راضی ہو جائیں تو بہن۔“

وہ بات کاٹ کر بولا ”فرض کرو! میں فریاد کے مقابلے میں نہیں

جاؤں گا تب کیا کرو گے؟

”پھر تو ہی ایک راستہ رہ جائے گا۔ ہم کل تک روتا کڈھوئے نکالیں گے پھر پانڈے ہمارا کام کرنے پر راضی ہو جائے گا۔“

نامک جاتوئے ڈرائیور سے کہا ”گاڑی روکو۔“

گاڑی رک گئی۔ اس نے جاسوس اور گائیڈ سے کہا ”گاڑی سے اتر جاؤ۔ تم لوگ میری بہن کو پانڈے کے حوالے کرو گے؟ زندہ رہو گے تو کوئے نہ؟“

اس کے دو من میں اگلی سیٹ پر تھے۔ اس نے دونوں سے کہا۔ ”ان کی تلاشی لو! انہیں نسا کر دو۔ موبائل فون جین لو پھر انہیں ہائی وے کی چٹکی تک چھوڑ کر آجاؤ۔ یہ دوبارہ اس شریش نظر آئیں تو کچھ نہ بولنا۔ چپ چاپ گولی مار دینا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی ان کے چرسے دکھا دو۔“

مہارکو نامک جاتو یہ حکم دے کر انیسٹرنگ سیٹ پر آیا پھر اپنی کار خود ڈرائیور کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

○☆☆○

نیلان نے دوسری صبح ناشتا کیا۔ پورس غسل کر کے ایک نیا لباس پہن کر ناشتے کی میز پر آیا۔ پچھلی رات انہوں نے بڑے پیار سے گزارا تھی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”پورس! تم نے مجھے اتنی سرسبی دی ہیں کہ اب میں تم سے کبھی دور ہونے کا تصور بھی نہیں کروں گی۔ تم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میں جان دے دوں گی مگر تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔“

پورس نے قہر چباتے ہوئے اسے دیکھا پھر پوچھا ”پچھلی رات کوئی خواب دیکھا تھا؟“

وہ ہنسی بھرا لہجے سے بولی ”میں اتنی رومانوی باتیں کر رہی ہوں اور تم خواب کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ تم نے تو یہ دستور بنالیا ہے۔ دو صبح خواب کے بارے میں پوچھتے ہو۔“

”تم اتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو۔ کیا تم نے اندازہ نہیں لگایا کہ میں بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ تم نے ایک رات خواب میں خیال خوانی کی تھی۔ میں چاہتا ہوں، پھر تم ایسا ہی کوئی خواب دیکھو کہ تم اپنی خیال خوانی کی صلاحیت کو کچھ سکھو۔“

وہ کھاتے کھاتے سوچنے لگی۔ وہ بولا ”میں تمہارے ذہن کو کریدنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم پھر بھی خواب میں خیال خوانی کرو گی۔ ذرا ابھی طرح سوچو، کل کوئی خواب دیکھا تھا؟“

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ”ہاں مگر کچھ بے شکا خواب تھا۔“

”بے شکا خواب ہوئے دو۔ اسے ابھی طرح یاد کرو اور اس کی صحیح ترتیب کے ساتھ مجھے سناؤ۔“

وہ سوچنے لگی اور ہنسنے لگی ”میں نے تین کتے دیکھے تھے۔“

”تین کتے؟ وہ کیا کر رہے تھے؟“

”پہلے تو مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرے اندر کی ذہریلی گولیوں کو سونگھ رہے ہیں پھر میں نے ایک لیبارٹری دیکھی۔ وہاں بڑے بڑے مریضوں پر مختلف قسم کے زہر رکھے ہوئے تھے کتے باری باری ہر مریض کو سونگھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ وردی والے افسر بھی تھے پھر میرے اندر جو ذہریلی گولی ہے اس زہریلے مریض کو سونگھ کر تین کتے کی ایک طرف منہ اٹھا کر بھونکنے لگے۔“

یہ سنتے ہی پورس کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ اس نے جلدی سے پوچھا ”پھر کیا ہوا؟“

”دو پولیس کے افسر تھے۔ تین سپاہی اور تین کتے تھے۔ ایک گاڑی میں تھے کتے جس طرف منہ اٹھا کر بھونکتے تھے۔ اسی طرف مزاجاتی تھی۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ میری طرف آ رہے ہیں۔ مجھے اپنی پروا نہیں تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ میں فوراً بیڈ روم سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس بجنگے کی طرف آئی۔“

اس نے جراتی سے پوچھا ”کیا تم کل رات بجنگے سے باہر گئی تھیں؟“

”میں نہیں گئی تھی۔ میں تو خواب سنا رہی ہوں۔ میں خواب میں دوڑتی ہوئی ایسی جگہ پہنچی جہاں بہت اندھیرا تھا۔ کوئی گھر نہیں سکتا تھا۔ جب اس گاڑی کی ہیڈ لائٹس میری طرف آئیں تو میں آئے لگیں تو میں نے پھر مار کر گاڑی کی دونوں لائٹس توڑ دیں۔ اس طرح کوئی مجھے دیکھ نہ سکا۔“

”تم نے ہیڈ لائٹس توڑ دیں۔ گاڑی والوں نے کچھ نہ کہا؟“

”وہ بہت کچھ کہہ سکتے تھے لیکن میں اس غصہ دکھانے والا افسر کے دماغ میں کچھ مچ گئی تھی۔ اس کا عاتق افسر کچھ بول پاؤں۔ میں اس کے اندر بھی پہنچ گئی پھر میں نے ان کے اندر دھک دیا۔ چاہا دیا انہوں نے کیا۔“

”انہوں نے کیا کیا؟“

”دونوں افسروں نے پہلے ان تین کتوں کو گولیاں مار دیں۔ اپنے سپاہیوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد۔“

وہ سوچتے ہوئے بولی ”اس کے بعد ایک افسر نے دوسرے افسر کو گولی مار دی۔ ڈرائیور غصہ محسوس کر کے گاڑی کو تیزی سے چلاتے ہوئے لے جانے لگا۔ افسر گاڑی کے پچھلے حصے میں تھا۔ گاڑی کے ڈنگلے کے باعث باہر بار لاشوں پر گر رہا تھا اور اس کے پیچھے ہونے سے روکنے کو کہہ رہا تھا مگر میں ڈرائیور کے اندر آ کر اسے گاڑی نہیں روکنے دی۔ اس نے گاڑی کو اور تیزی سے دوڑاتے ہوئے ایک پٹرول پمپ کی ننگی سے ٹکرا دیا۔ دھمکے ساتھ آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ گے میں وہاں سے بھاگتی ہوئی گئی۔“

”پھر کیا ہوا؟“

”پھر کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد خواب نظر نہیں آیا۔“

وہ ناشتا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ نیلان نے پوچھا ”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں۔ تم ناشتا کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ جانے لگا تو وہ بولی ”چائے تو پی لو۔“

”ابھی آکر پیوں گا۔ میری دہائی تک بجنگے سے باہر قدم نہ ٹھکانا۔“

وہ تیزی سے چلتا ہوا بجنگے کے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا پھر اسے اشارت کر کے ڈرائیور کرتا ہوا ”ان راستوں پر جانے لگا جہاں پٹرول پمپ تھے۔ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر اس نے ایک تیار حال پٹرول پمپ کو دیکھا۔ وہاں کچھ لوگوں کی بھیڑ تھی۔ دو فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے پٹرول پمپ کی تصویریں اتار رہے تھے۔ اس نے ایک جگہ کار روک دی۔ پٹرول آکر دیکھا۔ پولیس والوں نے ایک جگہ رسیاں کھینچ کر حد بندی کی تھی تاکہ کوئی رسیوں کے اس پار نہ جائے کیونکہ اس پار چھ آدمیوں اور تین کتوں کی جلی ہوئی لاشیں تھیں۔“

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اشارت کر کے طوفانی رفتار سے ڈرائیور کرتا ہوا بجنگے کے احاطے میں آیا۔ گارے آکر بجنگے کے اندر پہنچا۔ وہ چائے پی رہی تھی۔ اٹھ کر بولی۔ ”کمال گئے تھے؟“

وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اس کے بیڈ روم میں لایا پھر بولا۔ ”کل رات تم نے خواب نہیں دیکھا تھا بلکہ نیند کی حالت میں وہ پوری واردات کی تھی جو مجھے بتا چکی ہو۔“

”نہیں۔ میں تو رات کو سو رہی تھی۔“

”میں اپنی آنکھوں سے اس تیار ہونے والے پٹرول پمپ کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ وہاں پولیس والوں کے علاوہ تین کتوں کی جلی ہوئی لاشیں بھی تھیں۔ فوراً اپنی چھوٹی اینٹی میں ضروری سامان رکھو۔ میں تمہیں صرف دو منٹ کا غم دے رہا ہوں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔ وہ تمہاری تلاش میں دوسرے کتے بھی لاسکتے ہیں۔ مزید کیا دیکھ رہی ہو۔“

وہ جلدی سے ایک چھوٹی سی اینٹی نکال کر ضروری سامان رکھنے لگی۔ پورس بھی اپنے بیڈ روم میں آکر ایک بیگ میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ انہیں اس بجنگے سے نکلنے میں پانچ منٹ لگے۔ ابھی باقی غصہ جیش نہیں آیا تھا۔ دراصل پچھلی رات کی واردات کے باعث پولیس اور انٹیلیجنس والوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ پولیس والوں اور کتوں کی موت کے اسباب پر غور کر رہے تھے۔ پٹرول پمپ والوں کے بیان کے مطابق ڈرائیور نے خود ہی پٹرول کی ننگی سے گاڑی کھرائی تھی۔

ایسا کوئی پھل کر سکتا تھا یا پھر ٹیلیجینسی کے ذریعے ایسا کرایا گیا تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بتایا کہ ایک افسر تین سپاہی اور

تین کتوں کی موت ان ریپورٹوں کی گولیوں سے ہوئی تھی جو کہ دو افسران کے پاس تھے۔ باقی ایک افسر اور ڈرائیور کچھ پٹرول پمپ کی طرف گئے تھے اور وہاں گاڑی سمیت جل رہے تھے۔

پولیس کے سپاہی اور کتے اپنے ہی افسروں کے ریپورٹوں سے ہلاک کے گئے تھے اور ڈرائیور نے خود پٹرول کی ننگی سے گاڑی کھرائی تھی۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا تھا کہ اس زہریلی کے ساتھ کوئی ٹیلیجینسی جاننے والا بھی ہے۔ وہ دوبارہ کتوں کو لے کر جاسوس کے تو پھر کتوں سمیت دوسرے پولیس والے بھی مارے جائیں گے اس لیے وہ فی الحال کتوں کے ذریعے اس زہریلی کو تلاش نہیں کر رہے تھے۔

انہوں نے انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل برین آدم سے کہا۔ ”آپ الپا سے رابطہ کریں۔ اسے تمام حالات بتائیں۔ وہ معلوم کرے گی کہ کون ٹیلیجینسی جاننے والا اس زہریلی کی پشت پر ہے۔“

برین آدم نے الپا کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ پتا چلا کہ وجہ سے فون بند ہے۔ ویسے الپا نے خود کہا تھا کہ صبح برین آدم سے رابطہ کرے گی۔ اس نے پچھلی رات اسرائیلی اکابرین سے کہا تھا کہ اتر پورٹ، ریلوے اسٹیشن اور بندرگاہ سے اس زہریلی کے حملے میں عائد پابندیاں ختم کر دی جائیں۔ اسرائیل سے باہر جانے والی کبھی بھی عورت کو ایک کپ دودھ پہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس طرح وہ زہریلی ملک سے باہر چلی جائے گی تو عوام کے لیے خطرہ نکل جائے گا۔

ایک حاکم نے کہا ”اس زہریلی عورت نے ہمارے ملک میں کوئی واردات نہیں کی ہے۔ اگر اس پر جبر کیا جائے گا تو وہ غصے میں ناگن کی طرح ڈس لے گی۔“

سب نے اس بات سے اتفاق کیا اور اسی وقت یہ حکم جاری کر دیا کہ اسرائیل سے باہر جانے والی چیک پوسٹوں پر سے دودھ پینے والی پابندی ہٹائی جائے۔ اس میننگ میں انٹیلیجنس کا ایک اعلیٰ افسر موجود نہیں تھا۔ اسی نے پچھلی رات اپنے ماتحتوں اور کتوں کے ذریعے منصوبہ بنایا تھا پھر اس پر عمل کر کے ان کتوں کے ساتھ مر گیا تھا۔

اسرائیل میں اس زہریلی عورت نے پہلی واردات کی تھی۔ کتے اس کی گولیوں سے ہونے جارہے تھے۔ اس نے کتوں کو اپنے قریب کھینچے نہیں دیا اور اس واردات سے یہ ثابت کر دیا کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلیجینسی جاننے والا بھی ہے۔ اس زہریلی کو گرفتار کرنے کی کوششوں میں نہ جانے اور کتنے افراد بے موت مارے جاتے؟ اور عوام میں بھی اس کی دہشت پھیلتی رہتی۔

انہوں نے اسرائیل سے باہر جانے والوں پر سے پابندی ہٹا کر دانش مندی کی تھی۔ نیلان اور پورس کا بھی بھلا ہوا تھا۔ انہیں وہاں سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا۔ الپا نے شام کو برین آدم

سے رابطہ کیا۔ برین آدم نے پوچھا ”تم کہاں تھیں؟ تم سے موبائل پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔“

وہ بولی ”جنگ برادر! آپ جانتے ہیں۔ میں اپنی بیٹی مونا کی گمشدگی کے باعث پریشان ہوں۔ مونا کی خاطر پارس اور پورس میں بھی ٹھہر گئی ہے۔ پورس کا دعویٰ ہے کہ اس نے پارس کے ایک خاص رات سے میری بیٹی کو چھین لیا ہے۔ وہ بچی لمبی سے دور ایک جگہ خیریت سے ہے۔ پورس وہاں پہنچنے کے بعد میری بیٹی کو میرے حوالے کر دے گا۔“

”مونا کو جہاں چھپایا گیا ہے پورس ان چھپانے والوں سے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کہہ سکتا ہے کہ مونا کو تمہارے حوالے کر دیا جائے۔“

”جنگ برادر! آپ جانتے ہیں کہ پورس کے پاس ٹیلی بیٹھی کی صلاحیت نہیں رہی ہے۔“

”بے شک وہ اس صلاحیت سے محروم ہو گیا ہے لیکن اس زہریلی کی پشت پر کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا موجود ہے۔“

برین آدم نے پچھلی رات کا واقعہ الپا کو سنایا۔ وہ حیرانی سے بولی ”بے شک۔ پچھلی رات جیسی واردات ہوئی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہے۔“

”ہم نے تمہارے مشورے پر اسرا نیل سے باہر جانے والی عورتوں پر سے پابندی ہٹا دی تھی۔ پورس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ یہاں سے چاچا ہو گیا پھر یہیں ہوگا۔ تم اس سے رابطہ کرو۔“

الپا نے پورس کو مخاطب کیا پھر کہا ”میں اپنی بیٹی کے لیے بہت پریشان ہوں۔ پریشانیوں سے دور رہنے کے لیے میں صبح سے شام تک سوئی رہی۔ پلیز مجھے بتاؤ کہ میری بیٹی کو میرے حوالے کر دے؟“

”ہم نے تمہاری شرط مان کر اسرا نیل سے باہر جانے والی عورتوں پر سے پابندی ہٹا دی تھی۔“

”یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اب ہم ایک ملک کے ایک شہر میں ہیں۔ جب ہندوستان جاؤ گے تو تمہاری بیٹی کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔“

”پورس! تم مجھے ٹال رہے ہو۔ کل رات چڑل پپ پر جو واردات ہوئی اس سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا تمہاری مدد کر رہا ہے۔“

”تم غلط رہی ہو۔ ہمارے ساتھ کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا نہیں ہے۔ کل رات کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟“

”میں بالکل نہیں جانتا ہوں۔ کیا تم اس واردات کے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟“

”تم انجان بن رہے ہو پھر مجھیں تمہاری ہوں۔“

اس نے پچھلی رات چڑل پپ پر ہونے والی واردات کی تفصیل بتائی پھر کہا ”وہ کتنے تمہاری زہریلی سامھی کی جو سوچتے

آ رہے تھے۔ وہ سب اس طرح مارے گئے جیسے ٹیلی بیٹھی جاننے والے داغوں میں گھس کر دشمنوں کو خود مارنے اور مرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کیا اس طرح کسی ٹیلی بیٹھی جاننے والے نے اس زہریلی کو ان نکلوں سے نہیں بچایا ہے؟“

پورس نے کہا ”تمہاری باتوں سے تو یہی لگتا ہے کہ کسی نے خیال خوانی کے ذریعے میری زہریلی سامھی یا صورو کی حفاظت کی ہے۔ ہمیں یاد ہوگا۔ میں صورو کے ساتھ ممبئی جانے والا تھا لیکن وہاں پہنچنے ہی زہریلی صورو کو گرفتار کر لیا جاتا۔ اس وقت نیلاں نے طیارے کو ہائی جیک کر کے اسرا نیل پہنچا دیا۔ یعنی اس وقت بھی اس نے زہریلی صورو کی حفاظت کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ رات بھی اس نے پولیس والوں اور کتوں کو مار ڈالا ہو۔ وہ ایسا کیوں کر دیتی ہے؟ اگر ہماری دوست ہے تو ہم سے دافنی رابطہ کیوں نہیں کرتی ہے؟ یہ باتیں اب تک میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔“

”تم دلائل کے ساتھ اپنی سچائی بیان کر رہے ہو مگر کچھ تمہاری اور پارس کی مکالمات دیر سے مجھ میں آتی ہیں۔“

”الپا! اگر کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہمارا دوست ہو تا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے صورو کو دودھ پینے کے مرحلے سے یوں گزار دیتا کہ کسی کو اس کے زہریلے پن کا پتا نہیں چلتا اور میں صورو یاہاں سے نکال لے جانے کے لیے تم سے نہ کہتا کہ اپنے اکابرین سے کہہ کر پابندی ہٹا دو۔ تم ذرا عقل سے سوچو گی تو میری طرف ابھرتی رہو گی کہ نیلاں بھی ہماری مدد کیوں کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو اس نے مجھے اور صورو کو اسرا نیل سے نکل جانے کا موقع فراہم کیوں نہیں کیا؟“

”میں مانتی ہوں۔ یہ واقعی الجھانے والی بات ہے۔ کیا وہ بھی تمہارے یا صورو کے داغ میں آتی ہے؟“

”صرف ایک بار میرے داغ میں آئی تھی۔ میں معلوم کر چاہتا تھا کہ طیارے کو کون اغوا کر رہا ہے تب اس نے میرے اندر آکر کہا تھا کہ مجھے کوئی ہائی جیک کرنے والا نظر نہیں آئے گا کیونکہ میں پائلٹ کے داغ میں ہوں۔ تمہاری اور صورو کی بھلائی کے لیے اس طیارے کا رخ بدل کر اسرا نیل پہنچا رہی ہوں۔ اس نے نام بتاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ نیلاں ہے اور آئندہ دافنی رابطہ نہیں رکھے گی۔ اس نے مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا وہاں تک۔“

”ہو سکتا ہے وہ نیلاں نہ ہو کوئی اور ہو۔“

”میں اس پہلو پر غور کر چکا ہوں۔ خواتین میں نیلاں کے علاوہ آئمہ فرادہ ہے لیکن اس کی خیال خوانی میں روحانیت ہے۔ جب آئی ہے تو داغ میں ایک عجیب سی ٹھنڈک اور بے خودی کا احساں ہوتا ہے۔“

”میں نے بھی اپنے داغ میں آئمہ فرادہ کو کچھ اسی لحاظ محسوس کیا ہے۔ نیلاں ایک عرصے سے میدانِ عمل میں نہیں

ہے۔ کبھی کبھی پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے کم شدہ پوسٹے ٹی آر بھانپا کو تلاش کر رہی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ وہ زہریلی صورو کی کیوں مدد کرتی ہے پھر خاموشی سے چلی جاتی ہے۔“

”میں اس سلسلے میں بہت سوچتا ہوں! الجھتا جاتا ہوں اس لیے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتا ہے۔ جب نیلاں کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے گا تو پھر کوئی بات سمجھ میں آئے گی اور پھر میں نیلاں سے شننے کے بارے میں سوچوں گا۔“

”کیا مجھے بتاؤ گی کہ ابھی کس ملک کے شہر میں ہو؟“

”کیا تم بتاؤ گی کہ ابھی تم کہاں ہو؟“

”ہم ایک دوسرے سے دوستی رکھنے کے باوجود جیسے بھرتے ہیں۔ مجھے تم سے ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اپنی بیٹی مونا کی وجہ سے ابھی ہوئی ہوں۔ آخر تم بھارت کب جاؤ گے؟“

”میں جس شہر میں پہنچا ہوا ہوں وہاں کا انز پورٹ بہت چھوٹا ہے۔ ہفتے میں دو بار دوسرے ممالک سے وہ فلائٹس آتی ہیں۔ میں معلوم کروں گا کہ کون سی فلائٹ ہمیں بھارت کے کسی قریبی ملک تک پہنچائے گی پھر ہم اس فلائٹ میں جا سکیں گے۔“

”تم انز پورٹ پر اترتے ہی معلوم کر سکتے تھے کہ اگلی فلائٹ کب آئے گی۔“

”اس حد تک معلوم کر چکا ہوں۔ اگلی فلائٹ پانچ دنوں کے بعد آئے گی۔“

”اوکاؤ! اب تک میری بیٹی کا کیا ہو گا؟“

”ہونا کیا ہے؟ کیا مجھ پر مجبور سامنے ہیں؟ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔“

”حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ جو لوگ میری بیٹی کی عمرانی کر رہے ہیں وہ کسی ناممکن مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں یا پارس وہاں پہنچ سکتا ہے۔“

”ہوئے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ فی الحال میں تمہاری بیٹی مونا کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں۔“

”تم اس جگہ کا پتا بتا سکتے ہو۔ میں اپنی بیٹی کے پاس پہنچ سکتی ہوں۔“

”ابھی تم کہہ چکی ہو کہ ہم ایک دوسرے سے جیسے ہیں اور کبھی ایک دوسرے کو اپنا پتا نہیں بتاتے ہیں۔“

”بے شک ہم ایسا نہیں کرتے ہیں لیکن وہ تو ایک معصوم بچی ہے۔ اس کا پتا بتانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“

”بہت برا نقصان ہوگا۔ مونا میرے ایک ایسے خفیہ اڑنے میں ہے جہاں دستاویزات کی صورت میں میرے بہت سے اہم راز چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ تم خود سوچو۔ میں وہاں کا پتا جیسے کیسے بنا سکتا ہوں۔“

”تم کیسی کہی باتیں بناتے ہو۔ میں تمہارے بھوکوں کی قسم نہیں دیتی ہوں۔ اگر تم مونا کو یہ خیال بنا کر بلیک میل کر رہے ہو تو

صاف صاف بتا دو۔ میں ٹیلی بیٹھی کے ذریعے تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گی۔“

”میں بھوکوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بچی کو یہ خیال نہیں بنا رہا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں اپنے فائدے کے لیے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“

پورس نے اس لیے بھوکوں کی قسم کھا لی کہ واقعی اس نے مونا کو یہ خیال نہیں بنایا تھا۔ وہ بچی اس کے پاس تھی ہی نہیں۔ الپا اس پر مجبور سا کرنے کے لیے مجبور تھی۔ الپا اس کو اس کے داغ سے چلی آئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھنے لگی۔

اس کے داغ میں یہ بات آ رہی تھی کہ پارس بھی اپنی بیٹی کے لیے کئی کال چل رہا ہے۔ پہلے ترین میں اس کی بیٹی کو چڑایا گیا اس بعد مونا کسی میں بتاؤ اور نتائج کے ساتھ لگ گئی۔ بعد میں انتہیل پہنچ کر بھید کھلا کہ ایک ڈی مونا ان دونوں بھوکوں کے حوالے کی گئی تھی۔

اور ایسی چالیں پارس ہی چل سکتا تھا۔ پورس کا دعویٰ تھا کہ اصلی مونا اس کے پاس ہے۔ اس کے خاص آدمی نے پارس کے ایک خاص رات کو گولی مار کر اس سے مونا کو حاصل کیا تھا۔ یہ پورس کی من گھڑت بات بھی ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ پارس نے ان دونوں بھوکوں کی طرح ایک ڈی مونا پورس کے حوالے کر دی ہو۔

وہ بڑی دیر تک مشغلی رہی اور سوچتی رہی پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس پہنچ گئی۔ چلا وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور وہاں جناب تیریزنی نے سونا خانی سے اس کا نکاح پڑھایا ہے۔ وہ اپنی دلہن کے کمرے میں جا رہا تھا۔ میں اس وقت الپا اس کے اندر پہنچی۔ وہ بولا ”ابھی ثانی سے میرا نکاح پڑھایا گیا ہے۔ تم کباب میں بڑی بننے کیوں آتی ہو؟“

”پارس! میں اپنی بیٹی مونا کی گمشدگی سے بہت پریشان ہوں۔ اگر وہ تمہارے پاس ہے تو جلد بتا دو۔ اس طرح یہ اطمینان رہے گا کہ بیٹی اپنی ماں کے پاس نہ کسی باپ کے پاس تو محفوظ ہے۔“

وہ بولا ”اوہ! بیٹی کے کم ہونے کی بات کر کے مجھے صدمہ نہ پہنچاؤ۔ مونا میں مل رہی ہے۔ اس کا صدمہ کم کرنے کے لیے میں نئی دلہن کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ دعا کرو، نواہ بعد ایک ہی مونا پیدا ہو کر میرا صدمہ کم کر دے۔ بعض بچے دس ماں میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نواہ کے لیے دعا کرو۔ وہ پیدا ہو گی تو اس کی تصویر تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اب جاؤ دلہن میرا انتظار کر رہی ہے۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ فیسے سے فیسے ہونے لے گا لیاں دینے لگی پھر خیال آیا کہ وہ نہیں سن رہا ہے کیونکہ اپنے داغ سے نکال چکا ہے۔ وہ دیو ادوں کو گا لیاں دے رہی ہے۔

○☆☆○

مماگرو نامک جاتیو اپنی کوٹھی کے بوے گیٹ کے پاس کار

ڈرائیو کرتا ہوا پہنچا تو دیکھا۔ وہاں ایک نوجوان حسین دوشیزہ اور ایک جوان مرد کھڑا ہوا ہے۔ مسلح گارڈز نے بڑے گیٹ کو کھولا۔ مالک جاتو نے کار روک کر پوچھا ”تم دونوں کون ہو اور اتنی رات کو یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟“

”فنی نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”نہتے۔ میں آپ کی منہ بولی بن رہا ہوں اور یہ میرے بچے پر ہم کار ہیں۔“ علی نے بھی ہاتھ جوڑ کر اسے نہتے کہا۔ مالک جاتو فوراً کار سے باہر نکل کر ”تم ہماری بن رہا ہو اور یہاں کھڑی ہوئی ہو۔ آؤ میرے ساتھ اندر چلو۔“

اس نے فنی اور علی کے سروں پر ہاتھ رکھ کر آئینہ بادی پھر ان کے ساتھ کوٹھی کے اندر آکر بولا ”تم فون پر کہتے تو ہم تمہارے لیے گاڑی بھیج دیتے۔ اب ہم تم دونوں کو نہیں جانے دیں گے۔ باہر تمہارے لیے بد اخلاقی ہے۔“

علی نے کہا ”ہم خفلات سے ٹھیلے آئے ہیں۔ چار برس تک میں اپنے سالے مارگو پانڈے سے سچپتا رہا۔ دراصل میں اور رتا کچھ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر رہے تھے تاکہ آئندہ ہمیں بھائی پانڈے سے ڈر کر اور چھپ کر زندگی نہ گزارنا پڑے۔“

”فنی نے کہا ”دوسرے ہم آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ میں بھائی کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر آئی ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”ساری زندگی میرے ساتھ رہو۔ میں کسی دشمن کو تم دونوں کے قریب نہیں آئے دوں گا۔“

وہ دونوں کو ایک کمرے میں لا کر بولا ”دیئے تو یہ پوری کوٹھی تمہاری ہے مگر آرام کرنے کے لیے آج یہ کرا ہے۔ بہت رات ہو چکی ہے۔ آرام کرو۔ میں بھی سوئے جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کل صبح بہت بڑا جشن منائوں۔ بڑے بڑے عزت دار لوگوں کو دعوت دوں۔ تم ان کی موجودگی میں مجھے راکھی باندھوگی۔ میں تمہارے بھائی پانڈے کو بھی دعوت دوں گا۔“

علی نے کہا ”بھائی جاتو! بلینڈ کل جشن منانے کا پروگرام نہ بنادو۔ ہم ایک دو روز یہاں چھپ کر رہیں گے اور یہ تمام شایکیں گے کہ بھائی پانڈے ہم سے دشمنی کرنے کے لیے اور کتنے دشمنوں سے دوستی کرے گا۔“

مالک جاتو نے کہا ”ہاں۔ مجھے یاد آیا۔ بڑے عکوں کے جاسوس فریاد علی تیور کو قتل کرانے کے لیے مارگو پانڈے سے سودا کر رہے ہیں کہ وہ رتا کو ڈھونڈ کر مارگو پانڈے کے حوالے کر دیں گے۔ وہ جاسوس مجھ سے بھی سودا کرنا چاہتے تھے میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ جسے بہن کہہ دیا اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ کر گا تو اس کی آنکھیں نکال کر پھینک دوں گا۔ میں نے اس جاسوس اور اس کے گائیڈ کو اس شر سے نکال دیا ہے۔“

علی نے کہا ”اس سے کیا ہو گا۔ دوسرے کئی جاسوس رتا کو تلاش کرنے آئیں گے اور پتا نہیں ہمارے خلاف اور کبھی

سازشیں ہوں گی۔ ہم یہاں چھپ کر ان سازشوں کو سمجھتا چاہتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ باہر کسی کو خبر نہیں ہوگی کہ تم دونوں یہاں ہو۔ بے فکر ہو کر آرام سے سو جاؤ۔“

وہ انہیں کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔

دوسری صبح خلاف توقع واقعہ پیش آیا۔ اصلی رتا اپنے چہ موہن داس اور اپنے ایک بچے کے ساتھ ٹرین کے ذریعے آگے سب سے پہلے جاسوسی ادارے کے مصور اور اس کے سامنے سرخ رساںوں کی نئی ٹیم نے انہیں دیکھا۔ پہلے والی ٹیم کے جاسوس نے ان سے رابطہ کر کے بتا دیا تھا کہ مارگو مالک جاتو اور اس کے چچا انہیں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے لہذا وہ شرمچوڑ کر جا چکے ہیں۔ اب سرخ رساںوں کی نئی ٹیم رتا کو تلاش کرے کہ اس کے بھائی مارگو پانڈے کے پاس پہنچانے کی۔

اس نئی ٹیم کے جاسوس ای کپار ٹنٹ میں تھے جس میں رتا سفر کر رہی تھی۔ انہوں نے رتا کی تصویر خاکہ بنایا تھا وہ ای خاکے کے مطابق تھی پھر اس ٹیم کے ساتھ ہندی اور انگریزی سمجھنے والے دو گائیڈ تھے۔ ان میں سے ایک نے رتا کے بچے موہن داس کے پاس آکر ایک ہم سفر کی حیثیت سے پوچھا ”میں کبھی بار پوری شہر جا رہا ہوں۔ اب کتنا سفر ہے کیا ہے؟“

موہن داس نے کہا ”ہم صرف آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔“

”کیا تم اسی شہر میں رہتے ہو؟“

”میری ذات افس شہر میں رہتی تھی۔ اس کے بھائی مارگو دھن راج پانڈے نے سات گھنٹوں تک سانس روک کر خالی شہر حاصل کی ہے شاید تم نے اخبارات میں پڑھا ہو گا۔“

”ہاں میں نے پڑھا ہے۔ اچھا تو بہن اپنے بھائی کو کامیابی کی بدحالی دینے جا رہی ہے۔“

”ہاں۔ بدحالی تو دینا چاہیے لیکن بھائی اپنی بہن سے ناراض ہے۔ اب میں کیا باتوں کچھ کھیلو بھڑکے ہیں۔ ہم انہیں نشانے کی کوشش کرنے جا رہے ہیں۔“

اس گائیڈ نے سرخ رساںوں کے پاس آکر اس کے رتا ہونے کی تصدیق کی پھر موہن داس کے ذریعے مارگو پانڈے سے رابطہ کیا اور کہا ”میں انہی جاسوسوں کا گائیڈ ہوں جو رتا کو آپ کے حوالے کر کے فریاد کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔“

”گھر آکر آؤ تو دوسرا ہے۔“

”ہاں۔ مارگو مالک جاتو نے پہلے گائیڈ اور جاسوس کو گولی مارنے کی دھمکی دے کر شہر سے نکال دیا ہے اور چلیج کیا ہے کہ رتا اس کی منہ بولی بنے۔ کوئی اسے مارگو پانڈے کے حوالے کرے گا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

”سو سراسر اس کی کا گولی مارے گا۔ ہم اوکا چھانت کر

رہتا دکھائی دے تو ہم کا کھبر کرو۔“

”مارگو! ہمارے ساتھ رتا ٹرین میں ہے اور دس منٹ میں پوری کے ریلوے اسٹیشن پہنچنے والی ہے۔ کیا ہم اسے اغوا کر کے لے آئیں یا آپ خود اسٹیشن آئیں گے۔“

”بہری بہن کو اغوا کرنے کوئی ہاتھ ناہی لگائے گا۔ ہم ابھی ٹرین پہنچ رہے ہیں۔“

پوری آخری اسٹیشن ہے۔ رتا اپنے چچے اور بچے کے ساتھ ٹرین سے اتر کر ریلوے پولیس کے دفتر میں آئی۔ اس نے انسپٹر کے کما میں مارگو پانڈے کی بہن رتا ہوں۔ آپ کے اعلیٰ افسر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں ہماری زندگیوں کو خطرہ ہے۔ آپ اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ مارگو پانڈے سے نہ مقابلہ کر سکیں گے اور نہ ہماری حفاظت کر سکیں گے۔“

انسپٹر ریمو راتھا کر اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ دوسری طرف مارگو پانڈے اپنی کار میں اسٹیشن کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے موہن داس کے ذریعے رابطہ کر کے کہا ”مارگو مالک جاتو! ہم بول رہے ہیں۔ تم ہماری آواز پہنچانے ہو؟“

مالک جاتو نے کہا ”ہر انسان کی آواز کو موت بھلا دیتی ہے۔ آتے سو رہے فون کیا ہے۔ بات کیا ہے؟“

”تم دوسرا ملوک کے جاسوس کو دھمکی دے رہا کہ کوئی بہری بہن کو کہہ پاس پہنچانے کا تو تم اس کو زندہ ناہی چھوڑو گے میرے ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ رتا ای بھگت ٹرین سے آئی ہے۔ میں ما ہے۔ ہم اوکا لینے جا رہے ہیں۔ تم روک سکت ہو تو روک لو۔“

اس وقت مالک جاتو ناشتے کی میز پر فنی اور علی کے ساتھ تھا۔ اس نے فنی کو دیکھا۔ گویا رتا کو دیکھا پھر قہقہہ لگاتے ہوئے فون پر کہا ”نہتے تم کس رتا کو لینے ریلوے اسٹیشن جا رہے ہو۔ یہ جواب دے کر اسے والے انگریز جاسوس ہوتے ہیں تاہم دوسروں کو خوب لکھنا ہے۔ وہ فریاد علی تیور کو قتل کرانے کے لیے ایک ہی شکل کی دس رتا تیار کر سکتے ہیں۔ ہم تم کو روکنے نہیں آئیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اصل رتا کہاں ہے۔“

”کہاں ہے؟“

”کوئی اچھا موقع آئے دو۔ ہم ساری دنیا کے سامنے اپنی اور تمہاری بہن رتا کو پیش کریں گے۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ فنی نے پوچھا ”آپ ابھی دس رتا تیار کرنے والی بات کیوں کر رہے تھے؟“

”یہ کم بہت انگریز جاسوس تمہارے بھیا کو لکھتا رہے ہیں۔ انہوں نے رپورٹ دی ہے کہ رتا ابھی سو رہے کی ٹرین سے یہاں آئی ہے اور تمہارا بھائی اسے پکڑنے کے لیے اسٹیشن جا رہا ہے۔ پتا نہیں کس بے چاری کو ان انگریزوں نے رتا بنادیا ہے۔“

علی نے اٹھتے ہوئے کہا ”میں ذرا واش دوم جا رہا ہوں۔ ابھی

آکر جائے بیوں گا۔“

وہ تیزی سے چل ہوا اپنے کمرے میں آیا پھر دو اذہ بند کر کے موہن داس کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا۔ اسے ٹائی کی آواز سنائی دی ”پارس سو رہا ہے۔ خیریت تو ہے؟“

”ہم جس شہر میں ہیں وہاں شاید اصلی رتا آگئی ہے۔ اس کا بھائی اسے پکڑنے کے لیے ریلوے اسٹیشن کی طرف جا رہا ہے۔ تم خیال خواتی کے ذریعے پایا ہے۔ کوہ۔ یہاں مدارج ہے۔ وہ اس کے دماغ میں جا کر حقیقت معلوم کریں اور بے چاری اصلی رتا کو بھائی کے قلم سے بچائیں۔“

اس نے یہ کہہ کر فون بند کیا پھر واش دوم میں ہاتھ دھوئے چلا گیا۔ فنی نے کہا ”کسی غریب بے قصور عورت پر اس لیے قلم نہیں ہونا چاہیے کہ اس بے چاری کو میری ہم شکل بنادیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ایک ڈی رتا کے باعث آپ میرے بھیا سے لڑائی کریں۔ آپ قانون کے محافظوں کے ذریعے اس بے چاری کو قلم سے بچا سکتے ہیں۔“

مالک جاتو قافل ہو کر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ پولیس کے دو اعلیٰ افسر کی مسلح سپاہیوں کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے وہاں رتا اس کے بچے اور بچے کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا ”کیا تم ہی مارگو دھن راج پانڈے کی بہن رتا ہو؟“

وہ بولی ”جی ہاں۔ چار برس پہلے میں نے بھیا کی مرضی کے خلاف موہن داس سے شادی کی تھی اور یہ جانتی تھی کہ بھیا کو ہماری شادی والی بات معلوم ہوگی تو وہ ہم دونوں کو جان سے مار ڈالیں گے۔ اس لیے میں اپنا گھر زور پر شرمچوڑ کر اپنے بچے کے ساتھ چلی گئی تھی۔“

”تم کامیابی تھیں؟“

”ہم ایک شر سے دوسرے شرمچیتے پھر رہے تھے یہ جانتے تھے کہ بھیا کے چیلے ہمیں ڈھونڈنے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”جب تم دونوں اتنے خوف زدہ تھے تو اب وہاں کیوں آئے ہو؟“

”ہم ایک شر سے دوسرے شرمچیتے بھاگتے اور چھپتے چھپتے پریشان ہو گئے تھے۔ موہن داس کی نوکری کیس نہیں کر سکتا تھا۔ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو میری متانے کہا۔ ہم ایک دو وقت بھوکے رہ سکتے ہیں لیکن اس معصوم کو بھوکا نہیں رکھ سکتے جبکہ اس کے ٹانے میرے لیے اس شہر میں اچھی خاصی دولت اور جائیداد چھوڑی ہے۔“

موہن داس نے کہا ”میں نے بھی یہی سوچا کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے پھر کیوں نہ پولیس کی مدد حاصل کر کے قانون کے سامنے میں پہنچ کر اس بچے کو زندہ رکھا جائے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں گے اور

”ہم مات ہیں۔ آپ بہت بڑے اچھے ہیں۔ ہم سے ہتھیار چھین سکتے ہیں۔ ہم کا حوالا ت میں بند کر سکتے ہیں۔ پر ہماری گیرت کو بند نہائی کر سکتے ہیں۔ اور سری اور دھرو لوٹ کے آتی ہے اور ہم

اخباروں میں تمہارے زخمی ہونے اور اپنا بی بی جانے کی خبر شائع ہو؟

اٹلی افسر نے کہا ”مہمگرو پاؤے! تم ایک مجرم کی طرح
 ہمارے سامنے اپنی بن کو دھکیاں دے رہے ہو۔ دماغ ٹھنڈا
 رکھو۔“

”ہمیں یہاں سب کے دماغوں میں پہنچ کر ابھی ٹیلی پیٹھی کا مظاہرہ کروں گا لیکن آپ یہ بھی سوچیں کہ رتنے میرے بھائی دھرم راج کو قتل کیا ہے۔ میں تو چاہوں گا کہ اسے سزائے موت

”یہی کہ تمہارا بھائی دھرم راج ٹیلی پیٹھی جانتا تھا پھر رتا کے
اتھار کسرا آگرا“

ایسا کوئی سودا کر رہے ہیں؟

سفر کا چارچا دو۔ انچارج سے بولو۔ ان کا خاص خیال

”ہم دونوں کا باپ ایک ہی ہے اور آپ بڑی بے وقوفی سے اپنے باپ کو بے وقوف کہہ رہے ہیں۔“

”اے سری باہم کو گستاخ دلا۔ ناہی تو۔۔۔“
 ”نہیں تو آپ اپنا خون تو ڈالیں گے میں پوچھتی ہوں جب
 میں باقاعدہ شادی کر چکی ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے تو
 آپ غصہ کیوں دکھا رہے ہیں۔ کیا اس لیے کہ میں نے آپ کی
 مرضی سے نہیں اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔“

”اس سر میں ہم نے اپنی اہت بٹائی مگر تو نے میری بے اجزی
 کردی۔ سب کت ہیں کہ میری بہتا اپنے بارے کے سبک بھاگ گئی
 ہے۔ ہم سرم سے مر جاتے ہیں۔ تیرا کا جادو ہے؟“

”میری شادی کو قانونی طور پر قبول کیا گیا ہے۔ میں نے دھرم
 کے مطابق پرہیزگار کو اپنا بیٹا بنایا ہے۔ اگر آپ اسے بہن کی مان کر
 گلے لگائیں گے تو دنیا آپ کے بڑے پن کی تعریفیں کرے گی۔“
 ”آہ۔۔۔ جیسے ناہی کرے گی۔ میری کھلی مذاق اڑائے گی۔
 سب کیس گے کہ پاؤں بے بلوان ہو کر سنا کی جگہ آگے ہار گیا۔“

اسے خون پر علی کی آواز سنائی دی۔ وہ غمی سے کہہ رہا تھا ”رتنا!
 مجھے اپنے بھائی سے بات کرنے دو۔“
 ”نہی کی آواز آئی ”نہیں پرہیز! بھیا تم سے بات نہیں کریں
 گے۔“

”کیا تمہارے بھیا اتنے بزدل ہیں کہ ہم سے بات کرتے ہوئے
 ڈرتے ہیں۔“
 پاؤں نے فون پر چیخ کر کہا ”اے بجدل ہو گا تیرا باپ۔ ہم
 بات کرنے سے ناہی ڈرتے ہیں۔ اے رتنا! اپنے مرد کو بچھون
 دے۔“

چند سیکنڈ کے بعد علی نے کہا ”جے رام جی کی سالے صاحب!“
 ”اے سالو ہو گا تو۔ جے رام جی بھی بولت ہے اور گالی بھی
 دیت ہے۔“
 ”یہ گالی نہیں ہے۔ تم رشتے میں سالے ہو۔ میں عزت سے
 سالے صاحب کہہ رہا ہوں۔“

”ہم ای سادی کو ناہی مانت ہیں۔ تم میرے کوئی ناہی ہو۔“
 ”میرے ہونے والے بچے کے ماما تو بنو گے۔ یہ بات اب
 تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک آوی کے انکار کرنے سے
 شادی کا مضبوط بندھن نہیں ٹوٹتا۔ وہ بھی تمہارے جیسے آوی کے
 انکار کرنے سے جس کی کھوپڑی میں گھرے گا داغ ہے۔“
 وہ غصے سے پٹ پڑا ”گدھا کا بچہ! ہم کو گدھا حکمت
 ہے۔۔۔“

وہ فون کو کار کی باڈی پر زور زور سے مارے ہوئے بولنے لگا۔
 ”ہم تو کا جندہ ناہی چھوڑیں گے۔ تے کو مار مار کے مار مار
 کے۔۔۔“
 وہ فون کو کار کی باڈی پر مارا جا رہا تھا۔ فون چرچر ہو چکا تھا
 پھر بھی وہ گھونے مارے جا رہا تھا۔ اس کے دوپٹے کن لیے بیٹھے

ہوئے تھے مگر مارگو کے غصے کا انداز ایسا تھا کہ وہ بھی سسم کرا
 جگہ سٹ گئے تھے۔
 کار کی باڈی بچک مٹی تھی مگر اسے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے
 گدھا کھینے والے کو مارے جا رہا ہے۔ میں نے اچانک اس کے
 دماغ میں کہا ”اے چپ!“

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو قہار
 سوچنے لگا۔ یہ کیسی آواز تھی؟ دماغ کے اندر کسی نے ”اے چپ“
 کہا تھا۔

غصہ دماغ کو کمزور بنا دیتا ہے۔ سات گھنٹوں تک سانس دینے
 والے کا دماغ فوراً ہی برائی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن
 وہ غصے کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے مجھے اپنے
 آنے سے نہیں روکا مگر سوچ میں پڑ گیا کہ اس کے اندر کون ہل رہا
 تھا۔

میں دوسری بار اس کے اندر نہیں گیا کیونکہ میں نے اس کا
 غصہ کم کر دیا تھا۔ اس کی سوچ کو دوسری طرف لگا دیا تھا۔ وہ
 کے باعث ہانپتے ہوئے سوچ رہا تھا پھر اس نے پہلے سے کہا سمندر
 کا اور (طرف) چلو۔ ہمارا دم گرم ہو گا ہے۔“

وہ کار سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر چلے گی۔ مارگو
 مانک جاتو اپنی کوٹھی میں واپس آیا۔ جی اور علی کو بتانے لگا کہ
 ریلوے پولیس کے دفتر میں جو رتا جی وہ ہے چاری کوئی اور نہیں۔
 ہمارا جے ٹیلی پیچی کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کی ہے
 دیکھ یہ تمام باتیں جی اور علی کو ٹائی کے ذریعے معلوم ہوئی
 تھیں۔

اسی وقت ایک چیلے نے مانک جاتو کے پاس آکر کہا ”مارگو!
 ایک بری خبر ہے۔ آپ کے دو چیلے جو رتا، موہن داس اور چنچل
 لے کر آشرم جا رہے تھے، انہیں کسی نے گولیوں سے چھلکی
 ہے۔“

مانک جاتو اچھل کر کھڑا ہو گیا ”ہمارے چیلوں کو کس نے
 گولیاں ماری ہیں؟ رتا، اس کا بچہ اور بچہ کہاں ہیں؟“
 ”ان کا کوئی پتا نہیں ہے۔ جس کار میں وہ جا رہے تھے وہ ایک
 سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔ اس میں آپ کے چیلوں کی لاشیں
 ہیں۔ ان تینوں کو کوئی نے کیا ہے۔“

”اور کون نے جاسکا ہے؟ مارگو پاؤں کے چیلے لے گئے
 ہوں گے۔ اس گھر کو یقین نہیں آیا ہے کہ ہمارا جی ٹائی
 کے ذریعے چنچل کہہ رہا ہے۔“
 ایک انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا پھر بولا ”مارگو!
 یہ افسوس ناک اطلاع مل گئی ہو گی کہ آپ کے دو چیلے
 گولیوں سے مارے گئے ہیں۔“

مانک جاتو نے کہا ”میں نے یہ بھی سنا ہے کہ رتا اور جی
 داس اپنے بچے کے ساتھ لاپتا ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ان تینوں

ناہیا گیا ہے۔“
 ”جی ہاں۔ شری تمام پولیس مارگو پاؤں کے کو تلاش کر رہی
 ہے اس کے سوا کب فون پر بھی اس سے رابطہ نہیں ہوا ہے۔“
 ”اس کا مطلب ہے۔ وہ ان تین بے گناہوں کو کیس قید کرنے
 پاک کرنے لے گیا ہے۔“

مانک جاتو پولیس والوں کے ساتھ جانے والی طرف
 آیا۔ ایک انسپکٹر نے آئی کی اطلاع دی ”مارگو پاؤں کے سمندر
 کی کار ہے۔ اس کے ساتھ دو مسلح چیلے ہیں۔ ہم اسے گرفتار
 کرنا چاہیں گے تو کاؤنٹر فائرنگ ہوگی۔ مجھے زیادہ مسلح سپاہیوں کی
 ضرورت ہے۔“

فوری دیر بعد پولیس کی کئی گاڑیاں ساحل کے اس حصے کی
 رف آئیں اور پاؤں کے چیلوں اور کار سمیت چاروں طرف سے
 پراپا پاؤں نے پوچھا ”اس کا ہو رہا ہے؟ کاہم کوئی ڈاکو ہیں۔
 پیرے مانے کا مٹیل کا ہے؟“

ایک افسر نے کہا ”پنے چیلوں سے کہو۔ ہتھیار پھینک دیں۔
 اپنا ہتھیار پھینک دو۔“

انہوں نے اپنے ہتھیار دور پھینک دیے۔ تمام مسلح سپاہی ان
 قریب آگئے۔ افسر نے حکم دیا ”مارگو پاؤں کے ہتھکڑی پٹنا
 پاؤں نے پیچھے ہٹ کر کہا ”کعبہ دار! ہم چور ڈاکو ناہی ہیں۔
 ہاتھکڑی پٹنا کے تو بہت برا ہو گا۔“

افسر نے کہا ”اور تم طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو تمہارے لیے
 لوگوں میں گولیوں سے زخمی کر کے لے جایا جائے گا۔“
 ”مگر ہم نے کیا ہے ہر جرم تو بتاؤ۔“
 ”جی جی صاحب کے دفتر میں بتایا جائے گا۔ فی الحال اپنا ج
 ٹائیٹا کھاتے ہو تو ہتھکڑی پہن لو۔“

اس نے چاروں طرف درختوں بندھن دیکھیں تو مجبور ہو کر
 فون پر من لہا۔ اس نے آئی کی کے دفتر میں چیخ کر کہا ”اسی میرے
 اٹھ چلا سٹو لک ناہی ہوا۔ کانوں کا کسی ماہیٹنے کا یہ مٹیل ناہی
 بلکہ تم ایک اہت دار کا بے اجزی کرو۔“
 ”آئی جی نے کہا ”اسی بلکہ اس بند کو اور یہ بتاؤ رتا، موہن داس
 اور ان کا بچہ کہاں ہیں؟“

”تم سے کا پوچھت ہو۔ مانک جاتو کے چیلے ان کو لے گئے
 ہیں۔ مانک جاتو سے پوچھو۔“
 ”اس کے دونوں چیلوں کو گولیوں سے چھلکی کر دیا گیا ہے۔ اس
 سمندر، موہن داس اور بچے کو اغوا کیا گیا ہے۔“
 ”اسی میرے۔ یہ نیات ہے۔ ہم کا جاس کون سرے نے
 مانا ہے۔ اور ان تینوں کو اغوا کیا ہے؟ ہم تو اب بھت سمندر
 اور طاقت درہن۔“

”تم اس کے سمندر کی طرف مجھے تھے کہ شریں جو واردات

ہو اس کا الزام تم پر نہ آئے۔“
 ”یہ جھوٹ ہے میرے چیلوں نے ایسا ناہی کیا ہے۔“
 ”کیا ہے۔ تم ڈنگے کی چوٹ پر کہتے رہے ہو کہ تمہیں رتا کے
 نام سے نفرت ہے۔ رتا کی صورت سے نفرت ہے۔ اگر رتا کی ہم
 شکل بھی سامنے آئے گی تو تم اسے مار ڈالو گے۔“

”مگر کھولنے سے“ جہان پلانے سے گولی چل جاتو ہے؟ ہم
 تو اب تک منہ سے بولت رہے ہیں۔ ابھی تک ایک گولی ناہی چلا
 ہے۔“

”تم نے نہیں تمہارے حکم پر تمہارے چیلوں نے یہ واردات
 کی ہے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ان تینوں کو یہاں لے آؤ۔“
 ”مگر میرے لاؤں۔ ہم سے جو بیوی مت کرو۔ ہم بھی تو
 کانوں جانت ہیں۔ میرے کھلا بھوت لے گا گواہ لے گا تو ہم کو
 سجادے سکو گے۔ ناہی تو ای کری پر بیٹھا ہو گے۔“

آئی جی نے کہا ”اے حوالات میں لے جا کر بند کرو۔“
 اسی وقت مارگو پاؤں کے کے وکیل نے آکر کہا ”میرے۔ میں
 ابھی کورٹ سے آ رہا ہوں۔ یہ عدالت سے حاصل کیا ہوا مارگو
 پاؤں کے کا ضمانت نامہ ہے۔“

وکیل نے کاغذات پیش کیے۔ آئی جی نے انہیں پڑھا پھر
 ٹکٹ خوردہ لیے جسے حکم دیا ”اس کی ہتھکڑی کھول دو۔“
 پاؤں کے نے زوردار قہقہہ لگایا پھر ہتھکڑی کھلے ہی وکیل کے
 شانے کو تھپک کر کہا ”اباس بیکل صاحب! تم نے میرے تنک کا
 بک ادا کر دیا۔ کانوں ہم کو جو نا مارنا لگتا تھا۔ ہم کانوں کو جو نا مار
 کے جا رہے ہیں۔“

وہ قہقہے لگتا ہوا، وکیل اور چیلوں کے ساتھ چلا گیا۔ آئی جی
 نے ایک گہری سانس لے کر چھوڑتے ہوئے کہا ”کانوں کی چھلکی
 میں بے شمار سوراخ ہیں۔ مجرم کو بچ لکھنے کے ہزاروں راستے مل
 جاتے ہیں۔“

فوری دیر بعد مانک جاتو نے آکر پوچھا ”آئی جی صاحب! یہ
 ہم کیساں رہے ہیں؟ آپ نے مارگو پاؤں کے کو کہا کر دیا ہے۔“
 ”آئی جی نے کہا ”تمہاری اس کری اور اس وردی نے ہمیں جکڑ
 رکھا ہے۔ ہم مجبور ہو گئے۔ اس کا وکیل عدالت سے ضمانت نامہ
 لے کر آیا تھا۔“

”مگر تمہارے دو چیلے مارے گئے۔ کیا ان کے لیے انصاف نہیں
 ہو گا؟“
 ”اگر تم عدالت میں یہ ثابت کر دو گے کہ مارگو پاؤں کے یا
 اس کے چیلوں نے تمہارے دو چیلوں کو مارا ہے تو انہیں ضرور سزا
 ملے گی۔ فی الحال کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہیں۔ لیکن ہم خاموش
 نہیں بیٹھیں گے۔ ان طاقتوں اور اغوا کرنے والوں کا سراغ ضرور
 لگائیں گے۔“

مارگو پاؤں کے اپنے وکیل کے ساتھ کار کی بچھلی سیٹ پر بیٹھا

ہوا تھا۔ اس نے کہا ”یکل صاحب! تم نے بڑی پھرتی دکھادی۔ تو کا کیسے معلوم ہوا کہ ہم گر پھرتا رہ گئے ہیں؟“
 ”یہ ایک راز کی بات ہے۔ اکیلے میں کہوں گا۔“
 ”ای کار میں ہمارا دوپٹا ہیں۔ ہمارا راجہ ادر ہیں۔ تم بے پھکر ہو کے بولو۔“

”جو انگریز جاسوس آپ سے سودا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ نمیک دس پیچے وادرات کریں گے اور مجھے آپ کی حفاظت کے لیے ایک یاہد بعد عدالت سے ضمانت نامہ حاصل کر لینا چاہیے۔“

”مگر اوسرا لوگ نے ایسا وادرات کیوں کیا ہے؟“
 ”آپ کی بہن رتنا، مومن داس اور اس کے بچے کو اغوا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔“

”اے او جاسوس لوگ! نام ہی جانت ہیں۔ اوہمی سگی بہن نامی ہے۔“

”مہارگو! وہ دنیا کے بڑے مانے ہوئے جاسوس ہیں۔ ان سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ آپ کی سگی بہن رتنا وہی ہے جسے اغوا کیا گیا ہے۔“

”تم سویریہ راج (مہاراج) کی ٹیلی پیٹھی کو گھٹ بول رہے ہو۔“

”غلط اور صحیح کا ابھی چل جائے گا۔ آپ ابھی میرے ساتھ مہاراج کے جنگل میں چلیں۔“

پانڈے نے اپنے چیلے کو حکم دیا کہ وہ مہاراج کے جنگل کی طرف چلے پھر زب پر بڑا لگا ”سویریہ راج ہر بوت بڑا سیوک ہے۔ ہر بوت وچادار ہے۔ اوہم سے کاہے بھوت بولے گا۔“

وکیل نے کہا ”مہاراج کسی کے بھی دماغ میں جا کر اسے اپنی مرضی کے مطابق بھوت بولنے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن آپ کے دماغ میں نہیں پہنچے گئے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے مہاراج کے دشمن بن کر اسے مار ڈالنے کی دھمکی دیں۔ اسے ایسی مصیبت میں رکھیں کہ وہ ٹیلی پیٹھی کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے نہ بلا سکے پھر دیکھئے۔ جو سچائی ہے، وہ آپ کے سامنے آجائے گی۔“

ان کی کار جنگل کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہ کار سے اتر کر دروازے پر آئے۔ کال تیل کاٹن دہلیا۔ اندر سے مہاراج کی آواز سنائی دی ”کون؟“

”ہم ہیں مہارگو دھن راج پانڈے۔“
 نام سننے ہی مہاراج نے فوراً دروازہ کھول کر حیرانی سے کہا۔
 ”مہارگو! آپ میرے دروازے پر آئے ہیں۔ حکم دیتے تو میں دروازہ چلا آتا۔“

پانڈے اندر آتے ہوئے بولا ”بھرمے آنے سے کوئی بھکر نہیں پڑا۔ تم بھرمے بوت پڑے سیوک ہو۔ کا تم کو معلوم ہے۔“

ابھی پولیس نے ہم کو گر پھرتا کر کیا تھا۔
 ”مہارگو! پولیس والوں کی کیا مجال ہے کہ آپ کو گز کریں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ میں ریلوے اسٹیشن سے واپس آکر ابھی سونے جا رہا تھا۔“

”ہم تو کام سونے دیں گے۔ تمرا بھکت برادہ نامی کریں گی ابھی چلا جائیں گے۔ تم ایک بات چیل بول دو۔ میں والے دفتر جو رتنا سگی کا وہمیری سگی بتانا ہی ہے؟“
 مہاراج ایک ذرا سگھبرا گیا پھر فیصلہ کر بولا ”میں نے اس دماغ پر صاف تھا۔ جو چ تھا، وہ کہہ دیا۔“

پانڈے نے اچانک اس کے حلق کو دبوچ کر کہا ”اب ہم ہر سانس چاہیں گے، تم اتنا سانس لوگے اپنا ٹیلی پیٹھی کا جیسے کی کو مدد کے لیے ناہی بلا سکو گے۔“

مہاراج کی سانسیں رک رک کر آ رہی تھیں۔ وہ مہارگوں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ہٹانے کے لیے زور لگانے لگا لیکن جیسے فوادی خفے میں تھا۔ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے سے رحم کی ہیک مانتے لگا۔

پانڈے نے اس کے حلق کو نہیں چھوڑا لیکن گرفت ڈال ڈال کر تے ہوئے بولا ”تم کا بولنے کے واسطے مودا کے رہے ہیں۔ اتنا تو ایک منٹ مانڈینو دبا کے ترک کا مانڈینو پاس گے۔“

ذرا سی ڈھیل ملتے ہی اس نے خیال خوانی کے ذریعے لے پکارا ”فردا صاحب! جلدی آئیں۔“

میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلا جھٹ لائی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر چوہین کو سمجھا۔ وہاں مہارگو پانڈے کے علاوہ اس کا بیک اور دو چیلے تھے۔ چیلے بھی یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ میں ان کے اندر پہنچ کر انہیں اپنا آلا کار نہیں بنا سکتا تھا۔ میں نے مہاراج سے کہا ”مجھے کسی طرح وکیل کی آواز سناؤ۔“

وہ پانڈے کے سامنے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے بولنے سے پہلے سانسیں درست کر رہا ہو لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے کہہ رہا تھا ”وکیل بہت چال باز ہے۔ جب سے ہے، گونگنا بنا ہوا ہے۔ اگر میں اسے بولنے پر مجبور کرنے کے لیے اس پر حملہ کروں گا تو پانڈے چند سیکنڈ میں میری گردن توڑے گا۔“

میں نے کہا ”تو پھر ڈراما کرو۔ میں تمہارے دماغ پر قبضہ کرنا ہوں۔“

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ پانڈے نے اس کی آواز اور لہجے میں کہا ”..... مہارگو۔ جب ہم ریلوے پولیس کے دفتر تھے تب وہ۔۔۔ وہ میرے دماغ کے اندر آیا تھا۔“

”کاؤن آیا ہا؟“
 ”وہ اپنا نام نہیں بتا رہا تھا۔ مجھ کو دھمکی دے رہا تھا کہ سانس روک کر اسے اپنے دماغ سے بھاگائیں گا تو وہ میرے دماغ میں جا کر اسے مار ڈالے گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پانڈے نے اس کے حلق کو چھوڑا تو وہ فرش پر گر کر ترپے ہوئے بولا ”وہ بھرمے۔ پھر میرے اندر آیا ہے۔ میرے۔۔۔ میرے اندر ٹیلی پیٹھی کی سوسیاں چبوا رہا ہے۔ ہم۔۔۔ مجھے سارا دو۔“

دونوں بچیلے نے اپنی گھون کو دیوار سے لگایا پھر اسے سارا دینے کے لیے آئے۔ اسے دونوں طرف سے پکڑ کر فرش پر سے اٹھایا۔ میں اس کے اندر اپنی دماغی قوتوں کے ساتھ سٹایا ہوا تھا۔ اچانک ہی دونوں کی گردن میں پکڑ کر ان کے سروں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا پھر انہیں پانڈے کی طرف دھکیل کر دیوار سے لگی ہوئی ایک گن اٹھا کر مہارگو پانڈے کا نشانہ لیا۔ وہ مجھ سے میری (مہاراج) طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے ٹیکہ دیا۔ ایک گولی آواز کے ساتھ اس کی ایک ران میں دھنسی گئی۔ وہ لاکھڑا ہوا مگر بیدار تھا۔ جیسے فوادی تھا۔ میں نے دوسری گولی اس کی دوسری ران میں ماری۔ اس بار وہ کھڑا نہ رہا۔ فرش پر اونڈھے منہ گر پڑا۔

اس کے دونوں چیلے جھلا جھٹ لگاتے ہوئے میری طرف آئے۔ میں نے ایک کو گولی ماری۔ دوسرے کے منہ پر راتھل کا ٹکڑا مارا۔ وکیل وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی ٹانگ پر بھی گولی ماری۔ دوسرے چیلے کو بھی زخمی کرنا پڑا۔

پھر میں نے مہاراج کے دماغ کو مہل دی۔ وہ حیرانی سے اپنے کمرے میں چار زینوں کو دیکھ کر بولا ”فردا صاحب! یہ کیسے ہو گیا؟“

”جیسے بھی ہو گیا۔ تم میرے کام آ رہے تھے اس لیے میں نے تمہاری جان بچائی ہے۔ اب بھی ہو شیار رہو۔ وہ دیکھو مہارگو پانڈے میں کتنی زبردست قوت برداشت ہے۔ دو گولیاں اس کی دونوں رانوں میں دھنسی ہوئی ہیں۔ وہ چیلے کے قاتل نہیں رہا ہے لیکن فرش پر گھٹتا ہوا تمہاری طرف آ رہا ہے۔“

مہاراج نے نشانہ لے کر اس کے ایک بازو پر گولی ماری۔ وہ کراہتا ہوا فرش پر چاڑھو شائے چت ہو گیا۔ مہاراج نے دوسری گن بھی اٹھالی۔ پانڈے یوں چاڑھو شائے چت ہو گیا تھا جیسے مہربا ہو یا ہے ہوش ہو گیا ہو لیکن اس کا دوسرا ہاتھ زخمی نہیں تھا۔ وہ اس ہاتھ کو اپنی جیب کی طرف لے جا کر دیوار پر ٹکال رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی مہاراج کو اس کی طرف گھمایا اور اس کے ذریعے گولی چلا دی۔ اس کا دوسرا بازو بھی زخمی ہو گیا۔ وہ ہڈ حال سا ہو کر باج بن کر گویں پڑا رہ گیا۔

مہاراج نے کہا ”فردا صاحب! آپ نے پھر میری جان بچائی ہے۔ واقعی آپ اپنے وفاداروں کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں۔“
 ”مہارگو پانڈے ایک انسانی گوشت پوست والا مخلوق ہے۔ اس سے غافل نہ رہو۔ اس کی جیب سے ریلوے ٹکٹ نکال لو۔“

وہ ڈرتے ڈرتے... اس کے قریب گیا۔ پانڈے بلاشبہ بہت ہی خطرناک تھا۔ مہاراج ریلوے کو اس کی جیب سے نکالے ہی دور ہو گیا مگر ریلوے ”فردا صاحب! میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ تمہیں ان زینوں کا کیا کروں؟ کیا مجھے یہاں سے بھاگ جانا

چاہیے۔“

”جیسے بھاگنا نہیں چاہیے۔ یہ تمہارے حملہ کرنے تمہارے گھر آئے تھے۔ آئی جی آف پولیس کو فون کر کے صورت حال بتاؤ۔“
 وہ ٹیلی فون کے پاس جا کر ریسور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

وکیل کی ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی اور آ رہا ہو گئی تھی۔ حیلے والے ایسے زخم کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن اس میں حیلے نہیں تھا۔ وہ ٹکی بار تکلیف سے کراہتے ہوئے رحم کی ہیک ٹانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسے جان سے نہ مارا جائے۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ایک غیر ملکی جاسوس سے اس کی شناسائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ عدالت سے مہارگو پانڈے کے لیے ضمانت نامہ حاصل کر لے۔ اس جاسوس نے آئندہ رابطہ رکھنے کے لیے اسے اپنا فون نمبر بھی بتایا تھا۔

بچیلے میں سے ایک مہرکا تھا اور دوسرا زخمی تھا۔ وہ فرش پر گھٹتا ہوا مہارگو پانڈے کے قدموں کے پاس آیا پھر اس کا پیڑ پکڑ کر بولا ”مہارگو! آپ کا یہ سیوک مجبور ہو گیا ہے۔ میرے اندر اتنی قوت نہیں رہی ہے کہ آپ کے دشمن سے انتقام لے سکوں۔“

مہارگو پانڈے چاڑھو شائے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی دونوں رانوں اور دونوں بازوؤں میں چار گولیاں بوست ہو گئی تھیں۔ خون کافی مقدار میں بہہ رہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ مہرکا ہو۔ اب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بے چینی محسوس کرنے لگا۔ ساکت پڑا ہوا تھا، ذرا ہلے لگا۔ بڑی مشکل سے بولنے لگا۔ ”ہم۔۔۔ بھرمے راج سے جاؤ۔ بھگوان سے پرا رہنا کہو کہ ہم مر جائیں۔ جندہ رہ گئے تو تے کو جندہ ناہی چھوڑیں گے۔“

وہ زیادہ بول نہیں سکتا تھا۔ پانڈے نے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی کچھ کڑویاں اور اس کے کچھ اہم خاندانی حالات معلوم کر رہا تھا پھر ایمرپولیس اور پولیس کی بہت سی گاڑیاں آگئیں۔ مسلح سپاہیوں اور افسروں کے ساتھ ان کا آئی جی بھی آیا تھا۔ پانڈے کی حالت دیکھ کر بولا ”اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہے۔ اسے فوراً اسپتال لے جا کر اس کے جسم سے گولیاں نکلاؤ۔ اسے اپنے غور پر شرمندہ ہونے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔“

مہارگو پانڈے میں غیر معمولی قوت برداشت تھی۔ وہ آنکھیں کھولے دیکھ رہا تھا۔ آئی جی نے کہا ”پانڈے! تمہارے وکیل نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ تمہاری ہتھکڑی کھلو کر لے گیا اور تم نے کہا تھا کہ تم قانون کے منہ پر جوتے مار کر جا رہے ہو۔ اب دیکھو کہ تقدیر تمہیں کس طرح جوتے مار کر دوبارہ ہماری حراست میں پہنچا رہی ہے۔“
 اسے اسپتال والے ایک ایمرپولیس میں لے گئے۔ ٹانگ جاتو بھی پولیس والوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے مہارگو پانڈے کی حالت دیکھ کر آسمان کی طرف دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”ہے بھگوان! ہم کو کھنڈ سے بچائے رکھنا۔ ہم انسان کی طرح مرنا

چاہتے ہیں۔ پانڈے کی طرح مرنا نہیں چاہتے۔ تو اسے زندگی دے سکتا ہے۔ اب وہ زندہ رہے گا تو مجھ پر بڑا بول نہیں بولے گا اور اپنی طاقت کا بے جا استعمال نہیں کرے گا۔“

باقی دو زخموں اور لاش کو دو امیر لیشنوں میں لے جایا گیا۔ آئی بی آف پولیس نے مہاراج سے کہا ”آپ نے قانون کی بہت مدد کی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم باقی اہم بائیں اسپتال میں کریں گے۔“ مہاراج نے میری مرضی کے مطابق کہا ”ذرا ایک منٹ میں ایک اہم فون کرلوں۔“

اس نے ریسپورنڈنٹ انٹرنل کے پھر میں نے اس کے حلق سے وکیل کی آواز اور لیجے میں کہا ”ہیلو مسٹر کیول! میں وکیل امرتا بھٹ بول رہا ہوں۔ یہاں مہاراج نے بڑی کڑی تھی۔ اس نے مہاراج کو پانڈے کے جان سے مارنے کی کوشش کی تھی مگر پانڈے نے مہاراج کو مار ڈالا ہے۔ میں کسی طرح جان بچا کر بھاگ نکلا ہوں۔ آپ لوگ بھی ہوشیار رہیں۔ پولیس والے زخمی پانڈے سے اس کی بہن رتا کے بارے میں پوچھیں گے۔“

دوسری طرف سے کیول نے کہا ”تم ہماری فکر نہ کرو۔ ہم نے رتا کو جہاں چھپا رکھا ہے۔ وہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔“

مہاراج نے فون بند کر دیا۔ آئی بی آف پولیس اور دوسرے افسران ”مہاراج کو سوائے نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں کیول کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر میں نے مہاراج کے ذریعے کہا ”آئی بی صاحب! ابھی میں نے ٹیلی پیجی سے معلوم کیا ہے۔ رتا، موہن داس اور بچے کو لیکن ہاتھ لگی کے ایک مکان کے اندر پناہ دے کر رکھا گیا ہے۔ آپ فوراً وہاں چلیں۔“

آئی بی نے چند افسران اور سپاہیوں کو پانڈے کے پاس اسپتال جانے کا حکم دیا پھر ایک پولیس پارٹی کے ساتھ لیکن ہاتھ لگی کی طرف جانے لگا۔ راستے میں آئی بی نے مہاراج سے پوچھا ”یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے رتا کو اغوا کر کے چھپا رکھا ہے؟“

میں نے مہاراج کے ذریعے کہا ”چند امریکی سیکرٹ ایجنٹ اور اسکاٹ لینڈ بارڈر کے دو جاسوس ہیں لیکن وہ سب اپنے اپنے ملک کے سفارت خانوں میں ہیں اور بھارتی غنڈوں کو اچھی خاصی رقم دے کر یہ کام کر رہے ہیں۔“

”آخر وہ رتا، موہن داس اور بچے کو وہاں کب تک چھپا کر رکھ سکتے ہیں؟“

”تمہیں آج رات کے بعد گاندھی گراؤنڈ میں ایک بلی کا پڑ آنے والا تھا۔ اس بلی کا پڑ میں ان تینوں کو دھراس پہنچایا جاتا پھر ان تینوں کو ایک طیارے کے ذریعے امریکا پہنچایا جائے والا تھا۔“ آئی بی نے کہا ”بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ رتا کو برقرار بنا کر پانڈے سے سودا کرنا چاہتے تھے کہ وہ فریاد کو مقابلے میں جان سے مارے گا تو اس کی بہن کو اس کے حوالے کیا جائے گا۔“ وہ لگی کے ایک سرے پر پہنچ کر اپنی گاڑیوں سے اتر گئے پھر

دبے پاؤں چلتے ہوئے اس مکان کا حصارہ کر لیا جس کی نشان دہی مہاراج نے کی تھی۔ ایک افسر نے اونچی آواز میں کہا ”تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اگر صرف سزا پانا مکر زندہ رہنا چاہتے ہو تو۔“

بھروسے نے کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانک کر دیکھا۔ اتنے زیادہ مسلح سپاہی دکھائی دیے، جن سے کاؤنٹر فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے پاس ہتھیار تھے مگر گولیاں کم تھیں۔ آخر مکان کا دروازہ کھل گیا۔ ایک ایک مجرم باہر آنے سے پہلے ہتھیار دروازے سے دور پھینک دیا۔ وہ چاروں ہندوستانی تھے۔ انہیں حراست میں لے لیا گیا۔ مکان کے اندر رتا اور موہن داس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر انہیں باندھ دیا گیا تھا۔ بچے چاروں کا برا حال تھا۔ انہیں کھول کر آزاد کیا گیا۔ باہر سے فوراً کھانے پینے کی چیزیں منگو کر انہیں کھلایا گیا۔ بچے کے لیے بھی دودھ آگیا۔ مہاراج نے رتا کے سر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا ”بیٹی! تم ہی اصلی رتا اور پانڈے کی بہن ہو۔ میں نے مگر پانڈے سے تمہاری جان بچانے کے لیے جھوٹا کہا تھا کہ تم جی جی کا بہن واداش کیا گیا ہے۔“

مہاراج ”رتا، موہن داس اور بچے کی زندگیاں بچانے کے سلسلے میں، میں گھنٹوں مصروف رہا تھا اور ان کی خاطر اپنی ذات سے بے خبر رہ کر خیال خالی کر رہا تھا۔ میں دفاعی طور پر حاضر ہوا تو افغانستان میں ہمارا قافلہ بدخشاں کی طرف جا رہا تھا۔ شرمینہ بھتہ ری تھی کہ میں سو رہا ہوں۔ دوسری دوہڑیوں میں زینہ، محبوب، شائستہ، زہیر، سرفراز، بوب نواز اور ایک مقامی گائیڈ تھا۔

ہماری وہ تینوں گاڑیاں رک گئی تھیں۔ میں نے انہیں کھول کر دیکھا۔ شرمینہ موہن داس کی فون پر کسی سے بات کر رہی تھی اور پوچھ رہی تھی ”تم کون ہو اور فریاد سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو؟“

دوسری طرف سے مجھ کا جا رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر شرمینہ سے فون لیا پھر اپنے کان سے لگا کر بولا ”ہیلو کون ہے؟“

دوسری طرف سے آواز آئی ”ہیلو مسٹر فریاد! ہمارے پیچھے عالمی سطح کے مجرم آواز سننے کی جھینس پہچان لیتے ہیں۔ اب تم اپنی تینوں گاڑیوں کے اطراف دیکھو گے تو تمہیں بے شمار کھانکھن اور سینوں اہم ایم کیو ایف کی رائفلیں نظر آئیں گی۔ تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ ہم نے یہاں سے ہزاروں میل دور پوری شرمیں جھینس کیوں مصروف رکھا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہاں تم نے زبردست کامیابی حاصل کی ہے۔ ہمارا مقصد تو جھینس یہاں سے قافلہ رکھ کر پوری کامیابی سے گھیرنا تھا۔ تاکہ اس بار تم زندہ نہ بچ سکو۔ یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں تمہاری لاش جائے گی۔ تمہاری ذہانت اور تمہاری ٹیلی پیجی جھینس نہیں پہچانے گی۔“

میں نے دوا اسکرین، بیک اسکرین اور کھڑکیوں کے باہر دیکھا۔ دور جہازوں کے پیچھے ہتھیار سی ہتھیار نظر آ رہے تھے۔ میری موت کا مکمل سامان کیا جا چکا تھا۔

پچھلی بار میرے ساتھ یہ ہوا تھا کہ میں ایک کمرے میں تھا اور تین افراد اچانک کمرے میں گھس آئے تھے اور گونگنے پر کر مجھے گمن پناہ پر رکھ لیا تھا۔ وہاں کے ایک مولوی نے مجھے قتل کرانے کی سازش کی تھی۔ وہ کسی بھی لمحے مجھے گولی مار سکتے تھے لیکن میں نے فوراً ہی ان کے کمانڈر کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا پھر اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کیا تھا۔ اس طرح اس کے ذریعے اپنی جان بچائی تھی۔

لیکن اب پچویش دوسری تھی۔ مجھے اور میرے ہم سفر ساتھیوں کو چاروں طرف سے اچانک ہی گھیر لیا گیا تھا۔ ہم سب اپنی گاڑیوں میں دھکے کھاتے تھے۔ ہمیں جہازوں اور درختوں کے درمیان بے شمار کھانکھن اور سینوں اہم رائفلیں دکھائی دے رہی تھیں۔ دشمن تو نظر آ رہے تھے اور نہ ہی اپنی آواز سنا رہے تھے۔ انہیں اچھی طرح سمجھایا گیا ہو گا کہ وہ گونگنے بنے ہیں اور دودھ نہ آئیں کیونکہ میں انکھوں میں جھانک کر بھی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔

جس اجنبی شخص نے پہلے شرمینہ اور پھر مجھ سے فون پر بات کی تھی، وہ پوکا کا باہر تھا۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی پھر ہتھکڑی لگا کر کہا ”ایک نہیں ہزار بار کوششیں کرلو۔ میرے اندر نہیں آسکو گے۔“

اس کی انگریزی زبان کی روانی اور لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ افغانی نہیں، کوئی یورپی باشندہ ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کرانے کا قافلہ ہو گا۔ اس کی اپنی ایک خطرناک سیخڑ ہو گی۔ اس نے انکھوں ڈالنے لے کر بڑی زبردست پلاننگ پر عمل کر کے مجھے گھیر لیا تھا۔ میرے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں رکھا تھا۔

میں گری نظروں سے بار بار چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کئی کھانکھن اور رائفلیں تیز ہوا کے باعث جہازوں کے ساتھ ساتھ لی رہی تھیں۔ میرا تجربہ رہا تھا کہ وہ تمام ہتھیار جہازوں میں اس طرح پھنسا کر رکھے گئے ہیں کہ دیکھنے والے دھوکا کھا جائیں اور یہی سمجھیں کہ ان ہتھیاروں کے پیچھے بے شمار حصارہ کرنے والے موجود ہیں۔

یعنی اگر چاروں طرف ڈیڑھ سو ہتھیار ہیں تو ان ہتھیاروں کو چلانے والے ڈیڑھ سو دشمن بھی موجود ہیں جبکہ ایسا نہیں تھا۔ ہمیں بڑی ہلاکی سے یہ سمجھنے پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ ہم تعداد میں صرف نو ہیں۔ چاروں طرف سے فائرنگ کرنے والے ڈیڑھ سو افراد کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

ایک جہازی کے پیچھے سے ایک اور شخص کی آواز آئی ”فریاد! ہمیں تمہارے ساتھیوں سے کوئی دشمن نہیں ہے۔ ہماری شرط ہے کہ تم سب اپنے ہتھیار دور پیٹیک دو اور دو ہاتھ پیچھے کر دوں پھر رکھ کر اپنی گاڑیوں کے درمیان سے نکل آؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ تمہارے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انہیں زندہ

سلامت آگے جانے دیں گے۔ ہمیں صرف تمہاری ضرورت ہے۔“

میں نے اس بولنے والے کے بھی دماغ میں جانے کی کوشش کی۔ اس نے سانس روک لی۔ میری خیال خانی کی لہروں کو بھگا دیا پھر کہا ”فریاد! تم سے گاندھی کی توقع نہیں ہے۔ موٹی عقل سے بھی سوچو گے تو سمجھ میں آئے گا کہ ہم میں سے وہی افراد اپنی آواز میں سنا سکیں گے جو بولنے والے کا بہرہوں گے۔“

پھر تیسرے شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا ”میں صرف ایک بار حکم دوں گا ”ٹائز“ اور پھر چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہو جائے گی لیکن تم سب کو مزید پندرہ منٹ کی مہلت دے رہے ہیں۔ اگر فریاد ہمارے حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس کے ساتھی ہتھیار پھینک کر پلے آئیں۔ جب فریاد وہاں تھا وہ جانے کا تو ہم اس سے منت لیں گے۔“

میں نے خیال خانی کے ذریعے تمام ساتھیوں سے کہا کہ وہ گاڑیوں کی آڑ میں زمین پر لیٹ جائیں۔ شرمینہ نے کہا ”ڈش بورڈ کے خانے میں روبرو اور سامنے پڑے۔ مجھے ساٹھ گراؤنڈ۔“

دوسری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بولی ”تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ جان پر کھیل جائیگی لیکن ایک ذرا سی غلطی کے سبب تمہارے ساتھی مارے جائیں گے۔“

میں نے کہا ”تم کیا سمجھتی ہو۔ یہ اتنے شریف لوگ ہیں کہ مجھے گولی مار کر میرے ساتھیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے۔ تو میرا ڈاڑیا مار ڈالو والی پچویش ہے۔ میں صرف ساتھیوں کے تحفظ کی خاطر یہ



کر رہا ہوں ورنہ بارود اور لو کا کھل شروع ہو جاتا۔
 "ان غیر ملکی دشمنوں سے سمجھنا کہنے کی کوئی تدبیر کرو۔"
 "تدبیر کر رہا ہوں۔ تم دیکھتی جاؤ۔"

میں نے اپنے ہم سفر فکڑ کے داغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھے۔ انہوں نے پختہ عزم کیا تھا کہ میرے حکم کے بغیر نہ ہتھیار چھینکیں گے اور نہ ہی مجھے تنہا چھوڑ کر جائیں گے۔ ایسے محبت کرنے والے ساتھیوں کو کسی نہ کسی طرح بھانا میرا فرض تھا۔
 میں پھر چاروں طرف بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔ اور ہر بھی خاموشی بھی اور دقت گزرتا جا رہا تھا پھر ایک بھائی کے پیچھے سے آواز آئی "پندرہ منٹ کی سہولت دی گئی تھی۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ میں فریاد کے ساتھ سڑک کرنے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنی جتنی جائیں بھاؤ۔ ہتھیار پھینک کر چلے آؤ۔"

تینچور کوئی کھڑی پر میرا ایک ہاتھ تھا۔ میں دوسرے ہاتھ سے ریو اور کو اس ہاتھ پر رکھ کر بولنے والے کی آواز کا صحیح تعین کر رہا تھا۔ ٹھیک میرے سامنے دس کر کے فاصلے پر ایک بھائی کے پیچھے سے وہ آواز ابھر رہی تھی پھر میں نے اللہ کا نام لے کر ٹھیکر دیا۔ ایک نہیں دو بار دو مختلف زاویوں سے گولیاں چلائی۔ سائنس کے باعث شخص شخص کی ہلکی آوازیں ابھریں۔ اس کے ساتھ ہی بولنے والے کی کراہیں سنائی دیں۔ میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خیال خوانی کی چٹاٹ لگا تا ہوا اس کے داغ میں پہنچ گیا۔

سب سے پہلے معلوم کیا کہ تعداد میں کتنے ہیں؟ پتا چلا وہ صرف چار ہیں۔ چاروں طرف کی بھائیوں میں صرف چار آدمی تھے۔ چھوٹے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے اس لیے انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی کراہ نہیں سنی تھی۔ وہ انہیں آواز دینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے منہ کھولے نہیں دیا۔ اس کے داغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس کے کسی دوسرے ساتھی کی آواز سننے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ صرف چار کیوں تھے؟ ہتھیاروں کی مناسبت سے بیکروں کیوں نہیں تھے؟ اس کا ذکر ابھی کروں گا۔ فی الحال یہ اطمینان ہو گیا کہ بے شمار ہتھیاروں سے ہم پر فائرنگ نہیں کی جائے گی۔ ان کی پلاننگ یہ تھی کہ میں گاڑیوں کے درمیان سے نکل کر کھلی جگہ آ جاؤں پھر وہ مجھے کچھ بولنے کی تو کیا سانس لینے کی بھی سہولت نہیں دیں گے۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھے گولیوں سے چھٹی کر دیں گے۔

اور میں ان کی پلاننگ کے مطابق اپنے ساتھیوں اور گاڑیوں کے درمیان سے نکل کر کھلی جگہ نہیں آ رہا تھا۔ اس لیے بے شمار لاشیں ہتھیاروں کی موجودگی کے باوجود ہم پر فائرنگ نہیں کی جا رہی تھی اور نہ ہی وہ چار آدمی بیک وقت بے شمار ہتھیاروں سے فائرنگ کر سکتے تھے۔

میں فوراً ہی گھوم کر ہتھیاروں کی دوسری کھڑکی کی طرف آیا۔ دور

ایک بھائی کے پیچھے سے ایک شخص کہہ رہا تھا "مسٹر فوڈوا سہل ختم ہونے میں صرف ایک منٹ رہ گیا ہے۔ تم انہیں وارننگ کیوں نہیں دے رہے ہو؟ کیا ان کے لیے سہولت کا وقت بڑھانا چاہتے ہو۔"

میرے ریو اور سے نکل ہوئی بے آواز گولی اس کی پیشانی پر لگی۔ وہ بچ رہا ہوا الٹ کر زمین پر گر گیا۔ تیسری طرف سے آواز آئی "بھائی! تم نے جتنی بھی ماری ہے؟ کیا بات ہے؟"

میں نے پہلے زخمی ہونے والے فوڈو کے داغ پر قبضہ نہ کیا۔ وہ کلا کھنکھاتے ہوئے دوڑتا ہوا تیسرے ساتھی کے پاس پھر ساتھی کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اسے گولی مار کر زخمی کر دیا۔

اب تو ٹیلی فنی کی گولیاں چل رہی تھیں۔ اس تیسرے زخمی ہونے والے نے دوڑتے ہوئے چتے ساتھی کے پاس پہنچنے سے اسے اپنی کلا کھنکھاتے زخمی کر دیا۔ مجھے ہلاک کرنے کے لیے ہوا زبردست نفسیاتی حربہ استعمال کیا گیا تھا۔ میرے چاروں طرف پوری ایک ہتھیار بردار فوج لاکھڑی کی گئی تھی۔ یہ تعین دلایا گیا تھا کہ میرے فرار کے راستے مسدود ہو چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی میری موت لازمی ہو چکی ہے۔

ابھی اللہ مجھے رکھ رہا تھا اس لیے موت مجھے نہیں بکھری تھی۔ میں نے ہتھیاروں سے نکلنے ہوئے بلند آواز سے ساتھیوں کو مخاطب کیا "زمین پر سے اٹھ جاؤ۔ ہتھیار اٹھاؤ۔ مخلوق نکل گیا ہے۔"

میں کھلی جگہ آیا تو تمام ہم سفر ساتھیوں کو حوصلہ ہوا۔ وہ بھی زمین سے اٹھ کر گاڑیوں کے درمیان سے نکل آئے۔ وہ تین زخمی تھے۔ میری مرضی کے مطابق ہتھیار پھینک کر زخموں کی تکلیف سے کراہے ہوئے ٹکڑے اور ڈنگے ہوئے بھائیوں کے پیچھے سے نکلے اور ہمارے سامنے آکر نکلے ہوئے زمین پر گر پڑے۔

سرفراز نے مجھ سے کہا "فریاد صاحب! یہ صرف تین ہیں مگر باقی لوگ تو اس لیے بھائیوں کے پیچھے ہیں۔"

میں نے کہا "اگر ان کے علاوہ دوسرے ہتھیار بردار ہوتے تو اب تک ہمیں گولیوں سے بھون ڈالتے۔ یہ صرف چار تھے۔ میں نے ایک کو مار ڈالا اور ان تینوں کو صرف زخمی کیا ہے۔ یہ ہم سے فرار کر رہے تھے کہ پوری فوج کے ساتھ ہمیں گھیرنے اور مارنے آئے ہیں۔ اب نہ جانے کہ یہ اپنے ہمارے ہیں یا کتنے ہیں۔"

میں نے ایک کے اندر رہ کر اس کے چور خیالات اس کی زبان سے اگوا لئے۔ کہنے لگا "ہم عالمی سطح پر بہت ہی خطرناک قاتل سمجھے جاتے ہیں۔ ہم چاروں نے بھی بدنام شہرت حاصل کی ہے۔ اس کے نتیجے میں انٹر پول کے تجربہ کار سراغ رانوں سے پھپھ کر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ ہمیں بھی نہ بھی گرفتار کر کے سزا دے سکتے تھے لیکن امریکی حکام ہمیں انکراہم سیاسی مقاصد کے

لے استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے انٹر پول اور دوسرے سراغ رانوں کے ادارے ہمیں بھی گرفتار نہیں کرتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "تم چاروں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آج کل افغانستان میں ہوں؟"

"ہمیں امریکی فوج کے ایک جنرل نے طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ افغانستان میں ہیں۔ آپ سے یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ افغانستان میں کیسی سیاسی ٹھیکس ریسے ہیں پھر آپ کے ذریعے ان کا خفیہ سیاسی ٹھیکس دنیا والوں کے سامنے آجائے گا۔ لہذا ہم چاروں آپ کو افغانستان سے زندہ واپس نہ جانے دیں۔" جب میں نے ٹیلی فنی کا ظلم حاصل کیا تھا تو نوجوان تھا۔ آج میرے بیٹے جوان ہیں۔ ایک طویل مدت گزر چکی ہے۔ آج تک بڑے بڑے زور، ہلاک اور خطرناک دشمن میرا کچھ نہیں باز کر سکے۔ جو بھی میرے سامنے آیا، بے موت مارا گیا۔ کیا یہ حقیقت تم لوگوں کو سمجھائی گئی تھی؟"

"جی ہاں کچھ تو سمجھائی گئی تھی اور ہم خود آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ آپ طاقت کے زیادہ ذہانت سے کام لیتے ہیں اور اکثر خلافوں کی نفسیاتی کمزوریاں معلوم کر کے انہیں مات دیتے ہیں۔"

"تم لوگوں نے بھی ایک انسانی نفسیاتی کمزوری کو سمجھا کر انسان جب چاروں طرف سے گھیرا جاتا ہے اور اسے تعین دلا دیا جاتا ہے کہ فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا ہے تو پھر وہ ہتھیار پھینک کر نکلے ٹھیک رہتا ہے۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں دوسروں کی نفسیاتی کمزوریوں سے کھیلنے والا تھا ہمارے جھانسنے میں آجائوں گا؟"

"ہم چاروں یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم نے سوچا، آپ ہماری توازن سن کر بھی ہمارے داغوں میں آکر ہماری پلاننگ کو نہیں سمجھ سکیں گے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی طرف سے گولی پلے کی آواز نہیں آئی اور میں چپچپے کے باوجود کیسے زخمی ہو گیا۔"

"اب ذرا سوچو۔ اگر واقعی سوچا پچاس کرائے کے قاتل لاکھ لکھ کر لے کر لے کر تکیا تمہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی؟" "بے شک ہم کامیاب رہے لیکن لالچ کے باعث مارے جاتے ہیں۔ ہم چاروں میں سے ہر ایک کو ڈھائی لاکھ ڈالر نوٹس ملنا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے ساتھیوں کو بھی ملنا تھا۔ لیکن اس کے بعد ہمیں دس دس لاکھ ڈالر دے جاتے تھے۔ صرف ایک شخص کو یعنی آپ کو ہلاک کرنے کے عوض کل پچاس لاکھ ڈالر دے جاتے تھے۔ ہمیں اپنی زندگی میں کبھی اتنی بڑی رقم کسی نے کسی کو قتل کرائے کے لیے نہیں دی۔"

"دوسرے زخمی نے کہا "دوسرے کرائے کے قاتل پہلے تو آپ کا ہم کو گھبرا جاتے تھے۔ ان میں سے جو راضی ہوئے، وہ ہم

سے پچاس ہزار ڈالر کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اگر ہم پچاس قاتل کرائے پر حاصل کرتے تو ہمارے بیٹیں لاکھ ڈالر ان کی ادائیگی میں چلے جاتے۔ ہمارے پاس صرف بیٹیں لاکھ رہ جاتے اور یہ ہمارے لیے گمانے کا سودا تھا۔ لہذا ہم چاروں اس بات پر متفق ہو گئے کہ آپ کو دور سے بیکروں ہتھیاروں کا ٹرپ کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس موبائل فون ہے۔ جس سے میرے قتل کے معاملات طے ہوئے تھے؟ اسے خوش خبری سنا دو کہ تمہیں سے ایک مارا گیا ہے اور باقی تین بھی مرنے والے ہیں۔" وہ تینوں گھڑ کر ڈانے لگے۔ اپنی اپنی زندگی کی بیک مانگنے لگے۔ میں نے ایک کے داغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے امریکی فوج کے ایک جنرل کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کس مرحلے پر ہو؟ کیا فریاد کو ٹرپ کر چکے ہو؟"

اس زخمی نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہم نے بہت مضبوط جال بچھا رکھا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ اسی طرف آ رہا ہے۔ ہم جلد ہی آپ کو خوش خبری سنائے والے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جتنی ہمیں معلومات حاصل ہوں گی، اتنی زیادہ ہم دشمن کو سمجھ پائیں گے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

موتی کی ادب، ت کا قاعدہ
 گانا بھگت کے لیے نہایت ہی بڑا سنگ

ابجد موتی

ہر صوفی کے نامور گویا کا نام ہی حسن ہے۔ موتی کی ایک دکان کو بھرنے کے لیے موتی کی ضرورت ہے۔ موتی کی دکان کو بھرنے کے لیے موتی کی ضرورت ہے۔ موتی کی دکان کو بھرنے کے لیے موتی کی ضرورت ہے۔

”میں کہ اب سے پہلے فرہاد کے سلسلے میں خاموشی تھی۔ اس پر پہلے کی طرح جان لیوا حملے نہیں کیے جاتے تھے۔ اب اس کی جان لینا ضروری کیوں ہو گیا ہے؟“

”پہلے ہمارے پاس بے شمار ٹیلی ہتھی جانے والے تھے۔ ہم ان کے ذریعے جو بھی کارروائی کر سکتے تھے لیکن اب محض ہتھی کے چند ہی ٹیلی ہتھی جانے والے رہ گئے ہیں۔ ان میں بیشک کی طرح فرہاد سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ ہمارے گاؤں بانی ٹیلی ہتھی جانے والوں کو ختم کرنا کچھ مشکل نہیں ہو گا۔“

میں نے جزل کے داغ میں جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لیا۔ میں نے کہا ”مجھے داغ میں نہ آنے دو۔“ تھی دیر سے میں ہی اس فون پر بول رہا ہوں۔ تمہارے چار مہموں میں سے ایک مہم کا ہے۔ بانی ٹین میرے سامنے زخمی پڑے ہیں۔“

”آپ؟ کیا آپ فرہاد کی تیور صاحب ہیں؟“

”ہاں تم نے فی الحال یوں لگا کے ذریعے خود کو بچالیا ہے مگر میں فرصت ملے ہی دوسرے فونی افسران میں سے کسی کے ذریعے تمہیں زخمی کر کے تمہاری کھوپڑی میں بیچ چکاؤں گا۔“

”بھی نہیں بیچ سکو سکے میں نے ان چاروں سے جھوٹ کہا تھا کہ میں امریکی فوجی جزل ہوں۔ تم اس فوج میں مجھے دھوڑتے رہ جاؤ گے، تمہیں میری پرچھائیں تک نہیں ملے گی۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم امریکی نہیں ہو؟“

”میرا تعلق کسی بھی ملک سے نہیں ہے۔ میں ایک پراسرار ایجنٹ ہوں۔ بڑے ممالک کے سیاسی مقاصد کے لیے کروڑوں ڈالر کے عوض کام کرتا ہوں۔ جس کام کی ذمہ داری لیتا ہوں اسے کامیابی سے پورا کرتا ہوں۔ اب میں نے تمہارے قتل کی ذمہ داری لی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان چاروں کو ہلاک کرنے کے بعد زندہ نہ سو گئے۔ میں تمہارے لیے کئی خطرناک نہیں تیار کر چکا ہوں۔ نہ میں الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ تم سوچ سکتے ہو کہ ان تمام بیوں میں کس قدر مکار اور خطرناک قاتل ہیں جو ہتھیاردوں سے نہیں بلکہ اپنی ذہانت اور چالاکیوں سے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔“

”اس دنیا میں تم سے پہلے بھی موت سے پراسرار احمقوں نے ملک الموت کو چمکی دے کر اس کی ذمہ داری اپنے سر لے لی پھر وہ رہے۔“ ان کا سر ہلایا کہ موت کا فرشتہ چمکی کرنے والوں کی پہلے چمکی کر دیتا ہے۔ جیسے اس وقت تمہارے چار خطرناک قاتلوں کی چمکی کر رہا ہے۔“

”تم خود کو ملک الموت سمجھ رہے ہو؟“

”خود کو ملک الموت نہیں سمجھ رہا ہوں لیکن موت کا فرشتہ کسی ہمارے پاس کی ویلے سے جان لیتا ہے۔ اس وقت میں اس کا وسیلہ بنا ہوا ہوں۔“

”فرہاد! میں ذاتی طور پر تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اگر تم فوراً

فی افغانستان سے چلے جاؤ تو میں تمہارا دوست بن جاؤں گا۔“

”مجھے ہلاک کرنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو میں افغانستان میں رہ کر امریکی سیاسی کھیل میں گڑبڑ نہ کروں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ٹیلی ہتھی کے سلسلے میں خطرناک سمجھا جا رہا ہوں۔ اس لیے دشمنوں کے لیے میری موت لازمی ہے اور میری موت کی ذمہ داری تم قبول کر چکے ہو۔ اس لیے مجھے دو سچی کا جھانسا نہ دو۔“

بہت سی خطرناک ٹیس تیار کر چکے ہو۔ میں بیان نہ کر سکتا ہوں۔ دوسری ٹیم کا انتظار کروں گا۔ فی الحال اپنے خطرناک لوگوں کی آخری چٹھیں سنو۔“

میں نے ایک ریو اور فون کرنے والے کے سامنے پھینکا۔ اس نے ریو اور اٹھا کر دو فارے کیسے دو چٹھیں بلند ہوئیں پھر اس نے فون پر کہا ”ہم چاروں میں سے ایک تو پہلے ہی مر چکا تھا۔ بانی دو کی آخری چٹھیں ابھی تم نے سنیں۔ اب میں خود کی مر رہا ہوں۔“

نہیں میری آخری چیخ نکلے گی یا نہیں مگر تم اپنی ناکامی پر ایک ڈراما چیخ لیتا۔ ہماری دو روں کو کسوں نے لگا۔“

اس نے اپنی پیشانی پر ریو اور کی نال رکھ کر گولی چلائی پھر آخری چیخ کے ساتھ بیٹھ کے لیے ختم ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا مگر کہا ”تم نے ابھی تک فون پکڑ رکھا ہے۔ اپنی آگئی کی چٹھیں سننے تک کے لیے فی الحال اسے بند کرو۔“

میں نے مہرباں فون بند کر دیا۔ ٹھنڈے اور دوسرے ہم نے ساتھی مجھے جڑ سے فخر سے اور قاتلانہ انداز سے دیکھ رہے تھے پھر سب ہی کیا رو کر دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹنے لگے۔ چوتھے گئے ٹھنڈے دوڑ کر میری پیچھے دیکھ رہی تھی اور فخر سے سٹرا رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا ”اب تو میری جان بھی جلی جائے“

میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی فرہاد!

میں اسے کئی بار سمجھا چکا تھا کہ بیٹھیں، بسوؤں، پوتی اور فون کی موجودگی میں ایک جوان لڑکی سے دو سانس زنجب نہیں دتا کی وہ تسلیم نہیں کرتی تھی کہ میں پوتی اور پوتوں کے دادا ہوں۔“

تک عمر رسیدہ ہوں۔

میں نے ایک منٹ کے لیے خیال خوانی کی پر راز کی پھر صاحب کے ادارے کے انچارج سے کہا ”میری ایک ڈی فون افغانستان کے شہر بدخشان روانہ کریں۔ میں اس سے کل ملاقات کروں گا۔ وہ میری جگہ فرہاد کا دل ادا کرے گا۔“

میں پھر ذاتی طور پر اپنے ہم سفر ساتھیوں کے درمیان حاضر ہو گیا۔ مجھے اب ایک تیرے دو شکار کرنے تھے۔ ایک ڈی فون پراسرار ایجنٹ کی خطرناک ٹیموں کو ڈی فرہاد کے ذریعے دھوکا دینے کے علاوہ جو ڈی آنے والا تھا۔ وہ جوان تھا لیکن میرے پاس اپ اور گیت اپ میں عمر رسیدہ بنا ہوا تھا۔ ٹھنڈے عہد کر چکا تھا۔ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ اپنی عمر کے مطابق جیسا سونے

میں ریاضی جان فرہاد سے پیش کرنے والا تھا۔

○●○

میں چھٹی جاننے والے ٹاپوور ہو رہے تھے۔ ہتھی کے چند ٹیلی ہتھی جاننے والوں میں مہاراج کا چھوٹا بھائی گرو دیو بارا گیا تھا۔ مہاراج کا بھی آخری وقت آنے والا تھا۔ لیکن عین وقت پر میں نے موت سے بچالیا تھا۔ ایک لمبے کی بھی دیر ہوئی تو مہاراج مہاراج پانڈے اس کا ٹھکانہ دہلیج کراسے دوسری دنیا میں بچا دیا۔ میں پچھلے باب میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ مہاراج دھن راج نے ساتھیوں تک سانس روک سکتا تھا اور غیر معمولی طاقت کا حامل تھا۔ اگر وہ شری کی گردن دہلیج لیتا تو شیر میں اس کے کھنکھارے نکل نہ پاتا۔ مہاراج تو اس کے لیے ایک چوٹی تھا۔ اسے ملنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک حکمت عملی سے اسے ہار دیا۔ مہاراج پانڈے کو زخمی کر دیا۔

میں نے آواز کا دھوکے کے ذریعے پہلے ایک گولی اس کی ران میں لگی۔ دوسری گولی دوسری ران میں اور پانی دو گولیاں اس کے ہاتھ پاؤں میں بیست کر دی تھیں۔ وہ ایسا جیدار اور سخت انسان تھا کہ نہ مر رہا تھا اور نہ ہی بے ہوش ہوا تھا۔

اس کے دونوں بازوؤں اور دونوں ٹانگوں پر گولیاں مارنے کا فخر تھا کہ وہ کم از کم ہاتھوں بیروں سے محفوظ ہو جائے اور لیٹ کر مہاراج پر حملہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ میری اس حکمت عملی نے مہاراج کو ایک نئی زندگی دی تھی۔

وہ خطرناک مہاراج پانڈے چند گھنٹے پہلے عدالت سے ضمانت حاصل کر کے قانون کے شکنجے سے نکل آیا تھا اور وہاں کے آئی ایس کے چیف کی قید کیا تھا کہ اس جیسے قانون کے محافظ اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن چند گھنٹے بعد ہی آئی ایس پولیس نے مہاراج پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں اسے دوبارہ گرفتار کر کے اسپتال لے جایا تھا کہ اس کے جسم میں بیست ہونے والی چار گولیاں نکالی جائیں۔

اس کے بعد وہاں کیا ہوا؟ میں نے جان سکا کیونکہ میں اچانک ہتھوں میں گھر گیا تھا۔ مجھے ذاتی طور پر افغانستان کے ایک ڈی فون میں حاضر ہونا پڑا۔

مہاراج جب میں افغانستان میں اپنے دشمنوں سے منٹ کر ہتھوڑا تو داغ میں پہنچا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر سر ہٹا کر کہا۔ میں بھلاؤں گا۔ زندگی بھر آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے میں اسے کبھی نہیں کر کے بھولوں گے۔ پھر آپ کا سبک دین کر رہوں گا اور آپ مہاراج کا کام سوریہ راج تھا۔ میں نے کہا ”مہاراج! مجھ سے ہتھی جاننے والے کیا کوئی نہ کہ میں نے زبان سے محبت، عقیدت اور احترام کے لیے دیکھے ہیں اور انہیں اچانک فریب دینے کو مجھے دیکھا ہے۔ اگر تم چپ ہو تو آئندہ تمہارا عمل سچائی

ثابت کرے گا۔ یہ بتاؤ مہاراج پانڈے کا کیا حال ہے؟“

”حضور! پانڈے کے اندر شاید کوئی موت ہے۔ فولادی رولٹ کی طرح طاقت ور ہے۔ اس نے آپریشن سے پہلے اپنے زخمی بازو سے ایک ڈاکٹر کی گردن پکڑ لی تھی۔“

میں نے پوچھا ”ڈاکٹر تو اس کے جسم سے گولیاں نکال کر اس پر احسان کر رہا تھا مگر اس کی گردن کیوں دہلیج لی؟“

”صرف اتنی ہی بات کے لیے کہ ڈاکٹر آپریشن سے پہلے اسے بے ہوش کرنے میں وقت ضائع نہ کرے۔ اس نے کہا ”اے یے ی گولیاں نکالو۔ میں اپنی آنکھوں سے دشمن کی گولیاں اپنے جسم سے نکالتے دیکھوں گا۔“

میں نے کہا ”واقعی یہ قوت برداشت کی انتہا ہے کہ اس نے ہوش میں رہ کر ایک نہیں چار گولیاں اپنے جسم سے نکالی ہیں۔ پولیس نے کیا انتظام کیے ہیں؟“

”اے پولیس اسپتال میں رکھا گیا ہے۔ اس کے اسی کمرے کے سامنے اور اسپتال کے چاروں طرف مسلح سپاہیوں کا سخت پہرا ہے۔ اس کے کسی بھی چیلے کو اسپتال کے احاطے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ویسے آپ اس کے داغ میں کیوں نہیں جا رہے ہیں؟“

”میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے داغ میں محسوس کر کے غصے میں آئے گا اور مجھے اندر سے نکالنے کے لیے گرنے اور تڑپنے لگے

شیخ کرامت کی سرگزشت

جہاں ہے میرے جہاں کی

شہزاد

مکتبہ

کتابیات اسلامیہ کراچی

ایک پراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام نہیں تھا

اس شخص کا قصہ جس کے چرچے 130 سال کی

اور قریب جسم کی عمر 25 سال

شیخ کرامت نے ہزاروں طرح سے

1993/11/11

کتابیات اسلامیہ کراچی

پس منی 25 روپے

گا۔ اس کے ایسا کرنے سے زخموں کے ٹانگے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن اب اس کی قوت برداشت کے پیش نظر اس کے اندر جارہا ہوں۔“ میں مہاراج کے داغ سے نکل کر اس کے اندر پہنچا۔ وہ بے چین سا ہو گیا۔ بچے زخموں کے باعث سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو اپنے داغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔ دانت چپن کر بولا۔ ”راج! اتنے میری بے بسی کا تمنا سا لیکن واسطے میرے دماغ میں آیا ہے۔ چاہا اپنی موت کا انتہار کہ ہم اپنا پاؤں پر کھڑا ہوتے ہی تے کو ترک میں پہنچائیں گے۔ ہاں کسم ہم تے کو بندہ مافی چھوڑیں گے۔“

بہت پہلے ہی جب اسے گولیاں ماری گئی تھیں تو میں نے اس کے چور خیالات ڈرے تھے اور اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ ان معلومات کے پیش نظر میں نے کہا ”پاؤں! تم مجھے سو یہ راج (مہاراج) سمجھ رہے ہو۔ میں وہ نہیں ہوں۔“

”تے کیا ہے رے؟ میرے دماغ میں کیا واسطے آیا ہے؟“

”میں اپنا نام بتاؤں گا تو تم مجھے نہیں پہچان لو گے۔ پہلے یہ بتاؤ۔ کیا تمہارے دادا کا نام گوبال پانڈے تھا؟“

”ہاں مگر۔“

”ابھی اگر مگر کرو گے تو مجھ کو نہیں پہچان پاؤ گے۔ اس لیے میرے سوالوں کے جو اب پہلے دو۔ کیا تمہارے دادا گوبال پانڈے کے دوست کا نام سلامت علی تھا؟“

”ہاں مگر۔“

”پھر وہی مگر؟ اب یہ بتاؤ سلامت علی اور تمہارے دادا نے کیا کیا ہے۔ میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیا تھا۔ اس طرح دو ٹول دودھ بھائی بن گئے تھے۔“

”ہاں ہم ہندو اور وہ مسلمان مگر دونوں بچے کے دو ٹول دودھ بھائی بن کر آئے تھے۔“

”یہ جانتے ہیں کہ سلامت علی میرے دادا تھے پھر میرے باپ کرامت علی اور تمہارے باپ دیال پانڈے نے اسے دوستی اور محبت کو آگے بڑھایا۔ ہم دونوں کے باپ نے ایک پالنے میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پیا اور دودھ بھائی بن گئے۔“

”تم ٹھیک کسم ہو مگر۔“

”اگر تم مت کرو۔ میری پوری بات سنو۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے فسادات میں تمہارے باپ کی جان جانے والی تھی۔ میرے باپ کرامت علی نے تمہارے باپ کی جان بچائی تھی۔ اور جب پاکستان بن گیا تو تمہارے باپ نے ہمارے خاندان کو ہندو غنڈوں سے بچا کر باڈر پار کر کے پاکستان پہنچنے میں ہماری مدد کی تھی۔“

”تم ایک دم ٹھیک کسم ہو۔ میری سمجھ میں آگیا۔ تم میرے باپ کے دوست کرامت علی کے بیٹے ہو۔“

”میرے پاس ایک ایسی ڈائری ہے جس میں میرے باپ نے

یہ لکھ کر مجھے نصیحت کی ہے کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ایک بار۔ میں ایک دوسرے کا جھوٹا دودھ پینا ہو گا اور تمہارا دودھ بھائی ہو گا۔“

وہ حیرانی سے بولا ”کامت ہو؟ ایسی بات میرے باپ نے؟“

اپنا ایک ڈائری میں لکھت رہا۔ میری ہستارت نے ایک بار ہم کے سنائے دی۔ میرے باپ نے بھی حکوم دیا ہے کہ ہم کسم دودھ بھائی بن کے اپنے باپ دادا کی پریم پر کو کا تم رکھیں۔ مگر کسم میں ناپی آیا کہ ہم تے کو کدھر مڑھو بیٹے؟“

”کی میری پریشانی تھی کہ میں تمہیں کہاں تلاش کروں؟“

تمہارا خاندان بنارس میں تھا۔ میں نے وہاں جا کر اس کے سب سے پوچھا لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ تم پوری شہر میں رہنے لگے ہو۔“

”تے کو کیسے معلوم ہوا ہم ادھر میں ہیں؟“

”میں ایک انگریز دشمن کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے اندھ لیتا چاہتا تھا۔ وہاں مجھے سو یہ راج (مہاراج) کی آواز سنائی دی۔ میرا دشمن اس سے کہہ رہا تھا کہ اس نے مانگو پاؤں نے افغانستان کیوں نہیں بھیجا۔ اگر پاؤں نے افغانستان جا کر فریاد کر نہیں کرے گا تو پاؤں نے کو آقا تھانڈے اس کی اصل بن رتا کو انوار پھر وہ بن رتا کو حاصل کرنے کے لیے فریاد کو نقل کرنے افغانستان ضرور جائے گا۔ جب وہ فریاد کو نقل کرے گا تو وہ لوگ چپا اسے یعنی تمہیں گولی مار دیں گے۔“

”یہ بھگوان! اور تک حرام راج انگریزوں سے مل کے اب ہاتھ سے پھراد کو کھل کر انا جاہت رہا پھر او حرام جاوے انگریز کا گولی مار دیتے تم میرے دودھ بھائی بننے سے پہلے میرے ہوت کام آ رہے ہو مگر تم ابھی تک اپنا نام ہی بتاتے ہو۔“

”میرا نام فریاد علی تھو رہے۔ میرے باپ کا نام کرامت علی اور دادا کا نام سلامت ہے۔ ہمارے باپ دادا دودھ بھائی تھے۔ یہ انگریز تمہارے ہاتھ سے کھم کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ انگریزوں کو اور مہاراج کو ذمہ ساری گالیاں دے کر کہا ”ہاں کسم! جب تک میری آنکھیں سانس پاکی رہے گی تب تک کو مانی کا لالہ نہ تے کو ہاتھ بھی ناپی لگا سکے گا۔ آؤر ہم تے سے دعا کرت ہیں۔ جب جھم ٹھیک ہو جائے گا آؤر ہم چلت پرت کر لگ جائیں گے تو تے پاس جورو آئیں گے۔ تے ہم کو پلاؤ تے دینا کہ افغانستان میں کدھر مرہوت ہو۔“

”تم جب چلے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو میں ٹلی بھیجے ڈر پے تمہیں اپنا بتاؤں گا لیکن صحت مند ہونے کے بعد سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے تو مجھے باتیں نہیں ہو سکیں گی۔“

”ہم تو تے دادا کرت ہیں۔ تے دماغ میں تو کدھ سانس ناپی ہو سکیں گے۔“

”میری ایک بات اچھی طرح سمجھو۔ کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آکر فریاد بن کر دھوکا دے سکتا ہے۔ تمہارے چور خیالات دھوکہ تمہارے اندر کا کوئی راز معلوم کر سکتا ہے۔ اس لیے ہم تمہارے اندر آتے ہی پہلے کو ڈورڈو ادا کریں گے۔ تم کو ڈورڈو سمجھتے ہو؟“

”ہاں کاہوت ہے؟“

”ایک دوسرے کو راز داری سے پہچاننے کے لیے جو الفاظ میں تمہارے پاس آکر بولوں گا“ نئی کو ڈورڈو کہتے ہیں۔“

”تم میرے دماغ میں کا اچھا بولو گے؟“

”جیسے ہی تم سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گے میں کون کا ہندو مسلم بھائی بھائی۔ دودھ بھائی۔“

”ہاں دودھ تو ہم تب نہیں گے تب تو تے لیس گے مگر باپ دادا کے تانے سے ہم دونوں ابھی سے دودھ بھائی ہیں۔“

”ان کو ڈورڈو کا ذکر کسی وفادار پہلے سے بھی نہ کرنا۔ جو تمہارے دماغ میں آکر یہ کو ڈورڈو نہ بولے تو سمجھ لیتا کہ میں نہیں ہوں۔ کوئی دشمن تمہارے اندر آیا ہے۔ تم فوراً سانس روک کر اسے بھگارتا۔“

”ہاں کو ڈورڈو ہم اچھی طرح یاد رکھیں گے۔ ہندو مسلم بھائی بھائی۔ دودھ بھائی۔ ہاں کسم تے ہوت اچھا بھائی ہے۔ ہم کا دشمن تے بچنے کا تڑپا کھاتے ہو۔ آج سے ہم تو کا برا بھلا بولیں گے۔“

”میں صرف تمہارا ہی نہیں اپنی رتا کا بھی برا بھالی ہوں۔ تم رتا کو میرے بارے میں بتاؤ۔ اس نے بھی تمہارے باپ کی ڈائری پڑھی ہے۔ ہم اس کے بھی دماغ میں جا کر باتیں کریں گے۔“

”اس سسری کا نام مت لیو۔ اوکے کارن ہم اس حالت کو بھونچے ہیں۔“

میں نے انجان بن کر پوچھا ”کیا تم ہماری بہن رتا سے ناراض ہو؟ اگر ہو تو مجھے ناراضگی کی وجہ بتاؤ؟“

وہ مجھے رتا کے بارے میں بتانے لگا کہ اس نے خاندان سے باہر ایک شخص سوبن داس سے بھائی کی مرضی کے خلاف شادی کی تھی اور کچھ جھوڑ کر سبکی گئی تھی۔ میں نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ ”پاؤں! تمہارے دماغ میں اتنا غصہ رہتا ہے کہ تم اچھی بات کو بھی برا سمجھتے ہو۔ وہ قانون کے مطابق بالغ تھی۔ کسی سے بھی شادی کر سکتی تھی۔ تم نے اس لیے خوف زدہ رہتی تھی کہ ڈر کے داس تے سے اجازت بھی نہیں لی مگر باقاعدہ شادی کر کے یہ ثابت کر لیا کہ وہ آج کل کی ماؤنر تعلیم یافتہ لڑکیوں کی طرح بے حیا نہیں ہے۔ اس نے کوئی باپ نہیں کیا۔ قانون اور دھرم کے مطابق سوبن داس سے شادی کی ہے۔“

”مگر بڑے بھیا! یہ تو سمجھ لیو کہ اس نے کھاندان اور جات برادری سے باہر ساری کر کے میری ناک کھادی ہے۔“

”ذات برادری کی بات نہ کرو۔ اس نے ایک ہندو سے شادی

کی ہے۔ جب ہمارے باپ دادا ہندو مسلمان ہو کر ایک پالنے میں دودھ پیا کر بھائی بن سکتے ہیں تو ہماری بہن ذات برادری سے باہر کسی کی دھرم جتنی کیوں نہیں بن سکتی؟ ہم دین دھرم سے باہر دودھ بھائی بن سکتے ہیں۔ وہ برادری سے باہر ایک ہندو کی جتنی کیوں نہیں بن سکتی؟“

”تے بات ٹھیک کسم ہو مگر میری برادری میں میرا سر جھک گیا ہے۔“

”پھر اپنی برادری والوں سے یہ بھی بولو کہ تمہارے باپ دادا مسلمانوں کا جھوٹا دودھ پیا کر اپنی برادری سے اور ہندو دھرم سے باہر ہو گئے ہیں۔ تمہیں برادری سے باہر کیا جانے کا تو کیا تم ہندو دھرم سے باہر ہو جاؤ گے؟ کیا تمہارا سر جھک جائے گا۔ کیا تمہیں کوئی مانی کا لالہ ہندو کھلانے سے روک سکتا ہے؟“

”کس کا بھال ہے؟ جو ہم کو میرے دھرم سے باہر کرے گا۔ ہم اس کا ٹیٹو ادا دے دیں گے۔“

”پھر ہماں لو رتا بھی برادری کے خلاف ہونے کے باوجود ہندو ہے اور وہ ہم دونوں کی بہن ہے۔ میں بڑے بھائی کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہماری بہن رتا کو اپنے گلے سے لگاؤ۔ اس کے دل سے خوف دور کرو۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھے بڑے بھیا نہیں سمجھتے ہو اور ہمارے باپ دادا کا حکم بھی نہیں مان رہے ہو۔“

ہمارے دوست سید ادا کے گھر سے

ایک نئی خبر کو

50 روپے

16 روپے

ایک ایسے لڑکی کی کہانی ہے جو وہاں میں تھا کہ وہاں جہاں کہیں سے آجے جب اس نے کو کوئی دھوکا دیا کسی میں خیر نہ تھا

دیکھو یہ لڑکی کتنی سس کے نقیب میں جس اس نے کوئی لڑکی کی خدمت کی کوئی ذہر

کتابیات پبلی کیشنز

پتہ: 232 مندرجہ ذیل، سسٹم کی لکچرنگ سڑکی 74200

فون: 5802551، 5802552، 5895313

”تو ہر ایک ایک بات دل کو گھتے ہو مگر ہم کا اجماع ہوتا ہے ہم بڑا بھائی ہو کر چھوٹی بھینس کا منہ لے کر جاویں گے“
”تم نہ جاؤ۔ ہم رتا بنیں کہ خود تمہارے قدموں میں پتھریاں
گے اور تم اس کی غلطی معاف کر دو گے۔ بولو منظور؟“
وہ بڑی بے بسی سے بولا ”منجور کرتا ہی ہو گا۔ تے ہر بڑا بھیا
ہے۔ ہم نے تو ناراج نامی کریں گے۔“
”شماشا۔ تم جتنے بھائی ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ ابھی
میں بن رتا کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں تمہارے
پاس آئے گی۔“

میں نے مہاراج کے پاس آکر کہا ”میاں کا آئی جی آف
پولیس تم پر اعتماد کرتا ہے۔ تم نے مہارکو پانڈے کو گرفتار کیا تھا
اس لیے وہ تم سے خوش ہے۔“
”حضور پانڈے کو زخمی کرنے اور گرفتار کرنے والے آپ
ہیں۔ آپ نے پس پردہ کہ میری واہ اور کڑی ہے۔“
”میں چاہتا ہوں وہاں کی پولیس اور انتظامیہ تم ہی سے خوش
رہے۔ پانڈے کی بن رتا اپنے بیٹی اور بیٹے کے ساتھ پولیس کی
مگرانی میں ہے۔ اب تم پولیس والوں کو یقین دلاؤ کہ پانڈے اپنی
بن رتا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے بیٹی موہن داس کو
اپنا بھتیجی تسلیم کر لے گا۔ میں نے اسے کچھ اس طرح سمجھایا ہے
کہ مجھے بھی اپنا بڑا بھائی ماننے لگا ہے۔“
”میں ابھی آئی جی صاحب کے پاس جا کر انہیں یقین دلاؤں
گا۔ کیا پانڈے اپنی بن سے ملنا چاہے گا؟“
”ہاں تم رتا کو اس کے پاس بھیج دو۔ دونوں بن بھائی برسوں
کے بعد ملیں گے۔“

تمہی بھی رتا بتی ہوئی تھی۔ علی اس کا بیٹا بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں
مہارگو مالک جاتیو کی رہائش گاہ میں تھے۔ میں نے تمہی اور علی سے
کہا ”اب مالک جاتیو کی رہائش گاہ سے نکل جاؤ۔ اپنے چہرے بدل
لو۔ مالک جاتیو کو ایک آدھ گھنٹے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اصلی رتا
پولیس کی مگرانی میں تھی اور اب پانڈے اسے اپنی بن تسلیم کر رہا
ہے۔“

میں نے ان دونوں کو بتایا کہ میں کس طرح پانڈے کو باپ دادا
کی داستان خاکر اس کا بڑا بھائی بن چکا ہوں۔
اپا اپنی گمشدہ بیٹی کے سلسلے میں ابھی تمہی تھی کہ پورس نے
واقعی اس کی بیٹی مونا کو بھارت میں کیں چھپا رکھا ہے یا اس سے
کہہ کر فراڈ کر رہا ہے کہ وہ بھارت پہنچ کر مونا کو اپا کے حوالے
کر دے گا۔

اپا کو شبہ تھا کہ پورس اس کی بیٹی بیٹی سے فائدہ اٹھانے کے
لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ مونا پورس کی بیٹہ میں نہیں ہے۔ پارس
کی چالیں بھی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ایک خیال یہ بھی آتا تھا
کہ مونا اپنے باپ پارس کے پاس پہنچ چکی ہے اور وہ مکار اس کی

مستاد کو خیراتے رہنے کے لیے اور دوسرا اسے بھٹکا رہا ہے۔
پچھلے بار پورس نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس زہریلی غلام
کے ساتھ لی انیب سے نکل کر طیارے کے ذریعے ایک ملک کے
ایسے چھوٹے شہر میں پہنچا ہوا ہے جہاں چھوٹا سا ائر پورٹ ہے
اور اس ائر پورٹ پر غیر ممالک سے ہفتے میں دو دن دو طیارے آتے
ہیں۔ یعنی اب اسے بھارت جانے کے لیے پانچ دن کے بعد ایک
طیارہ ملے گا۔ وہ اس کے ذریعے بھارت پہنچ کر اپنے ایک خیر
اڈے میں جائے گا۔ اس کی بیٹی مونا بدل بالکل محفوظ ہے۔ اس کی
ابھی طرح دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ وہ مونا کو اس خیر رہائش گاہ سے
نکل کر کسی جگہ اسے اپا کے حوالے کر دے گا۔

اس طرح پورس نے اپا کو پانچ دن کے لیے انتظار کی سلاہ
لگا دیا تھا۔ وہ پانچ دن تک صرف پورس پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔
لہذا اپنے طور پر بھی مونا تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے
سوکھا مہاراج بھارت میں ہے۔ اس کے ذریعے بھی مونا کا سراغ
لگنا چاہیے۔

جب وہ مہاراج سے رابطہ کرنے کے لیے اس کے دماغ میں
پہنچی تو مہاراج کو اس کی سوچ کی لمبی محسوس نہیں ہو سکی۔ نہ کہ
اس وقت میں اس کے دماغ میں تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ
مہارکو پانڈے اب اپنی بن رتا اور اس کے بیٹی اور بیٹے کا دشمن
بن کر نہیں رہے گا۔ اپنی بن کی غلطی کو معاف کر کے اسے لے
لگے گا۔ لہذا مہاراج آئی جی آف پولیس سے اجازت لے کر
اس بن کو اپنے بھائی سے ملا دے۔ اس بھائی کی برسوں کی دشمنی
ختم ہو جائے گی۔

میں مہاراج سے یہ باتیں کرنے کے بعد تمہی اور علی کے پاس
گیا تھا۔ دوسرا مہاراج میرے جانے کے بعد بھی اپنے اندر سوچ کی
لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”حضور! آپ موجود ہیں مگر
خاموش ہیں۔ کیا کچھ اور کہنے کے لیے رک گئے ہیں؟“

اپا نے کہا ”میں حضور نہیں ہوں۔ اپا ہوں۔ حیرانی سے
سوچ رہی ہوں کہ تم کی بیٹی اور کلا جادو جاننے والے مہاراج
لیکن ایک ادنیٰ ظلام کی طرح فریاد کو حضور کہہ کر عاجزی سے ہاتھ
کر رہے تھے۔ اب اس کے حکم کی قبول کرتے ہوئے کسی بن
بھائی کو آپس میں ملانے والے ہو۔“

وہ بولا ”برسوں کے چھڑے ہوئے بن بھائی کو ملانا پڑے (نگلی)
کا کام ہے۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“

”مجھے نیک کام پر بھلا کیوں اعتراض ہو گا۔ میں تو یہ دیکھ کر
حیران ہوں کہ تم فریاد کے غلام بن گئے ہو۔“

”تم مجھے دے رہی ہو لیکن یہ نہیں جانتیں کہ فریاد
صاحب کے مجھ پر ہت سے احسانات ہیں۔“
”ایسے کیا احسانات کر دے ہیں کہ تم ان کے آگے سر
جھکاؤ اور کھینچنے لگے ہو؟“

”میرا بیٹا ان کی قید میں تھا۔ انہوں نے اسے میرے پاس پہنچا
دیا پھر میں میاں کے مہارکو پانڈے اور غیر ملکی سراغ رساںوں کی
سازش میں شریک ہوا۔ وہ افغانستان میں فریاد صاحب کو قتل کرانا
چاہتے تھے۔ وہ ہماری سازش کو سمجھ گئے۔ مجھے سزا دینے کے لیے
میرے بیٹے کو موت کے قریب پہنچا دیا اور مجھ پر یہ احسان کیا کہ
میرے بیٹے کے ذریعہ دودھ پینے سے پہلے مجھے بتا دیا۔ اس طرح میں
نے خیال خواتی کے ذریعے اسے وہ دودھ پینے سے باز رکھا۔ میٹھ
میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ فریاد صاحب نے پہلے اسے قید سے رہا کیا پھر
اسے زہر لے دودھ سے بچایا۔ جس بیٹے سے میری آئندہ نسل چلے
گی اسے مرے نہیں دیا۔“

”اس لیے تم ان کے غلام بن گئے؟“
”میرا طعنہ دے رہی ہو۔ میں ان کے قتل کی سازش میں شریک
تھا لیکن انہوں نے میرے بیٹے اور آئندہ نسل کو محفوظ رکھا۔ یہ
معمولی احسان نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پانڈے سے جیسے
خبردار کیا غیر معمولی طاقت ور شخص کے حلوں سے میری جان
بچائی۔ مجھے ان کی مہربانی سے یہ نئی زندگی ملی ہے۔“

”نیک ہے۔ میں مانتی ہوں فریاد صاحب نے واقعی تم پر بڑی
مہربانیاں کی ہیں۔ اب یہ تم پر لازم ہو گیا ہے کہ تم ان کے وفادار بن
کر رہو۔ میں نے تمہیں ان کا غلام کہا۔ یہ میری غلطی تھی۔ آئندہ
تمہیں ملنے نہیں دوں گی۔“

”مجھے خوشی ہے کہ فریاد صاحب نے مجھ پر جو احسانات کیے، تم
اسے تسلیم کر رہی ہو۔ ویسے تم میرے پاس کس لیے آئی ہو؟“
”کیا تم فریاد صاحب کے وفادار رہ کر میرے کام آسکتے ہو؟“

”ہم چند ٹیلی بیٹھی جانے والے رہ گئے ہیں۔ ہمیں ایک
دوسرے کے کام آنا چاہیے۔ اگر آپس میں اختلافات رکھیں گے تو
رہے سے خیال خواتی کرنے والے ابھی مر جائیں گے۔ بولو کس لیے
آئی ہو؟“

”تمہیں پتا ہے کہ میں اپنی گمشدہ بیٹی مونا کو تلاش کر رہی
ہوں۔ تم ایک بیٹے کے باپ ہو۔ اس صدمے کو سمجھ سکتے ہو کہ
اولاد چھڑ جائے یا اسے اغوا کر لیا جائے تو ماں باپ کے دل پر کیا
گزرتی ہے؟“
”بے شک میں اس صدمے کو سمجھتا ہوں لیکن تم کی بیٹی بیٹی
کے ذریعے بھی اسے تلاش نہ کر سکیں پھر میں اسے کیسے ڈھونڈ سکتا
ہوں؟“

”کالے جادو کے ذریعے۔“
”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ کالا جادو اثر
کے ساتھ تو کتنی تکلیف دہ ہے؟“

”میں جانتی ہوں، تم میری مونا کا پتا بنا کر اس میں سونیاں
چھڑو گے تو میری مونا شدید تکلیف سے پیچیں مارے گی لیکن
تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی تم

اسے تکلیف سے فوراً نجات دلا سکو گے۔“
”جیب ماں ہو۔ بیٹی نہیں مل رہی ہے تو اسے عذاب میں مبتلا
کر کے حاصل کرنا چاہتی ہو۔“
”میں نے اسے اپنی کھ سے جنم دیا ہے اور اسے پیش سینے
سے لگا کر رکھنا چاہتی ہوں پھر ایک اور سیدھی اور سچی بات ہے کہ
وہ پارس کے ہاتھ لگے گی تو باپ کی طرح مسلمان رہے گی۔ میں
یسودی ہوں۔ تم ہندو ہو۔ کیا ہم اپنی اولاد کا مسلمان ہونا پسند کریں
گے؟“

”تم نیک کہتی ہو۔ یہ تو کوئی نہیں چاہتا کہ وہ اور اس کی آئندہ
نسلیں اپنے دین دھرم سے الگ ہوں۔“
”تو پھر مجھ پر احسان کرو۔ میری بیٹی کو تھوڑی دیر کے لیے
عذاب میں مبتلا کرو مگر اس کا پتا کھانا معلوم کرو۔ تم میرا یہ کام کرو
گے تو میں بھی تمہارے کسی برسے وقت میں کام آؤں گی۔“
مہاراج نے گھڑی دیکھ کر کہا ”ابھی رات کے آدھ بجے ہیں۔
میں چار گھنٹے بعد آؤں گی رات کو ششماں گھاٹ جا کر کالا عمل کروں
گا۔ تم چار گھنٹے بعد میرے پاس آسکتی ہو۔ اب جاؤ۔“

وہ چلی گئی۔ مہاراج سوچنے لگا ”یہ ایک ماں کا جذباتی معاملہ
ہے۔ اگر میں ایک چھڑی ہوئی بیٹی کو اس کی ماں سے ملا دوں تو یہ
نگلی ہوگی۔ فریاد صاحب کو اعتراض نہیں ہو گا۔ انہوں نے بھی
میرے چھڑے ہوئے بیٹے سے مجھے ملایا ہے۔“

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اسے یاد آیا۔ ابھی اپا نے کہا تھا کہ
وہ اپنی بیٹی کو پارس کے پاس چھوڑ کر مسلمان بننے نہیں دے گی۔
ماں یسودی ہے تو بیٹی بھی یسودی رہے گی۔

وہ اس نکتے پر سوچنے لگا ”دنیا کی ہر اولاد اپنے باپ کے نام
سے اور مذہب سے پہچانی جاتی ہے۔ مجھے فریاد صاحب کو ناراض
نہیں کرنا ہے اور دنیا کا جو دستور چلا رہا ہے اس کے پیش نظر
مصلحت بھی یہی کہتی ہے کہ باپ مسلمان ہے تو بیٹی بھی مسلمان رہے
گی۔“

اس نے خیال خواتی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور اپا سے
ہونے والی تمام گفتگو سنائی۔ میں نے کہا ”تم میری بیٹی کو مونا پر کالا
جادو کرو گے تو وہ بے اثر ہو گا کیونکہ وہ جناب تیرہری کے زیر سایہ
بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور جو ان ہونے تک وہیں پرورش
پاتی رہے گی۔“

”بھگوان کا شکر ہے کہ ایک غلطی کرنے سے پہلے میں نے آپ
سے مشورہ کیا ہے۔ آئندہ بھی آپ سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام
نہیں کروں گا۔“

”میں تم سے خوش ہوں۔ پارس کے حوالے سے مونا کو
مسلمان رہنے کا حق ہے اور تم نے دنیا کے دستور کو مصلحت سے سمجھ
لیا ہے۔ ہندو یسودی اور مسلمان بن کر نہیں آسکتے۔ ایک سچے منصف بن
کر میرے پاس آئے ہو، آئندہ بھی اسی طرح مصلحت سے کام لینے رہو

گئے تو میں تم پر اور تمہارے اکلوتے بیٹے پر آنچ بھی نہیں آئے دونوں گا۔

”حضور! مجھے آپ کی سیوا کر کے تحفظ حاصل ہوتا رہے گا تو ہم باپ بیٹے پیش آپ کے احسان مند رہیں گے۔ اب میں آپ کے کئے پر کالا عمل نہیں کروں گا۔“

”نہیں۔۔۔ تو آج رات کو شمشان گھاٹ جاؤ اور کالا عمل کرو۔ تمہارے عمل کے دوران میں خیال خوانی کے ذریعے مداخلت ہوگی۔ آپ تمہارے دماغ میں یہ کہ خود دیکھتی رہے گی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا کالا جادو کامیاب ہو اور موتا تمہیں مل جائے۔“

”آپ جو کہہ رہے ہیں میں دینی کروں گا لیکن وہ آپ پر شبہ کرے گی کہ آپ نے اپنی اپنی کو چھپا کر رکھا ہے۔“

”اسے مجھ پر یا پاس پر شبہ نہیں ہوگا۔“

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے ماش کا آٹا کوندھ کر موتا کے نام کا ایک پتلا بنایا۔ اس پر سندھو لگایا پھر آدھی رات کو شمشان گھاٹ پہنچا تو آپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا ”میں آجی ہوں۔ دعا مانگ رہی ہوں کہ تمہارا کالا جادو کامیاب ہو اور میری بیٹی مجھے مل جائے۔“

وہ شمشان گھاٹ بڑی دیران اور ہمایاک جگہ تھی۔ وہاں مڑوے پتا میں جلائے جاتے تھے۔ مہاراج نے ایک چوڑے پر بیٹھ کر ایک خیلے بے ماش کے پٹیلے کو نکالتے ہوئے کہا ”یہ تمہاری بیٹی موتا کے نام کا پتلا ہے اور یہ سویاں ہیں۔“

اس نے خیلے میں سے ایک ڈنبا نکالی۔ اس ڈنبا کے اندر باریک سویاں تھیں۔ وہ بولا ”اب مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں عمل کر رہا ہوں۔ ایک بار پھر سوچ لو۔ تمہاری ننھی سی بیٹی کو بہت تکلیف ہوگی۔“

”میں نے ابھی طرح سوچ لیا ہے۔ اپنے دل پر چھڑک کر اس ننھی سی جان کی تکلیف کو نظر انداز کر رہی ہوں۔“

مہاراج منتر پڑھنے لگا۔ پڑھنے کے دوران میں آگ جلا کر اس پر کوئی ایسی چیز چھڑکے گا جس کے نتیجے میں آگ بجڑے گی۔ وہ پتلا آگ کے قریب رکھا ہوا تھا۔ جب وہ ایک سوئی اٹھا کر اس پٹیلے کو جھونے والا تھا تب ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔

اس نے پوچھا ”آپا! یہ تم نے کیا کیا؟ میرے دماغ کو جھٹکا کیوں پڑا؟ دیکھو میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہے اور منتر ادھورا رہ گیا ہے۔“

وہ بولی ”نہیں مہاراج! میں نے جھٹکا نہیں پڑایا ہے۔ ویسے میں نے بھی محسوس کیا ہے۔ تمہیں جھٹکا پڑنا چاہیے۔ کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا بھی تمہارے دماغ میں موجود ہے۔“

”میں کیسے کہہ سکتا ہوں؟ جب ایک خیال خوانی کرنے والا

دماغ میں موجود رہتا ہے تو اس کی موجودگی میں دوسری پرائی سوئی لہروں کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔“

”میں تھوڑی دیر کے لیے جاتی ہوں پھر اس خیال خوانی کرنے والے سے پوچھ سکو گے کہ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔“

اس سے پہلے کہ وہ مہاراج کے دماغ سے جاتی، اسے ٹالی، قندہ سٹائی دیا۔ اس نے تیرانی سے پوچھا ”کون ہو تم؟“

”میں ہوں نیلا۔“

”نیلا؟ تم؟ تم؟ مہاراج کو کالے جادو سے کیوں روک رہی ہو؟“

”اس لیے کہ مہاراج کو اس کا اغوا کیا ہوا پینٹل مل گیا ہے۔ اس کالے جادو کے نتیجے میں تمہیں بھی اپنی بیٹی مل جائے گی لیکن میرا پوتا آئی آر بھائی مجھے کیوں نہیں مل رہا ہے۔“

آپا نے کہا ”مل جائے گا۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔“

”جو اس مت کرو۔ کئی مہینوں سے تم کیسے کہہ رہی ہو اور مہاراج بھی مجھے ٹال رہا ہے۔ میں نے فریاد سے بھی کہا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ اسے مجھ سے اور میرے پوتے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس لیے اب میں تم سب کے معاملات میں دلچسپی لوں گی۔ میری اولاد نہیں ملے گی تو آدھو کسہ کو بھی اس کی اولاد نہیں ملے گی۔“

”تمہیں ایسی دشمنی سے کیا حاصل ہو گا؟“

”مجھے ایسا کیا حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تمہیں بیٹی نہیں ملے گی تو اس کا مطلب ہو گا کہ فریاد کو بھی اس کی پوتی نہیں مل رہی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ فریاد اور پارس بڑی خاموشی سے موتا کو تلاش کر رہے ہیں۔ میں مہاراج کے بیٹے کو بھی جلد ہی اغوا کروں گی۔ اس طرح کسی کے پاس اولاد نہیں رہے گی تو تم اور مہاراج اپنی موتا اور اپنے بیٹے ہمیشہ کو حاصل کرنے کے لیے میرے پوتے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دو گے۔“

آپا نے کہا ”میں وعدہ کرتی ہوں تمہارے پوتے کو چند روز میں ڈھونڈ نکالوں گی۔ آج مہاراج کو یہ کالا جادو کرنے دو۔ میری بیٹی کو مجھ تک پہنچنے سے نہ روکو۔“

مہاراج نے کہا ”میں کیا خاک جادو کروں؟ یہ نیلا میرے بیٹے ہمیشہ کو اغوا کرنے کا قبیح کر رہی ہے۔ میں بیٹے کے لیے ٹکرنہ نہ کر کالا عمل نہیں کر سکتا۔“

آپا نے کہا ”نیلا! میں تمہارے بیگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں چند روز میں تمہارے پوتے کو کیسے بھی ڈھونڈ نکالوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ چند روز بعد تم میرے پوتے کو لے آؤ گی تو میں مہاراج کے کالا جادو کرنے کے دوران میں مداخلت نہیں کروں گی۔“

آپا نے غصے سے کہا ”تم بہت کمین ہو۔ مہاراج! کیا اب

نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے دماغ سے چلی جاؤں پھر تم سانس روک کر نیلا کو بھگا دو۔“

ثانی نے ہنسنے ہوئے کہا ”مہاراج سانس روکے گا پھر سانس لینے ہوئے منتر پڑھے گا۔ میں ایک منٹ کے اندر پھر دماغ میں آؤں گی تو یہ سانس روکے گا۔ میں بار بار ایسا کروں گی اور بار بار مہاراج اور منتر پڑھ کر پھر شروع سے پڑھے گا لیکن ایسا تک تک کرتا رہے گا؟“

وہ جھجکا کر بولی ”کیا ہے تمہاری زندگی؟ پوتے کو تلاش کرنا اور ہم سے دشمنی کرنا؟“

”ایک بار میرا پوتا مل جائے تو پھر کسی سے دشمنی نہیں کروں گی۔“

”کیا وہ ستارہ ہے کہ اسے آسمان سے توڑ کر لا میں یا خزانہ ہے جسے زمین سے کھود کر نکالیں۔ وہ محرک تھا اور کئی کرہاری بان جلا رہا ہے۔ نہ تلاش کرنے سے کیسے ملتا ہے۔ نہ کیسے سے اس کے دوبارہ مرنے کی خبر ملتی ہے۔ میں آخری بار پوچھتی ہوں کیا مہاراج کو کالا جادو کرنے اور مجھے میری موتا کو حاصل کرنے میں دو کی کیا ہم سب سے دشمنی کرنے کی حماقت کرتی رہو گی؟“

ثانی نے جواب نہیں دیا۔ آپا نے پھر اسے نیلا کہہ کر قلاب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ مہاراج سے بولی ”وہ ہمیں انجمن میں ڈال کر بھلی گئی ہے۔“

”ہاں ابھی چلی گئی ہے پھر آکر دیکھے گی کہ میں کالا جادو کر رہا ہوں یا یہاں سے جا چکا ہوں۔ میں تو جا رہا ہوں۔“

آپا نے کہا ”مہاراج! تھوڑی دیر انتظار کر لو۔“

”میں تم سے صاف صاف کہتا ہوں۔ کالا جادو نہیں کروں گا۔ دلچسپ کر کے کہتی ہے کہ میرے بیٹے کو بھی اغوا کرے گی۔“

”مہاراج! اگر ہم مشکل وقت میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے تو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، ہم چند ٹیلی بیسی جانے والے ہیں اس دنیا سے اٹھ جائیں گے۔“

”میں اپنے جوان بیٹے کو اس دنیا سے اٹھانا نہیں چاہتا اس لیے اب اسے اپنے قریب رکھ کر اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔“

”تم بدبانی ہو کر بیٹے کے لیے پریشان ہو۔ کیا تم نے اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا ہے؟“

”میں لاک کر چکا ہوں لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ نیلا کسی آواز کے ذریعے ہمیشہ کو دشمنی کر کے اس کے دماغ میں پہنچتی ہے۔ میں اس معاملے میں مصروف رہوں گا تو وہ میری غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اسے اغوا کر سکتی ہے۔“

آپا نے ایسے بول کر کہا ”اب تو میرے لیے بھی دشمنی کا راستہ دکھا رہے تم نے اپنی زبان سے یہ تدبیر بتادی ہے کہ تمہارے بیٹے کو میں اس معاملے میں مصروف رہوں گا تو وہ میری غیر موجودگی میں فائدہ اٹھا کر اسے اغوا کر سکتی ہے۔“

آپا نے ایسے بول کر کہا ”اب تو میرے لیے بھی دشمنی کا راستہ دکھا رہے تم نے اپنی زبان سے یہ تدبیر بتادی ہے کہ تمہارے بیٹے کو میں اس معاملے میں مصروف رہوں گا تو وہ میری غیر موجودگی میں فائدہ اٹھا کر اسے اغوا کر سکتا ہے۔ نیلا ایسا کرے نہ کرے میں تو ضرور

کروں گی۔ بیٹے کو فلواد کی چار دیواری میں بھی چھپا کر رکھو گے تو اسے لے جاؤں گی۔“

وہ غصے سے چلی گئی۔ مہاراج نے میرے پاس آکر بتایا کہ کالا جادو کرنے کے دوران میں نیلا آئی تھی۔ میں نے کہا ”مجھے پتا ہے۔ میں بھی تمہارے دماغ میں تھا اور خاموشی سے نیلا اور آپا کے پہنچنے کو سن رہا تھا۔ تم بدحواسی میں بھول رہے ہو کہ تم نے اپنے بیٹے کالب و وجہ بھی بدل دیا ہے۔ اب اس دلچسپ کو میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔“

”ہاں میں یہ بھول گیا تھا۔ وہ دونوں چڑیلیں میرے بیٹے کو سابقہ لب دلچسپ کے ذریعے ڈھونڈتی پھر اس کی اور اس کے دماغ تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گی لیکن ایک بات ہے۔“

”وہ کیا؟“

”میں کبھی اپنے بیٹے سے گفتگو کرتا رہوں گا تو ایسے وقت وہ میرے اندر پہنچ کر اس کا نایاب دلجو بن لیں گی۔“

”کی الحال کچھ دنوں تک بیٹے سے رابطہ نہ کرو۔ اسی میں تم باپ بیٹے کی بھلائی ہے۔“

”کی ہاں۔ یہی ایک طریقہ ہے۔ میں کچھ دنوں تک بیٹے سے دور رہوں گا۔ اس سے بات بھی نہیں کروں گا۔“

وہ چلا گیا۔ دوسرا مہاراج پاؤں سے ریتا اس کے پتی موہن داس اور اس کے بیٹے کو قبول کر لیا تھا۔ دونوں بن بھائی میں میل ملاپ ہو گیا تھا اور ریتا اسپتال میں نہ کر زخمی بھائی کی تار واری کر رہی تھی۔

”میں اعلیٰ شریں شاپنگ کرنے کے بہانے مہاراج کو مانگ جاتو کی ہاٹل گاؤ سے نکل کر دوسری جگہ گئے۔ وہاں انہوں نے اپنا میک اپ تبدیل کر لیا تاکہ مانگ جاتو اور اس کے خیلے انہیں نہ پہچان سکیں۔ ان کے جانے کے بعد ثانی نے فہمی کی ہدایت پر مہاراج کو مانگ جاتو کے اندر آکر گناہ تھمکھنوں تک سانس روک لیتے ہو۔ میں تمہارے دماغ میں ڈھول پھیرا کرنا چاہوں گی تو تمہارا فلوادی دماغ ڈھولے سے متاثر نہیں ہوگا۔ فلواد سانس روک کر مجھے جانے پر مجبور نہ کرنا۔“

وہ بولا ”میں تمہاری سوچی سمجھی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ میں تمہیں اپنے اندر رہنے اور بولنے کا موقع دے رہا ہوں۔ ویسے تم کون ہو؟“

”میں اپنا نام ہٹاؤں گی تو یہ نام تمہارے لیے انجان ہوگا۔ تم نے کبھی سنا نہیں ہوگا۔ میرا تعلق ٹیلی بیسی کی دنیا سے ہے۔“

”میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟“

”یہ بتانے آئی ہوں کہ تم جس عورت کو مہاراج پاؤں سے کی سن رہا تھے وہ ہے وہ ریتا نہیں ہے اور اس کے پتی کا نام بہتر تم نہیں ہے۔ اصل ریتا اور اس کا پتی موہن داس اب مہاراج پاؤں سے کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ پاؤں نے غصہ ٹھوک کر ریتا کی غلطی معاف

کردی ہے اور موہن داس کو اپنا ہستی تسلیم کر لیا ہے۔
 ”مارگرو پاؤں تو ہسپتال میں کمرے زخم کھانے پڑا ہے۔“
 ”ہاں۔ رتا ہسپتال میں زخمی بھائی کے پاس ہے اور اس کی
 تیمارداری کر رہی ہے۔“
 ”وہ عورت کون ہے جو رتا بن کر مجھے دھوکا دے کر میرے
 گھر میں رہتی تھی۔“

”وہ میں ہوں۔ تم اتنے اچھے انسان ہو کہ نہ جہیں دھوکا دیا
 جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر میں جانتی تو
 جس طرح ہمارا رتا ہے مارگرو پاؤں کو زخمی کر کے ہسپتال پہنچا دیا
 ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی زخمی کر کے اتنا کمزور کر دیتی کہ پھر کبھی تم
 شہنی مان نہ کھاتے مگر تم انسان کے روپ میں دیوتا ہو۔“

”واہ بہت خوب! مجھے دیوتا بھی کہہ رہی ہو اور میری منہ بولی
 بن بن کر دھوکا بھی دیتی رہی ہو۔“

”میں پہلے نہیں جانتی تھی کہ تم کس قدر نیک انسان ہو۔ مجھے
 رفتہ رفتہ تمہاری خوبیاں معلوم ہوتی رہیں۔“
 ”تم نے رتا بننے کا نام کیا کیوں رکھا تھا؟“

”اصلی رتا کو اس کے بھائی مارگرو پاؤں سے بچانے کے
 لیے میں نے یہ ظاہر کیا کہ اب میں کمزور عورت نہیں رہی ہوں۔
 مجھ میں اتنی شہنی آگئی ہے کہ میں نے ہمارا رتا کے ٹکڑے بیٹھی جانے
 والے بھائی گرودو (مہرم راج) کو قتل کر دیا ہے۔ میں تمہاری بہن
 اس لیے بن گئی کہ پاؤں کو اور غصہ آئے اور وہ یقین کر لے کہ
 اس کی بہن شہنی حاصل کر کے اپنے باپ دادا کی جائداد سے اپنا
 حق وصول کرنے آئی ہے اور تمہاری بہن بن کر تمہارے جیسے شہنی
 مان کا سارا لے رہی ہے۔“

”تم نیک ارادوں سے آئی تھیں پھر مجھے جیسے بھائی سے لے بغیر
 کیوں چلی گئیں؟“

”میں تم سے پھر کبھی ان ضرورتوں کی لیکن ٹیلی بیٹھی کی دنیا
 کے زبردست دشمنوں نے مجھے اچانک تمہاری رہائش گاہ سے فرار
 ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر میں تمہاری رہائش گاہ نہ چھوڑتی اور
 وہ وہاں پہنچ جاتے تو تمہیں دور سے گولیاں مار کر مارگرو پاؤں سے کی
 طرح ہسپتال پہنچا دیتے۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ میں نے
 تمہیں انجانے دشمنوں سے محفوظ رکھا ہے۔“

”میں تمہارے کام آتا ہوں۔ تم میرے کام آ رہی ہو۔ تم آج
 بھی میری بہن ہو اور مجھ سے رشتہ قائم رہے گا۔“

”ضرور قائم رہے گا۔ میں تم سے ضرور ملنے آؤں گی۔ اب
 جاری ہوں۔“

”اپنا اصل نام تو بتائی جاؤ۔“

اس نے محسوس کیا کہ داغ میں پرانی سوچ کی لہریں نہیں
 ہیں۔ نام پوچھنے سے پہلے یہ وہ جاچکی تھی۔ ماک جاتیو نے سوچا ”یہ
 اچھا ہوا کہ پاؤں نے رتا کی غلطی معاف کر دی ہے۔ دونوں بہن

بھائی میں ملاپ ہو گیا ہے۔ مجھے ہسپتال جا کر دونوں کو مبارکباد
 دینی چاہیے۔“

دوسری طرف الپا نے جھنجھلا کر فیصلہ کر لیا کہ جب تک
 اسے نہیں ملے گی وہ دوسروں کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے
 گی۔ اس کے خیال کے مطابق مہاراج میرا غلام بنا ہوا تھا۔ اس
 نے سوچ لیا کہ میرے ہمارا رتا کے اور زخمی پاؤں سے کے معاملات
 میں مداخلت کرے گی۔

بھارت میں موسلا کے کئی ایجنٹ تھے۔ اس نے ایک ایجنٹ
 سے کہا ”پوری شہر کے آئی جی آف پولیس سے فون پر رابطہ کر
 میں اس کی آواز سنوں گی۔ اپنی ایک ٹیم ہمیں اس شہر میں آگئے
 تم لوگوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

اس ایجنٹ نے کہا ”مہڈیم! موسلا کے تین ایجنٹ امریکی
 آئی اے کے ایجنٹوں سے مل کر مارگرو پاؤں کو نوپ کرنا چاہتے
 تھے مگر پاؤں ہسپتال میں زخمی پڑا ہے۔ دوسرے مارگرو پاؤں
 جاتیو نے ہمارے دوسرے سراغ رسالوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ
 پوری شہر میں نظر نہ آئیں۔ جو بھی رتا کو اغوا کرے گا وہ زندہ
 نہیں چھوڑے گا۔“

وہ الپا کو ماک جاتیو کے بارے میں تفصیل بتانے لگا پھر اس
 نے فون کے ذریعے الپا کو آئی جی آف پولیس کے داغ میں پنا
 دیا۔ جس ہسپتال میں مارگرو پاؤں سے زخمی علاج تھا۔ الپا آئی جی کے
 ذریعے وہاں کے ڈاکٹروں اور نرسوں تک پہنچ گئی پھر رتا کے داغ
 میں آکر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

اسے پتا چلا کہ رتا اور پاؤں کے باپ دادا نے ایک دوائی
 میں لکھا تھا کہ انہوں نے سلامتی علی اور کرامت علی کے ساتھ
 ایک ہی پالے میں دودھ پیا تھا۔ اس کے باپ دادا ان مسلمان
 کے دودھ بھائی ہو گئے تھے۔ انہوں نے پاؤں کو بھی نصیحت کی تھی
 کہ وہ کرامت علی کے بچنے کے ساتھ ایک پالے میں دودھ پی کر
 ہندو مسلمان کے بھائی بھائی ہونے کی روایات کو قائم رکھے۔

الپا کو رتا کے ذریعے مزید یہ معلوم ہوا کہ میں نے خود
 کرامت علی کا بیٹا کیا ہے اور اس طرح رتا اور پاؤں سے کہ
 خیالات پڑھ کر ان کے خاندانی حالات معلوم کرنے کے بعد حال
 بازی سے ان کا بڑا بھائی بن بیٹھا ہوں۔

الپا نے رتا کی سوچ میں اس کے اندر کہا ”تمہارے بچے بچا
 ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے میرا
 پاؤں سے بھیا کے چور خیالات پڑھے ہوں اور ڈاکڑی میں لکھی ہوئی
 تمام باتیں معلوم کی ہوں اور پھر ہمیں بے وقوف بنانے کے لیے
 ہمارے خاندانی دودھ بھائی بن رہے ہوں؟“

رتا کی اپنی سوچ نے کہا ”میں میں کیا سوچ رہی ہوں؟ بچے
 فرما تو ہمارے لیے دیوتا مان ہیں۔ انہوں نے بہن بھائی بن کر
 کرانی ہے۔ اتنا بڑا کام ہمارے بچے بھیا کے سوا کوئی نہیں کر سکتا

نہ۔“
 الپا اپنی جگہ داغی طور پر حاضر ہو کر اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگی۔
 میں انہوں میں وہ کزانت سے کام نہیں لے رہی ہوں۔ مجھے
 سمجھنا چاہیے تھا کہ برسوں سے چھڑی ہوئی بہن اپنے بھائی سے مل
 کر زیادتی احسان مند ہوگی۔ مجھے ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنے
 کے لیے دوسری چال چلنی ہوگی۔ فریادان بن بھائی کی طرح کرا کے
 پاؤں سے روٹ کر اپنے بڑے اثر لپکا ہے۔ مجھے پاؤں سے کو اس
 کے اثر سے نکالنا چاہیے مگر کیسے؟“

اس کے داغ نے سمجھا کہ جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ رتا کے
 داغ میں وہ کر پاؤں سے کے پاس جاتے آتے رہنا چاہیے۔ اس
 طرح وہاں کوئی شکار کھیلنے کا موقع ضرور ملے گا۔

وہ پھر ایک بار رتا کے داغ میں آئی۔ اس وقت مارگرو ماک
 جاتیو ہسپتال آیا ہوا تھا۔ رتا اور پاؤں کو مسلح کرنے پر مبارکباد
 دے رہا تھا۔ وہاں رتا کا بچہ موہن داس بنی تھا۔ ماک جاتیو کہہ رہا
 تھا ”مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ مارگرو پاؤں
 نے غصہ داغ سے کام لے کر ایک بڑے دل والا بھائی ہونے کا
 ثبوت دیتے ہوئے رتا کو گلے لگایا۔ ہمارے دشمنوں کا خیال ہے کہ
 ہم اس شہر کے دو مارگرو آپس میں لڑتے مرنے رہیں گے لیکن میں
 مارگرو پاؤں سے کے پاس نیک ارادوں کے ساتھ آیا ہوں اور چاہتا
 ہوں کہ یہ مجھے رتا بہن کی طرح اپنا بھائی بنائیں۔ ہم بھائی بن کر
 رہیں گے تو دشمن ہمیں آپس میں کبھی لڑا نہیں سکیں گے۔“

مارگرو ماک جاتیو کی انسان دوستی کی باتوں سے سب خوش
 ہو رہے تھے۔ ایک پولیس افسر دو چابیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا
 کیونکہ مارگرو ماک جاتیو پہلی بار پاؤں سے ملے ہسپتال آیا تھا۔
 یہ شہر تھا کہ وہ زخمی پاؤں سے دشمنی کر سکتا ہے۔

الپا نے رتا کے بچہ موہن داس کے داغ پر قبضہ جمایا۔ وہ
 پولیس افسر کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اچانک افسر کے ہولسٹر
 سے رٹا اور نکال کر ماک جاتیو پر گولی چلائی۔ اس سے پہلے کہ کوئی
 اسے پکڑا وہ دوسروں سے دور ہوتا ہوا ماک جاتیو پر فائر کرنا رہا۔
 زخمی اور مرے بھاگتے رہنے کے دوران میں فائرنگ کے باعث ماک
 جاتیو کو صرف تین گولیاں لگیں اور تین کچھ کم نہیں ہوئیں۔ ہندہ
 افسر کے لیے ایک گولی کافی ہوتی ہے۔ ماک جاتیو غیر معمولی قوتوں
 کا حامل تھا۔ وہ بھی پاؤں کے کی طرح بری طرح زخمی ہوا۔ فرش پر گرا
 لیکن بے ہوش نہیں ہوا۔

چابیوں نے موہن داس کو پکڑ لیا۔ وہ الپا کی مرضی کے
 مطابق گئے لگا ”پاؤں بھائی! میں نے آپ کے حکم کے مطابق
 اسے گولیاں سے چھلکی کر دیا ہے۔ آپ نے میری بیٹی اپنی بہن
 کو صاف کر کے ہم پر احسان کیا ہے۔ میں آپ کے احسان کا بدلہ
 دے گا ہوں۔“

پاؤں نے غصے سے پوچھا ”اسی کاکست ہو؟ ہم نے کب کما

رہا کہ مارگرو ماک جاتیو کو گولی مارو؟ کا قہر اگل ہو گا ہو؟“

موہن داس نے کہا ”پاؤں سے بھیا! آپ گھرنے کریں۔ ماک
 جاتیو کی بیٹی (قل) کا مجرم میں بن رہا ہوں۔ آپ پر الزام نہیں
 آئے دونوں گا۔“

رتا نے موہن داس کی بات کو جھٹلایا۔ الپا اس کے داغ
 پر چھائی۔ رتا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا ”بھیا! میرا بچہ
 موہن داس آپ پر قربان ہو جائے گا لیکن آپ پر الزام نہیں آئے
 دے گا۔ یہ آپ کے دشمن ماک جاتیو کو قتل کرنے کے جرم میں
 بھائی چڑھے گا اور میں اپنے پاؤں سے بھیا کی خاطر یہ بن کر رہوں
 گی۔“

ایک طرف ماک جاتیو کو اسٹریچر پر ڈال کر آپریشن گھیر لے
 جایا جا رہا تھا اور دوسری طرف پاؤں سے غصے سے چیخ کر کہہ رہا تھا
 ”رتا! تو برا اور تو برے ہی کا داغ کھرا ہو گا ہے۔ کاہن دو فہم
 دو کا کچھ دیکھ کرانے آئے رہے۔ ہم بڑا بھیا (فرما) کا بات مان
 کے تے کو گلے لگایا اور تے ہر گالہ کانے کا واسطے صحت بولت ہے۔
 اور ای تیرا تیری تو آئیں کا ساپ بن گوا ہے۔ ہم ماک جاتیو اور
 اس کا برادری کو کاکست دکھائیں گے؟“

الپا جب تک رتا کے داغ پر قبضہ جھا کر رہی تب تک موہن
 داس کا داغ آزاد ہو گیا تھا۔ وہ چونک کر پوچھا ”کیا بات ہے۔
 ان چاہیوں نے مجھے کیوں پکڑ رکھا ہے؟ میں نے کیا جرم کیا ہے؟“
 پولیس افسر نے غصے سے کہا ”تم نے میرا رولر لے کر سب
 کے سامنے مارگرو ماک جاتیو پر گولیاں چلائی ہیں۔ شاید یہ وہ زندہ
 بچا ہے مگر تمہیں سزا موت ہوگی۔“

موہن داس نے کہا ”میں اپنے بچے کی قسم کھا کر کتا ہوں۔
 میں نے کسی پر گولی نہیں چلائی ہے۔ آپ کا رولر ابھی نہیں لیا
 ہے۔ جب پاؤں سے بھیا کی مارگرو ماک جاتیو سے دشمنی نہیں ہے تو
 میں اس مارگرو سے کیوں دشمنی کروں گا۔“

الپا رتا کے داغ سے نکل کر موہن داس کے اندر آئی۔ رتا
 نے چونک کر پوچھا ”مجھے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے اگلا کیا ہے جیسے میں
 داغی طور پر غیر حاضر ہو گئی تھی۔ شاید میرے بچے کے ساتھ بھی یہی
 ہو رہا ہے۔ ہمارے داغوں کے اندر کوئی ٹیلی بیٹھی جانے والا آ رہا
 ہے اور ہمیں مارگرو ماک جاتیو کا دشمن بنا رہا ہے۔ ہمارے پاؤں سے
 بھیا کو ہمارے خلاف ہڑتال رہا ہے۔“

الپا نے اپنی آواز کو مروانہ بنانے کے لیے بھرائی ہوئی آواز
 میں موہن داس کے ذریعے کہا ”میں ہوں مہاراج! میں تم سب کو
 آپس میں لڑا کر نیست و نابود کر دوں گا۔ اب میں ماک جاتیو کے چور
 خیالات پڑھنے جا رہا ہوں۔“

وہ ماک جاتیو کے داغ میں آئی۔ وہ آپریشن ٹیبل پر تھا۔ ڈاکٹر
 اور اس کے اسٹنٹ وغیرہ اس کے جسم سے گولیاں نکالنے کی
 تیاری کر رہے تھے۔ ایسی شدید تکلیف کے وقت بھی وہ ہوش میں

ایسا جو چالیس چل رہی تھی، ان میں کچھ خرابیاں تھیں لیکن اسے کچھ فائدے بھی حاصل ہونے والے تھے۔ وہ فی الحال درود کرب میں مبتلا رہنے والے ہمارو بامک جاتو کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن کر رہی تھی کہ وہ اندر سے کتنا گرا شخص تھا۔ جو اوپر سے نظر آتا تھا، وہ اندر سے نہیں تھا۔

اس کے بارے میں پہلی بات جو معلوم ہوئی، وہ یہ تھی کہ اس

ماک چاہتے ہیں چند پرکھی الجھنوں کے ذریعے کسی بات یا معاملے کو سمجھا کر غصے اور دھرمے مقابلے کے لیے افغانستان جانے کے لیے راضی ہو کر تھا لیکن اس دوران میں وقت معاملہ گریز ہو گیا۔

یاد ہے کہ یمن رہتا اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ پوری شہر پہنچ چکی تھی۔ اب وہ سمجھتا چاہتا تھا کہ جو رہتا اور اس کا بی (امری اور علی) اس کی رہائش گاہ میں ہیں وہ اصلی ہیں یا یمن کے ذریعے لائے گئے

الیا بن آئی تھی۔ امریکا اور اسرائیل چاہتے تھے کہ میں اس دنیا سے اٹھ جاؤں۔ یہ خواہش الیا اور دوسرے دشمنوں کی تھی۔ میری فیملی کے دوسرے افراد بھی غلی پستی کے علم سے غلام ہو گئے تھے۔ ان کی طرح میں بھی اس علم سے اپنی زندگی

جوان عورت جوانی میں کبھی پرالیم نہیں بنتی، جبکہ میں جوان

نہیں تھا اور شہزادہ مجھے عمر رسیدہ تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ یہ محد کر چکی تھی کہ کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ میں ہوتے ہوتوں والا تھا۔ ایسے میں ایک جوان لڑکی سے دوامی کرنا ذہب نہیں دیتا تھا۔ اسی لیے میں نے بابا صاحب کے ادارے سے اپنی ایک ڈی طلب کی تھی۔ پہلے کہا تھا کہ اس ڈی کو بدخشاں پہنچنے کے لیے کہا جائے۔ پتا چلا وہ بذریعہ طیارہ ازبکستان سے ہو کر افغانستان کے شہر بدخشاں آئے گا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈی سے کہا ”اگر ازبکستان آ رہے ہو تو وہاں کے ایک معروف شہر الماتا کے کسی ہوٹل میں رہو۔ وہیں ہماری ملاقات ہوگی۔“ میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ شہزادہ کے ساتھ اسے روانہ ہونا ضروری تھا اور کتا بھر وہاں افغانستان جا کر کام معلوم دشمنوں سے نمٹنا بھی ہے۔

اس ڈی فراد نے بابا صاحب کے ادارے میں مدد کر دانت‘ حاضر دماغی اور دشمنوں کے خلاف مکارانہ چال بازی سیکھی تھی۔ وہ بالکل میری طرح چلتا پھرتا‘ بستا بوتا تھا۔ اس نے میری تمام صلاحیتوں کو اپنایا تھا۔ صرف ٹیلی فنی سے محدود تھا۔

میں نے اپنے قافلے کے ساتھ الماتا کے ایک فائبر اشار ہوٹل میں قیام کیا۔ زرینہ میرے جو اہرات حاصل کرنے اپنے محبوب کے ساتھ آئی تھی۔ شائستہ اور زہیرا بن بھائی تھے۔ وہ بھی بے روزگاری سے تنگ آکر ازبکستان اپنی قسمت آزمائے کے لیے آئے تھے۔ سرفراز‘ ب‘ نواز اور عرفان آگے ازبکستان جانا چاہتے تھے۔ افغانستان میں ایک کامیاب کرنے مال غنیمت کے طور پر میرے جو اہرات حاصل کیے تھے۔ انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے وہ سب کچھ اس سے حاصل کر لیا تھا۔ ہوٹل کے ایک کمرے میں تمام ہم سفر ساتھیوں کو بلا کر ایک تحفے سے میرے جو اہرات نکال کر انہیں ایک میز پر ڈالا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ ایسے جھگڑاتے ہوئے میرے وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے۔

میں نے زرینہ سے کہا ”تم میری حاصل کرنے محبوب کے ساتھ آئی تھیں۔ میں اس میں سے کچھ حصہ تمہیں دے رہا ہوں۔ یہاں سے بذریعہ طیارہ پاکستان واپس جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تم میں سے کوئی افغانستان کا جان لیوا سزا دہانہ نہیں کرے گا۔“

میں نے وہ میرے جو اہرات قافلے کے تمام ساتھیوں میں تقسیم کیے۔ زرینہ اور شائستہ کو کچھ زیادہ حصہ دیا۔ وہ سب احسان مند ہو کر میری تعریف میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ شائستہ نے کہا ”بھائی جان! آپ نے اپنے لیے کچھ نہیں رکھا۔ سب ہمیں دے دیا۔ کیا آئندہ سفر کے دوران میں آپ کو مال و دولت کی ضرورت نہیں ہوگی؟“

”مجھے مال و دولت کی نہیں‘ تمہاری جیسی بن کی اور تمام ساتھیوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اب تم لوگ واپسی کے سفر کی تیاریاں کرو۔ میں شہزادہ کے ساتھ دوسرے ہوٹل جا رہا ہوں۔ ایک

آدھ روز میں افغانستان واپس جاؤں گا۔“

رخصتی کے وقت ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میری شہزادہ کے ساتھ ہوٹل سے باہر آکر ان سے جدا ہو گیا۔ ہم جہر ہوٹل میں پہنچے‘ وہاں میرا ڈی منصوبے کے مطابق موجود تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر ایک سوئٹ حاصل کیا پھر شہزادہ سے کہا ”ہم سامان اور پورے کے ساتھ اوپر سوئٹ میں چلو۔ میں کرنی تبدیلی کر کے آ رہا ہوں۔“

وہ پہلی گئی۔ میں کرنی تبدیلی کر کے وزیر زلانی میں اپنی ڈی کے پاس آیا۔ اسے مزید ضروری باتیں سمجھا دیں پھر اس سے رخصت ہو کر ایک شاہک سینئر میں آیا۔ وہاں ایک آپ کا ضروری سامان خرید کر ایک معمولی سرائے میں کمر لیا۔ اس دوران میں اپنی ڈی سے رابطہ رکھا تاکہ ابتدا میں اس کی کسی غلطی سے شہزادہ کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو جائے۔

جب وہ شہزادہ کے پاس ہوٹل کے سوئٹ میں پہنچا تو بالکل اپنا ہی پر اعتماد تھا‘ جیسا کہ میں نے حالات کا سامنا کرتے وقت دیکھا ہوں۔ شہزادہ نے اس کے لیے دواؤں کھولا۔ وہ اندر آیا۔ وہ دروازے کو اندر سے لاک کر دے ہوئی‘ ”یاد آ رہا ہے! ہم کتنا لالہ اور دشار گزارا سفر کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ ایک گاڑی میں خاتمہ کرے قافلے میں تھا ایک ساتھ رہنے کے باوجود دشمنی نہیں تھی اور تم ایسے ہو کر خواہ خواہ بزرگ بن کر مجھ سے کتراتے رہے ہو۔“

ڈی فراد نے کہا ”میں تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں۔ تم بھی یقین نہیں کرو گی کہ میں اس دنیا میں آدمی مدلی گزار چکا ہوں۔“

وہ اس کے بالکل قریب آکر بولی ”تمہاری یہ باتیں میرے لیے مشکند خیز ہیں۔ میں شرم کو بلائے طاق رکھ کر تمہارے اتنے قریب آگئی ہوں۔ میرے خواب و خیال میں ایسا شہزادہ آیا کرتا تھا جو میرا دلوانہ بن کر مجھے طلب کیا کرتا تھا۔ اگر آپ خواب کی تعبیر مختلف ہو گئی ہے۔ میں تمہاری دیوانی بن کر اپنا سب کچھ چھوڑ کر تمہارا طلب میں یہاں تک آگئی ہوں۔“

وہ اتنے قریب آگئی تھی کہ اس کے دل کی دھڑکنیں اور سانسوں کی سرگم سنائی دے رہی تھی۔ ڈی فراد نے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر کہا ”واقعی تم نے میری خاطر اپنا وطن‘ اپنا قبیلہ اور اپنے عزیز اقارب چھوڑ دیے ہیں۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور تمہیں گلے لگا کر بیٹھ کے لیے کہیں اپنا آ ہوں۔“

ڈی فراد نے اسے دونوں بازوؤں میں سیٹھ لیا۔ میں شہزادہ کے دماغ سے واپس آگیا۔ وہ فراد علی بیورو کو چاہتی تھی۔ میں نے اس کی عمر سے مطابقت رکھنے والے ایک جوان فراد کو اس کی زندگی میں پہنچا دیا تھا۔

مردیت زیادہ باصلاحیت ہو تو لڑکیاں اس کی عمر نہیں دیکھتیں‘ اس باصلاحیت اور با کمال مرد سے عشق کرنے لگتی ہیں۔ میں نے سوچا اب اپنی اصل عمر ایک آپ کے ذریعے چھپا کر کسی قدر جوان نظر آتا چاہیے۔ اس طرح جانی دشمن بھی شاید یہ نہ سمجھ پائیں کہ میں نے ایک آپ اور گیت آپ کے ذریعے اپنی عمر گھٹائی ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر بھی نظر انداز کریں گے اور شہزادہ کے ساتھ رہنے والے کو یہ فراد سمجھتے رہیں گے۔

میں پہلے بھی ازبکستان آچکا تھا اور کافی عرصے تک وہاں رہ چکا تھا۔ الماتا کے خوب صورت شہر میں جہاں بہت خوب صورت لوگ اور پُر اس شہر میں وہاں جرائم پیشہ افراد بھی ہیں۔ ازبکستان کی سرحدوں سے پاکستان‘ افغانستان اور ایران و دیگر کی طرف اسمگلنگ ہوا کرتی تھی۔ خانہ جنگی میں مصروف رہنے والے افغانی انہی سرحدوں سے اسلحہ اور دوسری ضروریات کی بیخیز حاصل کیا کرتے تھے۔

میں ایسے علاقوں میں گئے جہاں عالمی سطح کے اسمگلر اور کرانے کے قاتل سیاحت کے بھانے آتے تھے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں قیام کرتے تھے اور نہایت رازداری سے اپنے بھرانہ مقاصد پورے کیا کرتے تھے۔ میں ایسے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا اور بڑی اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔

جرائم پیشہ افراد شراب اور شاپ کے عادی ہوتے ہیں۔ صرف وہی افراد عورت اور نشے سے پرہیز کرتے ہیں جو لوگ کے باہر ہوتے ہیں اور ٹیلی فنی جانے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی مائیس روٹنے کی صلاحیتوں کو برقرار رکھتے ہیں۔

میں تین دنوں تک کو شیشیں کرتے رہنے کے بعد ایک رات اپنے ایک شکار تک پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے بار میں ایک حسینہ کے ساتھ شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس کی میز کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کی آواز سن لی پھر دوسری میز پر جا کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام جگت زائن تھا لیکن وہ دہلی کے ایک محلے میں جوگی دادا لکھا تھا۔ لیکن سے بھگوانہ زندگی گزارتے ہوئے ہندوستان سے اٹھ چلا گیا تھا۔ ایک نہایت چال باز اور سفاک قاتل کی نشیت سے ممتی ہی خطرناک تحقیقوں کے لیے کام کرنے لگا تھا۔

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے اسے پانچ لاکھ ڈالر دے کر کہا تھا کہ الماتا شہر جا کر پیش کرو۔ ہندوستان کے ایک شہر پوری سے ایک نہایت ہی غیر معمولی جسمانی قوت کے حامل مہارو دھن راج بانڑے کو فراد کے مقابلے میں افغانستان پہنچایا جائے گا۔ بانڑے ایک انسانی دیوت ہے۔ وہ فراد کو پکڑ کر نچوڑ ڈالے گا لیکن وہ خود سے پیول ہے۔ اپنے ذہن سے کام لیتا نہیں جانتا ہے۔ لہذا وہی دادا اس کے ساتھ رہے گا۔ اس کے علاوہ دو اور ہندوستانی بھگوانانہ مجرم ہیں۔ وہ بڑی چالاکی اور حکمت عملی سے فراد کو گھیر

کر مہارو بانڑے کے مقابلے میں پہنچائیں گے۔ جس دن فراد‘ بانڑے کے مقابلے پر آئے گا وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔

لیکن پچھلی رات جوگی دادا کو اطلاع ملی تھی کہ بانڑے بری طرح زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے۔ اب شاید کئی ماہ تک فراد کے مقابلے کے قابل نہیں رہے گا۔ لہذا اب منصوبے میں تبدیلی کی جارہی ہے۔ فراد کو ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسے شاطر کو بھیجا جا رہا ہے جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس کا نام عکھلا ہے۔ جب میں اسے گرو عکھلا کئے ہیں۔ وہ خفیہ دہندہ چین کی سرحدوں میں بے شمار فوجوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ مہارو بانڑے کی طرح انگریزی نہیں جانتا ہے۔ اپنی مقامی زبان کے علاوہ صرف ہندی بولتا اور سمجھتا ہے۔ اس لیے جوگی دادا اور تین ہندوستانی سفاک قاتلوں کو سمجھایا گیا تھا کہ وہ چاروں گرو عکھلا کے تحت رہیں اور اس کے ساتھ مل کر فراد کو گھیرنے اور ہلاک کرنے کا منصوبہ بنائیں۔

پہلے جو کام مہارو بانڑے کے ذریعے لیا جانے والا تھا‘ اب اس منصوبے میں تبدیلی ہو گئی تھی۔ جوگی دادا کو بتایا گیا تھا کہ الماتا ازبک ہوٹل میں گرو عکھلا کا قیام ہے۔ اسی ہوٹل میں شہزادہ اور ڈی فراد تھے۔ ان تمام دشمنوں تک شہزادہ کی تصویریں پہنچائی گئی تھیں اور کہا گیا تھا کہ شہزادہ کے ساتھ دن رات رہنے والا فراد ہی ہو سکتا ہے۔ عکھلا نے فون کے ذریعے جوگی دادا اور اس کے تین ساتھیوں کو بتایا تھا کہ فراد اسی ہوٹل میں شہزادہ کے ساتھ پہنچا ہوا ہے۔ ہوٹل کے رنڈے کے مطابق ابھی وہ ایک ہفتے تک وہاں قیام کریں گے۔ لہذا عکھلا ان چاروں سے دوسری صبح المیدی گاڑوں میں چلا قاتل کر کے کوئی ٹھوس منصوبہ بنائے گا۔

میں جوگی دادا کے خیالات پڑھ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس ہوٹل میں گیا۔ جہاں عکھلا‘ شہزادہ اور ڈی فراد تھے۔ میں نے کاؤنٹر کلوک کے دماغ میں پہنچ کر عکھلا کا کراخبر معلوم کیا پھر وہاں کے ان ملازموں کے دماغوں میں جگہ بنائی جو دوم سروس کے لیے مخصوص تھے۔

ایک ملازم سے پتا چلا کہ اس نے رات کا کھانا کمرے میں نہیں منگوایا ہے۔ ڈانٹک ہال میں کھانے کے لیے گیا ہے۔ میں ڈانٹک ہال میں پہنچ کر اس ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پوں جانے لگا جیسے اپنے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہا ہوں۔ اسی وقت میں نے ایک نہایت ہی دلچسپے پلے پلے شخص کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگا تھا کہ بڑوں کے ڈمچانے پر صرف کھال منڈھ جی جی ہے اور گوشہ نہیں بھرا گیا ہے۔ اگر ایک زور کی پھونک ماری جائے تو وہ ہوا میں اڑ جائے گا۔ اس کے چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ جب تبت سے آیا ہے اور وہی عکھلا ہے۔

میری جان کا دشمن اور ایسا مجھ سے اس سولہ سالے میں جہاں لوگ کوٹ اور اور کوٹ پہنچے ہوئے تھے‘ وہاں اس مجھ سے ہاف

آئین کی بنیاد اور نیکر پٹی ہوئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس پر سرودی اثر نہیں کرتی ہے۔ وہ بڑے اس کے سامنے سوپ کا ایک دایا لہ لاکر رکھا۔ اس میں سے اٹھنے والا دھواں تیار تھا کہ سوپ کھولتے ہوئے پانی کی طرح گرم ہوگا۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ اس بڑے سے پیالے کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگا کر سوپ کو یوں غٹاٹ پینے لگا جیسے ٹھنڈا شربت پی رہا تھا۔

ہال میں بیٹھے ہوئے کئی لوگ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس پر سرودی گری اثر انداز نہیں ہوئی اور وہ غیر معمولی قوت برداشت کا حامل ہے۔ اس کے قریب ہی ایک میز پر ٹرنیہ اور ڈی فراد بیٹھے کھا رہے تھے اور وہ بھی اسے عجیب سے کئی بار دیکھ چکے تھے۔

میں اپنی ڈی کے دماغ میں پہنچ کر عکسٹا، جوگی دادا اور ان کے تین کرائے کے قاقوں کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ وہ تمام تفصیلات سننے کے بعد مجھ سے بولا "سر! ہماری میز کے قریب یہ جو بڑوں کا ڈھانچا بیٹھا ہے" تیت کا باشندہ لگا رہا ہے۔

"میں بھی ایسی اندازہ کر رہا ہوں کہ یہی عکسٹا ہو سکتا ہے۔ وہ بظاہر تم سے غافل ہے۔ لیکن ٹرنیہ کے ساتھ دیکھ کر سمجھ چکا ہے کہ تم ہی فراد ہو۔ اس کی طرف سے محتاط رہو۔ دیے کل صبح وہ اپنے ماتحت قاقوں سے ایک گاڑن میں ملنے والا ہے شاید اس لیے ابھی تم پر حملہ نہیں کرے گا۔"

"سر! میں اس خوش فہمی میں نہیں رہوں گا کہ یہ بڑوں کا ڈھانچا ہے اور اسے ایک چیز کی طرح سسل سکتا ہوں۔ سرودی گری کے سلسلے میں اس کی قوت برداشت نے سمجھا دیا ہے کہ یہ کمزور نہیں ہے۔ اندر سے بہت کراہے پتا نہیں، کتنی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کا حامل ہے۔"

"بے شک تمہیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ میں ابھی معلوم کروں گا کہ یہ کتنے پانی میں ہے؟"

میں ڈانٹنگ ہال سے باہر آیا۔ وہاں کے مختلف علاقوں کے جرائم پیشہ لوگوں کو ابھی طرح پہچان گیا تھا۔ میں نے فون کے ذریعے ایک کرائے کے قاتل سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں تمہارے بارے میں جانتا ہوں۔ معاوضہ لے کر قتل کرتے ہو۔ اگر ابھی تم الماتا ایک ہوٹل میں آکر ایک شخص کو قتل کرو گے تو پچیس ہزار ڈالر قتل سے پہلے ادا کروں گا۔"

"کون ہو؟ تم سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟ دیے معاوضے کی رقم بڑھاؤ کیونکہ میں تمہارے واردات نہیں کروں گا۔ میرے دو ساتھی بھی ہوں گے۔"

"میں ابھی تیس ہزار ڈالر قتل کے بعد میں ہزار ڈالر دوں گا لیکن ایک شرط ہے۔ اسے کوئی نہیں مارے گا۔ اس پر چاقو سے حملے کرو گے اور بری طرح زخمی کر کے چھوڑ دو گے۔ میری شرط منظور ہے تو اس ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں آجاؤ۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ ہوٹل کے لاؤنج میں کئی افراد تھے۔ میں نے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اپنے برف کیس سے تیس ہزار ڈالر کی ایک گڈی نکال کر اسے دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق پارکنگ ایریا میں پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد کرائے کے قاتل اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ میں نے دور سے اسے پہچان لیا۔ میرے آلاکار نے نوٹوں کی گڈی دے کر کہا "میں دھنیز لالہ میں رہوں گا۔ اس شخص کا نام شاید عکسٹا ہے۔ چرسے سے تبت کا باشندہ لگتا ہے۔ وہ بالکل بڑوں کا ڈھانچا ہے لیکن دہلے پتلے لوگ جسمانی طور پر طاقتور نہ ہونے کے باوجود دوسری صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ ہر حال اسے بچ کر نہیں جانا چاہیے۔ ابھی وہ ڈانٹنگ ہال میں ہے۔ اس کے کمرے کا نمبر دو سو چار ہے۔"

وہ رقم جیب میں رکھ کر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل کے اندر گیا۔ میں نے اس آلاکار کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلا جائے اور وہ تینوں ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد ڈانٹنگ ہال کی طرف جانے لگے۔ وہ بڑوں کا ڈھانچا کھانے سے فارغ ہو کر ہال سے باہر آ رہا تھا۔ کرائے کے قاتل نے اس کے سامنے آکر راستہ روکتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارا نام عکسٹا ہے؟"

وہ بولا "ہاں۔ میرا یہی نام ہے۔ مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"کام ہے مگر ہوٹل کے باہر نہ جاؤں؟"

"تو تمہارے پاس چاقو ہے؟"

عکسٹا نے پوچھا "صرف چاقو؟ کیا ریو الوریا دوسری گمن دنیو نہیں رکھتے ہو؟"

"تم ایسے اطمینان سے کہہ رہے ہو جیسے چاقوؤں کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر ان کے ساتھ ہوٹل کے باہر ایک بڑے سے باغیچے میں آیا۔ باغیچے کے اس حصے میں نیم تاریکی تھی۔ انہوں نے اسے تین اطراف سے گھیر کر اپنے چاقو نکال لیے۔ وہ بولا "مارنے سے پہلے یہ تو بتا دو، کون میری جان لینا چاہتا ہے اور اس نے تم تینوں کو کتنی رقم ادا کی ہے؟ اس کا نام اور پتا بتاؤ تو میں تمہیں اس سے دوسری رقم دوں گا۔"

ایک نے کہا "ہم کرائے کے قاتل ہیں۔ جسے قتل کرنے جانے ہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے ہمیں زیادہ رقم کا لالچہ دیتا ہے مگر زبان کے پکے ہیں۔ جس سے ایڈوائس لے چکے ہیں" اس کا کام کریں گے۔"

"میں زیادہ سے زیادہ رقم اپنی جان بچانے کے لیے نہیں دوں گا۔ تم مجھے بے شک قتل کرو مگر مجھ سے رقم لے کر اس کا نام دیتا دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تینوں نے اس پر حملے کیے۔ اس نے غنا میں اچھل کر قلا بازی کھائی اور ایک قاتل کے پیچھے پھنچ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تینوں حملہ کرنے کے نتیجے میں آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ایک کا چاقو دوسرے کو لگا۔ وہ زخمی ہوا۔ باقی دو گھڑا رہے۔

دوسرے کو پیچھے سے عکسٹا کی لات پڑی۔ وہ آگے جا کر گھاس راونڈ سے منہ گرا۔ تیسرے نے اس پر چھانک لگائی۔ اس نے ہانڈلے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جا کر معلوم کیا۔ عکسٹا کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اس حملہ کرنے والے کو اپنے ہاتھ کی بڑی ٹوٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تکلیف کی لذت سے چیخنے لگا۔ اس کا ساتھی زمین پر سے اٹھ کر حملہ کرنے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ عکسٹا نے اپنی گرفت میں رہنے والے کو اس کے سامنے کر دیا۔ اس کا چاقو اپنے ہی ساتھی کے جسم میں پست ہو گیا پھر اس حملہ کرنے والے کے منہ پر عکسٹا کا ہاتھ اپنے پراچیسے لوہے کی سلاخ پڑی ہو۔ وہ چکرا کر گرنا چاہتا تھا۔ عکسٹا نے اس کے سر اور ٹھوڑی کو پکڑ کر ایسا جھکا دیا کہ کڑا کی آواز کے ساتھ گردن کی بڑی ٹوٹ گئی۔ وہ بے جان ہو کر گر پڑا۔ اپنے دو ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر تیسرا وہاں سے بھاگنے لگا۔ اس نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی لیکن اسے دو ٹھونس کھینچ سکتے تھے۔ جس لمحہ آسٹریلیا کا جانور کنگو دو کی گز کی چھلانگیں لگا کر سنٹوں کا فیلڈ پنڈ سینڈ میں طے کر لیتا ہے، اسی طرح عکسٹا نے دو تین ہلانگس لگا کر بھاگنے والے سے آگے پہنچ کر اس کا راستہ روک دیا۔

وہ زخمی ہو چکا تھا۔ عکسٹا کے قدموں میں گر کر کہنے لگا "مجھے معاف کر دو۔ میں پھر بھی تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ کچھ رقم حاصل کرنے کے لیے ایسی مجرمانہ حرکت کر رہا تھا۔"

عکسٹا نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے کھڑا کیا۔ اس کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے دس ڈالر نکلتے۔ اس نے پوچھا "میرے قتل کے سوا دے کی رقم کہاں ہے؟"

وہ دو لاشوں کی طرف اشارہ کر کے بولا "دو حراہر ساتھی کی جیب میں ہے۔"

وہ اسے لاشوں کی طرف دھکا دیتے ہوئے بولا "چلو وہاں سے اٹھو۔"

وہ زخمی کراہتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے پاس آیا۔ ایک ساتھی کے لباس کے اندر سے تیس ہزار ڈالر کی ایک گڈی نکال کر دی۔ عکسٹا اس گڈی کو لے کر اٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس نے ابھی کہا تھا "غریب ہو۔ اس لیے جرم کر رہے ہیں۔ اگر مجھے کل تک معلوم ہو ا کہ مجھ سے جھوٹ بول رہے تھے تو میں حرام موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ لو اور جرائم کی دنیا

سے نکل جاؤ۔"

عکسٹا اس کے ہاتھ پر نوٹوں کی وہ گڈی رکھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ زخمی شخص حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا اور بے اختیار رو رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر وہ تماشا دیکھ رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ عکسٹا میرا جانی دشمن ہے مگر اس میں اپنی اعلیٰ عقلی ہے۔ وہ کسی کمزور کو مارنا نہیں ہے۔ اس کے کام آکر یوں بے نیازی سے مکر جاتا ہے جیسے اپنی ٹنگی دنیا میں ڈال کر جا رہا ہو۔

میں ڈی فراد کے پاس آیا۔ وہ کھانے کے بعد ٹرنیہ کے ساتھ لفٹ کے ذریعے اوپر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے عکسٹا کو کس طرح آزمایا ہے۔ "گرچہ وہ بڑوں کا ڈھانچا دکھائی دیتا ہے مگر ہاتھ پر اور گردن کی بڑیاں توڑنے کی تکنیک سے واقف ہے۔ وہ تمہارے مقابلے پر تمہاری بڑے گا۔ بہتر ہے جب وہ اپنے کمرے میں جائے تو تم وہ ہوٹل چھوڑ دو۔ کسی دوسرے ہوٹل میں جا کر ٹرنیہ کے چہرے پر ایسی تبدیلی کرو کہ اس کے ذریعے تم پہچانے نہ جا سکو۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے" اس میں اعلیٰ عقلی بھی ہے تو کیا ہم ایسے دشمن کو اپنی اعلیٰ عقلی سے متاثر نہیں کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ ہم سے دشمنی کرنے سے باز آجائے۔"

میں نے کوشش کرنے کے لیے اس سے دماغی رابطہ کروں گا لیکن کسی بھی معاملے میں ناکامی کی گنجائش رکھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زبان کا پکا ہو۔ اس پراسرار سیکرٹ بکٹ سے میری ہلاکت کا سودا کرنے کے بعد زبان سے پھرنا نہ چاہے۔ ابھی وہ سمجھ رہا ہے کہ فراد اپنے قریب اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ دماغی رابطہ ہونے کے بعد وہ جیسے فراد سمجھ کر حملہ کر سکتا ہے۔ لہذا محتاط رہو۔ وہ ہوٹل اس کی اعلیٰ میں چھوڑ دو۔ میں ابھی بتاؤں گا کہ وہ اپنے کمرے میں کب سونے کے لیے گیا ہے۔"

میں اس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے کاؤنٹرپوک کے دماغ میں گیا۔ عکسٹا نے تیس منٹ کے بعد آکر کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی لی پھر لفٹ کی طرف چلا گیا۔ میں ایک دھڑکنے دماغ میں آیا۔ وہ بھی کالی کی ٹرے لے کر اسی لفٹ میں اس کے ساتھ جانے لگا۔ تیسرے طور پر پہنچ کر وہ دونوں لفٹ سے باہر آئے۔ عکسٹا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اسے دشمن کی حیثیت سے پہچان چکا ہوں اور ایک دھڑکنے کے ذریعے اس کے بالکل قریب ہوں۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر چلا گیا۔ دھڑکنے کی ٹرے لے کر آگے دوسرے کمروں کی طرف چلا گیا۔ میں نے زہنی ڈی کے پاس پہنچ کر کہا "وہ اپنے کمرے کے اندر ہے۔ تم ٹرنیہ کے ساتھ فوراً یہاں سے نکلو۔"

وہ ٹرنیہ کے ساتھ مختصر سا سامان لے کر لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ہوٹل کا کابل ادا کرنے لگا۔ فیجر نے پوچھا "آپ یہاں ایک

ہفتے رہنے والے تھے۔ کیا ہماری سروس میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟
 ڈی نے کہا "ہوٹل سروس بہترین ہے مگر ہم افغانستان جانے والے ہیں۔ وہاں جانے کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ اس لیے ہوٹل چھوڑ رہے ہیں۔"
 وہ بل ادا کر کے ایک عیسیٰ میں بیٹھ کر وہاں سے بہت دور ایک فور اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ جب انہیں وہاں ایک کمرال کیا تب میں نے عکڑے کے داغ پر دستک دی۔
 اس نے کہا "میں سانس نہیں رو سکوں گا۔ میری پلاننگ کے مطابق اس وقت فریڈا علی تیور میرے پاس آیا ہے۔"
 "ہاں میں فریڈا ہوں۔ کیا تم تاؤ گے کہ تمہاری پلاننگ کیا تھی؟"
 "مجھے جیسے ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھ کر سب ہی یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک پھر مک میں اڑ جاؤں گا۔ دشمن فیس کرکتے ہیں مجھے۔ خود بخود ہی طرح مسل دیں گے لیکن تمہارے جیسے دانا دشمن میرے اندر چھپی ہوئی اندرونی صلاحیتوں کو مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی تمہیں تمہیں کرانے کے قاتلوں کو میرے مقابلے پر بھیج کر رکھنے آزار رہے تھے۔"
 "یہ کیسے کر سکتے ہو کہ ان تینوں کو میں نے بھیجا تھا؟"
 "مجھے تمہاری جسمانی قوت، ذہانت، حاضریاتی اور چشم زدن میں کامیاب چالیں چلنے والی خد اداد صلاحیتوں کے متعلق بہت کچھ بتایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ تمہارے مزاج اور عادات و اطوار کی تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم دشمنوں کے نیک اعمال اور ان کے عمدہ طور طریقوں کو پسند کرتے ہو اور ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر انہیں دشمنی سے باز رکھتے ہو۔"
 "یہ میری فطرت ہے میں عمدہ اعمال کو پسند کرتا ہوں۔"
 "تم نے اپنے آلودہ کار کے ذریعے دیکھا کہ میں نے دو حملہ کرنے کے لیے غلط راہ پر چلا آیا تھا۔ میں نے اسے ہلاک نہیں کیا۔ اسے آئندہ جرائم سے باز رکھنے کے لیے تمہیں ہزار ڈالر دے دیے۔"
 "بے شک میں نے دیکھا ہے اور دل سے تسلیم کیا ہے کہ تمہارے اندر ایک فرشتہ صفت انسان ہے۔ تم سے دشمنی نہیں دوستی کی جاسکتی ہے۔"
 "ہم ایک ہی ہوٹل میں ہیں۔ خیال خوانی کیوں کر رہے ہو۔ دوستی کرنے میرے پاس آسکتے ہو یا مجھے اپنے پاس بلا سکتے ہو۔"
 "میں نے سوچا۔ دوستی کی ابتدا سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو جائے لیکن تم نے گفتگو کی ابتدا میں کہا کہ میں تمہارے داغ میں تمہاری پلاننگ کے مطابق آیا ہوں۔ کیا یہی تمہاری پلاننگ تھی کہ ایک غریب کو تمہیں ہزار ڈالر دے کر مجھے متاثر کرے۔"
 "تم خود سوچو ایسا نہ کرتا تو تم متاثر ہو کر ابھی میرے پاس نہ آتے۔"
 "یعنی تم نے مجھے متاثر کرنے کے لیے تمہیں ہزار ڈالر کاغذ کھیا ہے اور ایک غریب کی مدد کی ہے؟"
 "میری نیکی اور ہمدردی کو غلط نہ سمجھو۔ کیا ایک عمل سے دو ایسے کام نہیں کیے جاسکتے؟ کسی کی مدد بھی ہو سکتی اور دوسری کی مدد بھی کھل گئی۔"
 "واقعی تم نے ایک عمل سے دو نیکیاں کی ہیں۔ میرا شہر ہو گیا ہے۔ میں ابھی تمہارے کمرے میں آیا ہوں۔ تمہیں یہ بھی بتایا گیا ہو گا کہ مجھے سرخا قوں میں کافی پینے کی عادت ہے۔"
 "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں کافی کا آمیزہ دہا ہوں۔"
 میں نے اس کے داغ سے نکل کر اس مھض کے پاس پہنچا۔ چاہا مجھے عکڑے میں ہزار ڈالر دیے تھے۔ میری سوچ کی لہروں کو اس کا داغ نہیں ملا۔ وہ مہر کا چایا مار ڈالا تھا۔ یہ بات کہ میں اپنی کہ اس نے اعلیٰ عرق کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا ہے۔ بعد میں اس تیرے مھض کو بھی ہلاک کر کے اس سے تمہیں ہزار ڈالر لے چکا ہے۔
 میں مچن کے آرڈر پلاڑ کے پاس گیا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ کون عکڑے کے کمرہ نمبر دو سو چار میں کافی لے جا رہا ہے۔ میں نے اس ملازم کے داغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس نے دروازے پر آکر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "آہاؤ۔"
 وہ کافی کی ٹرے لیے اندر آکر دروازے کو بند کر کے ایک بے پاس آیا پھر دروازے پر رکھ کر اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ عکڑے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا "ایک ملازم دو ہند بیٹھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ فزڈا مسٹر فریڈا تمہیں اسے اندر ہو۔"
 میں نے ملازم کی زبان سے کہا "تم بھول رہے ہو۔ میں نے کافی پینے کی فراہمی کی تھی اور ابھی تمہارے ساتھ بیٹھ گیا ہوں۔ کسی ملازم کے داغ میں وہ کافی پی سکتا ہو؟"
 وہ بولا "تم اس ہوٹل کے ملازم ہو۔ میرے کمرے میں پہنچ کر بار آچکے ہو۔"
 "مجھے یاد ہے۔ میں کل سے اب تک چھ بار تمہارے پاس آیا ہوں اور خاموشی سے تمہاری اسٹڈی کرتا رہا ہوں۔"
 "مگر تم ملازم بن کر اس ہوٹل میں ہو تو پھر کمرہ نمبر سات میں ٹہرنے کے ساتھ کوئی ذی فریڈا ہے کیا؟"
 میں نے مسکرا کر پوچھا "کون ٹہرنے؟ کون فریڈا؟ وہ دونوں کرائے کے میاں بیوی تھے۔ یہ ہوٹل چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ رہیے انصاف اور انصاف کی آواز سے معلوم کر لو۔"
 اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر

دیکر نمبر سات سو سات والوں سے رابطہ کر اؤ۔"
 دوسری طرف سے کہا گیا "وہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔"
 وہ ریسیور رکھ کر بولا "ہم خطرات سے کھیلنے رہے ہیں۔ ہمیں پہل خطا رہتا ہے۔ پتا ہے اور بڑی ذہانت سے چالیں چل کر دشمنوں کی چالوں کو ناکام بنانا پڑتا ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ کمرہ نمبر سات سو سات میں ٹہرنے اور فریڈا نہیں ہوئے ہیں۔ اگر اس کمرے میں فریڈا کی موجودگی کا یقین ہوتا تو وہ زندہ میاں سے نہیں جاسکتا تھا۔"
 "تمہیں اب بھی یقین نہیں ہے کہ میں ابھی ملازم بن کر آیا ہوں۔"
 "شبہ ہے اور یقین بھی اس لیے ہے کہ تم دوستی کے جذبے سے آئے ہو۔"
 وہ ایک پیالی میں کافی اٹھالیتے ہوئے بولا "متمہ یہ کافی لائے ہو۔ اس کافی میں مجھے نقصان پہنچانے والی کوئی چیز ملا سکتے ہو۔ اس میں زہر بھی ہو سکتا ہے اور اعصاب کمزور کرنے والی دوا بھی ہو سکتی ہے۔"
 اس نے ملازم کی طرف پیالی بڑھاتے ہوئے کہا "متمہ اسے پیو اور ثابت کرو کہ دشمن بن کر میری جان لینے نہیں آئے ہو۔"
 ملازم نے پیالی لے کر کہا "بے شک ہم خطرات سے کھیلنے ہیں اور ہمیں خطا رہتا چاہیے۔ تم نے ایک جرم کو جرائم کی راہ سے ماننے کے لیے تمہیں ہزار ڈالر دے کر میرا دل جیت لیا ہے۔ اب میں تمہارے لیے جان دے سکتا ہوں، جان لے نہیں سکتا۔"
 اس نے ایک گھونٹ پیا پھر مزہ بنا کر کہا "کافی کمزوری ہوتی ہے مگر زہر نہیں ہوتی۔ اسے میں مچن سے لایا ہوں اور یہ سمجھ کر لایا ہوں کہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر پیتا ہے۔"
 اس نے تھوڑے دیر میں پیالی خالی کی پھر عکڑے کے سامنے اسے رکھ کر بولا "یہ خالی ہو چکی ہے۔ تمہارا داغ بھی شے سے خالی ہو جاتا چاہیے۔"
 "ہاں۔ اب شبہ نہیں رہا مگر حیرانی ہے کہ تمہیں دنیا کا سب سے زیادہ شاطر شخص کہا جاتا ہے پھر تم نے اتنی جلدی کیسے یقین کر لیا کہ میں ایک نیک دل انسان ہوں اور کسی غریب کو جرائم کی راہ سے نکلانے کے لیے تمہیں ہزار ڈالر دیتا ہوں۔"
 میں نے ملازم کی زبان سے کہا "میں اپنی آنکھوں سے تمہاری انصاف دیکھ چکا ہوں۔ پھر یقین کیسے نہ کرنا۔"
 "میں آنکھوں سے دیکھا ہوا منظر بھی جھوٹا ہوتا ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے دوبارہ اس نیک کی فریب نہیں لی۔ تمہیں اس کے داغ میں جانا چاہیے۔"
 ملازم نے میری مرضی کے مطابق آنکھیں بند کی جیسے خیال خوانی کر رہا ہو پھر آنکھیں کھول کر حیرانی سے بولا "میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا داغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ لگا ہوا ہے۔"

عکڑے نے ہنسنے ہوئے کہا "تم سمجھ رہے تھے کہ میں نے اسے جرائم کی دنیا سے نکالا ہے جبکہ میں اس دنیا سے ہی اسے نکال چکا ہوں۔"
 میں نے ملازم کے ذریعے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"
 "جو مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے اور نوٹ کمانے آئے کیا اسے میں زندہ چھوڑ دیتا۔"
 اس نے اٹھ کر بستر کے پاس جا کر کتے کے بچے سے نوٹوں کی گڈی نکالی پھر ملازم کو دکھاتے ہوئے کہا "فریڈا! یہ وہی تمہیں ہزار ڈالر ہیں، جو تم نے کرائے کے قاتلوں کو دیے تھے۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں حملہ کرنے والوں سے کس طرح بچتا ہوں۔ تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے بھی زیادہ دیکھنے کے لیے بہت کچھ رہ گیا ہے اس لیے اب تم دیکھو۔"
 یہ کہتے ہی اس نے گھوم کر ملازم کے منہ پر ایک لگ مار دی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے صوفے سے اسے پیچھے کی طرف اٹا دیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو کر بولا "عکڑا! انصاف! وار بھی خالی نہیں جاتا۔ اب کتنی کو تمہارا یہ پہلا حملہ خالی کیا ہے۔"
 عکڑے نے کہا "متمہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے حملے سے بچنے والا فریڈا یہ مقابلے پر ہے۔"
 پھر میں نے ملازم کے داغ میں رہ کر دیکھا۔ جس طرح چھت کا پنکھا تیزی سے گھومتا ہے، اسی طرح عکڑے فضا میں اچھل کر تیزی سے گول گھومتا ہوا آیا پھر ملازم کے چاروں طرف پھر لگا ہوا اسے لک پر لک مارنے لگا۔ میں نے زندگی میں ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ کبھی کسی انسان کو اتنی در فضا میں بلند رہ کر کتے کی طرح گردش کرتے ہوئے اور جان لیوا حملے کرتے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ میں چند سیکنڈ کی حیرانی کے باعث ملازم کو اس کے حملے سے بچانے کی تدبیر نہ کر سکا۔
 صرف ایک منٹ کے اندر وہ ملازم کو لہو لہان ہو کر قالین پر گر پڑا۔ عکڑے نے فرش پر واپس آکر کہا "فریڈا! تمہارے باب نے بھی قاتلنگ کے ایسے انداز نہیں دیکھے ہوں گے۔ اگر مجھے ٹیلی جیتنی آتی تو میں آسانی سے تمہارے داغ میں تمہیں کر تمہیں اپنا ظلم بتا دیتا اور ساری دنیا ٹیلی جیتنی کے شہنشاہ کو میرے قدموں میں جھٹکتے ہوئے دیکھتے مگر مجھے ان کا یہی کہی ہے کہ میں تمہیں زخمی اور کمزور سمجھ کر بیٹھنے کا موقع نہ دوں اس لیے تم اس دنیا سے جاؤ۔"
 میں شاید اس ملازم کو بچا دیتا لیکن وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں اس کے داغ میں رہ کر کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ عکڑے نے اس کے حلق پر ایک پیر رکھ کر دیا۔ اس کی آدھی موت تو پہلے ہو چکی تھی۔ باقی آدھی موت نے بھی اس کی زندگی چھین لی۔
 میں اس کے لیے مشکلات پیدا کرنا چاہتا تھا۔ ہوٹل کے انچارج کو بتانا چاہتا تھا کہ کمرہ نمبر دو سو چار میں عکڑے نے ہوٹل

کے ایک ملازم کو قتل کر دیا ہے۔ میں انجان کے دماغ میں پہنچا تو وہ پولیس افسر اور سپاہیوں کے ساتھ اسی کمرے کے دروازے پر آکر دستک دے رہا تھا۔ عکسٹلا سوچ رہا تھا کہ چپ چاپ ہوٹل سے چلا جائے خواہ مخواہ پولیس وغیرہ کے پکڑ میں نہ پڑے۔ دستک کی آواز پر اس نے چپک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ دروازہ ملازم کی لاش ایک پردے کے پیچھے تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں ہوٹل کا منیجر ہوں۔ پلیز دروازہ کھولیں۔"

"منیجر کو معلوم ہونا چاہیے کہ رات کے وقت ہوٹل میں رہنے والوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"

منیجر نے کہا "سوری سر! آپ نے دروازے کے باہر ڈونٹ ڈسٹرب کی سلیپ نہیں لگائی ہے۔ میں آپ کے صرف چند منٹ لوں گا پھر جاتا جاؤ گا۔"

عکسٹلا نے دروازہ کھولا پھر اس کے ساتھ پولیس والوں کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ پولیس افسر نے کہا "ہوٹل کے احاطے میں دو افراد کا مرزور ہو گیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں انکوائری کر رہے ہیں۔"

وہ بولا "آپ انکوائری کرنے میرے پاس کیوں آئے ہیں؟"

"ہوٹل کے دربان کا بیان ہے کہ مرزور سے پہلے آپ تین آدمیوں کے ساتھ گاڑن کی طرف گئے تھے۔ ان تینوں میں سے دو کی لاشیں وہاں پائی گئیں۔ تیسرے کا پتا نہیں ہے۔"

عکسٹلا نے کہا "وہ تینوں میرے لیے اچھے تھے۔ مجھ سے کاروباری معاملات میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ وہ شریف لوگ ہیں۔ ہم گاڑن میں مٹتے ہوئے باتیں کرتے رہے پھر میں دوسرے دن ملاقات کا وقت مقرر کر کے یہاں چلا آیا۔"

اس کی باتوں کے دوران میں "میں نے پولیس افسر کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "مجھے اس کمرے سے خون کی بو آ رہی ہے۔ سامنے سے ہونے نہیں اندر آتے۔"

"پلیز آفیسر! میرے کمرے میں ایک نوجوان عورت بے لباس ہے۔ ہم اسی لیے اتنے متنبہ ہوئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہاں ہمارے پرائیویٹ معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی ہے۔ منیجر! تم خاموش کیوں ہو؟ انہیں یہاں سے لے جاؤ۔"

پولیس افسر نے کہا "اس کمرے کی عورت سے کوئی لباس پہن لے اور نہ بھی پتنے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بچے وایوں کو سب ہی بے لباس دیکھ سکتے ہیں۔ یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ ہمیں دروازے سے مال دو گے۔ ہم کمرے کے اندر ضرور آئیں گے۔"

عکسٹلا نے اسے قہارت سے دیکھا پھر سامنے سے ہٹ کر بولا۔ "آجائو۔ کمرے میں ایک لاش ہے اور ہوٹل کے باہر بھی میں نے تین قتل کیے ہیں۔"

سب نے اندر آکر ہوٹل کے ملازم کی لاش دیکھی۔ منیجر نے جیڑائی سے پوچھا "جسٹیس ہمارے ملازم سے کیا دشمنی تھی؟"

"یہ بظاہر ہمارا ملازم تھا لیکن دراصل ہماری دنیا کا سب سے خطرناک نیلی بیٹھی جاننے والا فرد علی تصور تھا۔ اس نے ہمارے ملازم کو زہر پیا ہو گا پھر ملازم سب سرجی کے ذریعے اس کا ہر عمل بن کر میناں کیا۔ اس طرح آنے کا متعدد صرف یہ تھا کہ مجھے کل کمرے مگر تمام زندگی کامیابیوں کی صورت دیکھنے والا سامی دنیا کا اپنی ناکامی کی مرہ تصویر دکھانے کے لیے پیشہ کے لیے سوہا ہے۔"

افسر نے کہا "ہم نے فریڈ کا نام سنا ہے۔ تمہاری اس سے دشمنی تھی مگر ان سے کیا دشمنی تھی، جو ہوٹل کے باہر ملازم کیے گئے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ان دو چار پھروں کو مارنے کی کیا بات کرتے ہو۔ میں نے زندگی میں کتنے بندے مارے ہیں ان کی کوئی شکتی نہیں ہے۔ بہتر ہے یہ لاش اٹھا کر لے جاؤ کیونکہ مجھے نہیں لے جا سکو گے۔"

ایک ماتحت افسر نے ہتھکڑی نکالی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "ہڈیوں کے ڈھانچے کو کیسے پٹاؤ گے۔ اس میں سے میرا ہاتھ باہر نکل آئے گا۔"

اس نے خود ہی ہتھکڑی لے کر پہلے اسے لاک کیا پھر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر واپس نکال لیا اور کہا "میں یہاں سے چپ چاپ چلا جاتا ہوں۔ تم لوگ خواہ مخواہ بنگے کرو گے۔ بہتر ہے مجھے جانے دو۔ دنیا کی کسی ٹیل میں بھی بند کرو گے تو اس کی آٹنی سلاخوں کے درمیان سے میرا پورا ڈھانچا نکل آئے گا۔ مجھے اتنی جالیوں کے بیچرے میں بند کرنا چاہو گے تو میں اس بیچرے کو بھی فز دوں گا۔"

افسر نے ریوالت نکال کر اپنے ماتحت سے کہا "ہٹا لیں کی رسیاں لا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھو۔"

عکسٹلا نے اچانک محوم کر افسر کا ہاتھ تمام کمرے کے ریوالت کا رخ سپاہیوں کی طرف کیا۔ ڈیک پر افسر کی انگلی تھی۔ افسران کے فوادی گھٹنے کے باعث پیچ رہا تھا۔ ریوالت پکڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ عکسٹلا نے ریوالت کے کمرے کے تخت اور دو سپاہیوں کو فائر کیا۔ تین گولیاں چلیں۔ تین لاشیں گر گئیں۔ افسر اپنے ہاتھ کی دھمکی ہوئی ہڈی کو سسلا رہا تھا۔ عکسٹلا نے اس سے اور بیچرے کہا "تم دونوں زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے آگے چلو اور مجھے ہو کے باہر چھوڑ آؤ۔ ریوالت میری جیب میں رہے گا۔ میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو ان کی طرح تم دونوں کی لاشیں بھی گر گئیں گی۔"

وہ اس کے حکم کی قیبل پر مجبور تھے۔ میں کاؤنٹرک کے ذریعے ہوٹل کے پچھ لوگوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا کہ وہاں کتنے افراد کے پاس اسطرح ہے۔ امیر کبیر لوگ اپنی حفاظت کے

لے اسطرح رکھتے ہیں۔ میں نے ایسے دور نہیں آدمیوں کو اپنا آلہ کار بنایا۔ پہلے ان میں سے ایک کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ اگر ناکامی ہوتی تو میں دوسرے آلہ کار کو استعمال کرتا۔"

عکسٹلا جیب میں ریوالت رکھے پولیس افسر اور ہوٹل کے منیجر کے ساتھ لفٹ کے ذریعے کراؤن فلور پر آیا۔ وہ دونوں اس کے حکم کے مطابق ایک ساتھ آگے چل رہے تھے۔ وہ ان کے پیچھے تھا۔ میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے اسے دیکھا۔ وہ استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے سے گزر کر جانے لگا۔ تب ہی میں نے آلہ کار کے ذریعے ٹائڈ کر فرش پر گرا۔ اپنی جیب سے ریوالت نکالنے لگا۔ میں نے اچھل کر فرش پر گرا۔ اپنی جیب سے ریوالت نکالنے لگا۔ میں نے دوسری گولی اس کے ہاتھ پر ماری۔ پہلی گولی اس کی پشت پر لگی تھی۔ وہ بڑا سخت جان تھا۔ دو گولیاں کھاکر فرش پر لڑختے ہوئے "دوسرے ہاتھ سے ریوالت نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دوسرے ہاتھ پر پھر ایک گولی ماری۔ اب اس کے دونوں ہاتھ کام نہیں کر رہے تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل اٹھا۔ اب میں اس کی گھونڈی کا ٹائڈ لے رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ ایک گولی اس کے سر پر لگتی تو اس کا کام تمام ہو جاتا۔"

میں نے اس کے سر کا ٹائڈ لیا۔ اسی وقت وہ فضا میں اچھل کر نیچے کی طرح گردش کرتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس پر تین فائر کیے۔ ریوالت میں تین ہی گولیاں رہ گئی تھیں۔ وہ اتنی تیزی سے گردش کرتا ہوا دروازے کے باہر گیا کہ میرا ٹائڈ نظر نہ آیا۔ میں نے دوسرے آلہ کار کے دماغ پر قبضہ نہ کیا کہ اس کے لباس سے ریوالت نکال کر اسے دروازے کی طرف دوڑایا۔ وہ دوڑتا ہوا ہوٹل کے باہر آیا۔ دور ایک کار احاطے کے گیٹ سے باہر جا رہی تھی۔ عکسٹلا فضا میں گردش کرتا ہوا اس کار کی پھٹ پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ کار گیٹ کے باہر مڑ گئی تھی اور وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ فضا میں گردش کرتا ہوا اس کار کی پھٹ سے ایک ٹرک کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا "جیو فریڈ! میرے زخم بھرنے تک جیو۔ پہلے مقابلے میں سمجھ گیا ہوں کہ تم لوہے کے چنے ہو۔ آئندہ دوسرے انماز سے نپٹنے آؤں گا۔ تم زندہ رہو گے۔ صرف میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے زندہ رہو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ عجیب وغریب انسان تھا۔ یہ تیس کوئی جن بابوت تھا۔ اس قدر زخمی ہو کر نہ تکلیف سے کرا رہا تھا۔ نہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ہر عمل ایک ذہل شخص کی طرح سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال رہا تھا۔"

فائرنگ کے باعث ہوٹل میں افزائش پھیل گئی تھی۔ رات کے وقت کراؤن فلور میں کم لوگ تھے۔ عورتیں اور بچے نہیں

تھے۔ اس لیے جلد ہی لوگوں کو سمجھا بھگا کر یقین دلایا گیا تھا کہ فائرنگ مزید نہیں ہوگی کیونکہ مجرم فرار ہو گیا ہے۔ پولیس افسران شخص کو شہادت دے رہا تھا، جو میرا آلہ کار بن کر عکسٹلا کو زخمی کرتا رہا تھا۔ اس طرح اس نے پولیس افسر اور منیجر کی جان بچائی تھی۔

وہ شخص حیران ہو کر کہہ رہا تھا کہ وہ نہیں جانتا "اچانک اس نے کیوں فائرنگ کی تھی جبکہ وہ مجرم کو پکچھتا نہیں تھا۔ اس کے اس بیان پر پولیس والوں نے اور ہوٹل والوں نے جو بھی رائے قائم کی ہو، میں نے کسی کی رائے نہیں سنی۔ وہاں سے ڈی فریڈ کے پاس آکر اسے تمام واقعات سنائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "سر! عکسٹلا تو انتہائی خطرناک دشمن ہے۔ یہ آپ تھے کہ اپنی حکمت عملی سے فتح گئے اور اسے زخمی کر دیا۔ کیا آپ پھر اس کے دماغ میں جا کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے اسے ختم کر سکیں گے؟"

"نہیں۔ وہ حیرت انگیز قوت برداشت رکھتا ہے۔ دماغ بھی فوادی ہے۔ مگر وہ پانڈے کی طرح اس کے دماغ میں بھی زلزلے کا اثر نہیں ہوگا۔"

"آپ چند منٹ یا چند کیلنڈر کے لیے جا سکتے ہیں۔ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ فرار ہونے کے بعد کہاں پناہ لے رہا ہے۔"

"میں کو شش کروں گا کہ اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلہ کار بنائوں اور اس کے اندر وہ کہ عکسٹلا کی مصروفیات معلوم کر رہا ہوں۔ کیا تم نے اور تھینڈ نے نیک اپ تبدیل کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ کوئی دشمن ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"اس پر اسرار سیکرٹ ایجنٹ نے چیخ کر کہا کہ آئندہ جو درندے قابل میرے مقابلے پر آئیں گے، وہ ایسی عجیب وغریب صلاحیتوں کے حامل ہوں گے کہ مجھے کسی چیز کی طرح مسل دیں گے۔"

"خدا آپ کو لمبی عمر دے لیکن عکسٹلا کی آمد تیار ہی ہے کہ آئندہ ایسے نہ جانے کتنے خطرناک دشمن آنے والے ہیں۔"

"موت معمولی ہو یا بہت اذیت ناک ہو، تو ایک دن آتی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ میں مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرؤں گا۔ دینے آج ایک بات کا افسوس ہو رہا ہے کہ ایک ہوٹل کے ملازم کو آلہ کار کا عکسٹلا سے نہ بچا سکا۔"

"سرا یہ فعل ایک اتفاق تھا ورنہ آپ پہلے اپنے آلہ کاروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر اپنی فکر کرتے ہیں۔"

"عکسٹلا سے پہلی بار بحث کر رہے تھے کہ وہ آئندہ جس اور تھینڈ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تم دونوں کو افغانستان نہیں جانا چاہیے۔"

"سر! پلیز آپ ایسا فیصلہ نہ کریں۔ مجھے پہلی بار آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ پلیز مجھے کچھ سیکھنے کا موقع دیں۔"

"دوسری مواقع آئیں گے۔ میں جس میں دوسری مہم پر

مواند کروں گا۔ فی الحال شرنہ کو لے کر پیرس چلے جاؤ۔ میں افغانستان جا کر تسماری یا کسی کی بھی حفاظت کی ذمہ داری قبول کروں گا تو ذہنی دباؤ میں رہوں گا۔ اپنے علاوہ انہوں کی حفاظت کی بھی فکر لاحق رہے گی۔ لہذا بحث نہ کرو۔ یہاں سے جب چاہو کسی بھی ملک میں جاؤ لیکن افغانستان کا رخ نہ کرو۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پراسرار سیکرٹ ایجنٹ کی جلی نیم افغانستان میں فنا ہو چکی تھی۔ دوسری نیم کا سرخند عکریط ازبکستان میں کچھ عرصے کے لیے ناکاہ ہو گیا تھا۔ آئندہ تیسری نیم میرے مقابلے پر آنے والی تھی۔ مجھے اس کا انتظار نہیں تھا۔ زندگی گزارنے والے دن رات موت کا انتظار نہیں کرتے۔ اگر ایسا کریں تو جینا محال ہو جائے۔ کچھ قدرتی طور پر بھی موت کو نظر انداز کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ میری بھی یہی عادت تھی۔ موت محبوب بن کر آئے یاد دشمن بن کر جب آنے کی تو دیکھا جائے گا۔

دوپے محبوب بن کر شرنہ بھی میری زندگی میں آنے کی ضد کر رہی تھی۔ میں نے اس کی ضد پوری کر دی۔ جیسا فریاد وہ چاہتی تھی میں نے ویسا ہی فریاد اس کے حوالے کر دیا تھا۔ مجھے اتنا موقع نہیں ملا کہ میں شرنہ کے خیالات پر دھتا اور یہ معلوم کرنا کہ وہ ڈی فریاد کو پا کر مطمئن ہو چکی ہے یا نہیں؟ مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں اپنی ڈی سے پوچھ لیتا کہ شرنہ کے ساتھ اس کا وقت کیسے گزر رہا ہے؟

ڈی فریاد نے میرے سواٹل فون پر رابطہ کیا۔ میں نے پوچھا۔
”کیا بات ہے؟“
”سر! میں ابھی ہوٹل میں آیا ہوں۔ یہاں کمرے میں شرنہ نہیں ہے۔ میں نے اس کے سواٹل پر رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہیں ہوا۔ اس نے سواٹل بند کر رکھا ہے۔“
”اس نے ایسا کیوں کیا؟ تم سے ناراض ہو گئی تھی؟“
”یہی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو اس کی خوشی پر خوش تھا۔ وہ ہوٹل میں پہلی بار صرف چند سیکنڈ کے لیے قریب آکر دور ہو گئی تھی اور کچھ ابھی ہوئی ہی رہنے کی تھی۔ میں نے اس کے قریب جانا چاہا تو اس نے کہا۔ جب تک نکاح نہ پڑھایا جائے، ہمیں ایک ساتھ رہنے ہونے بھی دور رہنا چاہیے۔“
”میں نے پوچھا، تم نے یہ باتیں مجھے کیوں نہیں بتائیں؟“
”سر! ہمارا اور آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ اہم معاملے میں الجھے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا بعد میں شرنہ کے دوسرے بات کروں گا۔ آپ نے مجھے شرنہ کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جانے کو کہا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ میرے ساتھ کیسے جانے گی۔ میں نے سوچا جب وہ انکار کرے گی تو آپ کے سامنے اس کا مسئلہ پیش کروں گا۔ اب یہاں ہوٹل آکر دیکھا ہے تو وہ موجود نہیں ہے۔“
”ٹھیک ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔“

میں شرنہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی سوچ میں گم تھی۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب میں نے پہلی بار ڈی فریاد کو اس کے پاس بیٹھا تھا تو اس نے خوش ہو کر دو روزہ کھول کر اس سے کہا تھا ”تم خواہ بزرگ بن کر مجھ سے کھڑے رہو۔ میں شرم کو بلائے طاقتور رہا کروں گا۔“

میں نے اس سے دور ہوئی تو پھر اس کے قریب نہیں آئی۔ میں اس کے خیالات پڑھ کر اس کی نکلتی کچھ رہا تھا۔ اس نے اپنی کار خود کو ڈی کے پاس جانے پر اکل کرنے کی کوشش کی کہ اس کی طرف نہیں پہنچ رہا تھا۔ میری قربت سے دل بے قرار چاہتا تھا کہ مجھے جھوٹے مجھے پکڑے اور میری دھڑکنوں سے لگ جائے۔ اب ایسا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔

آخر اس نے سوچا کہ ڈی سے دور ہو جائے۔ اس نکلتی سے بات حاصل کر لے، جو اس کے ساتھ رہنے سے ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ اچانک ڈی کی غیر موجودگی میں اس ہوٹل کو چھوڑ کر دوسرے ہوٹل میں چلی آئی اور یہ طے کر لیا کہ میں اس سے دماغی رابطہ کروں گا تو وہ بات کرے گی ورنہ خطرات کا سامنا کرنے افغانستان چل جائے گی۔

میں نے پوری طرح اس کے خیالات پڑھ کر اسے مخاطب کیا تو ”ہرگز گئی پھر لی؟“ تم؟ کیا تم دیکھنے آئے ہو کہ میں کیسے مر رہی ہوں؟“ تسماری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچ گئی ہیں۔ یقین کر لو کہ میں زندہ ہوں مگر تمہارے لیے نہیں۔ میں اپنے وطن جا کر اپنی نکلنے پر مرنے کے لیے زندہ ہوں۔“

”تمیں اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟“
”میں ایک ایک بل گن رہی ہوں۔ تم چار دن چھ گھنٹے بند رہے اور باقی سیکنڈ کے بعد میرے دماغ میں آئے ہو اور اتنا وقت گزرنے تک جسمانی طور پر مجھ سے دور رہے ہو۔“
”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں جسمانی طور پر تمہارے قریب نہیں تھا۔“
”یہ میرے اندر کی محبت کرنے والی عورت کہتی ہے کہ جس سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہوں، وہ میرے پاس نہیں رہا۔ میرے پاس بھی اس کے لیے کشش محسوس نہیں کی۔ دماغ کتابا کہ ہمارے کہ برعکس جاری ہوں۔ میں جس کا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچا تھا تھی اس نے منزل تک پہنچانے کا قریب دیا۔ وہ میری منزل کی طرح تھا مگر میری منزل نہیں تھا۔ کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟“

”میں نے کہا، نہیں۔“
”تم نے ایسا کیوں کیا؟“
”میں اور کیا کرتا۔ تمہیں طرح طرح سے سمجھایا۔ اپنی اور مائیں کو فرق بتایا۔ دنیا داری کا حوالہ دیا کہ میرے بیٹے ہیں، تمہاری پوتے اور پوتیاں ہیں۔ ان کے سامنے تمہاری جیسی

لہریں سوچ پڑھنا چاہتی ہو تو وہ سوچ یہ ہے کہ مجھے اپنا سمجھنے کے بعد ایک پر اپنا مودہ کچھ کر بجھ رہی ہوں۔“
”وہ بولی، ہاں یہی بات ہے۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اس کے باوجود تم نا محرم ہو۔ میں نکاح پڑھانے کے بعد زارے قریب آسکتی گی۔“

اس طرح وہ اس سے دور ہوئی تو پھر اس کے قریب نہیں آئی۔ میں اس کے خیالات پڑھ کر اس کی نکلتی کچھ رہا تھا۔ اس نے اپنی کار خود کو ڈی کے پاس جانے پر اکل کرنے کی کوشش کی کہ اس کی طرف نہیں پہنچ رہا تھا۔ میری قربت سے دل بے قرار چاہتا تھا کہ مجھے جھوٹے مجھے پکڑے اور میری دھڑکنوں سے لگ جائے۔ اب ایسا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔

آخر اس نے سوچا کہ ڈی سے دور ہو جائے۔ اس نکلتی سے بات حاصل کر لے، جو اس کے ساتھ رہنے سے ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ اچانک ڈی کی غیر موجودگی میں اس ہوٹل کو چھوڑ کر دوسرے ہوٹل میں چلی آئی اور یہ طے کر لیا کہ میں اس سے دماغی رابطہ کروں گا تو وہ بات کرے گی ورنہ خطرات کا سامنا کرنے افغانستان چل جائے گی۔

میں نے پوری طرح اس کے خیالات پڑھ کر اسے مخاطب کیا تو ”ہرگز گئی پھر لی؟“ تم؟ کیا تم دیکھنے آئے ہو کہ میں کیسے مر رہی ہوں؟“ تسماری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچ گئی ہیں۔ یقین کر لو کہ میں زندہ ہوں مگر تمہارے لیے نہیں۔ میں اپنے وطن جا کر اپنی نکلنے پر مرنے کے لیے زندہ ہوں۔“

”تمیں اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟“
”میں ایک ایک بل گن رہی ہوں۔ تم چار دن چھ گھنٹے بند رہے اور باقی سیکنڈ کے بعد میرے دماغ میں آئے ہو اور اتنا وقت گزرنے تک جسمانی طور پر مجھ سے دور رہے ہو۔“
”تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں جسمانی طور پر تمہارے قریب نہیں تھا۔“
”یہ میرے اندر کی محبت کرنے والی عورت کہتی ہے کہ جس سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہوں، وہ میرے پاس نہیں رہا۔ میرے پاس بھی اس کے لیے کشش محسوس نہیں کی۔ دماغ کتابا کہ ہمارے کہ برعکس جاری ہوں۔ میں جس کا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچا تھا تھی اس نے منزل تک پہنچانے کا قریب دیا۔ وہ میری منزل کی طرح تھا مگر میری منزل نہیں تھا۔ کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟“

”میں نے کہا، نہیں۔“
”تم نے ایسا کیوں کیا؟“
”میں اور کیا کرتا۔ تمہیں طرح طرح سے سمجھایا۔ اپنی اور مائیں کو فرق بتایا۔ دنیا داری کا حوالہ دیا کہ میرے بیٹے ہیں، تمہاری پوتے اور پوتیاں ہیں۔ ان کے سامنے تمہاری جیسی

جوان و شیراز کو اپنی شریک حیات بناؤں گا تو وہ میرے منہ پر مجھے ”بڑھا کھڑا لال گام“ نہیں کہیں گے وہ میرا احترام کرتے ہیں لیکن میرا ضمیر مجھے طے دے گا۔ میں اپنے بچوں سے آنکھیں نہیں ملا سکتا گا۔“

”تم درست کہتے ہو۔ تم نے مجھے ہر پہلو سے سمجھانے کی کوشش کی۔ میں سمجھ نہ سکی لیکن جب تم نے اپنے نام اور اپنے قد و قامت کا کھلوا بھیجا تو میں مان گئی کہ تم بہت مجبور ہو۔ مجھے چاہیے بھی ہو۔ تم نے میرے خواب پورے کرنے کے لیے بالکل ویسے ہی فریاد کو تعبیر کے طور پر پہنچ دیا کہ میرا دل دھڑکنے اور میں ساری زندگی تمہارے نام اور تمہارے قد و قامت والے محبوب سے بڑھتی رہوں۔ تم نے مجھے دھوکا بھی دیا اور میری بستی بھی چاہی۔ بسترال میں کچھ گئی ہوں اس لیے تمہارے راستے سے ہٹ گئی ہوں۔ اب تمہارا بھی یہ فرض ہے کہ مجھ سے دماغی رابطہ نہ رکھو۔ خدا کے لیے چلے جاؤ۔“

”میں تمہیں چھوڑ دوں گا کہ تم بے موت مرنے کے لیے افغانستان واپس جاؤ۔“
”مرنا تو میں بھی ہے پھر میں اپنے وطن کی مٹی میں کیوں نہ مروں؟“
”تم تمہا افغانستان نہیں جاؤ گی۔“
”تم مجھے دو کٹے کٹے حقوق کے محروم ہو گئے ہو۔ حقوق جتانے سے پہلے حق دار بننا چاہیے۔“
”شرنہ! تم نہیں جانتی ہو۔ عالمی سطح کے شاطروں اور قاتلوں تک تمہاری تصویریں پہنچائی گئی ہیں۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جو سہوہو ہوا گا وہ فریاد علی تیوری ہو گا۔“
”چلو اچھا ہے۔ اب وہ میرے ساتھ تمہیں کبھی نہیں دیکھ پائیں گے۔“
”اگر انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ نہیں دیکھا تو تم پر ظلم و ستم کی انتہا کریں گے۔ تم سے میری خفیہ پناہ گاہ کا پتا معلوم کرنا چاہیں گے۔“

”میں ظلم و ستم برداشت کرتے کرتے مر جاؤں گی مگر ان کے سامنے تمہارا نام زبان پر نہیں لاؤں گی۔“
”کیا تم جانتی ہو کہ میں تم پر ظلم ہوتے دیکھوں گا؟ وہ تمہیں ہاتھ بھی لگا دیں گے تو میں ان کے ہاتھ توڑنے پہنچ جاؤں گا۔“
”کیا تمہا تمہا کہتے ہو کہ تمہارے ان الفاظ کے پیچھے میرے لیے کتنی محبت چھپی ہے؟“

میں اس کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر میں نے کہا ”ابھی جہاں ہو دیں رہو۔ میں کسی وقت آؤں گا۔ کیا تم ایک ایک میں ہو؟“
”نہیں۔ میں نے ایک ایک آپ اتار دیا ہے۔“
”یہی حفاظت نہ کرو۔ ابھی کہہ چکا ہوں کہ تمام دشمنوں کے

پاس تمہاری تصویریں ہیں۔ تمہیں میک اپ میں رہنا چاہیے۔
 ”میں اس میرے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے اور نہ ہی
 مجھے چہرے میں تبدیلیاں کرنی آتی ہیں۔“
 ”تم میرے آنے تک ہوٹل سے باہر نہ نکلو۔ میں جلدی آنے
 کی کوشش کروں گا۔“
 ”دیر بھی ہو سکتی ہے۔“

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ڈی فہاد سے رابطہ کیا پھر اس
 سے کہا ”شرمنہ سے میری بات ہو چکی ہیں۔ وہ سمجھ گئی ہے کہ تم فہاد
 نہیں ہو۔ اس لیے تم باپا صاحب کے ادارے میں واپس جاؤ۔“

”سر! میں چلا جاؤں گا۔ ابھی آپ سے فون پر رابطہ کرنے والا
 تھا۔ میں جس ہوٹل میں شرمنہ کے ساتھ تھا، وہاں ایک شخص کاؤنٹر
 پر شرمنہ کی تصویر دکھا کر پوچھ رہا تھا۔ کیا یہ لڑکی اس ہوٹل میں ہے؟
 کاؤنٹر گرل نے کہا، ”اس کا قیام ہوٹل میں نہیں ہے لیکن یہ ہوٹل
 میں نظر آئی تھی۔ دو گھنٹے پہلے لٹ سے باہر آکر ہوٹل کے باہر گئی
 تھی۔“

میں سمجھ گیا۔ شرمنہ پہلے کسی میک اپ میں ڈی فہاد کے ساتھ
 اس ہوٹل میں قیام کرنے آئی تھی پھر اس نے میک اپ اتار دیا
 تھا۔ ڈی فہاد کا ساتھ چھوڑنے کے لیے اپنے کمرے سے نکل کر
 لٹ کے ذریعے پہنچے آکر ہوٹل کے باہر گئی تھی۔

میں نے ڈی سے پوچھا ”اس شخص کا طبعیتاؤ؟ جو شرمنہ کو
 تلاش کر رہا ہے۔“

”وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر ہے۔ چالیس بیسٹالس برس کے
 درمیان عمر ہوگی۔ انگریز ہے۔ چہرے سے ظالم اور بے رحم نظر آتا
 ہے۔ اس نے کاؤنٹر گرل کو اپنا موبائل فون نہر دیا ہے۔ اس سے
 کہا ہے کہ اس نے کئی ہوٹلوں اور پرائیویٹ کالجوں کے مالکان کو
 شرمنہ کی تصویر دکھائی ہے اور اپنا فون نہر دیا ہے۔ یہ لڑکی جہاں بھی
 نظر آئے اسے فون پر اطلاع دی جائے اس نے خود کو انٹرپول کا
 ایک افسر ظہر کیا ہے۔“

”کیا وہ شخص ہوٹل سے جا چکا ہے؟“

”جی ہاں۔ گیس جا رہا ہے اور میں اپنی ریشٹل کار میں اس کا
 تعاقب کر رہا ہوں۔“

میں نے کہا ”شرمنہ ہوٹل العزیزی میں ہے۔ میں وہاں جا رہا
 ہوں۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے رابطہ کرنا۔“

میں اس کے دماغ سے نکل کر ایک پرائیویٹ کالج سے باہر
 آیا پھر ریشٹل کار میں بیٹھ کر شرمنہ کے پاس جانے لگا۔ ایسے ہی وقت
 ڈی فہاد نے میرے موبائل فون پر کہا ”سر! وہ خود کو انٹرپول کا افسر
 کہنے والا ہوٹل العزیزی کے احاطے میں داخل ہو رہا ہے۔ شاید
 اس ہوٹل کے کسی فرد نے اسے فون پر بتایا ہو کہ شرمنہ وہاں ایک
 کمرے میں ہے۔“

میں نے کہا ”میں اس ہوٹل سے ڈرا دور ہوں مگر خیال خوانی
 کے ذریعے شرمنہ کے پاس رہوں گا۔ تم دوری دور سے اس دشمن پر

نظر رکھو۔“

میں نے فون بند کر کے شرمنہ سے کہا ”شرمنہ! فوراً اپنے
 ضروری سامان کا بیگ اٹھاؤ۔ باقی سامان چھوڑ دو۔ وہاں تمہارے
 لیے خطوبہ پڑا ہوا کیا ہے۔ ہوٹل سے نکلنے کے لیے لفٹ استعمال
 کرو۔ ایمر جنسی زینے سے نکلو۔ میں ہوٹل کے پیچھے پہنچنے والا
 ہوں۔“

وہ میری ہدایت کے مطابق ایک بیگ میں جس میں جلدی جلدی
 ضروری سامان رکھنے لگی۔ میں نے کہا ”دیر نہ کرو۔ دشمن ہوٹل
 میں آچکا ہے۔ فوراً نکلو۔“

وہ بیگ لے کر کمرے سے نکلی۔ تیزی سے چلتی ہوئی ایمر جنسی
 زینے پر آئی پھر دوڑنے کے انداز میں ساتویں طور سے نیچے اترنے
 لگی۔ زینے پر چڑھتے وقت دشواری ہوتی ہے اترتے وقت نہیں
 ہوتی لیکن دوڑنے کے باعث وہ ہانپنے لگی۔ ساتویں طور سے اترنے
 میں بھی کچھ وقت لگتا ہے۔ جب وہ گراؤنڈ فورڈ والے زینے پر پہنچی
 تو ایک دم سے ٹھک گئی۔ زینے کے نیچے گراؤنڈ فورڈ والے زینے پر آکر
 باشندے ہاتھوں میں ٹی ٹی لیے کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہمیں گونا گونے
 کے لیے کہا گیا ہے کیونکہ تمہارا ریمارکس میں پہنچ جانا ہے۔
 انگریزی نہیں آتی بلکہ بول رہا ہوں۔ تم یہ زبان کبھی نہ بولی۔“
 اسے یقین تھا کہ میں ان کی مقامی زبان نہیں جانتا ہوں۔

دوسرے نے پوچھا ”وہ دماغ میں پہنچنے والا یا رکس ہے؟ اگر گیس
 سے چھپ کر ہم پر گولی چلائے گا تو ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔“

”ہمارا پاس تمہارے بارے زیادہ چلاک ہے۔ اس سے پہلے
 ہی کہہ دیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ایمر جنسی زینے سے فرار ہو رہا
 ہے۔“

بس وہ اتنی ہی باتیں کرنے کے لیے ذمہ تھے۔ میں نے ایک
 کے دماغ پر قبضہ بنا کر دوسرے کو گولی ماری پھر اس کی زبان سے کہہ
 ”شرمنہ! میں فریڈ ہول رہا ہوں۔ میں نے جیسا کہا ہے وہی کیا۔
 ہوٹل کے پیچھے کھینٹ کے باہر میرا انتظار کرو۔“

یہ کہہ کر میں اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے اس حصے میں لے گیا
 جہاں لفٹ تھی۔ ان کا پاس لفٹ کے اندر جانا چاہتا تھا مگر ٹانگ
 کی آواز سن کر رک گیا تھا۔ اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا
 ”ٹانگ کی آواز ایمر جنسی زینے سے آئی ہے۔ فوراً جا کر دیکھ۔“

فرار نہ ہونے پائے۔

اس کا ماتحت دوڑتا ہوا اور میرا آواز تھا۔ میرا آواز کا دوڑنا ہوا
 اور جا رہا تھا۔ دونوں ایک جگہ ملے۔ ماتحت نے پوچھا ”کیا بات
 ہے؟ کس نے گولی چلائی ہے؟“

اس نے ٹی ٹی کا منہ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا ”میں
 نے۔“

پھر اس نے ڈیکھ دیا۔ گولی چلی۔ ایک چیخ اٹھی پھر دوڑ

ہوائت کی طرف جانے لگا۔ ان کے پاس کو خطرے کا یقین ہو گیا۔
 اس نے لفٹ کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ کے اوپر پہنچے ہوئے نہروں سے پتا
 چلا کہ لفٹ دسویں طور سے آ رہی ہے۔ اس نے سوچا ”دیر ہو جائے
 گی۔ کس کا بیگ چھپ کر حالات کو سمجھتا ہے۔“

وہ لفٹ کر جانا چاہتا تھا پھر اپنے ایک ماتحت کو دوڑ کر آتے
 ہوئے دیکھ کر رک گیا۔ اس سے پوچھا ”کیا بات ہے؟ کیا وہاں افراد
 ہیں؟“

میرے آواز کا رننے ٹی ٹی سے نشانہ لے کر کہا ”فریڈ میاں
 ہے۔“

اس نے ایک گولی اس کی ٹانگ پر اور دوسری گولی بازو پر
 مار دی۔ اب نہ وہ ہلکا سا تھا نہ دائیں ہاتھ سے فائرنگ
 کر سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوایلو پھوٹ کر فرش پر اتر گیا تھا۔
 ہوٹل میں جو جھگڑا ہو رہی تھی وہ ایک الگ ہی بات ہے۔
 میں اس افرا تفری سے کچھ نہیں لینا تھا۔ میں اس انگریز دشمن کے
 دماغ میں پہنچ گیا جو پاس کھاتا تھا۔

اس کا نام ڈی فہاد تھا لیکن وہ بیگ پاس نہیں تھا۔ ان کے
 بیگ پاس کا نام جیفری بنز تھا۔ عالمی سطح کے مجرموں کی ٹاپ لسٹ
 کی جیفری بنز کا نام آتا تھا۔ اس نے پراسرار سیکرٹ ایجنٹ سے
 بیلی بلاک کے لیے پیشی رقبی تھی۔ اس کے ریکارڈ میں یہ درج
 تھا کہ وہ ایک ایس کے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں نکلا ہے۔ وہ
 ایک خطرناک کی طرح خالی ہاتھ رہتا تھا اور اپنے شکار سے آنکھ پھٹی
 دینے کیلئے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔

اور اس وقت بھی جیفری بنز مجھ سے آنکھ پھٹی کھیل رہا تھا۔
 پتہ ماتحتوں کے ذریعے ہمیں ظاہر ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ جیسا کہ
 ان ہوٹل میں ہمیں ہوئی شرمنہ ظاہر ہو گئی تھی اور جیفری بنز کو بھی
 ظہور ہوا تھا کہ میں شرمنہ کے پاس موجود ہوں اور اس کی
 غفلت کرتے ہوئے اس کے ماتحتوں کو جہنم میں پہنچا رہا ہوں۔

ڈی فہاد نے اپنے ایک ماتحت کو دوڑنے کے خیالات پڑھ کر معلوم
 کیا کہ وہ فون کے ذریعے اپنے ایک پاس جیفری بنز سے رابطہ رکھتا
 ہے۔ اب اسے معلوم ہوا کہ شرمنہ اس ہوٹل میں ہے تو اس نے
 ان کے ذریعے جیفری بنز کو بتایا تھا کہ اس نے شرمنہ کا سراغ لگایا
 ہے۔ وہ ہوٹل العزیزی کے ایک کمرے میں ہے۔ اس کے ساتھ
 فہاد بنز ہوا۔

بنز نے جواب میں کہا تھا ”میں آ رہا ہوں۔ اس ہوٹل سے ذرا
 فاصلے پر رہوں گا۔ تم بڑی احتیاط سے انہیں منہپ کرو۔ اگر فہاد
 اسے فرار ہو گا تو میں اس کے سامنے دوڑیں گے دیکھتا ہوں
 کہ اس کا تعاقب کون ہو گا۔“

میں ہوٹل کے پیچھے حصے میں پہنچ گیا۔ شرمنہ انتظار کر رہی
 تھی۔ میں نے اسے اسٹرنگ کا دروازہ کھول کر کہا ”تم ذرا یہ کہو۔ میں
 ڈان ڈان میں مصروف رہوں گا۔“

میں ساتھ دالی سیٹ پر آ گیا۔ وہ اسٹرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار
 اشارت کر کے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے ڈی فہاد
 سے اس کے بیگ پاس کا فون نمبر معلوم کیا تھا۔ میں نے اپنے
 موبائل فون پر وہ نمبر ملائے۔ اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف
 سے ایک کرخت آواز سنائی دی ”ہیلو؟ کوئی ڈی فہاد تم ہو؟“

میں نے کہا ”تمہاری آواز ایسی ہے جیسے ریک مال کو ڈنگ
 آلودہ ہے پر رکڑا جا رہا ہے۔“

اس نے غرا کر کہا ”کون ہو تم؟“

”میں کون ہوں؟ یہ جیفری بنز کو بتاؤں گا۔“

”میں بنز ہوں۔“

”میں صرف بنز سے نہیں جیفری بنز سے بات کروں گا۔“

وہ پھر غرا کر بولا ”جیفری بنز اور بنز دو الگ نام نہیں ہیں۔ ایک
 ہی شخص کا یہ نام ہے اور وہ میں ہوں۔“

”ایک تو تمہاری آواز کرخت ہے۔ دوسرے غرا کر بول رہے
 ہو۔ تمہیں قصہ کیوں آ رہا ہے؟ کیا تمہیں ڈی فہاد نے اطلاع دی
 ہے کہ وہ ڈی فہاد کی طرح ہوٹل کی لفٹ کے پاس پڑا ہے۔ باقی کتے
 مارے گئے ہیں۔“

جیفری بنز نے سرو لمبے میں کہا ”وہ اب سمجھا۔ تم فریڈ ہول
 رہے ہو۔“

”تمہارا یہ ریکارڈ رہا ہے کہ تم اپنے شکار سے آنکھ پھٹی کھیلنے
 کیلئے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہو۔ اس وقت بھی تم یہی
 کھیل کھیل رہے ہو۔ چلو میں بھی دیکھتا ہوں۔ تم مجھ سے چھپ کر
 مجھے اپنے سامنے نشانے پر آنے کے لیے مجبور کر رہے ہو اور میں تم
 سے چھپ کر تمہارا نشانہ لے رہا ہوں۔“

وہ حقارت سے بولا ”تمہارے فرشتے بھی نہیں جانتے کہ میں
 ابھی کہاں ہوں۔“

”ابھی تم ہوٹل العزیزی کے سامنے کچھ قافلے پر اپنی گاڑی
 میں بیٹھے دوڑ رہے ہو۔ دیکھ رہے ہو اور میری رائفل کے ٹارگٹ پر
 ہو۔ کیا میں اپنی رائفل رائفل کے ڈیک پر رکھوں؟“

اچانک دوسرے فون بند ہو گیا۔ وہ یقیناً گھبرا گیا ہو گا کہ میں
 اسے دیکھ رہا ہوں۔ میری گفتگو کے ذرائع انداز کے باعث وہ یہ نہ
 سوچ سکا کہ اس نے خود ہی اپنے ماتحت ڈی فہاد سے کہا تھا کہ وہ
 ہوٹل کے سامنے کچھ دور اپنی گاڑی میں رہے گا اور دوڑیں گے
 دیکھتا رہے گا۔ اگر شرمنہ اور فہاد فرار ہوں گے تو اس کی نگاہوں میں
 رہیں گے اور وہ دونوں کا تعاقب کرے گا۔

وہ اپنی ہی باتیں بھول گیا تھا یا پھر یہ سمجھ نہ سکا کہ میں نے ڈی
 فہاد کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ یقیناً وہاں سے ہلکا رہا ہو گا۔

میں فون بند کر کے ہنسنے لگا۔ شرمنہ نے مجھے کن انکھیں سے دیکھا پھر
 کہا ”تم اس وقت ڈی فہاد اور موت کے درمیان دشمنوں سے نمٹ
 رہے ہو اس لیے ابھی کچھ پوچھنا نہیں چاہتیں مگر تم سے ناراض

ہوں۔

”مجھ سے کیوں ناراض ہو؟ تمہیں تو فراد صاحب سے ناراض ہونا چاہیے۔ میں تو ان کی ڈی ہوں۔“

”میں افغانستان میں دن رات بند گاڑی میں اسی طرح ساتھ بیٹھ کر سڑکتی رہی ہوں۔ اس وقت بھی بند گاڑی میں فراد علی تیور کے ساتھ ہوں۔ میرے اندر کی محبت کرنے والی عورت بھی دھوکا نہیں کھائے گی۔“

”میں نے قریب ہو کر اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر شانے پر رکھا پھر مسکرا کر کہا ”مجھے تمہاری دیوانہ وار محبت کا یقین آ گیا ہے۔ میں آئندہ کبھی تمہیں دکھ نہیں پہنچاؤں گا۔“

”وہ رب رب مسکرانے لگی پھر بولی ”ہاتھ ہٹاؤ۔“

”میں نے پوچھا ”کیوں؟“

”کچھ ہو رہا ہے۔ اسٹیرنگ ٹکے گا۔۔۔ ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے۔“

”میں نے اس کے شانے پر سے ہاتھ ہٹایا پھر سبائل فون کو اٹھایا۔ ٹرمینے نے پوچھا ”اب کسے فون کر رہے ہو؟“

”اسی جیسفزی ہنزے کو سکھانا چاہتا ہوں کہ آٹھ پھٹی کیسے سکیلی جاتی ہے؟“

”میں نے خیال خوانی کے ذریعے ڈی فراد سے پوچھا ”کہاں ہو؟“

”سر! میں ایک ایسے شخص کا قاتل کر رہا ہوں جو ہوٹل العزیزی کے سامنے تھوڑے فاصلے پر ایک گاڑی میں بیٹھا تھا اور دوربین سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہا تھا پھر ایک گاڑی اشارت کر کے تیز رفتاری سے کہیں جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے دشمنوں سے اس کا کوئی تعلق ہے۔“

”میں نے کہا ”شاباش۔ تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔ اس کی گاڑی سے کتنے فاصلے پر ہو؟“

”جان بوجھ کر زیادہ فاصلہ رکھا ہے تاکہ اسے نہ ہو۔“

”اب اتنا فاصلہ رکھو کہ جیسے میں فائرنگ کے لیے کون ”تم اس کی گاڑی کے پچھلے پینے پر فائر کرنا۔“

”میں نے سبائل فون سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے جیسفزی ہنزے نے پوچھا ”ہیلو کون؟“

”میں ہوں آٹھ پھٹی۔ تمہاری طرح آٹھ پھٹی کھیلتے کھیلتے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ سنہل جاؤ۔ میں فائر کر رہا ہوں۔“

”یہ کتنے ہی میں نے ڈی فراد سے کہا ”فائر!“

چند سیکنڈ کے بعد ہی فون کے ذریعے دھماکا سنائی دیا۔ میں نے اپنی ڈی کے ذریعے دیکھا۔ گاڑی کا پچھلا پیسہ برست ہونے کے باعث گاڑی بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر چڑھ کر شویس کا شیشہ توڑتی ہوئی ایک دکان کے اندر ٹھس ٹکی گئی۔

ڈی فراد نے آگے جا کر اپنی کار روک لی۔ ویسے کتنی ہی گاڑیاں رک گئی تھیں۔ میں نے کہا ”اس شخص کو چرسے سے بچاؤ جس کے ہاتھ میں یا گلے میں دو زمین ہوگی۔ اسے فراد نہ ہونے دو۔“

”خفی کر دیا بار ڈالو۔“

میں بولنے بولتے رک گیا۔ زوردار دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ ٹرمینے نے میرے کپڑے پر کار سڑک کے کنارے روک دی۔ ہم سے بہت دور دھماکے ہو رہے تھے۔ ڈی فراد نے کہا ”سر! آپ اس کے جسم کے چھتھرے بھی دکھائی نہیں دیں گے اس کی گاڑی باہر اور ڈاکٹرائٹ فروخت کرنے والی دکان میں ٹھس ٹکی گئی۔ دور تک دکانوں میں ہلک بھلیٹی جاری ہے۔“

”میں نے کہا ”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔“

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ٹرمینے نے پوچھا ”ہم یہاں کیوں رہے ہوئے ہیں؟“

”میں نے کہا ”اس کار کے تمام شیشے کلڑ ہیں۔ باہر والوں کو فخر نہیں آسکتا کہ اندر کیسے خاموش دھماکے ہو رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ شیر کی بوڑھا نہیں ہوتا۔ اس کی کھینچا تالی کی عمر جادوانی ہوتی ہے۔

○☆☆○

نپلاس اور پورس میٹی میں تھے مگر وہ الپا سے ہی جھوٹ کر رہا تھا کہ ایک ایسے ملک کے چھوٹے سے شہر میں ہے جہاں ایک ویران سا اتر پورٹ ہے اور وہاں ہر پانچ دنوں کے بعد دو طیارے آتے ہیں۔ وہ پانچ دنوں کے بعد ہندوستان پہنچ کر اس کی بیٹی منا کو اس کے حوالے کر دے گا۔

یوں جھوٹ بولتے بولتے تین دن گزر گئے تھے۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا ”میں نے خلیفہ ذرائع سے اپنی بیٹی کو ڈھونڈ نکالنے کی کوششیں کی ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں کم ہوگی ہے۔ اب مجھے پورا یقین ہے کہ تم نے ہی میری منا کو حفاظت سے چھپا کر رکھا ہے۔ میں دعا مانگ رہی ہوں کہ تم جلد سے جلد ہندوستان پہنچ جاؤ۔“

”وہ تو میں پہنچ ہی جاؤں گا۔ تین دن گزر چکے ہیں۔ دو دنوں کے بعد جو بھی سہلا ملے آئے گا۔ میں اس میں سوار ہو جاؤں گا۔ ویسے تم ایک ماں ہو۔ تمہیں مجھ پر بھی شک ہو گا۔ کبھی تم مجھ پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”اب میں شبہ نہیں کروں گی۔“

”میری ایک بات مانو۔ کسی طرح معلوم کرو پاس کوئی چال چل رہا ہو گا۔ اپنی بیٹی منا کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھ کر تمہیں ادھر ادھر بھٹکا ہو گا۔“

”جب میری بیٹی تمہارے پاس ہے تو تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟“

”کیسی باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ تمہارے دل سے آفری

بھی ختم ہو جائے۔“

”میں بہت پہلے پاس سے اپنی بیٹی کا مقابلہ کر چکی ہوں۔ اس کے باپ فراد سے رابطہ کرنا چاہتا تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ میں اس فائدہ کی بے نیس رہی ہوں۔ لہذا ابھی کسی معاملے میں ان لوگوں سے رابطہ نہ کروں۔ جس دن انہیں مونا ملے گی وہ اسے اپنے پاس رکھ لے گی کیونکہ اس پر باپ کا حق ہے۔ وہ پاس کا خون ہے۔“

”مونا انہیں نہیں۔ تمہیں ملے گی۔ وہ لوگ بھی مجھ تک اور رہا تک نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”پورس“ تم ہیرا ہو۔ جس دن میری بیٹی کو میرے حوالے کر دے گا اس دن سے میری نظروں میں تمہاری قدر اور بڑھ جائے گی۔ میں اپنی بیٹی کے ذریعے ہر مشکل وقت میں تمہاری مدد کروں گی۔“

”اس سے زیادہ مشکل وقت اور کیا آئے گا۔ مجھ سے ٹیلی بیٹی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں اور اس جیسے والے پاس سے میں اس لیے انتقام نہیں لے سکتا کہ اس دہکن کا پتا نہ تھا معلوم نہیں ہے۔ جس دن وہ سامنے آئے گا میں اس کی بولی بولی کر کے اس کا پھسل بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دوں گا۔“

الپا نے کہا ”تمام بڑے ممالک کے سربراہوں کو یہ خوش خبری ملانی چاہیے کہ ثانی اور پاس کی شادی ہو گئی ہے۔ اس طرح یہ بات مجھ میں آئی ہے کہ پاس بابا صاحب کے ادارے کے باہر کی ملک میں ہے کیونکہ اس ادارے میں میاں بیوی کو ازدواجی آزادی گزارنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔“

”پاس جیسے مردوں پر رعب ہے جو کم شدہ بیٹی کو بھلا کر بیٹی لٹایاں کرتے رہتے ہیں۔ اگر تم میرے لیے کوئی بہت بڑا کام کرنا چاہو تو کسی طرح یہ معلوم کرو کہ پاس کس ملک کے کس شہر میں ہے؟“

”میں تمہاری خاطر ہر ممکن کوشش کروں گی۔ آج ہی سے کوشش کروں گی۔ یہاں تک کہ پاس سے بھی دماغی رابطہ کروں۔“

”میں میں جانتی ہوں کہ کچھ عرصے پہلے جس طرح تمہارا اور پاس کا ٹھکانا ہوا تھا اس طرح میری جو توڑ شروع ہو جائے گا۔ اب وہ ٹھکانا بھی جتنی کے ہتھیار سے محروم ہے۔ تم اس سے اچھی طرح خبر لے لو گے۔“

وہ تھوڑی دیر تک پورس سے باتیں کرتی رہی پھر دماغی طور پر ٹھکانا کو حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ مجھ سے اور بابا صاحب کے ادارے سے اسے کبھی جواب مل چکا تھا اور اسے سختی سے کہا گیا تھا کہ وہ ہم سے کبھی کسی طرح سے رابطہ نہ کرے۔ ایسے کھرے خواب کے باعث اسے یقین کی حد تک شبہ ہوا تھا کہ مونا ہمارے پاس ہے اور بابا صاحب کے ادارے میں اس کی پرورش ہو رہی ہے۔ اور وہ اب ایسا تھا جہاں کوئی دشمن اپنی کم شدہ چیز تلاش کرنے کے لیے وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے پاس کو مخاطب کیا اور کہا۔

”میں الپا بول رہی ہوں۔“

پاس نے کہا ”بھولی ہوئی ہو داستان۔ کہاں تک سناؤ گی؟ کہاں تک سنوں گا۔ بس اتنا یاد ہے جب تم مجھے چھوڑ کر جاری تھیں تو میں نے کہا تھا۔ ارے او بے مروت ارے! او بے وفا! میں نے یہ فراد کرتے وقت دوبار ”ارے ارے“ کہا۔ شاید تمہیں برا لگا۔ اسی لیے دوسرے بعد آئی ہو۔“

”مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔ میں تمہیں ثانی سے شادی کی مبارک باد دینے آئی ہوں۔“

”پرانا مال ہو کر نیا مال حاصل کرنے کی مبارک باد دے رہی ہو۔ بڑے دل گروے والی ہو۔“

”مجھے پرانا مال کہہ کر میری انسٹلٹ کر رہے ہو۔ میں برا نہیں مانوں گی۔ تمہیں خوشی ملتی ہے تو میری اور انسٹلٹ کرو۔“

”ایسا خیرہ بیویاں! فائدہ کو چھوڑ کر جلیبی کی طرح سیدھی کیسے ہو جاتی ہیں؟ تمہاری باتوں میں تمہارے لہجے میں کتنی عاجزی اور انکاری ہے۔ تم الپا ہی ہو نا؟ تمہیں گمرگت کی طرح رنگ بدلتے دیکھ چکا ہوں اس لیے یقین نہیں آ رہا ہے۔“

”تمہیں کم از کم اس بات پر بخیر ہو نا چاہیے کہ میں دل سے مبارک باد دینے آئی ہوں۔“

”چلو بخیرہ ہو جانا ہوں۔ تم صرف مجھے ہی نہیں ثانی کے پاس جا کر اسے بھی مبارک باد دے سکتی ہو۔ اب مطلب کی بات کرو۔“

”تمہاری شادی کی خوشی میں خیرات مانگتے آئی ہوں۔ تم نے غریبوں اور محتاجوں کو خیرات دی ہوگی۔ آج میں ایک ماں بن کر جمولی پھیلا کر آئی ہوں۔“

”کیا تمہاری دماغی حالت درست ہے؟ میری ماں بن کر جمولی پھیلا رہی ہو؟“

”میں تمہاری نہیں اپنی مونا کی ماں بن کر بیٹی کی ہیک مانگ رہی ہوں۔“

”میں نے آج تک دیکھا نہ سنا کہ ہیک مانگنے سے اولاد ملتی ہے۔ اولاد کے لیے تو اچھی خاصی محنت کرنی پڑتی ہے تب سبھی کا انتظار شروع ہوتا ہے۔“

”فار گاڈ سیک۔ میری مونا کا مذاق نہ اڑاؤ۔“

”تم کس گاڈ کے لیے فار گاڈ سیک کر رہی ہو۔ یہودی گاڈ کے لیے؟ عیسائی یا ہندو گاڈ کے لیے؟ اچھے میرے خدا کا واسطہ دے رہی ہو۔ اگر میرے خدا کا واسطہ دے رہی ہو تو مونا مسلمان ہے اور مسلمان رہے گی۔ ایک یہودی ماں، مسلمان باپ کی بیٹی کی ہیک کیوں مانگ رہی ہے؟“

”بلیڈ نہ بی۔ بحث نہ چھوڑو۔ وہ ہم دونوں کی بیٹی ہے۔“

”ایک بیٹی بیک وقت یہودی اور مسلمان نہیں ہو سکتی۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔ اس کی پتی کو کیا ہونا چاہیے؟ میرا فیصلہ ہے کہ وہ مسلمان ہے اور تاقیامت مسلمان رہے گی۔“

”تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ موتا تمہارے پاس ہے اور تم اپنے ذہن کے مطابق اس کی پرورش کر رہے ہو۔“

”یعنی تمہیں پوری طرح یقین نہیں ہے کہ موتا میرے پاس ہے؟ شاید اسے کسی اور نے چھپا رکھا ہے۔“

”تم کب تک اس کا اقرار کرو کہ وہ تمہارے پاس ہے۔“

”کمال ہے۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ وہ میرے پاس ہے بھی یا نہیں؟ اور تم جی بی کی ہیکل مانگتے چل آئی ہو۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم سخت الجھن میں ہو۔ موتا کے لیے پتا نہیں کہاں کہاں بھگ رہی ہو۔ کیا پورس کے پاس بھی جی بی تھیں؟“

”میں نے کوئی دردناک نہیں چھوڑا ہے۔ پورس یقین دلا رہا ہے کہ اس نے موتا کو بھگتاف ہندوستان میں ایک جگہ رکھا ہے۔ وہ ہندوستان پہنچنے کے بعد میری بیٹی میرے خوالے کو دے گا۔“

”وہ تمہارے حالات سے فائدہ اٹھا کر تمہیں اٹوٹا رہا ہے۔ یقیناً تمہاری ٹیلی بیٹھی سے فائدہ اٹھا رہا ہوگا۔“

”مجھے جی بی چاہیے۔ اس کے لیے تمہیں بھی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے فائدہ پہنچانا چاہیے۔ مگر تمہارا تو پاسی ٹیلی بیٹھی کا شیشہ کھلتا ہے۔“

”کیا مجھے بتاؤ گی کہ پورس تم سے کیسے فائدہ اٹھا رہا ہے؟“

”اس کی باتیں اسی تک رہنے دو۔ تم یہ بتاؤ آج کل کہاں ہو؟“

”یہ تم اتنی دیر سے اندھیرے میں کیوں ہو؟ اور تمہارے آس پاس بڑی دیر سے خاموشی کیوں ہے؟“

”تم نے اتنی عمر گزار دی اور یہ نہیں سمجھ پاری ہو کہ میں کہاں ہوں۔ کیا یہ نہیں جانتیں کہ مرد شادی کے بعد کہاں جاتا اور رہتا ہے؟“

”شادی کے بعد مرد اپنی عورت کے ساتھ جی مومن منانے سونو ریلینڈ جاتا ہے۔“

”ارے یہ کسی مرد سے پوچھو۔ وہ شادی کرنے کے بعد قبر میں جاتا ہے۔ اسی لیے میرے چاروں طرف اندھیرا اور خاموشی ہے۔“

”تم کسی بات کا سیدھا جواب بھی نہیں دیتے ہو۔“

”سیدھا جواب اس لیے نہیں دیتا کہ مجھے سوال کرنے والوں کی نیت معلوم ہو جاتی ہے۔ تم میرے داغ میں رہ کر آس پاس کی آوازیں سن کر اور میرے ذریعے کچھ دیکھ کر معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کس ملک اور کس شہر میں ہوں۔“

”بہت زیادہ مشکل مند نہ ہو۔ میں یہ معلوم کر کے کیا کروں گی کہ تم کہاں ہو؟ کیا تمہارے پاس آکر اپنی بیٹی بچیں لوں گی؟“

”تم جی بی کو مجھ سے پھینک دے۔ تمہیں بلکہ جی بی کو پورس سے حاصل کرنے کے لیے اسے میرا پتا ٹھکانا جانا چاہیے ہو۔ اسی لیے اتنی دیر سے میرے داغ نہ کر رہا انتظار کر رہی ہو کہ میرے داغ میں سے اندھرا چھٹ جائے اور میرے آس پاس کوئی بات کرے تو تم اس بات کرنے والے کے داغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکو۔“

”میں اپنی بیٹی کے لیے ایک ماں بن کر فدا کرنے آئی ہوں اور تم مجھے پورس کی جاسوس سمجھ رہے ہو؟“

”تم جاسوس بن رہی ہو یا نہیں، یہ حقیقت سامنے آ جائے گی۔ جاؤ اور پورس سے جا کر میری دو باتیں کہ دو۔ میں اس پر ہند ہوں۔ اس لیے اسے اتنے عرصے سے نہیں چھیڑا۔ اب اسے بھی ہوری ہے تو اس سے کہہ دو کہ میں اسی ملک اور اسی شہر میں ہوں جہاں وہ ابھی موجود ہے اور دوسری بات یہ کہ اس نے موتا کو جہاں بھی چھپا رکھا ہے میں اسے چوہیں کھنے کے اندر لے جا کر یہ ثابت کروں گا کہ تم گم شدہ بیٹی کو ماں اپنی مکاری سے نہیں باپ اپنی جواں مرنی سے حاصل کر لیتا ہے۔ اب جاؤ۔ دغ ہو جاؤ۔“

پارس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے داغ سے نکل کر فورا پورس کے پاس آئی۔ اسے پارس کا چہیتی سنایا پھر تڑپ کر بولہ۔ ”پارس! مجھی نہ رکھو والا طوفان ہے۔ وہ میری بیٹی کو چوہیں کھنے کے اندر وہاں سے لے جائے گا جہاں تم نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔“

پورس نے مسکرا کر کہا ”خبروں میں موسم کا حال خانے والے طوفان کے آنے کی خبر دیتے ہیں لیکن طوفان اکثر آٹھ سال قبل کر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔“

”جب تک جی بی نہیں ملے گی، میری پریشانی دور نہیں ہوگی۔“

یہ کہتے آ رہے ہو کہ تم نے میری موت کو تمہیں شکرے کا پر ایک خند اڑے میں چھپا رکھا ہے۔ پارس کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ موتا کہاں ہے؟ پھر پارس کہتا ہے کہ جس ملک اور شہر میں تم ہو وہ بھی وہیں ہے۔ کیا وہ چوہیں کھنے میں ہندوستان پہنچ جائے گا جبکہ تمہارے بیان کے مطابق دو دونوں کے بعد وہاں طیارہ آنے والا ہے۔ اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ ممبئی میں ہے اور اس طرح تم بھی ممبئی میں ہو۔ کچھ میں نہیں آتا کیلکچ ہے اور کیا جھوٹ ہے؟“

”الپا! تم خواہ مخواہ پریشان ہوری ہو اور بار بار میرے پاس آکر مجھے بھی پریشان کر رہی ہو۔ پلیز مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو تو میں دنوں تک انتظار کروں کہ تمہاری مرضی سے اپنی احوال جاؤ۔ بعد میں آنا۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ جھجھکا۔ ”پارس اور پورس دونوں نے اسے اپنے داغ سے نکال دیا تھا۔“

ادھر پورس کو فکر ہوئی تھی کہ پارس بھی ممبئی میں ہے اور جاتا ہے کہ پورس بھی اسی شہر میں ہے۔ اس کا داغ جی بی کے چکر پہ رہا تھا کہ وہ کیسے جاتا ہے؟ کیا اس کی خفیہ رہائش کا بھی اسے علم ہے؟

”نہیں، وہ نہیں جانتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ مکار ہے۔“

سے جھوٹ بول کر مجھے اندیشوں میں جلا کر رہا ہے۔ میں اس کے مکارانہ چالوں کو ابھی طرح سمجھتا ہوں۔ اسے میرا معلوم ہوا ہے کہ وہ ضرور مجھے نقصان پہنچانے آتا یا کم از کم میری ہائوس کا نقصان۔ میرا اسے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مکاری سے الپا دھوکا کھا سکتی ہے۔

میں اس کے فریب میں آکر دماغی پریشانی میں جھلا نہیں رہوں گا۔“

وہ تھوڑی دیر تک سوچنے لگا پھر اچانک ہنسنے لگا۔ ”نامو (نیلان) نے پوچھا، ”مجھی پریشان تھی۔ ابھی بس رہے ہو؟“

وہ بولا ”پارس نے الپا سے کہا ہے کہ وہ چوہیں کھنے کے اندر اپنی بیٹی موتا کو میرے خفیہ اڈے سے لے جائے گا۔ موتا تو میرے پاس ہے ہی نہیں۔ میں آئندہ الپا سے کہہ سکوں گا کہ پارس، میرے غمخانی کرنے والے آدمیوں کو قتل کر کے موتا کو لے گیا ہے۔ اس طرح میرا یہ جھوٹ جی بی بدل جائے گا۔ الپا کا اعتماد مجھ پر قائم رہے گا اور وہ پارس کو گالیاں دیتی رہے گی۔“

وہ پھر ہنسنے لگا۔ نیلان بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔

یہ درست تھا کہ پورس کی طرح پارس بھی جانی کے ساتھ ممبئی میں تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ پورس بھی اسی شہر میں ہے۔ اس نے اپنی بیٹی موتا کو چوہیں کھنے کے اندر لے جانے کا دعویٰ اس لیے کیا تھا کہ موتا کس قسم نہیں ہوئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ اس طرح پارس اپنے خیال کے مطابق الپا کو یہ سمجھاتا جاتا تھا کہ موتا اب پورس کے پاس نہیں رہی۔ لہذا وہ اپنی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے بھی اس کے کام نہیں آئے گی۔

پارس اور پورس دونوں کے درمیان پھر چال بازی شروع ہو گئی تھی اور اتفاق سے دونوں ایک ہی شہر میں رہ کر ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ جانی نے پارس سے پوچھا ”الپا سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف کہہ دیجئے کہ موتا تمہارے پاس ہے۔“

”میں نے پورس کے جھوٹ کا بھرم رکھا ہے تاکہ جھوٹ مانا ظاہر ہو تو الپا پھر بھی اس پر احماد نہ کرے۔ ابھی کہہ دیتا کہ موتا تمہارے پاس ہے تو الپا یقین نہ کرتی، اسی لیے ذرا مانی انداز اختیار کیا ہے۔ اب الپا چوہیں کھنوں تک پورس کے پیچھے پڑی رہے گی۔“

”خدا خیر کرے۔ اتنے عرصے کے بعد دو مکاؤں کے درمیان پھر ملنے جی ہے۔ تمہاری چال کچھ بھی نہیں آ رہی ہے۔ پورس کسی دوسرے ملک میں ہو گا تو بڑی رازداری سے یہاں آئے گا۔ ایک تو اس نے الپا سے جھوٹ کہا ہے۔ موتا کو اس کے حوالے کرنے اور الپا سے کہنے یہاں آئے گا کہ پارس اپنی بیٹی موتا کو چرا کر لے گیا ہے۔ پھر تمہاری وجہ سے اس کی ٹیلی بیٹھی ختم ہو گئی ہے۔ وہ تم سے انتقام لینے کے تمام حربے استعمال کرے گا۔“

”دوسری طرف پورس پریشانی سے مفلتے ہوئے پارس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ اسی شہر میں کہاں ہو گا؟ کوئی بڑے سے پتہ نہ ہوتا تو اس کی طرف سے فکر نہ ہوتی۔ پورس اسے پتہ کیوں نہ تھا؟ لیکن پارس موت کی طرح تھا۔ یقین سے کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ موت اچانک ہی کب مرے آجاتی ہے۔“

نیلان نے کہا ”تم بھی پارس کے لیے موت سے کم نہیں ہو۔“

نیلان صرف یہ کہہ کر اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔ میرا بس

چلے تو میں پورے شہر میں گھوم کر اسے ڈھونڈ نکالوں پھر تمہاری تمام پریشانیوں ختم ہو جائیں گی۔“

”تم فکر نہ کرو۔ پریشانی مجھے کمزور نہیں بناتی ہیں بلکہ اور زیادہ محاذ اور ہوشیار رہنے کا عادی بناتی ہیں۔ اب رات بہت ہو چکی ہے۔ جاؤ اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔“

”کیا آج میرے کمرے میں نہیں آؤ گے؟“

”نہیں۔ جب کوئی بڑا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو میں اپنے داغ کو ہدایات دے کر سکون سے سو جاتا ہوں پھر صبح ہونے سے پہلے چار بجے بیدار ہو کر پلاننگ کرتا ہوں۔ ایسے وقت ذہن بہت کام کرتا ہے۔“

وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ نیلان اپنے کمرے میں آکر پورس کی محبت میں سوچنے لگی۔ وہ اسے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔ اس کے لیے سوچنے لگی تھی کہ کس طرح اس کے کام آئے اور اس کے دشمنوں کو نیت واپس کر دے۔

وہ یہی سوچتے سوچتے سوچنے سوچنے گئی۔ گہری نیند کے دوران میں بھی پورس کا مسئلہ اس کے ذہن پر حاوی تھا۔ اس نے خواب میں اپنے پورس کے دشمن پارس کو دیکھا۔ پورس اسے پتا چلا تھا کہ پارس اس کا ہم شکل ہے اور اسی کے لب و لہجے میں بولتا ہے۔

اب پورس کی بات اس کے خواب میں الجھ رہی تھی۔ پہلے تو وہ مشکل میں رہی کہ کون پورس ہے اور کون پارس؟ وہ دونوں میں سے کس کے داغ میں پہنچی ہوئی ہے؟

پھر خیالات بدلتے بدلتے پتا چلا کہ وہ نیلان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا ہے اور پوچھ رہا ہے ”تم کون ہو؟“

وہ بولی ”میں تمہاری موت ہوں۔ جو میرے پورس کا دشمن ہو گا، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

پارس کی سوچ نے کہا ”میں ویسے بھی حسین لڑکیوں کو دیکھ کر زندہ نہیں رہتا۔ ان پر مر جاتا ہوں۔ تم مجھے مار سکتی ہو مگر یہ تو بتاؤ تم کون ہو اور پورس تمہارا کیا لگتا ہے؟“

”پورس میری جان ہے، میری زندگی اور میری دنیا ہے۔ تم سے پہلے میں نے دشمنوں کو اپنے ذہر سے مار ڈالا ہے۔“

”اچھا تو میری ذہر لی ہوئی ہو، جو پورس کے ساتھ رہتی ہے۔ یہ میرے لیے نئی اور جرات کی بات ہے کہ تم ٹیلی بیٹھی جاتی ہو۔“

”تمہیں میرے بارے میں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی فکر کٹنی چاہیے۔ میں موت بن کر آ رہی ہوں۔“

”میری تلاش میں کہاں بھٹکی۔ میں تمہارے پاس آ جاتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو؟ تمہاری خیال خوانی میں بھی زہر مبرا ہوا ہے۔ میرا داغ حمزہ وہ ہوا ہے۔ تمہارے پاس آنے کو دل بھی جا رہا ہے۔ جلدی بتاؤ، کہاں ہو؟“

”میں ہانڈہ مل کے بنگلا نمبر تین سو تین سے باہر آ رہی ہوں۔ باہر گاڑوں میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

نہاں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے کمرے سے نکل کر بیچلے سے باہر آئی ہے اور چند قدم چلنے کے بعد گاڑن کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی ہے۔ اس کے بعد دوبارہ پارس کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ پارس کا ڈرائیو کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک حینہ بھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا "یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میری گھر والی ہے۔ اس کا نام غانی ہے۔ جس طرح تم پورس کے ساتھ جینا مچا جاتی ہو، اسی طرح غانی میرے ساتھ مرنے آئی ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں جاؤں گی۔"

پارس نے کہا "غانی! اچھ بولو۔ ہماری موت تمہارے دماغ میں بھی آتا جاتی ہے۔"

غانی نے کہا "ہیلو مس زہریلی موت! کیا مجھ سے بھی دشمنی ہے؟"

نہاں اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی "تم پارس کی بیوی ہو۔ میں تمہیں تو کیا اس کے پورے خاندان کو زندہ میں چھوڑوں گی۔ یہاں آؤ۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ موت کیسے آتی ہے؟"

"تمہارا محبوب پورس کہاں ہے؟"

"تم میرے پورس کے بارے میں پوچھنے والی کون ہوتی ہو؟ تمہارے پارس نے اس کا کھون بڑا کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے آج وہ میرے بستر پر نہیں آیا۔ وہ مجھ جیسی زہریلی کی زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی۔ یہ آئیکون نہیں ہے۔ کب تک کار چلا رہا ہے گا۔"

غانی نے کہا "موت آنے میں دیر نہیں کرتی مگر انسان موت کے پاس پہنچنے میں دیر کرتا ہے۔ یہ لوہ پارس گیا۔"

نہاں نے دیکھا "ایک کار بیچلے کے احاطے کے باہر آکر رک گئی تھی۔ اس میں سے غانی اور پارس نکل کر احاطے کا کٹ کھول کر گاڑن میں اس کی طرف آ رہے تھے۔ نہاں کرسی سے اٹھ کر بولی "میں جانتی تو تم دونوں کے دماغوں میں ڈرلے پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن تاہن کوڑے میں سزا آتا ہے۔"

غانی نے کہا "میں بھی جانتی تو تمہارے دماغ میں پہنچ سکتی تھی لیکن دشمن کو اپنے حربے سے خبر نہ رکھنا دانش مندی ہے۔ اب یہ حیرت آزا کہ تمہارے خیالات چڑھ کر معلوم کرنا جانتی ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

غانی نے خیال غانی کی پرواز کی۔ نہاں کے دماغ میں پہنچی تو اس نے عارت کے مطابق سانس روک لیا۔ سانس روکتے ہی خواب ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر نہیں تھی۔ بیچلے کے گاڑن میں کھڑی تھی اور جنہیں خواب میں دیکھ رہی تھی وہ دونوں اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

غانی نے چاکلی سی گھوم کر ایک ٹک اس کے منہ پر ماری۔ وہ لاٹ کھا کر لڑکھائی۔ اس کی چوٹ تھلے سے پہلے ہی پارس نے پیچھے سے اس کی گردن پکڑ لی۔ غانی نے جیب سے شپ نکال کر اس کے منہ پر چپا دیا۔ وہ پورے انتقام کے ساتھ آئے تھے۔ پارس نے

اس کے دونوں ہاتھوں کو رسیوں سے باندھا۔ غانی نے چاقو سے اس کے بازو میں ایک خراش ڈال کر زخمی کیا تاکہ وہ خیال غانی کے وقت سانس نہ روک سکے۔

پھر پارس اسے کاندھے پر لاد کر احاطے کے باہر آیا اور اسے کار کی بیچلی سیٹ پر پیچک دیا۔ نہ وہ جھجکتی تھی۔ نہ خیال غانی کر سکتی تھی۔ غانی اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرسکتے تھے۔ وہ دونوں اس زہریلی کو قید کی بنا کر لے جا رہے تھے۔

پورس اپنے دماغ کو ہدایت دینے کے بعد گریڈ سوبہ تھا۔ نہاں نے خوابیدہ حالت میں پارس کو شہت سے یاد کر کے خیال غانی کی تھی اس لیے پارس کے دماغ میں پہنچی تھی۔ پارس اور پورس کی آواز اور سبے میں جو غیر محسوس سافرن ہو گا وہی فرق نہاں کی سوچ کی لہروں کو پارس کے دماغ میں لے گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہو تا تو وہ پورس کے دماغ میں پہنچتی اور وہ گریڈ سے چونک کر اٹھ جاتا۔

اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ مچ چاہیے آٹھ کل جائے۔ اس کے مطابق وہ چار بجے بیدار ہو گیا۔ بستر سے اٹھ کر ہاتھ دھو کر دھو کر سوچا کہ ابھی مچ نہیں ہوئی ہے۔ باہر کھلی فضا میں جا کر موجودہ حالات پر غور کرے گا اور آٹھ کے لیے منصوبے طے کرے گا۔

وہ باہر جانے کے لیے بیوی دواڑے کی طرف آیا تو اسے کھلا دیکھ کر ٹھک گیا۔ اس نے رات کو سونے سے پہلے اسے اندر سے بند کیا تھا۔ اس نے سوچا "کیا ناصرو بھی اتنی مچ بیدار ہو گئی ہے؟ دی دواڑہ کھول کر باہر گئی ہوگی۔"

پہلے اس نے نہاں کے کمرے میں آکر دیکھا۔ کرا خالی تھا۔ اس نے آواز دی "ناصرہ! کیا تم ہاتھ دھو میں ہو؟"

اس نے ہاتھ دھو کر دواڑہ کھول کر دیکھا پھر بیچلے کے باہر آکر اسے آواز دیں۔ بیچلے کے چاروں طرف گھوم کر اسے تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے کوئی اس کی تمام پوچھ کر چکر لے گیا ہے پھر وہ خود کو تسلیاں بھی دے رہا تھا کہ اس کی زہریلی محبوبہ نیند کی حالت میں چلتی ہوئی بیچلے کے احاطے کے باہر چلی گئی ہے۔ احاطے کا کٹ بھی کھلا ہوا تھا۔

وہ فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرنا ہوا۔ اس کی اسٹیرٹ میں گیا۔ پورے باندھ ہل کی ایک ایک کھلی اور راتے دیکھا۔ وہ نظر نہیں آئی۔ اس نے اسٹیرٹنگ پر گھومنا مارتے ہوئے کہا "آہ! کہاں میری بیوی چلی گئی ہے؟ بھگوان! اتھوڑی دے گے لیے میری خیال غانی کی صلاحیت لوٹ آئے اور میں اپنی ناصرو کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لوں کہ وہ کہاں ہے؟"

بھگوان سے برا رشتہ کرنے سے ٹپل جیسی کا علم واپس نہیں آسکتا تھا۔ دل نے کہا۔ شاید وہ نیند سے چونک کر بیچلے میں واپس آگئی ہے۔ وہ واقعی اس کے لیے ایک سراہ تھی۔ اسے یقین تھا کہ زہریلی محبوبہ کی خیال غانی کی صلاحیتیں خواب کی حالت میں تمام بلکہ عالم بیداری میں واپس آجائیں گی پھر وہ اس کے ذریعے تمام

نہاں پر بہت حاصل کر لے گا۔

وہ بیچلے میں واپس آیا اور پارس ہو گیا۔ اس کے دماغ میں یہ دال گون رہا تھا کہ وہ نیند میں کیسے جا کر واپسی کا راستہ بھول گئی ہے یا کسی نے اسے اغوا کیا ہے؟

یہ سوچ کر پریشانی ہو رہی تھی کہ اگر اس نے دوسروں کو ہانک کر نیند میں ڈال دیا تو خوف زدہ ہونے والے اسے گولی مار سکتے ہیں یا پھنس والے اسے حراست میں لے سکتے ہیں۔ اس کے گھر سے باہر جانے اور بھٹکنے سے بڑے مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔

غانی اور پارس نے نہاں کو اپنی رہائش گاہ میں لے جا کر ایک مڑ لٹا دیا تھا پھر غانی نے ٹپلی بیچلی کے ذریعے اسے سلا کر تو خوی ل کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن زہر کے اثر نے اس کی بیچلی زندگی بھلا دی۔ نہ اپنی احوال غانی نے اسے اپنی معمول اور تابع دار بنالیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ بیچلے غانی اور پارس سے ایک فہر دور ہے کی اور انہیں زہر سے ہلاک کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لائے۔ پراس کی سوچ کی لہروں کو کبھی دماغ میں نہیں آنے لے گی۔ اگر حالات موافق رہے تو ہر دوسرے تیسرے دن اس پر زہری مچ کر اس کی یادداشت واپس لائی جائے گی۔

ابھی چند اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کر کے اسے تو خوی پڑھنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ غانی نے اس کے دماغ سے یہ تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں کہ وہ اب تک پورس کے ساتھ کبھی ہنسی نہ کرتی رہی ہے۔ اس کا موجودہ فون نمبر بھی معلوم کر لیا۔

پھر غانی نے ریسور ہاتھ کر پورس کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر اس کی آواز سنائی دی۔ غانی نے نہاں کی آواز اور لہجے کو "پارس! میں بول رہی ہوں۔"

اس نے جلدی سے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں تو بین ہوں جہاں تم چھوڑ کر گئے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد میں تم سے فون پر رابطہ کروں۔"

"کیا کر رہی ہو؟ میں نے کب ایسا کیا ہے؟ پھر میں اپنا بیگلا بھڑک کر تمہیں کسی دوسری جگہ کیوں چھوڑ کر آؤں گا؟"

"پورس! انہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے مجھے اس مکان میں لے کر آئے۔ اس کے تمام کمرے کھلیں اور دواڑے باہر بند نہیں تھے۔ تم نے جاتے وقت باہر والے دواڑے پر بھی تالا لگا دیا۔ تم کہہ رہے تھے کہ میری جان کو خطرہ ہے اس لیے ایسا کر لیا ہے۔"

وہ لا "او گاؤ! اب میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ پارس تمہارے باؤں کی حرکتیں کر رہا ہے اور تم سمجھ رہی ہو کہ وہ میں ہوں۔ کیا اس میں کوئی شک ہے؟ میں نے ابھی طرح تفصیل سے پارس کے احوال میں تمہیں بتایا تھا۔"

"اب مجھے یاد ہے مگر میں کیسے سمجھ سکتی تھی کہ وہ تم تھا یا

پارس تھا۔ وہ تو بالکل تمہاری طرح تھا اور تمہاری طرح بولتا تھا۔"

"کسی طرح معلوم کرو۔ تمہیں کہاں قید کیا گیا ہے؟ میں فوراً تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا۔"

"تم نے آؤ گے تو کیسے یقین کروں گی کہ تم پورس ہو۔ پارس پھر پورس بن کر کہاں سے دوسری جگہ لے جاسکتا ہے۔"

"میں اپنی نشانی بتا رہا ہوں۔ بلکہ پینٹ اور پلو شرنٹ میں رہوں گا اور تمہیں جان من کہوں گا۔"

"کیوں اپنی نشانی بتا رہے ہو۔ دوسرے کمرے میں ایک سی کنکشن کا فون ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی سن رہا ہو۔"

"کیا معیت ہے۔ دواڑے اور کمرے کو دیکھنا اور شور مچانا شروع کرو۔ آس پاس کے لوگ تمہاری مدد کے لیے آئیں گے۔"

"تم بھول کر دو۔ میں ابھی دواڑے کو دیکھنا شروع کرتی ہوں۔"

غانی نے ریسور ایک طرف رکھ دیا پھر چند سیکنڈ کے بعد ایک زور کی چیخ ماری۔ اس کے بعد ریسور اٹھا کر کرا رہے ہوئے بولی۔

"ہائے میں مری۔ دواڑے کو کھینچنے کی کمر سے ہاتھ نکالے ہی زور کا بجلی کا جھٹکا لگا۔ میری تو پیچھے جان ہی نکل گئی۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی تو حراست کی۔ میرے پیچھے پر بھی باہر سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"میں خود سوچ رہا ہوں کہ میں کیا کروں؟ ناصرو! تم میری جان ہو۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ اگر پارس آئے تو اس سے کو مجھ سے بات کرے۔ مودہ تو محروم سے مقابلہ کرے۔ عورت کو اغوا نہ کرے۔"

"مگر پورس! تم نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار تم بھی پارس کی محبوبہ بنی ڈونا کو اس سے چھین کر لے گئے تھے۔ کسی کی عورت کو چھین کر لے جانے کی ہمت تم نے کی تھی۔ اب میں پارس کو کیا طعنے دوں؟"

"ہاں میں مانتا ہوں۔ دشمنی میں ایسا ہوتا ہے۔"

"مردود کی دشمنی میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ عورتوں کی خرابی ہوتی ہے۔ اگر پارس رات کو پورس بن کر آئے گا تو میرا رنگ روپ اور حسن و شباب جو تمہارے لیے ہے اس کا کیا بازو کرے گا اور میں بھی سمجھ رہوں گی کہ تمہاری امانت ہوں، خود کو تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔"

"کیا باتیں نہ کرے۔ مجھے فخر آ رہا ہے۔ ایک بار پارس سامنے آجائے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم اسے مارنے کی نہیں، میری عزت بچانے کی بات کرو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر قہقام کر سوچنے لگا۔ ریسور چہرے کے سامنے ہذا ہوا تھا۔ وہ بڑبڑایا "پارس! آج تیرا ہے، کل میرا ہو گا۔ بھگوان کی سونگہ، تیرا پورا خاندان دیکھے گا کہ جو کا توڑ کیسے ہوتا ہے۔"

پڑیں گے۔“

دوسری طرف سے پورس نے سرد لہجے میں کہا ”پارس! ہمارا

”میری ناصرو کو صرف میرے لیے رہنے دو۔“ اس نے کہا۔
”اتھ نہ لگاؤ۔“

ان کے ماتحت چھپ کر گھرائی کر رہے ہیں یا نہیں؟

بسمانی نقصان تو ہمیں پہنچایا البتہ یہاں تو احوال رہے اسے
مدیشوں اور ذہنی پریشانیوں میں جلا کر دیا۔

ایک کچے مکان کا کمرال گیا تھا۔ اس نے مکان والے کو ایک ہزار روپے دیے تھے جو اس غریب کے لیے بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے اسے کھانا پکھا دیا اور سونے کے لیے ایک چارپائی بھی دی۔ اس کے دماغ میں ایک قسم کی جھنجھکی ہوئی تھی۔ وہ چارپائی پر لیٹ کر سوچ رہا تھا کہ پارس کو اس کے باندھ ل والے بچکے کا پتا کیسے معلوم ہوگا؟ جبکہ وہ ناصرہ کے ساتھ ہی رازداری سے وہاں رہتا تھا۔ کبھی باہر نکلنے وقت ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے پر تبدیلیاں کرتا تھا۔ اس طرح پارس بھی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ بچکے میں آکر وہ پھر اپنی اصلی شکل صورت میں رہنے لگتا تھا۔

کیا پارس یا اس کے کسی تحت نے اسے اتفاق سے اس بچکے میں دیکھا ہوگا؟ شاید ایسی ہی کوئی غلطی اس سے ہوئی ہوگی جس سے اب پارس فائدہ اٹھا رہا تھا۔

شام ہی سے ایک اور فکر لاحق ہو گئی تھی۔ پارس نے کہا تھا کہ وہ اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینے کے لیے نیلاں کو شام تک اس کے بچکے میں پہنچا دے گا۔ پارس دشمن ہونے کے باوجود یہ دل سے مانتا تھا کہ پارس زبان کا دشمن ہے۔ اس نے اپنے کسی ماتحت کے ذریعے نیلاں کو باندھ ل کے بچکے میں ضرور پہنچایا ہوگا۔ کیا ناصرہ (نیلاں) اس بچکے میں پہنچ کر رہا ہوگی؟ اور اپنے پارس کا انتظار کر رہی ہوگی؟

یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ وہ بچکے میں تھا ہوگی۔ وہ کبھی کبھی نیند میں چلنے لگتی ہے۔ اگر آج رات وہ نیند میں بچکے سے باہر آئی اور کسی دوسرے کے ہاتھ لگ گئی تو کیا ہوگا؟

ایسا سوچتے وقت خیال آیا کہ پچھلے صبح بھی بچکے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ ضرور نیند میں چلتی ہوئی باہر جا کر پارس کے بستے چڑھ گئی ہوگی تب سے حالات اس کے مخالف ہوتے چارے تھے اور وہ اتر کنڈیشن بچکے سے فرار ہو کر ایک گاؤں کے کچے مکان میں رات گزار رہا تھا اور ناصرہ کی فکر میں جلتا تھا کہ پتا نہیں وہ کس حال میں ہوگی؟

وہ موبائل فون کے ذریعے الپا سے رابطہ کر کے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ ناصرہ کے دماغ میں جا کر اس کے حالات معلوم کرے لیکن اس طرح الپا کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اور ناصرہ ہندوستان میں ہیں۔ جبکہ اس کے خیال میں وہ دونوں کے بعد انڈیا پہنچتا۔ اس کا جھوٹا ظاہر ہو جاتا تو الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے کام نہیں آتی اور کبھی کبھار پتلے مونا کو اس کے حوالے کیا جائے پھر وہ اس کے اور ناصرہ کے کام آئے گی۔

الپا سے مدد حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔ اب ایک مہاراج رہ گیا تھا جس سے وہ مدد مانگ سکتا تھا۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔ مہاراج کے ایک ماتحت نے پوچھا "آپ کون ہیں؟" ضروری پیغام ہو تو مجھے نوٹ کر لیں۔ وہ آج کل پوری شرمیں ہیں۔ مجھے ان کا موبائل نمبر معلوم نہیں ہے۔"

وہ بولا "مہاراج کا فون آئے تو ان سے موبائل کا نمبر پوچھ کر نوٹ کر لیتا۔ ان سے کہنا پارس ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ اب سے پہلے اس نے پارس کو کئی بار شکست دی تھی اور خود بھی اس سے شکست کھائی تھی۔ ایسے وقت وہ پریشان نہیں ہوتا تھا۔ مسکرا کر سوچتا تھا۔ جنگ میں ہاریت ہوتی رہتی ہے۔ آئندہ وہ اپنی ہار کو جیت میں بدل سکتا ہے لیکن اس بار وہ خاص پریشان ہو گیا تھا۔

پریشانی کی وجوہات یہ تھیں کہ اب اس کے پاس ٹیلی فنی علم نہیں رہا تھا اور جس نیلاں سے یہ امید بندھی ہوئی تھی کہ آئندہ اس کی ٹیلی فنی سے فائدہ اٹھائے گا وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ پہلے بہت کچھ کہہ کر بھی پارس میں ہوتا تھا۔ جتنا نقصان ہوتا تھا، آئندہ اس سے زیادہ بہت کچھ حاصل کر لیتا تھا اور دشمن کو کسب وازیت میں جلتا کر دیتا تھا۔

اب ایک نئی بات اس کی سمجھ میں آئی۔ وہ حیران کن بات یہ تھی کہ وہ نیلاں کے زہر کا عادی ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی لہون 'پرس' ہیروئن اور شراب وغیرہ کا رقتہ رقتہ عادی ہو جاتا ہے اور جب اسے چھوڑنا چاہتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ نشہ اس پر غالب آچکا ہے۔ اگر اس نے عادت کے مطابق نشہ نہ کیا تو ناقابل بیان کرب میں مبتلا ہو جائے گا۔ پارس بھی نیلاں کے دور ہونے کے بعد محسوس کر رہا تھا کہ وہ کچھ اب نارمل ہو گیا ہے۔ اسے پارس سے شکست کھانے کا قطعی افسوس نہیں تھا۔ وہ ہار کو جیت میں بدلنے کی صلاحیتی رکھتا تھا لیکن نیلاں سے محروم ہو کر وہ نشہ کرنے والوں کی طرح بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس حینہ کے منہ پر پیپ چپکانے کے باوجود جسمانی تعلقات کے دوران میں زہریلی جو خوراک اسے حاصل ہوتی تھی وہ رنگین اور زہریلی لمحات اس کی زندگی میں بھر کبھی آئیں گے یا نہیں؟ یہی سوال اسے پریشان کر رہا تھا اور اس سوال کا جواب یہی تھا کہ وہ پھر میٹھی جائے اور کسی طرح اس زہریلی حینہ کو حاصل کرے پارس سے بہت دور چلا جائے۔

اب پارس سے انتقام لینے کی اہمیت ثانوی ہو گئی تھی۔ اس کی پہلی اور آخری ضرورت نیلاں بن گئی تھی۔

اس نے موبائل آن کر کے باندھ ل کے بچکے کا فون نمبر لایا۔ فوراً ہی رابطہ ہو گیا اور نیلاں کی آواز سنائی دی "ہیلو پارس یہ تم ہو؟"

"ہاں میں پارس بول رہا ہوں۔ تم بچکے میں کس وقت آئی تھیں؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ تم نے شام کو پانچ بجے اپنے ایک ماتحت کے ساتھ مجھے یہاں بھیجا تھا اور کہا کہ تم اس کی ضروری کام سے نمٹ کر جلدی آؤ گے اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں یہاں کب آئی ہوں؟ اس کا مطلب ہے تم میرے پارس نہیں ہو۔ دیکھو مجھے بار بار پارس بن کر دھوکا دے دو۔ مر دو تو سامنے آؤ۔ میں ہاں بن

رہیں ڈس لوں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پارس نے پریشان ہو کر اپنے فون کو پھر پارس نے بھی فون کو آف کر دیا۔ قہوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ پارس نے اس زہریلی کو اغوا کر کے اور اپنے دشمن کو زندہ چھوڑ کر اپنی زبردست چال چل ہے۔ اس کی زہریلی محبوبہ اسے واپس مل رہی ہے لیکن وہ اسے حاصل کرنے کے لیے اس بچکے میں نہیں جائے گا۔ پارس نادان نہیں ہے۔ وہ اسے مزید چھوڑ کر کسی نئے مذہب میں مبتلا کرنے کا منصوبہ بن چکا ہو گا۔

اس نے دوسری بار نیلاں سے رابطہ کیا پھر کہا "ناصرہ! میری باتنا میں نے شام پانچ بجے تمہیں بچکے میں بھیجے وقت وعدہ کیا تھا کہ جلدی تمہارے پاس آؤں گا۔ لیکن وہ دشمن پارس میری ناک میں پھر وہ معلوم کر رہا ہو گا کہ میں تمہارے پاس بچکے میں آچکا ہوں یا نہیں؟ میرے دماغ میں پختہ یہ ہے کہ اپنے مسلح ماتحتوں کے ساتھ مجھ پر نئے لے گا۔ کیا اس بد معاش نے تمہیں فون کیا تھا؟"

نیلاں نے کہا "ہاں قہوڑی دیر پہلے وہ بد معاش پھر پارس بن کر مجھے دھوکا دیتا چاہتا تھا۔ شاید وہ باتیں ہی باتیں میں معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ تم میرے پاس ہو یا نہیں؟ لیکن میں نے اسے یاد دہانی کرنے کا موقع نہیں دیا۔ فون بند کر دیا۔"

"تم نے اچھا کیا۔ آدھی رات ہونے والی ہے۔ میں اس کی وجہ سے تمہارے پاس نہیں آ رہا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ ہاں آئے میں نا کام رہوں، تب بھی تم میرے پاس نہ ہونا۔ میں آج کل ٹیڈا کرکٹ کے ٹورک میں پہنچا کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم خطرات مول لے کر میرے پاس آؤ۔ جب تک تم پارس کا کام تمام نہیں کر دے، تمہاری بچکے میں رہ کر تمہارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"میری جان! تم تب سمجھ دار ہو۔ بس تم جوصلے سے وہاں نہ۔ وہ دشمن سے نکلنے جا رہا ہوں۔"

پارس نے موبائل بند کر دیا۔ وہ چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر کھانا کھا کر آدھی رات ہو چکی تھی۔ وہ اپنے دماغ کو دایا ت دے کر کھانا سے بچ کر سو سکتا تھا۔ اب نیلاں نے یہ کہہ کر اس کی پریشانی دور کر دی تھی کہ وہ اس کی فکر نہ کرے۔ اس کی رائے تھی کہ وہ اس کا انتظار کرے گی۔ خواہ وہ اپنی ہی کتنی ہی دن سنا جائے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ نیلاں اسی پر مرنے ہے اور کتنی ماس تک اسی سے وفا کرتی رہے گی۔

"چاہتی ہے؟ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ سونے کے وقت سوتا ہی ہے۔ وہ فون پانچ بجے بیدار ہو کر فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟" ایسے ہی وقت اسے پرائی سوچ کی لہریں سنائی دینا لگی۔ مہاراج کی آواز آئی "پارس! میں ہوں۔ میرے ماتحت نے تمہارا پتا لیا تھا۔ تمہیں مجھے یاد کیا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

خیریت نہیں ہے بڑے وقت میں دوستوں کی یاد دیکھا جاتا

ہے۔ پارس نے پھر مجھ سے چھین چھاڑ شروع کر دی ہے۔ اس نے میری زہریلی محبوبہ کو اغوا کیا ہے۔ مجھے اور میری زہریلی ناصرہ کو ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں ہم دونوں پھرنے لگے ہیں لیکن وہاں پارس خطرہ بن کر منڈلا رہا ہے گا۔"

وہ اپنی روداد اور تفصیل سے سنانے لگا۔ مہاراج سن رہا تھا مگر دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ آخری سانس تک میرا وفادار رہے گا۔ اس لیے میرے بیٹے پارس کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ پارس نے مختصر حالات بتا کر کہا "پارس نے اسے میرے بچکے میں واپس بھیج دیا ہے۔ وہ وہاں اکیلی ہے۔ میرا انتظار کر رہی ہے لیکن میں جانتا ہوں۔ وہاں جاؤں گا تو پارس کی نظروں میں آ جاؤں گا پھر وہ کسی وقت بھی چھپ کر مجھ پر جان لیوا حملہ کر سکتا ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم اس کے دماغ میں جا کر خاموش رہ کر اور ذرا انتظار کرتے کرتے یہ معلوم کر سکتے ہو کہ پارس کے باپ نے ناصرہ پر بخوبی عمل کیا ہے یا نہیں؟ اور کیا فریاد اس کے دماغ میں آ کر کچھ بولتا ہے یا نہیں؟ تمہارے ذریعے مجھے اس کے بہت سے منصوبوں کا علم ہو سکتا ہے۔"

"میں نے بہت عرصہ پہلے تمہاری محبوبہ کی آواز سنی تھی۔ اب اس کی آواز اور لہو یاد نہیں ہے۔ تم اس کی آواز سناؤ تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"پہلے یہ بتاؤ۔ تم اس کے پاس جا کر اسے اس بچکے سے جانے کو کہو گے تو کیا پارس کے ماتحت رازداری سے اس کا تعاقب نہیں کریں گے؟"

"میں اس پر کالا جادو کروں گا۔ اس کا تعاقب کرنے والے میرے جاہل سے مل کر بھسم ہو جائیں گے پھر تم جہاں کہو گے، میں اسے وہاں پہنچا دوں گا۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم کالا جادو جانتے ہو اور میری محبوبہ کی حمایت میں یا مخالفت میں بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارا حمایتی ہوں۔ تمہاری مخالفت میں تمہاری محبوبہ سے کوئی دشمنی نہیں کروں گا۔"

"مہاراج! تم حسن و شباب کے رسیا ہو اور میری ناصرہ انتہائی حسین اور بے حد پرکشش ہے۔ اسے دیکھتے ہی تمہاری رال ٹپکنے لگے گی۔"

"میں یہ جانتا ہوں کہ وہ زہریلی ہے۔ اس کے قریب جانے سے صرف موت ملے گی۔"

"تم کالے جادو کے ذریعے اس کے زہر کا توڑ کر سکتے ہو۔"

"جب تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو تم نے مجھے مدد کے لیے کیوں بلایا ہے؟"

"میں اس قدر پریشان ہوں کہ اپنے ہی معاملے کے ہر پہلو پر غور کرتا ہوں گیا ہوں۔ پریشانی میں یہ پلہ نہ رہا کہ تم کالا جادو جانتے

ہو اور میری حسین محبوبہ پر نیت خراب کر سکتے ہو۔
”ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔ جب مجھ پر مجبور سا کر سکو تو مجھے
ہدے کے لیے لے جاتا ہوں۔“

ہمارا چور پورس کے داغ سے نکل کر پارس کے داغ میں آیا۔
اسے بتایا ”پورس اپنی محبوبہ کو کسی اندیشے کے بغیر حاصل کرنے کے
لیے میری ٹیلی فنیکی کا سارا لینا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ
اس کی حسین محبوبہ پر میری نیت خراب ہو جائے گی۔“

پارس نے ہنسنے ہوئے کہا ”اس میں شبہ کیا ہے۔ تم واقعی
بد نیت ہو اس لیے وہ تم پر مجبور نہیں کر رہا ہے۔“

”بیٹے پارس! میں تمہارے پایا کا فداوار ہوں۔ تم میری نیت کی
بات نہ کرو۔ اپنے دشمن کی محبوبہ کے داغ میں مجھے پہنچا دو پھر میں
پورس کو ان کا گروں پر لٹنے پر مجبور کروں گا۔“

”ہمارا چور پورس میرا دشمن ہے اس کی زہریلی محبوبہ ہے
انتہا حسین اور پرورش ہے میں اس پر نیت خراب کر سکتا تھا
لیکن ہم مرد ہیں۔ مردوں سے دشمنی کرتے ہیں اور دشمنوں کی بھی
عورتوں کی عزت پر آج نہیں آنے دیتے۔ وہ زہریلی اس کی امانت
تھی۔ میں نے امانت اس کے ہنگامے میں داپس پہنچا دی۔ تم ادھر کا
مرغ نہ کرنا اور نہ ہی اس زہریلی کو ہاتھ لگانے کی جرأت کرنا۔
مردا لگی اور دیر کی بیک ہے کہ دشمنی میں بھی اپنی اعلیٰ خلقی پر رقرار
رکھی جائے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو میرے اور پارس کے
اختلافات سے دور رہو۔ اب جاؤ۔“

اس نے سانس روک لی۔ ہمارا چور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر
ہو گیا۔ اسے پارس کی کھری باتیں سن کر غصہ آتا چاہیے تھا اور
انتقامی کارروائی کے لیے کچھ کرنا چاہیے تھا لیکن وہ واقعی میرا
احسان مند اور فرماں بردار ہو گیا تھا۔ اس نے دل میں تسلیم کیا کہ
یہاں بھی باپ کی طرح اصول پسند ہے۔ لہذا اسے پارس اور پورس
کے معاملات سے دور رہنا چاہیے۔

پورس اپنی زہریلی کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکا
تھا۔ اب باپس ہو رہا تھا۔ عقلی ہی سمجھا رہی تھی کہ پہلے نیند
پوری کر لے پھر صبح نازہ دم ہو کر نیکل کو حاصل کرنے کی تدبیر
کرے گا۔ اسے کچھ گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے باہر کی نازہ
ہوا کے لیے کھڑکی کھولی۔ دور تک رات کی تاریکی بھی مگر بہت دور
اسے روشنی کا ایک بالا نظر آیا۔ وہ کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی
روشنی ہوئی تو کچھ جھپٹی ہوئی دکھائی دی لیکن وہ روشنی ایک
دارے کی صورت میں محدود تھی۔ جیسے بھونکنا یا عیسائی مسیح کی
تصاویر کے پیچھے نور کا بالا دکھایا جاتا ہے۔ ایسی ہی محدود روشنی
تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باہر مکان کا غریب مالک اپنے
بچے کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اٹھ
کر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”کھم مالک! کوئی پیچھے کی جردت

ہے؟“
”نہیں۔ میں اس روشنی کو دیکھ رہا ہوں۔ کیا وہ روشنی کی
زمیندار کی جوتی سے آ رہی ہے؟“

”نہیں مالک! وہ دیوتاؤں کا استھان ہے۔ وہاں بابا کلندر
(قلندر) شاہ اور گردو سادھرن اپنے حیائے اپنے اپنے ترکوں سے
عبادت اور گمان دھیان میں رہتے ہیں۔ ہر ساتویں دن اپنے
گیان دھیان سے باہر آکر جردت مند لوگوں سے ملتے ہیں۔ ان کی
جردت میں پوری کرتے ہیں اور مصیبت میں رہنے والوں کی مصیبتیں
دور کرتے ہیں۔“

پورس اس کی باتیں سن رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے
کہا ”میں بھی مصیبت میں ہوں۔ مجھے ابھی وہاں جانا چاہیے۔“
”مالک! وہ ہر ساتویں دن کسی سے ملتے ہیں اور ابھی پانچ دن
ہونے والے ہیں۔ آپ ان سے نہیں مل سکیں گے۔“

”کوشش کروں گا۔ نہ مل سکا تو دو دن تک ان کے دروازے
پر بیٹھا رہوں گا۔ میرا دل کتا ہے کہ مجھے ابھی وہاں جانا چاہیے۔“
وہ اپنے کمرے سے ضروری سامان کا ایک اٹھا کر لے آیا

اس نے پوچھا ”اب بزرگ اور دیوتا کا استھان تھی دور ہے؟“
اس نے بتایا کہ تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اٹ
رات کو سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن پورس کی پریشانیوں اسے نکلے
بھی سارا لینے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ وہاں سے چل پڑا۔

اس نے بیک سے رو اور لوٹ نکال کر جب میں رکھ لیا تھا اور
ایک چھوٹی تاج نکال لی تھی۔ اس کی روشنی میں وہ گاڑی سے باہر
آیا۔ آگے سوکے کھیت کی کھیت تھی۔ وہ بھی تاج روشنی کے
چمکند کی کو دیکھ کر اس پر چلتا تھا اور تاج بجاتا تھا۔ اس روشنی
کے ہالے کی سمت بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ اتنی تیز رفتاری سے جا رہا تھا کہ دو گھنٹے کا سفر ایک گھنٹے میں
طے ہو گیا۔ اب اس روشنی کے ہالے میں ایک بہت وسیع عمارت
چار دیواری کا احاطہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس احاطے کے اندر ایک
طرف مسجد کا گنبد تھا اور دوسری طرف مندر کا گھس دکھائی دے رہا
تھا۔ قدر نظر تک پہنچے ہوئے احاطے میں کہیں آشرم کی بار
دیواریاں تھیں اور کہیں مراقبہ ہال نظر آ رہا تھا۔ وہ احاطے کے
گیت کے سامنے آیا تو وہ گیت آپسی آپس آپ کھلے لگا۔ جب اندر
آیا تو گیت خود بخود بند ہو گیا۔

گرمی کے باعث ہندو عقیدت مند آشرم کے صحن میں سے
ہوئے تھے اور مسلمان مراقبہ ہال کی طرف نیند میں ڈوبے ہوئے
تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ساتویں دن سے پہلے گردو سادھرن اپنے حیائے
کے درشن نہیں ہوں گے اور بابا قلندر شاہ بھی ضرورت مندوں سے
سامنے نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود عقیدت مند دن رات
وہیں رہا کرتے تھے۔

بابا قلندر شاہ کے آستانے کے سامنے پہنچ کر اس کے داغ میں

بے کسی نے کہا ”جوتے آنا دو۔“ بیک رو اور اور تاج آستانے
کی چڑھی پر رکھ دو پھر بیڑیاں چڑھو اور اندر جاؤ۔“

پورس نے نہیں سے نہیں کہہ سکا تھا کہ کسی نے اس کے اندر یہ
باتیں سن لی ہیں یا وہ خود ایسا سوچ رہا ہے؟ ہر حال اس نے جوتے آنا
دیا۔ اپنا تمام سامان زمین کے چمچے حصے میں چھوڑ دیا پھر اوپر
چڑھا ہوا پرے سے صحن میں پہنچا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک بند
”دروازے کے سامنے پہنچا تو خود بخود کھٹا چلا گیا۔ کمرے کے اندر
سامنے ایک بزرگ آکھیں بند کیے دو زانو ہو کر ایسے بیٹھے ہوئے
تھے جیسے نماز پڑھ رہے ہوں۔ اس پرے سے کمرے میں کلام پاک
کی تلاوت کرنے کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ بزرگ کے
ہونٹ بند تھے پھر بھی وہ مقدس آواز ابھر رہی تھی۔

پورس کے کانوں میں دھیمی دھیمی آواز سنائی دی ”تیری منزل
ادھر ہے۔ دوسرے دروازے پر جا۔“

اس کے سامنے وہ دروازہ خود بخود بند ہونے لگا۔ اس نے مندر
کی کھس والی چار دیواری کی طرف دیکھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ادھر
ایک دروازے کے سامنے پہنچا۔ وہ دروازہ بھی آپسی آپس کھلے
لگا۔ اندر پرے سے کمرے کے فرش پر ایک سادھو ہمارا چور کا
ایک آن بجائے آکھیں بند کیے دھیان گمان میں بیٹھے ہوئے
تھے۔ ان کے سامنے ایک جوان عورت سجدہ کرنے کے انداز میں
گردو سادھرن اپنے حیائے کے سامنے جھکی ہوئی تھی۔ چرواس کی
زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔

جب وہ گردو کے قدموں سے سر اٹھانے لگی اور زلفیں چرے
سے ہٹنے لگیں تو پورس ایک دم سے چونک گیا۔ وہ اس کی زہریلی
مجیدہ (مادھو) (نیلان) تھی۔ جیہی شمر سے ساڑھے چار سو کلومیٹر دور
ہاں گردو سادھرن اپنے حیائے کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی۔

پورس بڑی حیرانی اور بے یقینی سے آکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے
دیکھ رہا تھا۔

○☆☆○

میں شمر نے ساتھ ایک پراپرٹ کمانچ میں تھا اور خیال
خوانی کے ذریعے اپنے دشمنوں کو پھانسنے کی کوششیں کر رہا تھا۔
دشمن اٹھانے ہوں اور دیوتا کے بھی ماہر ہوں تو ان حالات میں نیلی
بچہ کی کام نہیں آتی۔ لہذا وہ جالی دشمن جنہیں میں نہیں جانتا تھا
وہ غلط ذرائع سے مجھے پہچان کر اچانک حملے کر سکتے تھے۔ ہم اس
کانچ میں بیٹھ محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

شمر نے کہا ”موت کہیں بھی آ سکتی ہے پھر کیوں نہ ہم
افغانستان چلیں۔ تم وہاں جانے کا ارادہ کرتے ہو پھر رک جاتے
ہو۔ اٹھانے دشمنوں نے تمہیں الجھا دیا ہے۔“

”اسی بات نہیں ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا
رہتا ہوں کہ پاکستان، ازبکستان اور ایران وغیرہ کی سرحدوں سے
کس قسم کے لوگ افغانستان جاتے آتے رہتے ہیں۔ اب تک کی

مطلوبات کے مطابق پرے ممالک کے ایجنٹ افغانستان کے مختلف
گروہوں سے رابطہ رکھتے ہیں۔ انہیں اسلحہ، رقم اور ضروریات کی
دوسری چیزیں چھپائی کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ریڈ کراس
سوسائٹی کے افراد وہاں زخمیوں کی طبی امداد کے لیے جاتے ہیں۔
افغانستان میں اب تک لاکھوں عورتیں ہوں اور لاکھوں بچے یتیم
ہو چکے ہیں۔ ان کے کھانے، پینے اور محفوظ رہائش گاہوں کے
مسائل حل کرنے کے لیے عیسائی مشنری کی سالوشن آ رہی وہاں
جاتی ہے۔ اس آ رہی میں عیسائی راہب اور راہبائیں ہوتی ہیں۔ وہ
افغانی بیڑاؤں اور قیصوں کو کھانا اور کپڑے مفت دیتے ہیں۔
شمر نے کہا ”میں جانتی ہوں لیکن طالبان عیسائی مشنری کے
خلاف ہیں۔ جن علاقوں میں طالبان فتوحات حاصل کرتے ہیں
وہاں سے ان عیسائیوں کو بھاگوا دیتے ہیں کیونکہ وہ مفت کھانا اور کپڑا
دے کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔“

”جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہوں وہاں کے مجھے ہونے حالات
سے فائدہ اٹھا کر عیسائیت کی تبلیغ نہیں کرنی چاہیے۔ طالبان اگر
انہیں اپنے ملک سے بھاگتے ہیں تو یہ ان کا دینی حق ہے لیکن ایک
بات تم نہیں جانتیں کہ طالبان میں بھی اندری اندر دو گروہ ہو گئے
ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ محب وطن ہے اور صحیح معنوں میں وہاں
اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ دوسرا گروہ غیر ملکی
ایجنسیوں کے زیر اثر ہے۔ ان سے جدید اسلحہ اور زیادہ سے زیادہ
مالی امداد حاصل کرتا ہے۔ جس طرح دولت بینک موقوفہ ملکوں سے
اپنی شرائط منواتا ہے، اسی طرح وہ طالبان غیر ملکی ایجنسیوں کی
ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔“

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا ”طالبان کے دوسرے گروہ
کے ذریعے دنیا والوں کو یہ دکھایا جا رہا ہے کہ مسلمان انتہا پسند
ہوتے ہیں۔ زبردستی داڑھیاں رکھواتے اور نمازیں پڑھواتے
ہیں۔ مغرب والوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ وہ طالبان کے دوسرے
گروہ تلخی گروہ کے ذریعے دین اسلام سے بیزاری پیدا کریں۔ اب ہم
افغانستان جاسے گے تو اس تلخی گروہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں
گے۔ انہیں ختم کرنے کے لیے ضروری ہو گا کہ شمرینڈ غیر ملکی
ایجنسیوں کو وہاں سے اکھاڑ پھینکا جائے۔“

شمر نے کہا ”بے شک ہمیں یہ کرنا چاہیے لیکن ہم کب
یہاں سے جائیں گے؟“

”میری معلومات کے مطابق یہاں ایک ریڈ کراس سوسائٹی
ہے۔ امریکا سے ان کے لیے دواؤں، ڈالروں اور دوسری
ضروریات کی چیزوں کا ذخیرہ آنے والا ہے۔ یہ چیزیں مملوک الحال
افغانیوں کے لیے آ رہی ہیں۔ وہ ذخیرہ یہاں پہنچے ہی ریڈ کراس کی
ٹیم افغانستان جائے گی۔ ہم دونوں اسی ٹیم میں رہیں گے۔“
”کیا وہ ہمیں اپنی ٹیم میں شامل کریں گے؟“
”وہ سب امریکی ہیں۔ ہمیں دوری رکھیں گے۔ اس ٹیم میں

تیس برس کی ایک جوان نرس ہے اور ایک ادیب عمر کا ڈاکٹر ہے۔ میں اسے دونوں سے بہت سی معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ اس ٹیم میں چالیس افراد ہیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس ادیب عمر کے ڈاکٹر جان کارلس کو آواز کا ریکارڈ کر سکی اور نرس مونیکا کی تصویریں حاصل کی ہیں۔ پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو نرس کیا ہے۔ ہم اس کے کلینک میں جائیں گے۔ جب تک وہ سرجری کے ذریعے ہمیں مونیکا اور مجھے ڈاکٹر جان کارلس نہیں بتائے گا تب تک وہ اپنے کلینک میں کسی کو نہیں آنے دے گا۔ سرجری کا کام صبح سے شام تک مکمل ہو جائے گا۔ میں مونیکا اور جان کارلس کی تصویریں پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس پہنچا دوں گا۔

وہ بولی ”پھر تو ہم دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے افغانستان پہنچ جائیں گے۔“

”تم انگریزی سمجھتی اور بول سکتی ہو لیکن امریکن مونیکا جیسی روانی تم میں نہیں ہے۔ میں آج رات تم پر بخوبی عمل کر کے تمہیں مونیکا کی طرح روانی سے بولنا سکھا دوں گا۔“

ایک جانب میری یہ مصروفیات تھیں۔ میں خود کو ڈاکٹر جان کارلس اور ٹرینر کو نرس مونیکا بنا رہا تھا۔ دوسری جانب ان دشمنوں کی تلاش میں تھا جو آئندہ مجھ سے ٹکرانے والے تھے۔ جو مجھ سے ٹکرانے آئے تھے ان میں سے چار کو افغانستان میں اور ایک کو ازبکستان میں ختم کر دیا تھا۔ تیسرا جانی دشمن سگرطیلان گولیوں سے زخمی ہونے کے باوجود زندہ تھا اور تبت کی مخصوص جڑی بوٹیوں کے ذریعے اپنے زخم بھر رہا تھا۔

میں نے ایک بار خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس نے اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھا ”کیا یہ دیکھتے آئے ہو؟“ وہ زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟

میں نے کہا ”تم بہت سخت جان ہو اور عجیب غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ دشمنوں کے لیے لوہے کے پتے ہو۔ تم دیکھ چکے ہو کہ میں لوہے کے پتے دانٹوں سے نہیں چپا ہوں۔ جو تونے انہیں جیس کر دہ زندہ کر دیا ہوں۔ اگر تم فرار نہ ہوتے تو میری خیال خوانی کی لہروں کے لیے تمہاری کموزی مردہ ہو چکی ہوتی۔“

وہ ناگواری سے بولا ”میں نے پہلے مقالے میں تمہارا ایک طریقہ کار دیکھا ہے۔ آئندہ بھی دیکھوں گا اور دیکھتے دیکھتے تمہیں بابا صاحب کے ادارے کے قہرستان میں پہنچا دوں گا۔“

اتنا کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ اس کے بعد میں نے اس سے رابطہ نہیں کیا۔ اس سے کچھ اور بولنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جب اس نے مجھے عمل کرنے کا معاوضہ لے لیا تھا تو میرا پیچھا بھڑونے والا نہیں تھا۔ زخم بھرنے کے بعد کسی دن اچانک مجھ پر حملہ کرنے والا تھا۔

میں نے ریڈ کر اس کی ٹیم کی نرس مونیکا اور ڈاکٹر جان کارلس

پر ایک رات بخوبی عمل کیا اور انہیں اس ٹیم سے دور ایک علاقے میں ڈی فریڈ کے پاس بھیج دیا۔ اس سے کہا ”ان دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤ۔ جب ریڈ کر اس ٹیم بھی افغانستان سے واپس جائے گی تو پھر ان دونوں پر بخوبی عمل کر کے ان کی یادداشت واپس لا کر انہیں اس ٹیم میں پہنچا دیا جائے گا۔ ڈی فریڈ میری ہدایت کے مطابق انہیں وہاں سے لے گیا۔

امریکا سے مطلوبہ ذخیرہ پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔ اس طرح مجھے وہاں سولت سے اپنے تمام کام نٹانے کا موقع مل رہا تھا۔ میں مونیکا اور جان کارلس کے اندرونی اور بیرونی معاملات ان کے ذاتی مشاغل اور فطری رفتار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا رہا اور ٹرینر کے ذہن پر بخوبی عمل کے ذریعے مونیکا کی ایک ایک بات نقش کر رہا تھا۔ پھر جس رات مونیکا اور جان کارلس کو اس ٹیم سے نکال کر ڈی فریڈ کے حوالے کیا۔ اسی رات ٹرینر کے ساتھ اس ریڈ کر اس ٹیم میں جا کر شامل ہو گیا۔

تین دنوں کے بعد وہ ٹیم افغانستان کے لیے روانہ ہوئی۔ اس میں سوئس عورتیں اور مرد زیادہ تھے۔ ان کے علاوہ چند امریکی جاسوس بھی سوئٹزر لینڈ کے باشندے بن کر اس ریڈ کر اس ٹیم میں موجود تھے۔ میں سفر کے دوران میں ان کے خیالات پر دستا ہاں اور ان کے خفیہ ارادوں کو سمجھتا رہا۔

وہ تھکا ہونے والی افغانی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بچوں کی مدد کرنے کے لیے سرحد پار کر کے افغانستان پہنچے۔ ان سب کو تھکا ہونے والوں سے بھر دی تھی لیکن وہ سب طالبان سے نفرت کرتے تھے۔ طالبان کسی بھی بیرونی امدادی ٹیم کو کسی علاقے میں دو دن سے زیادہ رہنے اور عام لوگوں سے زیادہ گھلنے نہیں دیتے تھے۔ وہاں میں برس سے خانہ جنگی جاری تھی۔ طالبان کا خیال تھا کہ باہر سے آنے والی امدادی ٹیمیں مصیبت زدہ افغانیوں کو کھانا اور کپڑا دے کر اور ان کے لیے تحفظ کے انتظامات کر کے انہیں مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک سروے کے مطابق چینی مشینوں اور این جی او نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ افغانیوں کو عیسائی بنا دیا تھا۔

اب افغانستان کے اتنی فیصد سے زیادہ حصوں پر طالبان نے مسلط ہو کر باہر سے آنے والی ٹیموں پر سخت پابندیاں عائد کر دی تھیں اور اپنی نگرانی میں انہیں امدادی کام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

جب ہماری ریڈ کر اس سوسائٹی وہاں پہنچی تو ہمارا بھی خفیہ ہے محاسبہ کیا گیا۔ تمام سامان کو چیک کیا گیا اور تائید کی گئی کہ چینی لیڈی ڈاکٹر اور نرس ہیں وہ اپنے جیسوں کو اچھی طرح ڈھانپ کر رہیں اور اپنے یکپ سے باہر نہ جائیں ورنہ زندہ واپس نہیں آئیں گی۔ جو افغانی عورتیں زخمی یا بیمار ہوں گی وہ خود بخوبی بہانہ کر کے ڈاکٹر اور نرسوں کے پاس آئیں گی۔ عورتوں کے لیے

ایک یکپ تھا۔ وہاں مردوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس یکپ کے مرد ڈاکٹروں اور ان کے ماتحتوں کو بخشی شفا خانہ والی کڑیاں لے کر شہر کے آفت زدہ علاقوں میں جانے کی اجازت تھی۔ اس طرح میں ڈاکٹر کی حیثیت سے شہر میں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد ہو گیا تھا۔ ٹرینر ایک نرس کی حیثیت سے عورتوں کے یکپ میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ البتہ فرصت کے وقت ریڈ کر اس کی نرسوں اور لیڈی ڈاکٹروں کو مرد ڈاکٹروں کے یکپ میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ یوں ٹرینر سے چند گھنٹوں کے لیے ملاقات ہو جاتی تھی۔

اتنی پابندیوں کے باوجود امریکی جاسوس موبائل فون کے ذریعے وہاں کے دوسرے صحابہ گردہ سے رابطہ رکھتے تھے۔ چند ایسے راز خیز افغانی تھے جو دو انہیں لینے کے بہانے یکپ میں آکر ان جاسوسوں سے ملاقات کرتے تھے۔ انہیں طالبان کے منصوبوں کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ مسلمان ہو کر اپنے ہی ملک کے مسلمان مجاہدین کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔

میں یہ سوچ کر آیا تھا کہ جو طالبان افغانستان کو ایک مکمل اسلامی ملک بنانے اور اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے ہمدرد کر رہے ہیں ان کے کام آؤں گا۔ جو لوگ طالبان میں آئینے کا سا بپ بنے ہوئے ہیں اور امریکی ڈالر کے ذریعے خریدے گئے ہیں انہیں ان کی ملک دشمنی کی سزا دوں گا۔ اس طرح اس پراسرار سیکرٹ ایجنٹ تک یہ خبر پہنچاؤں گا کہ ان کے منصوبوں کو ناکام بنانے والا فریڈ علی تیرور افغانستان واپس آ گیا ہے۔ اب وہ مجھے قتل کرنے والی نرید نہیں رہا سمجھتا رہے۔

کابل پر طالبان کا قبضہ تھا لیکن انہوں نے ایسے وقت کابل کو چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ تاریخی شہر کنڈرز بن چکا تھا۔ وہاں میں برس سے اتنی گولہ باری ہوتی رہی ہے کہ شاید ہی کوئی عمارت سلامت رہی ہوگی۔ کابل کے قریبی شہر پروان میں ہماری ریڈ کر اس سوسائٹی نے یکپ لگایا تھا۔ وہاں قیام کرنے کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ پروان شہر کے ایک دور افتادہ علاقے میں ایک انڈر گراؤنڈ خفیہ پریس تھا جس میں غیر ملکی ماہرین کے تعاون سے افغان کرسی چھاپی جاتی تھی۔ اس خفیہ کھانا میں چھپنے والے پانچ سو اور ایک ہزار کے نوٹوں کو افغانستان کے ان علاقوں میں پہنچایا جاتا تھا جہاں طالبان کا قبضہ تھا۔ اس طرح طالبان کو افزائ زر معاشیات اور اقتصادیات کے مسائل میں اچھا جانا تھا۔

ہمارے وہاں یکپ لگانے کے دوسرے دن مجھے طالبان کے خلاف ایسی سازش کا علم ہوا۔ ایک افغانی مجاہد دو انہیں حاصل کرنے کی غرض سے یکپ میں آیا تھا اور اس نے ایک جاسوس سے اس سلسلے میں کہا تھا ”طالبان پورے کابل پر قبضہ بنا چکے ہیں۔ وہ ایسے پروان شہر پر حملہ کریں گے۔ ان کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر پروان پر ان کا قبضہ ہوگا تو کرسی چھاپنے

والے خفیہ پریس کا کیا ہے گا؟“

امریکی جاسوس رابرٹ نے کہا ”فکر نہ کرو۔ ہم ایسے اقدامات کریں گے کہ پروان میں طالبان سے پہلے دوسرے صحابہ گردہ پہنچ جائیں گے اور یہی کردہ خود ہو کر طالبان کو ہپا کر دیں گے۔“

اس افغانی مجاہد کھانا لے کر دوسرے طالبان کے ساتھ دوپہر کا کھانا خان تھا۔ وہ دو انہیں لے کر دوسرے طالبان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھانے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اس کے کانڈر کے پاس پہنچا دیا۔ کانڈر بھی اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ کھانے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر بولا ”کیسے آتا ہوا؟“

میں نے اسے اسے خان کے دماغ کو ڈھیل دی۔ پہلے تو وہ پریشان ہو گیا کہ وہاں کیوں چلا آیا ہے پھر اس نے بات بتائی ”میں ریڈ کر اس یکپ میں گیا تھا۔ صبح سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ یہ دو انہیں لے کر آ رہا ہوں اور آپ سے پچھنی چاہتا ہوں۔ آج ایک رات آرام کروں گا۔ کسی معرکے میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔“

”آج رات کسی سے کوئی معرکہ نہیں ہوگا۔ آرام کرو اور ہاں ہم کھارہے ہیں۔ تم بھوکے کیسے جا سکتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔“

وہ کانڈر اور اس کے خاص ماتحتوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ میں کانڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق تھوڑی دیر سوچنے کے بعد لقمہ چباتے ہوئے بولا ”میں سوچ رہا ہوں کہ ہم پروان شہر کی سمت نہ جائیں۔ اس کی مخالف سمت آگے بڑھیں۔ پاکستانی سرحد کے قریب کوٹارے ہوتے ہوئے بے دشمن پہنچ جائیں۔ اس طرح افغانستان کے جنوبی علاقے قدر حارے لے کر شمالی علاقے بے دشمن تک ہم دشمنوں پر مسلط رہیں گے۔ وہ وہاں سے گوم بار کرہائیں گے پھر یہ دشمن ازبکستان کا سرحدی علاقہ ہے۔ وہاں سے ہم اسگنک کو اور ملک دشمن عناصر کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روک سکیں گے۔“

کئی خاص ماتحتوں اور مشیروں نے اس کی تائید کی، وہ پھر لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگا ”میرے دماغ میں اچانک ایسا خیال کیوں آیا ہے؟ ہمیں کیوں سمت بدل کر پروان شہر کی طرف نہیں جانا چاہیے؟“

میں نے اسے اس مسئلے پر زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آرام کرنے آیا تو میں نے پہلے اس کے ہاتھوں سے دو دانے کو اندر سے بند کر لیا پھر اسے مخاطب کیا ”بلو کانڈر!“

وہ ہنسنے لگتا تھا۔ ایک دم سے بڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا ”کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟“

”ہاں۔ میں فریڈ علی تیرور بل رہا ہوں۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔“ وہ پریشان ہو کر بولا ”تم؟ تم کیوں آئے ہو۔ تم مجھ سے پہلے ایک کانڈر کے دماغ میں آئے تھے۔ اس کے ہیرے جو ہرات چرا کر لے گئے اور میرا کے ایک قبیلے کے مقتول سردار کی بیٹی ٹرینر کو

انگو اکر کے لے گئے۔

”میرے متعلق غلط رائے قائم نہ کرو۔ ابھی میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کھوں گا۔ عملی طور پر دوستی کا ثبوت دوں گا۔ میں تمہیں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھنے آیا ہوں۔“

”تم کتنے دشمنوں کی بات کر رہے ہو؟“

”میں ایسے دشمنوں کو بے نقاب کروں گا جو تمہاری آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے وعدہ کرو کہ میرے مشورے پر بڑی رازداری سے عمل کرو گے۔“

”کیا مشورہ دینا چاہتے ہو؟“

”اپنے خاص آدمیوں سے باتیں کرو۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر پہلے یقین کروں گا کہ وہ طالبان سچے مجاہد اور تمہارے فرماں بردار ہیں یا نہیں؟ تم نہیں جانتے کہ تم طالبان کے جس گروہ کے کمانڈر ہو اس گروہ میں چار دغا باز ہیں۔ ابھی چند گھنٹوں میں ثبوت پیش کروں گا۔ پہلے اپنے خاص ساتھیوں کو یہاں بلاؤ۔“

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا۔ اپنے دس معتبر خاص کو بلا کر ان سے باتیں کیں۔ میں ان سب کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہونے کے بعد بولا ”یہ سب تمہارے فرماں بردار ہیں۔ تمہارے پاس طالبان کی جو فوج ہے اس میں اسد خان، جبار خان، آفتاب اور سعادت اللہ غدر ہیں۔ ابھی اسد خان وہاں لیٹے نہیں بلکہ دشمنوں تک یہ خبر پہنچانے گیا تھا کہ تم وہ چار دن کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پروان شہر کی طرف پیش قدمی کر سنے والے ہو۔ میں نے اسی لیے کھانے کے دوران میں اسد خان کے سامنے تمہاری زبان سے یہ باتیں اگھائیں کہ تم اب پروان شہر کی طرف نہیں بلکہ کوئٹہ کے علاقے سے ہو کر بدخشاں جاؤ گے۔ اب وہ اسد خان پھر دشمنوں کو یہ اطلاع دینے گیا ہے کہ تم نے آئندہ پیش قدمی کے سلسلے میں اپنا منصوبہ تبدیل کر دیا ہے۔“

”کیا تم اسد خان کی غداری کا ثبوت دے سکتے ہو؟“

”میں جن چار خاندانوں کے نام بتا چکا ہوں ان چاروں کے گھروں پر اچانک چھاپا مارو۔ اسد خان نے ایک بڑے سے گلی کی مٹی میں پلاسٹک کی پٹیلی کے اندر ایسے کاغذات چھپائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر کبھی اسے یہاں خطرہ محسوس ہوگا تو وہ یہاں سے فرار ہو کر امریکا جاسکتا ہے۔ وہاں اسے پناہ دی جائے گی۔“

میں نے اسی طرح باقی تین خاندانوں کے متعلق بتایا کہ انہوں نے اپنی اہم دستاویزات کہاں کہاں چھپا کر رکھی ہیں۔ ان دستاویزات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ سوشل لینڈ اور امریکا کے بیٹوں میں ان کے اکاؤنٹس ہیں جن میں ہزاروں لاکھوں ڈالر جمع ہو چکے ہیں۔

کمانڈر نے اپنے وفاداروں سے کہا ”تم لوگ پہلے ان چاروں کو یہاں کسی کام میں لگا دو۔ اسد خان غجری کے لیے کیا ہوگا تو اس

کا بیچنا نہ کرو۔ اس کی طرف سے انجان بنے رہو پھر ان چاروں کے مکانوں پر اچانک چھاپا مارو۔ خواتین کو مکانوں سے باہر نکالو اور وہاں سے ان دستاویزات کو برآمد کرو۔“

وہ دس معتبر خاص حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ میں نے خیال خدائی کے ذریعے ٹرنڈ سے پوچھا ”تجلیس کیسے ہو؟“

”میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ ابھی تمہارے کیپٹن میں آ رہی ہوں۔“

میں نے اس کے آنے تک کمانڈر کے پاس جا کر کہا ”میری سچائی ثابت ہو جائے اور دشمن بے نقاب ہو جائیں تو ان چاروں غداروں کو اس طرح قید کرو کہ وہ کسی بھی طرح دشمنوں سے رابطہ نہ کر سکیں۔ اگر مناسب سمجھو تو آج رات ہی پروان شہر پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو۔ وہ شہر غیر ملکی دشمنوں کے لیے بہت اہم ہے۔ وہاں ایک زبردست زمین خفیہ پریس ہے، جہاں افغانی کرکٹ چھاپی جاتی ہے۔ یہاں کے کئی محارب گروہ ختم ہیں اس شہر پر قبضہ کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس بار وہ سب متحد ہو کر دو دن کے بعد پروان شہر پہنچنے والے ہیں۔ دانش مندی یہ ہوگی کہ ان کے پیچھے سے پہلے تم وہاں پہنچ کر ان کا راستہ بند کرو۔ اب اجازت دو۔ میں کھانے جا رہا ہوں۔“

میں دافنی طور پر حاضر ہو گیا پھر ایک خیمے میں آیا۔ وہاں کئی چھوٹی میزوں پر کھانے کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ کئی زبیریں اور ڈاکٹر کھارے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک میز پر ٹرنڈ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں میز کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا ”ہائے جان! پہلے تم اور مونیکا (ٹرنڈ) ایک دوسرے سے بے نیاز رہتے تھے مگر میں دیکھ رہی ہوں تم دونوں میں بے تکلفی بڑھتی جا رہی ہے۔“

میں نے کہا ”ہاں وہاں اور مریضوں سے بہت دوستی کر لی۔ اب زندگی میں کوئی تبدیلی آتی چاہیے اور ایک خوشگوار تبدیلی مونیکا جیسی حسین ساتھی ہی لاسکتی ہے۔“

ٹرنڈ نے کہا ”جان! تم ڈاکٹر کا تھا کے پوائنٹ کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ یہ کتنا جانتی ہیں تمہارے جیسے صلاحیت ڈاکٹر کو کسی لیڈی ڈاکٹر میں دیکھی جاتی ہے۔ میں تو ایک نرس ہوں۔“

ڈاکٹر کا تھا نے ناگاری سے کہا ”مونیکا! تم خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتی ہو۔ مجھ جیسی لیڈی ڈاکٹر پر ہزاروں مرتے ہیں میری نظروں میں تمہارے محبوب ڈاکٹر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔“

میں نے کہا ”دو خواتین ایک دوسرے سے ایسے گھٹیں توچ میں مڑکی شامت آجاتی ہے۔ پلیز مونیکا! اس موضوع کو ڈراپ کرو۔ کتنا شروع کرو۔ ہم اپنی باتیں کریں گے۔“

ہم دونوں دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگے۔ تمام میزیں اتنی قریب قریب تھیں کہ آس پاس والے گفتگو سن سکتے تھے۔ ٹرنڈ ڈاکٹر کا تھا کو جلائے کے لیے بڑی لگاوت سے بول رہی تھی۔ میں

سوچ کے ذریعے کہا ”کیوں اسے جلا رہی ہو؟“

”یہ تو میں بھی خواہ خواہ جلتی ہے مجھے چور نظروں سے یوں بچنے سے جیسے مجھ پر شبہ ہو کہ میں نرس مونیکا نہیں ہوں۔“

”یہ تمہارا دہم ہے اسے شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ تقریباً چالیس برس کی ہے مگر خود کو خاتونیں برس کی بتاتی ہے۔ تمہاری کم عمری اور حسن و شباب کو بچہ بچہ کر احساس کمتری میں مبتلا ہوئی رہتی ہے۔“

”تم نے تو یہاں آکر مجھے بھلا دیا ہے۔ دو درود پڑھتے ہو۔“

”اس ریڈ کر اس سوسائٹی میں آنے کے بعد تم میری ضرورت کو سمجھ سکتی ہو۔ مجھے ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر ان کے بدلے ہوئے خیالات اور ارادوں کو سمجھنا پڑتا ہے۔ یہاں دوسروں کے سامنے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ہم ایک خیمے میں ایک رات بھی نہیں گزار سکتے۔“

”ہم ایسے کب تک رہیں گے؟“

”ہم آج یا کل کسی بھی دن یہاں سے غائب ہو کر افغانی باشندوں کے گھروں میں رہ سکتے ہیں لیکن اس پورے ملک میں امن و امان نہیں ہے۔ ہم کہیں سکون سے میاں بیوی بن کر بھی نہیں رہ سکیں گے۔ مجھے جیسے صحت مند مردوں کو کسی نہ کسی گروہ میں دھکے دینا پڑتا ہے۔“

”ہمیں یہاں پریس پرورن میاں بیوی بن کر آنا چاہیے تھا۔“

”میں کسی ایک گروہ کے پاس رہو رنگ کے لیے جاؤ تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ رہو پور دوسرے گروہ کی طرف سے جاسوسی کرنے آیا ہے۔ جہاں بھی گولیاں چلتی ہیں اور گولہ بارود کے دھماکے ہوتے ہیں وہاں رہو رنگ کے لیے جانا پڑتا ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی۔ ایسا کچھ کرو کہ ہم ساتھ رہ سکیں۔“

”نہیجہ۔ میں کوئی تدبیر کروں گا۔“

چلنے کے بعد وہ دوسرے کیپٹن میں چلی گئی۔ میں نے کمانڈر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ ان چاروں غداروں کے مکانوں سے وہی دستاویزات برآمد ہوئی ہیں جن کا ذکر ٹکراس نے کر چکا تھا۔ اب کمانڈر مجھ پر بھروسہ کر سنے لگا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے کہا ”تم نے درست کہا تھا۔ ان چاروں کی غداری کے ثبوت مل چکے ہیں۔“

میں نے کہا ”اب میں دوسرا مشورہ دیتا ہوں۔ آج رات پروان شہر کا محاصرہ کرو۔ مخالف گروہ کے مسلح افراد بہت کم تعداد میں ہیں۔ وہ ہتھیار ڈال دیں گے پھر اسد خان کو قیدی بنا کر لے جاؤ۔ وہ بتائے گا کہ افغان کرکٹ چھاپنے کا خفیہ اڈا کہاں ہے۔“

”ہم ضرور تمہارے مشورے پر عمل کریں گے۔ تم نے یہ بتا

ڈاکٹر کا تھا نے اندر چار غدار تھے۔ یہ نہیں بتایا کہ غیر ممالک سے آنے والے جاسوس کہاں چھپے ہوئے ہیں؟“

”فی الوقت میں صرف تین جاسوسوں کو جانتا ہوں۔ کل تم

پروان شہر میں کامیابی حاصل کرلو گے تو میں ان جاسوسوں کی نشان دہی کروں گا۔ ان کے علاوہ اور کئی ہوں گے۔ میں ان کی تلاش میں ہوں۔“

”شہر میں مسز فراداد واقعی تم ایک مسلمان کی حیثیت سے بھرپور تعجب کر رہے ہو۔“

میں اپنی جگہ دافنی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسد خان نے پھر اس جاسوس کو اطلاع دی تھی کہ کمانڈر نے منصوبہ بدل دیا ہے۔ اب وہ پروان شہر کی طرف نہیں جائے گا بلکہ مخالف سمت کوئٹہ کی طرف جائے گا اور فتوحات حاصل کرنا ہو یا بدخشاں پہنچے گا۔

اس اطلاع کے مطابق وہاں کے دوسرے محارب گروہ رات ہی سے کوئٹہ پہنچ کر موروپے جانے لگے۔ انہیں دوسری صبح پتا چلا کہ طالبان نے پروان شہر پر قبضہ جمایا ہے۔ وہ سب حیران ہوئے۔ انہوں نے جاسوس سے پوچھا کہ انہیں غلط اطلاع کیوں دی گئی تھی۔

جاسوس اسد خان سے یہ سوال کرنا چاہتا لیکن طالبان نے ان چاروں کو قیدی بنا رکھا تھا۔ دوسرے دن اسد خان پر کوڑے برسا کر نوٹ چھاپنے والے خفیہ اڈوں کا پتا پوچھا۔ اسے پتا چلا۔ طالبان نے وہاں کی تمام ہجرات سرگرمیوں میں حصہ لینے والوں کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ غیر ملکی ایجنسیوں کے لیے کام کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ ایجنسیاں کہاں ہیں اور ان کے کمانڈر کہاں رہتے ہیں؟ وہ اپنے ہی چند افغانی غداروں سے بھاری رقم لے کر ان کے لیے کام کرتے ہیں۔

دوسرے دن چلنے کے بعد میں نے کمانڈر سے رابطہ کیا تو وہ بہت خوش تھا۔ بات بات پر میرا شہر یہ ادا کر رہا تھا۔ میں نے کہا ”ان چاروں کے علاوہ جتنے غدار گرفتار کیے گئے ہیں، مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔ میں ان کے اندر پہنچ کر اور بہت کچھ معلوم کر سکوں گا۔“

کمانڈر نے کہا ”وہ تو اب نہیں ہیں۔ ہم نے ان سب کو گولی مار دی ہے۔“

”تم آئندہ قیدیوں کو میری آمد تک زندہ رکھا کرو۔ بعض غدار جان دے دیتے ہیں لیکن اہم راز زبان پر نہیں لاتے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب موت کی سزا پاتی ہے تو پھر چرچ کیوں بولا جائے؟“

”تم درست کہتے ہو۔ آئندہ ہم غداروں کو سزا سے موت دینے میں جلدی نہیں کریں گے۔ تمہارا انتظار کیا کریں گے۔“

اب تک جتنے جانی دشمن مجھ پر حملہ کرچکے تھے میں نے انہیں زخمی کرنے یا ہلاک کر دینے سے پہلے وہ تمام فون نمبر معلوم کیے تھے، جن کے ذریعے وہ لوگ ہراساں کرکٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا کرتے تھے۔ ان تمام دشمنوں نے بھی اس سیکرٹ ایجنٹ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس سے ملنا ضروری نہیں سمجھتے تھے کیونکہ انہیں صرف اپنے معاوضے سے دلچسپی ہوئی تھی اور وہ معاوضے ان سب کے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔

ریڈ کر اس کے کیمپ میں وہ کر موبائل فون کے ذریعے اس سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ کیمپ میں بے شمار نیچے تھے۔ ہر نیچے میں دو یا تین افراد رہتے تھے پھر تمام نیچے ایک دوسرے کے قریب نصب کیے گئے تھے۔ دھیمی آواز میں بولنے کے باوجود دوسرے خیموں تک آواز جاتی تھی۔ ایک رات میں نے اپنے نیچے میں رہنے والے کے داغ میں پہنچ کر اسے گرمی خند سلاوا۔ اسی طرح آس پاس کے نیچے والوں کو بھی گرمی خند میں پہنچاوا۔ اس کے بعد موبائل فون کے ذریعے اس پر اسرار سیکرٹ ایجنٹ کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں پہلے ہی دن سے یہ بات سمجھتا ہوں کہ تم سے لاکھ کچھ کر رہوں تب بھی میرے مختلف فون نمبر جنہیں معلوم ہوتے رہیں گے اسی لیے میں کسی ایک شرمناک ملک میں نہیں رہتا ہوں۔ جگہ بدلتا رہتا ہوں۔"

"تم مجھے اپنا طریقہ دکا نہ سمجھاؤ۔ ان کی لاشیں گنتے رہو" جنہیں میری لاش گرانے کے لیے بھیجتے رہتے ہو۔

"جو ہماری معاوضے لے کر مرتے ہیں" میں ان کی لاشیں نہیں گنتا۔ تمہارے بارے میں سوچتا ہوں" قسمت کے وحشی ہو۔ عکس طے سے آج کوئی کونکلی زندہ بچ کر نہیں گیا لیکن تم نے کچھ دنوں کے لیے اسے ناکام بنا دیا ہے۔ میں آئندہ تمہارے مقابلے پر آنے والوں کو سمجھا رہا ہوں کہ جب پہاڑوں کو کاٹ کر راستہ بنایا جاسکتا ہے تو افراد کیا چیز ہے۔ جو لوگ اس کے مقابلے میں جا کر مر رہے ہیں یا گھاسل ہو رہے ہیں وہ ایک بڑی غلطی یہ کرتے رہے ہیں کہ جنہیں اچھی طرح نہ پکڑ کر لے کر پھینک دیا جائے۔ اس خوش قسمتی میں جلا جاتے ہیں کہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تم پر غالب آجائیں گے۔ ایسی خوش قسمتی کے دوران میں وہ تمہاری غیر معمولی صلاحیتوں کو بھول جاتے ہیں۔"

"اچھا ہے۔ انہیں سمجھاتے رہو بلکہ ایک اسکول کھول لو اور انہیں نوڈانہ سبق پڑھاتے رہو۔ یہ تمہارا پہلا اسکول ہوگا، جہاں پڑھنے والے فیس نہیں دیں گے۔ تم انہیں معاوضے دیتے رہو گے۔"

"میں ناکام ہو رہا ہوں۔ تمہارے طعنے سن سکتا ہوں۔ آج صبح تک ہم سمجھ رہے تھے کہ تم ازبکستان میں ہو لیکن پروان شرمیں افغان کرنی چھاپنے کا اڑا تھو کیا گیا اور ہمارے کئی زر خرید افغانی مارے گئے تو صاف ظاہر ہو چکا ہے کہ تم راہیں افغانستان آگئے ہو۔ کیا میں درست سمجھ رہا ہوں؟"

"مجھے یہ میرا چ پوچھ رہے ہو؟ اپنے کتوں کو افغانستان بھیجو۔ شاید وہ میری ہوس گھونٹ لیں۔"

میں اچانک خاموش ہو گیا۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ خند بھری آواز میں بول رہی تھی "ڈانگ! تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

وہ اور بھی کچھ بول رہی تھی لیکن سیکرٹ ایجنٹ نے اپنا فون

فوراً ہی بند کر دیا۔ میں نے بولنے والی کے داغ میں جھلکائی نگاہ کی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" وہ غرا کر اس عورت سے پوچھ رہا تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "راہرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میرے ساتھ سوئے ہو اور پوچھتے ہو 'بند دوم میں کیوں آئی ہو؟'"

میں اس عورت کے ذریعے راہرو کو کے چرے اور قد و قامت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ پریشان ہو کر کبھی فون کو اور کبھی اس عورت کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے فوراً ہی کتنے کے نیچے سے ریو اور نکال کر اس سے پوچھا "کیا تمہارے پرس میں ہتھول نہیں ہے؟"

"ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ایک ہتھول میرے پرس میں ہوتا ہے اور اپنے بالوں میں جو بیزیرن لگائی ہوئی وہ زہریلی ہوئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم ایسی باتیں کیوں پوچھ رہے ہو؟ میرے یہاں آنے پر اعتراض کیوں کر رہے ہو؟"

"میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ میں تمہاری پرانی دوز کروں گا۔ کیا تمہارے داغ میں ایسا خیال نہیں آ رہا ہے کہ تم پرس میں سے ہتھول نکال کر مجھے زخمی کرو؟"

"او۔ اب سمجھی۔ تم سمجھ رہے ہو شاید وہ ٹیٹی بیٹی جانے والا دشمن میرے داغ میں کھس آیا ہے۔ کیا تم ابھی اسی سے فون پر باتیں کر رہے تھے؟"

"ہاں میں نے جنہیں سمجھا تھا کہ میں کسی سے بھی فون پر باتیں کروں تو تم درمیان میں نہ بولا کرو۔ ابھی تم نے یہی غلطی کی ہے۔"

"میں نے یہاں دو دروازے سے جنہیں مخاطب کیا تھا اور تم اتنی دور پہنچ رہے ہو۔ میری آواز تمہارے ریسیور کے ماتھے میں تک پہنچی تو واقعی اب تک بہت کچھ ہو چکا ہوتا۔ وہ مجھے آواز کا بار بار نہیں میرے ہتھول کے ذریعے زخمی کر کے تمہارے اندر پہنچ جاتا۔"

"مورنا! تم نے مجھے انجمن میں ڈال دیا ہے۔ یہ بات کھینکی رہے گی کہ اس نے صرف تمہاری آواز سننی ہے یا الفاظ اور لہجے کو بھی سنا ہے؟"

"راہرو! خواہ خواہ پریشان ہو رہے ہو۔ وہ فون پر اپنی کوئی بات کر رہا تھا اور تم سن رہے تھے۔ کوئی بھی بات کہنے والا تیرے ذرا کی آواز سن کر فوراً سمجھ نہیں پاتا کہ تیرے فون نے کیا کیا ہے؟ کیا وہ اتنی جلدی میرے لب و لہجے کو گرفت میں لے لے گا؟"

مورنا نے غلامی دیکھتے ہوئے کہا "فردا علی تیمور میرے اندر موجود ہو تو مجھ سے بات کرو۔ میرے داغ پر قبضہ جھا کر مجھے مجبور کرو کہ میں پرس سے ہتھول نکال کر راہرو کو زخمی کروں اور اس کے داغ میں پہنچنے کے لیے تمہارے لیے راستہ بنا دوں۔"

"تم جانتی ہو؟ وہ بہت مکار ہے۔ وہ تمہارے داغ میں پہنچ کر جوانی کا ردوائی نہیں کر رہا ہے۔ وہ تمہارے خیالات پہ ہاتھ پڑھ رہا ہے۔ یہ معلوم کر رہا ہو گا کہ تم دن رات میرے ساتھ رہتی ہو پھر مجھے

زخمی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ آئندہ تمہارے ذریعے میرے دن رات کی مصروفیات معلوم کر رہا ہے گا۔"

"تو پھر اتنی دیر سے ریو اور کیوں پکڑے ہوئے ہو۔ مجھے کوئی کاررو۔ میرا قصہ تمام کر دو پھر جنہیں کوئی انجمن نہیں رہے گی۔"

اس نے مورنا کو دیکھ کر بے بسی سے ایک گرمی سانس لی پھر ریو اور کو بستر پر پھینک دیا۔ وہ جیسی ہوئی اپنے پرس کو سہانے کی طرف پھینکتے ہوئے راہرو کے پاس آکر بستر پر گئی۔ میں اس کے خیالات بڑھ کر بہت کچھ معلوم کر رہا تھا لیکن اچانک ہی دافنی طور پر اپنی جگہ آگیا۔ مجھے ایک آہٹ نے جو نکلا تھا۔ اسی وقت نیچے میں داخل ہونے والا ایک پردہ اٹھا۔ ایک امریکی جاسوس اندر آیا۔ اس نے میرے ہاتھ میں موبائل فون کو دیکھا پھر کہا "میں ادھر سے گزر رہا تھا۔ نیچے کے اندر تمہاری ایسی آواز سنائی دی جیسے فون پر باتیں کر رہے ہو۔ میں نے نیچے کے قریب ہو کر سننا چاہا تو خاموشی چھا گئی۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ یہ سوچا کہ شاید تم دوسری طرف کی باتیں سن رہے ہو مگر تم مسلسل خاموش رہے تو تجھیں پیدا ہوا۔ بالی دا۔ وہ یہ موبائل فون تمہارے پاس کہاں سے آیا؟"

میرے ذریعہ کر اس کے انچارج کے پاس ایک فون ہے۔"

میں نے کہا "ہاں۔ یہ طالبان بڑے سخت ہیں۔ انہوں نے صرف ایک انچارج کو فون رکھنے کی اجازت دی ہے۔ میں اسے بچا کر رکھتا ہوں۔"

"کیوں رکھتے ہو؟ ابھی کسی سے باتیں کر رہے تھے؟"

"میں نے کبھی تم سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کیوں فون چھپا کر رکھتے ہو اور یہاں امریکا کے لیے کیوں جاسوسی کرتے آئے ہو؟"

اس نے جو تک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا "تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

میں نے کہا "میری زبان اب تک بند ہے۔ میں نے کسی کو تمہاری اصلیت نہیں بتائی ہے اور تم سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا ہے پھر تم میرے بارے میں مجھ سے سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"دیکھو۔ بات نہ بڑھاؤ۔ اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے تو زندہ نہیں رہاؤ گے۔"

اس نے اپنے لباس کے اندر سے ایک ٹیٹی نکالی پھر میرا نشانہ لیا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہاں فوننگ کی آواز ہوئی تو سب ہی میرا حاسبہ کریں گے کہ میں نے اس ڈانگ کو قتل کیا ہے۔ اسے باہر لے جانا چاہیے۔"

اس نے کہا "تم میرے نشانے پر رہو گے چلو انٹرو۔ یہاں سے باہر چلو۔ میں تمہاری اصلیت معلوم کر کے رہوں گا۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے تم آگے چلو۔ میں پیچھے آ رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر نیچے سے باہر آگیا۔ میں اس کے داغ پر ہلکا ہلکا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے چتا ہوا ایک امریکا کے باہر آیا۔ باہر مسلح طالبان ریڈ کر اس نیم کی گھرائی کے لیے دن

رات ڈیوٹی پر مستعد رہتے تھے۔ اس جاسوس کو کیمپ کی حدود سے باہر جاتے دیکھ کر ایک نے لگا کر "اے رک جاؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

وہ اور تیزی سے جانے لگا۔ دوسرے نے بھی ڈنٹ کر کہہ کر "رک جاؤ۔ واپس آؤ ورنہ ہم کیل بادر میں گے۔"

تین مسلح گھرائی کرنے والے اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ وارننگ دینے کے باوجود نہیں رکا رہا تھا اور تیزی سے بھاگتا جا رہا تھا۔ تب فائرنگ ہونے لگی۔ ایک کے بعد ایک گولی چلی پھر وہ بھاگنے والا گولیاں کھا کر آگ اور چند سیکنڈ تک تڑپنے کے بعد مر گیا۔ فائرنگ کی آواز پر کیمپ کے کتنے ہی افراد نیند سے بیدار ہو گئے تھے۔ لیڈی ڈانگ اور ذریعہ خوف زدہ ہو کر اپنے کیمپ سے دوڑتی ہوئی ہمارے کیمپ میں آئے لگیں۔ ٹرینڈ میرے پاس آگئی۔ سب اس تجسس میں تھے کہ کیمپ کے قریب کیوں فائرنگ ہو رہی ہے؟

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ٹرینڈ کو اس امریکی جاسوس کے بارے میں بتایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی لاش کیمپ میں لائی گئی۔ طالبان ریڈ کر اس کے انچارج سے غصے میں کہہ رہے تھے "تم سب جاسوس ہو۔ یہ مرے والا وہی جاسوس تھا۔ اس کے لباس کے اندر سے ایک موبائل فون برآمد ہوا ہے اور اس نے اپنے ہاتھ میں یہ ٹیٹی پکڑی ہوئی تھی۔"

طالبان کے دوسرے عہدے کے کہا "تم سب کے سامان کی دوبارہ تلاشی لی جائے گی۔ ہمارا حکم ہے نیچے میں جاؤ۔ اگر کوئی اپنے نیچے سے باہر نکلے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

میں اس بولنے والے عہدے کے قریب تھا۔ اس کے داغ پر قبضہ جھا کر اپنا موبائل اس کی جیب میں رکھ دیا۔ اس نے ایک اور عہدے کے ساتھ پہلے میرے ہی نیچے میں آکر میرے اور دوسرے ڈانگ کے ایک ایک سامان کی تلاشی لی۔ کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ دوسرا عہدہ ڈانگ کے ساتھ باہر گیا۔ میں نے اپنے آواز کا کار عہدے کی جیب سے موبائل نکال کر اپنے لباس میں چھپایا۔ ٹرینڈ لیڈی ڈانگ اور ذریعہ زسوں کے ساتھ اپنے کیمپ میں چلی گئی۔ ایک جاسوس کی لاش کیمپ میں کھلے آسمان کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ باقی دو جاسوس پریشان تھے۔ میں ان کے داغوں میں جھانک کر دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ ان تینوں کے پاس ایک ہی موبائل فون تھا جو طالبان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ باقی دو جاسوس اپنا ہتھیار چھپانے کے لیے دوڑتے ہوئے لیڈی ڈانگ اور ذریعہ زسوں کے کیمپ میں گئے۔ ان عورتوں کے آنے سے پہلے وہ اپنے ہتھیار ان کے سامان میں چھپانا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک جاسوس ٹرینڈ کے بیک میں ریو اور رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے داغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر وہاں سے بھاگنے لگا۔

فازنگ کی آواز پر طالبان کے تین مجاہد دوڑتے ہوئے عورتوں کے کیمپ کی طرف آئے۔ کیمپ اریا کے باہر دوسرے مجاہدین چچ کر رہے تھے کہ ایک شخص کیمپ سے فرار ہو رہا ہے۔ اسے روکو۔ بھاگتے نہ دو۔ اس کے ساتھ ہی مسلسل فازنگ کی آوازیں گونجنے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد خاموشی چھا گئی۔

کیمپ کے اندر سب ہی سسے ہوئے تھے ریڈ کراس کے انجنیئر ڈاکٹر نے کہا ”کیا مصیبت ہے؟ ان جاسوسوں کی وجہ سے پتا نہیں ہے لوگ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟“

میں نے کہا ”ہم بے قصور ہیں۔ یہ ہم سے برا سلوک نہیں کریں گے۔ ریڈ کراس سوسائٹی دنیا کے تمام آفت زدہ علاقوں میں جا کر انسانیت کی خدمت کرتی ہے۔ اتنی نیکیاں کرنے کے باوجود ریڈ کراس کا تارک پھلو ہے کہ مجبور اور محتاج لوگوں کی مدد کرتے ہوئے انہیں عیسائی مذہب قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسی لیے طالبان ہماری سخت گمراہی کر رہے ہیں۔“

طالبان تمام خیموں میں جا کر چھوٹے بڑے تمام سامان کی تلاشی لے رہے تھے۔ انہوں نے چند عمر رسیدہ عورتوں کو بلا کر لینڈی ڈاکڑوں اور نرسوں کے لباس کی تلاشی لی۔ میں شمرنے کے سلسلے میں بہت محتاط تھا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون اس کے لباس کے اندر تلاشی لے رہی تھی۔ شمرنے کی پشت پر دائیں شانے کے نیچے ایک مرکا نشان تھا۔ جو چمک وہ قبیلے کے سردار کی لالائی۔ جی ٹی ٹی اس لیے جیش کی ایک جلتی ہوئی مر سے وہ نشان لگایا گیا تھا۔ اس مر پر ”وارث“ لکھا ہوا تھا۔

اس طرح تمام قبیلے پر تسلیم کر چکا تھا کہ سردار کی وفات کے بعد شمر نے اپنے اپنا چوں سامی بنائے کی وی قبیلے کا سردار ہوگا۔ تلاشی لینے والی خاتون وہ نشان دیکھ کر چمک گئی۔ اس نے پوچھا ”تمہاری پشت پر یہ نشان کیسا ہے؟“

شمر نے کہا ”میں ایک چیزوں کی تلاشی لے رہی ہوں جن سے ہماری کوئی جہانہ سرگرمی ثابت ہو سکے۔ اس نشان سے کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔“

”سوال کیوں نہ کروں۔ یہ نشان صرف ہمارے سردار کی بیٹی کے جسم کے اسی حصے میں ڈاگایا تھا۔ تم ایک انگریز نرس ہو۔ شمر نے نہیں ہو پھر یہ نشان یہاں کیسے ہے؟“

”میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے یہ نشان یہاں دیکھ رہی ہوں۔ میں بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ تمہارے قبیلے کی مرکا نشان ہوگا۔ کیا تم اس نشان کی وجہ سے مجھے اپنے سردار کی بیٹی بنا کر اپنے قبیلے میں لے جانا چاہتی ہو؟“

”میں تمہیں لے جاؤں گی تو صرف اس نشان کی وجہ سے تمہیں کوئی شمر تسلیم نہیں کرے گا۔ ویسے بھی سردار کی شہادت اور شمر نے گنہ گار کے باعث ہمارے قبیلے کے تین جوان سردار بننے کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں۔“

”پھر تو یہ نشان میرے لیے مصیبت بن جائے گا۔ ان تہی جوانوں کو معلوم ہوگا تو وہ مجھے زبردستی شمر بنائیں گے اور مجھ سے شادی کر کے سردار بننا چاہیں گے۔“

وہ عورت تلاشی لینے کے دوران میں سوچتی رہی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا ”شمر نے اس نشان نے مشکل پیدا کر دی ہے۔ یہ خاتون اپنے قبیلے میں جا کر اس نشان کا ذکر کرے گی۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی ہے۔ قبیلے کے بزرگ اس نشان کو دیکھنے ضرور آئیں گے۔ طالبان کو اور ہمارے دشمنوں کو بھی معلوم ہوگا۔ دشمن تو فوراً ہی سمجھ لیں گے کہ میں نے پلاننگ سر جری کے ذریعے تمہیں یہاں ایک نرس بنا کر رکھا ہے۔ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تاکہ میں تمہاری حفاظت کے لیے ظاہر ہونے پر مجبور ہو جاؤں۔“

اس عورت نے پھر کوئی بحث نہیں کی۔ وہاں سے چلی گئی۔ شمر نے پریشان ہو کر پوچھا ”اب کیا ہوگا؟ تم اس عورت کی زبان کسی طرح بند کرو۔“

”کسے زبان بند کروں۔ یہ ایک سیدھی سادی عورت ہے۔ اگر یہ دشمن ہوئی یا کسی معاملے میں غلط ہوئی تو میں اس کی غلطیوں سمیت اوپر پہنچا دیتا۔ یہ ہر اعتبار سے اچھی ہے۔ صرف پیٹ کی ہلکی ہے۔“

”تو پھر ریڈ کراس سے کیوں دور جانے کی تدبیر کرو۔“

”یہاں سے جانے کے لیے ہمیں اپنا چھوہنا ہوگا اور یہاں عارضی میک اپ کا سامان بھی نہیں ہے۔“

طالبان کا ایک کمانڈر کیمپ میں پہنچ گیا۔ جس کمانڈر سے میرا دائمی رابطہ تھا وہ اپنے مجاہدین کے ساتھ پروان شرم میں تھا۔ اس دوسرے کمانڈر نے آکر ریڈ کراس کے انجنیئر سے کہا ”یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمہارے تین ڈاکٹر جاسوس تھے۔ تم لوگ نیک کام کرنے آتے ہو مگر نیک نیکی سے نہیں آتے ہو۔ اپنے انصاف سے کھو اپنا اپنا سامان پیک کریں اور صبح ہونے سے پہلے کابل چھوڑ دیں۔ ہمیں لگہ کر دیں کہ تمہارے تین جاسوس ڈاکٹر اپنی سزا کو پہنچ چکے ہیں اور تم اس ملک کے کسی شریا قصبے میں اپنا امدادی کیمپ نہیں لگاؤ گے بلکہ یہاں سے اپنے کلت واپس جا رہے ہو۔“

انجنیئر نے کمانڈر کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ خود انچھے ہوئے جاسوسوں سے واقف نہیں تھا لیکن میں کمانڈر کے دماغ میں تھا۔ اسے انجنیئر کی کوئی بات تسلیم نہیں کرنے دی۔ کمانڈر نے کہا ”صبح سے پہلے نہیں جاؤ گے تو یہاں تم میں سے کسی کی بھی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔“

ملک چھوڑ دو۔“

کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس طرح میں بھی شمر نہ کو لے کر اس ملک سے باہر چلا جاتا۔

وہاں سے روانہ ہونے کے سلسلے میں مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ اس راسرار سیکرٹ ایجنٹ رابرٹ نو اور اس کی محبوبہ مورینا کے پاس دوبارہ مجھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ مجھے بار بار اس عورت کے دماغ میں جا کر رہنا پڑتا تھا۔ صبح پانچ بجے ریڈ کراس کا قافلہ واپس کے لیے روانہ ہوا تو وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ وہاں کے بزرگ کے پاس جا کر اس قبیلے کے نشان کے بارے میں کہنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے اس کے گھر پہنچا کر بستر لٹایا پھر ملکی پتی کی لوری سنا کر اسے سلائے میں در نہیں گئی۔

اس کے سونے کے بعد مجھے اطمینان ہوا۔ ریڈ کراس کا قافلہ کابل سے نکل کر کوئٹہ سے گزر رہا تھا۔ اس وقت تک سورج نکل آیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے علی کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا ”تیس پاپا؟“

”تم بہتر میں ہو؟“

”تیس پاپا!“

”تو شمر کے پیچھے جو کالونی ہے اس کے بھلا نمبر ۲۰ میں رابرٹ نو ایک شخص اپنی محبوبہ مورینا کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ وہی سیکرٹ ایجنٹ ہے جس نے مجھے افغانستان چھوڑ کر جانے اور قتل کرانے کے لیے کئی قاتلوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔“

”میں ابھی وہاں جا رہا ہوں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ دور سے اس کی گمراہی کروں؟ یا اپنے طور پر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں؟“

”جو مناسب سمجھو کو لیکن اسے شبہ نہ ہو کہ تمہارا بھجے سے کوئی تعلق ہے یا میں کسی اور ذریعے سے اس کے پیچھے پڑ گیا ہوں۔“

”پھر تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اس سلسلے میں اور معلومات ہیں؟“

”مورینا کے دو بھائی بہت سی خطرناک مجرم ہیں۔ وہ دونوں امریکا اور رابرٹ نو کے ساتھ والے بھلا نمبر ۲۰ میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ڈان دن اور دوسرے کو ڈان ٹوٹے ہیں۔ یہ دونوں ملایا کی بہن مورینا اور رابرٹ نو چاروں ہی سیکرٹ ایجنٹ ہیں اور بڑے بڑے ممالک سے کوڑوں ڈالرز لے کر ایسے خطرناک کام کرنے کی ذمہ داریاں لیتے ہیں جنہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ وہ چاروں اپنے دشمن میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ اس بار انہوں نے میری ہلاکت کی ذمہ داری لی ہے۔ امریکی اور فرانسیسی حکام نے کہا ہے کہ انہیں معاوضہ پر حساب دیا جائے گا۔ معاوضے کی رقم کوڑوں تک محدود نہیں رہے گی۔ اور ان ہلاکتوں سے انہیں یقین دلایا ہے کہ مجھے افغانستان سے زندہ واپس نہ آئے دیں گے۔“

”آپ نے یہ سب کچھ مورینا کے دماغ سے معلوم کیا ہے کیا ان دونوں بھائیوں کے دماغوں میں بھی آپ جانتے ہیں؟“

”نہیں۔ ڈان دن اور ڈان ٹوٹا ہی بلڈ رہیں۔ یوگا کے ماہر اور خطرناک فائزر اور بہت اچھے پلان میکر ہیں۔ ان کی پلاننگ کے مطابق ہی رابرٹ نو خطرناک قاتلوں کی نہیں ترتیب دے کر میری طرف روانہ کرتا رہا ہے۔“

”اتنی معلومات کالونی پاپا! آئندہ بھی میں ان کے لیے قاتلوں کی نہیں ترتیب دوں گا اور ان کا جینا حرام کروں گا۔“

میں دائمی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہماری گاڑیاں بد خشاں کی سمت جاری تھیں۔ راستے میں دوسرے افغانی مسلح گروہ کے کئی افراد نے ہمارا راستہ روکا۔ ان کے سردار نے ریڈ کراس کے انجنیئر سے کہا۔ ”ہمیں ابھی معلوم ہوا ہے کہ طالبان نے آپ لوگوں کی قدر نہیں کی اور کابل سے نکال دیا ہے۔ یہاں ان کی حکومت نہیں ہے۔ ہم یہاں کے حکمران ہیں۔ آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ یہاں کیمپ لگائیں اور ہمارے زخمیوں اور مریضوں کے کام آئیں۔“

میں اس گروہ کے سردار دلاور کی باتوں کے دوران میں اس کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ ایک نیکر فنگر ایجنسی نے ٹیلی فون کے ذریعے بتایا تھا کہ ایک ریڈ کراس سوسائٹی میں ان کے تین جاسوس طالبان کے خلاف کام کرنے آئے تھے مگر تینوں کو مار ڈالا گیا ہے۔ انہیں پورا یقین ہے کہ نہزاد ریڈ کراس کے اس عسکری شفا خانے میں ہے۔ اسی نے ان کے جاسوسوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔

میں ریڈ کراس کے انجنیئر کے دماغ میں آیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا ”ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہم ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم اپنی دواؤں کی اطلاع سوشلٹر لینڈ کے ہیڈ کوارٹر میں دے چکے ہیں اور یہاں سرحد کے قریب آچکے ہیں۔ ہم یہاں سے جا کر ہیڈ کوارٹر سے دوبارہ اجازت لیں گے۔ اس کے بعد واپس آئیں گے۔“

سردار دلاور نے کہا ”آپ فون کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے یہاں رہنے کی اجازت لے سکتے ہیں۔ ہمیں دواؤں اور ڈاکٹروں کی سخت ضرورت ہے۔ آپ یہاں ہیں تو بہتر ہے ورنہ ہم اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر آپ کو زبردستی روکیں گے۔“

انجنیئر نے کہا ”اگر ہم یہاں سے ازبکستان کی ریڈ کراس برانچ میں نہ پہنچے تو ہماری غیر حاضری کا نوٹس لیا جائے گا پھر بڑے ملک کی مداخلت ہوگی اور ہمیں جبراً روکے اور قیدی بنانے کے باعث پوری دنیا بڑے ملک کی مداخلت کو جائز قرار دے گی۔ کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ یہاں امریکا اور اس کے حمایتی ممالک کی فوجیں آجائیں؟“

سردار دلاور کے مشیروں نے اسے سمجھایا کہ بیہوشی ممالک سے آنے والی امدادی ٹیوں پر جرح نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے ہی ملک کے دوسرے تمام صحابہ گروہ ان کے

خلاف ہو جائیں گے کیا وہ ان سب کا مقابلہ کر سکیں گے؟
سردار نے مشیروں سے کہا ”تم لوگ معقول مشورہ دے رہے ہو لیکن میرے اور بھی مشیر ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی دس پندرہ منٹ میں ان سے مشورہ لے کر آتا ہوں۔“

وہ ہم سے اور اپنے گروہ کے مسلح افراد سے بھی دور گیا پھر ایک موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ ”نیکو دلاور خان! کیا بات ہے؟“

سردار دلاور نے کہا ”میں اس ریڈ کراس ٹیم کو یہاں روکنا چاہتا ہوں، جسے طالبان نے ملک سے باہر جانے کا حکم دیا ہے۔ اگر میں انہیں زبردستی روک لوں اور انہیں قیدی بنالوں تو آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ اس ریڈ کراس ٹیم کو یہاں سے نجات دلانے کے لیے بیرونی ممالک کا دخلت کریں گے۔“

”بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔ کسی بھی ہمارے سے وہاں بیرونی دخلت شروع ہو جائے اور ہمارے اسٹے کے علاوہ فوجیں بھی چلی آئیں پھر ہم ان طالبان کو پھل کر رکھ دیں گے۔“

”تو پھر میں ریڈ کراس والوں کو زبردستی روک رہا ہوں اور انہیں قیدی بنا کر لے جا رہا ہوں۔ آگے کے معاملات آپ سنبھالیں۔“

وہ فون بند کر کے اپنے مسلح افراد کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ نہ کیا اور اپنی گاڑی کی چھت پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ بھی میرے پاس چھت پر آکر بولا ”میرے پرائیویٹ مشیروں نے مشورہ دیا ہے کہ ریڈ کراس کی اس ٹیم کو ہم اپنے علاقے میں لے جائیں۔ ہم مجاہدین ہیں۔ اگر ان کی وجہ سے بیرونی دخلت ہوگی تو ہم انہیں بھی منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس ریڈ کراس کی پوری ٹیم کو اپنے علاقے میں لے چلو۔“

ایسا کہنے کے دوران میں اس نے اپنی کلاشکوف میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی نال اس کے سر سے لگا کر کہا ”اگر کسی نے بھی ہماری ٹیم کو روکنے کی کوشش کی یا ہمارے اسٹاف کو نقصان پہنچایا تو میں تمہارے سردار کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔“
ایک مشیر نے کہا ”اے تم نہ دانا کی کر رہے ہو۔ ہمارے سردار کو چھوڑ دو۔“

دوسرے مسلح افراد بھی اپنے سردار کی حمایت میں بولنے لگے۔ میں نے کہا ”دلاور خان! جب ہمیں قیدی بننا ہے اور مرنا بھی ہے تو ہم تمہیں ساتھ لے کر سرس گے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ان سے کہو، واپس چلے جائیں۔ ہم سرحدی چوکی پر پہنچ کر تمہیں زندہ سلامت واپس جانے دیں گے۔“

وہ بولا ”میں کیسے یقین کران کہ بعد میں مجھے زندہ سلامت چھوڑ دوں گے؟“

”یقین تو کرنا ہی پڑے گا ورنہ ابھی حرام موت مر گئے۔“
اس نے اپنے وفاداروں سے کہا ”تم یہاں سے جاؤ۔“

اس ٹیم کو سرحد پار جانے سے نہ روکو۔ مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو میرے حکم کی تعمیل کرو اور فوراً یہاں سے جاؤ۔“

وہ اپنے سردار کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے اور اس کی موت کا تشا بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بہت مجبور ہو گئے تھے۔ سب اگلے قدموں پیچھے کی طرف چلے ہوئے اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے جانے لگے۔ میں نے کہا ”وہ جانے میں دیر کر رہے ہیں۔ کوئی چالاک سے مجھ پر گولی چلانے کا تو میں مرتے مرتے بھی نہیں مار ڈالوں گا۔“

وہ بلند آواز سے بولا ”اپنے سردار کی زندگی چاہتے ہو تو کوئی چالاک نہ دکھانا۔ ایک بھی گولی تمہاری طرف سے چلے گی تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ تیزی سے جاؤ اور ان لوگوں کا تعاقب نہ کرو۔“

وہ پلٹ کر تیزی سے جانے لگے۔ ہمارے ڈرائیوروں نے گاڑیاں اشارت کیں پھر ہمارا قافلہ تیز رفتاری سے جانے لگا۔ میں نے ایک مشیر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ فون کے ذریعے سردار دلاور کے بھائی کو بتا رہا تھا کہ ہم سردار کو گن پوائنٹ پر سرحد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف سردار دلاور کا بھائی زور آور خان غصے سے گرج رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”چھ گاڑیوں میں مسلح افراد اس کے ساتھ چلیں۔ وہ ہمارے سرحد پار کرنے سے پہلے ہمیں پھر کر اپنے بھائی کو رہائی دلا کر ریڈ کراس کی ٹیم کو اپنے علاقے میں لانے کا اور مجھے کوئی مار دے گا کیونکہ میں ہی اس کے بھائی کو گن پوائنٹ پر لے جا رہا تھا۔“

پھر زور آور خان نے ایک بیرونی ملک کی خفیہ ایجنسی سے رابطہ کیا اور انہیں بتایا کہ ریڈ کراس ٹیم ہوائے کس طرح اس کے بھائی کو جبراً اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”سردار دلاور کو گن پوائنٹ پر لے جانے کی جرات فرما دینی مجھ پر کر سکتا ہے۔ ریڈ کراس کے تین جاسوس بے نقاب ہوئے اور مارے گئے تب ہی یقین کی حد تک شبہ ہو چکا تھا کہ اس ریڈ کراس ٹیم میں فریاد کیں چھپا ہوا ہے۔“

زور آور خان نے کہا ”میں جلد سے جلد سرحدی چوکی تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ سرحد کے اس پار ازبکستان سے آئیں۔ اس طرح ہم اس ٹیم کو ملک سے باہر جانے سے روک سکیں گے۔“

”ہمارے مسلح جیالے سرحدی شہر میں ہیں۔ میں انہیں اطلاع دے رہا ہوں۔ وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔“

وہ فون بند کر کے اپنے سرحدی شہر کے جیالوں سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس نے خبردار کی کہ تو میں نے اسے غائب دماغ کر دیا۔ رابطہ ہونے پر سیکرٹ ایجنٹ رابرٹ کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو کون؟“

وہ حیرانی سے بولا ”مسٹر رابرٹو! آپ! میں نے پوچھا تھا اور

جلدی میں آپ کے نمبر ڈائل کیے ہیں۔ پلیز یہ بھی اچھا ہوا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ فریاد اب تک افغانستان میں ہے اور اب ایک سردار دلاور کو گن پوائنٹ پر رکھ کر سرحد پار کر کے دوبارہ ازبکستان جا رہا ہے۔“

”مجھے معلوم ہوا تھا۔ میں نے دو نہایت ہی درندے اور نہایت ہی مکار قاتلوں کو افغانستان بھیجا ہے۔ وہ دونوں معلوم کر لیں گے کہ وہ شہر کے ساتھ کہاں چھپا ہوا ہے؟“

”وہ ریڈ کراس ٹیم میں ایک ڈاکٹر بنا ہوا تھا۔ اس نے اسی ٹیم میں ہمارے تین جاسوسوں کو بے نقاب کر لیا ہے۔ طالبان نے انہیں گولی مار دی ہے اور ریڈ کراس کے انجانج کو ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح فریاد بھی ان کے ساتھ ملک سے باہر جا رہا ہے۔“

رابرٹو نے کہا ”فریاد کے لیے کسی بھی ملک کی سرحد پار کرنا اور واپس آنا ایک کھیل ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ افغانستان سے واپس کیوں جا رہا ہے۔ اس طرح دوبارہ ازبکستان جانے کے پیچھے ضرور کوئی بات ہے۔“

”آپ کے وہ دونوں درندے اور مکار قاتل کہاں ہیں؟“
”افغانستان میں ہیں۔ میں ابھی فون پر انہیں بتاؤں گا کہ ان کا ٹارگٹ کھنڈوں میں سرحد پار کر کے ازبکستان جا رہا ہے۔“

خفیہ ایجنسی کے اس انجانج نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ”آپ ان دونوں قاتلوں کے نام اور طریقے بتائیں۔ میں ازبکستان کے سرحدی شہر کے تمام مسلح جیالوں سے کہوں گا، وہ سب فریاد کو محفوظ نکلنے میں ان کی مدد کریں گے۔“

رابرٹو نے کہا ”ان دونوں میں سے ایک کا نام کارل جیس ہے اور دوسری کا نام سونا کارل ہے۔“

”کیا آپ ایک عورت کو فریاد کے مقابلے میں بھیج رہے ہیں؟“

”وہ عورت ہے مگر کبھی نہ ٹلنے والی موت ہے۔ اپنے بارے میں زیادہ خطرناک اور مکار ہے۔ کارل اسی سونا کی مکاریوں کے سارے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار آتا ہے۔ میں ابھی کارل سے رابطہ کر کے کہوں گا کہ فریاد اگر افغانستان میں لے لے اور سرحد پار کر لے تو وہ سونا کے ساتھ تمہاری خفیہ ایجنسی کے دفتر جائے۔“

اپنے جیالوں سے کہو، اگر وہ فریاد کے مقابلے پر کامیاب نہ ہو سکیں تو تم از کم اس کے موجودہ میک اپ اور گنٹ اپ کی ضرورتیں اٹار لیں۔ یہ تصویریں کارل اور سونا کے کام آئیں گی۔“

خفیہ ایجنسی کے انجانج نے چونک کر کہا ”اوہ! آپ سے منگو کہنے میں اوجھا کھنڈا کر لیا۔ مجھے سرحدی شہر کے جیالوں سے رابطہ کرنا ہے۔ فریاد سرحد کے قریب پہنچ رہا ہوگا۔“

اس نے رابرٹو سے رابطہ ختم کر کے سرحدی شہر کی خفیہ ایجنسی

کے پاس سے رابطہ کیا۔ اسے میرے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا۔ ”تو پر اہم۔ میں ابھی مسلح جیالوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف جا رہا ہوں۔ ہم فریاد کو ازبکستان میں رہنے نہیں دیں گے۔ اسے افغانستان واپس جانے پر مجبور کریں گے تاکہ وہ کارل اور سونا کے ہتھے چڑھ جائے۔“

”اسے افغانستان واپس نہ جانے دو۔ یہ ہمارے منصوبے کے خلاف ہوگا۔ کارل اور سونا تم سے ملنے آئیں گے۔ تم انہیں فریاد کے موجودہ میک اپ اور گنٹ اپ کی تصویریں دو گے۔ وہ دونوں وہاں فریاد سے ملت لیں گے۔“

میں ان کی باتیں سننے کے بعد زور آور خان کے دماغ میں آیا۔ وہ تیز رفتاری سے اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے چار مسلح ہتھیاروں کی گاڑیاں تھیں۔ اس نے موبائل آن کر کے اپنے بھائی سردار دلاور کے نمبر ملائے۔ دلاور میرے ساتھ گاڑی کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے فون سے بزرگ کی آواز ابھرے گی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا ”بات کرو۔“

اس نے موبائل کو آن کر کے پوچھا ”ہیلو کون؟ تم؟ زور آور تم کہاں ہو؟“

زور آور نے لگا لگا کہ وہ تعاقب میں آ رہا ہے۔ اسے بتایا جائے کہ وہ ریڈ کراس کی ٹیم سرحدی چوکی سے کتنی دور ہو گئی ہے۔ سردار دلاور نے کہا ”میں ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔“

زور آور نے کہا ”میں تقریباً ڈھائی گھنٹے میں پہنچ سکوں گا پھر بھی سرحدی چوکی میں کاغذات کی جانچ پڑتال ہوگی تو کتنی وقت تک انہیں وہاں روکنا پڑے گا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ڈھائی گھنٹے کا راستہ بڑھایا دو گھنٹے میں طے کر لوں۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ سردار دلاور نے سرگما کر مجھے دیکھا۔ وہ میرے سامنے پشت کیے گن پوائنٹ پر تھا۔ میں نے کہا ”مجھے نہ دیکھو۔ سامنے دیکھتے رہو۔ میں اس بات سے بے خبر ہوں کہ تمہارا بھائی ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔“

اس نے حیرانی سے پلٹ کر دیکھا۔ میں نے کہا ”آگے دیکھو ورنہ پھر بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہو گے۔“

وہ پھر سامنے دیکھنے لگا۔ میں زور آور کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جلد سے جلد سرحدی چوکی تک پہنچنے کے لیے تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پہاڑی علاقوں میں محتاط ڈرائیو تک ضروری ہوتی ہے کیونکہ راستے کے ایک طرف پہاڑ یا مسلح زمین ہوتی ہے تو دوسری طرف ہزاروں فٹ گہری کھائیاں ہوتی ہیں۔ وہ اپنے طور پر محتاط بھی تھا اور تیز رفتاری بھی تھا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ اس نے تنگ بھک گیا۔ گاڑی گھوم کر سڑک کے دوسری طرف گہری پستی میں الٹ کر لڑھکتی ہوئی چٹوڑ اور چٹانوں سے نیچے جاتے ہوئے اچانک آگ کی لپٹ میں آئی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا پھر وہ گاڑی پڑے پڑے ہو کر فضا میں بھڑکنی۔

اس کے پیچھے آنے والی چاروں گاڑیاں رک گئی تھیں۔ مسلح باجٹ گاڑیوں سے اتر کر وہ المناک منظر دیکھ رہے تھے اور اپنے دوسرے سردار کی ایسی موت پر سہمے کانے کھڑے ہوئے تھے۔ اب وہ سردار دلاور کو لینے کے لیے سرحد کی طرف جاتے تو ایسی تیز رفتاری سے کبھی گاڑی نہ چلائے اور نہ ہی کبھی ہم تک پہنچ پاتے۔ میں نے پھر سردار دلاور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق مہاراجہ فون آن کر کے خبر ملانے لگا۔۔۔۔۔۔ سرحدی چوکی پر جن مسلح افغانیوں کا پیرا تھا ان کے سربراہ سے رابطہ ہوا۔ سردار دلاور نے کہا ”ہیلو آفتاب خان! میں سردار دلاور بول رہا ہوں۔“

آفتاب خان نے کہا ”میں نے تمہیں آواز سے پہچان لیا ہے۔ خیریت تو ہے؟ کہیں تمہاری طرف طالبان تو نہیں پہنچ گئے؟“ ”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری طرف آ رہا ہوں مگر چوکی پر چینگ کے لیے رکنا نہیں چاہتا۔ مجھے طالبان کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لیے جلد سے جلد ازبکستان کے سرحدی شہر پہنچنا ہے۔“

”کوئی بات نہیں ہے۔ تم کس گاڑی میں ہو؟“ ”یڈ کر اس کی چھ گاڑیاں ہیں۔ میں سب سے پہلے والی گاڑی میں ایک ڈاکٹر اور نرس کے ساتھ رہوں گا۔ واپسی میں رک کر تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔ تم آؤ۔ تمہاری گاڑی کو نہیں روکا جائے گا۔“ رابطہ ختم ہوا تو سردار دلاور نے مہاراجہ فون بند کرتے ہوئے سچا ”یہ میں خود بخود کیوں فون کر رہا تھا؟ میں تو خود ہی دشمن کو آسانی سے سرحد پار کرنے کا موقع دے رہا ہوں۔“

میں نے یڈ کر اس کے قافلے کو روکنے کے لیے کہا۔ تمام گاڑیاں رک گئیں۔ میں نے سردار دلاور کے ساتھ چھت سے اتر کر اس گاڑی میں سبز کرنے والوں سے کہا ”تم سب پیچھے والی گاڑیوں میں جاؤ۔ کم آن دیو نہ کرو۔“

وہ فوراً ہی اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑیوں میں چلے گئے۔ میں نے ٹرمینہ کو دوسری گاڑی سے ہٹا کر اپنے پاس بٹھایا۔ ہم دونوں کے درمیان سردار دلاور بیٹھ گیا پھر وہ قافلہ تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔

میں ذرا تیر کر رہا تھا اس لیے اب مسلسل خیال خرابی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے صرف چند کیلینڈ کے لیے اس خفیہ ایجنسی کے پاس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو ازبکستان کے سرحدی شہر سے اپنے مسلح جہازوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف آ رہا تھا۔ وہ بھی تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہوا تھا اور ہم پہنچنے پہنچے تھے۔ میں نے ٹرمینہ سے کہا ”کلا شکوف سردار دلاور کے ہاتھوں میں دے دو۔ یہ تاثر پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس قیدی بنا کر لے جا رہے ہیں۔“

ٹرمینہ نے اسے کلا شکوف دی۔ اس نے دلی دلی خوش ہو کر اسے لیا اور سوچا ”اب میں چوکی پہنچ کر اس سے سنتا ہوں گا۔“

چوکی کے سامنے پہنچتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہاں کے اعلیٰ افسر آفتاب خان نے گاڑی کے پاس آ کر سردار دلاور سے مصافحہ کیا۔ دلاور نے کہا ”میرے دوست! میں جلدی میں ہوں۔ واپسی پر تمہارے ساتھ وقت گزاروں گا۔“ اس نے کہا ”کوئی بات نہیں۔ تم جا سکتے ہو۔“

میں نے گاڑی اشارت کی پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھا چلا گیا۔ پیچھے آنے والی یڈ کر اس کی تمام گاڑیوں کو کاندھ کی چینگ کے لیے روک لیا گیا تھا۔ سردار دلاور نے میری مرضی کے مطابق کلا شکوف پھر ٹرمینہ کو دے دی۔ اس نے چوکی پر ٹرمینہ کو دیکھا۔ وہ اسے نشانے پر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پیچھے پاگل سا ہو کر بولا ”یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم کوئی جادو کر ہو؟“

میں نے کہا ”میں جادو کر نہیں ہوں۔ اپنے جس غیر ملکی باپ سے پوچھو کہ وہ مجھے ٹیلی پیٹی جاننے والا فریاد علی تیور کے گا۔“

وہ چوکی پر اتر کر اسٹیم کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے ایک جگہ گاڑی روک کر ٹرمینہ سے کہا ”تم ذرا تیر کرو۔ میں ذرا مصروف رہوں گا۔“

ہم نے اپنی جگہ تبدیل کی۔ وہ ذرا تیر کرنے لگی۔ میں کلا شکوف لے کر خیال خرابی کے ذریعے خفیہ ایجنسی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی مرکز پر آ رہا تھا اور مسلح ہاتھوں کے ساتھ سرحدی چوکی کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کی گاڑی کا نمبر ڈال اور رنگ معلوم کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاڑیاں دور سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ میں نے ٹرمینہ سے کہا ”وہ جو سامنے گاڑیاں آ رہی ہیں ان کا راستہ روک کر اپنی بھی گاڑی روک دو۔“

پھر میں نے سردار دلاور کو کلا شکوف دی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اسے کھلونے کی طرح بھی دے رہے ہو اور کبھی لے رہے ہو۔ میری جان کب پھوڑو گے؟“

ٹرمینہ نے ان دو گاڑیوں کا راستہ روک دیا۔ سردار دلاور میری مرضی کے مطابق فوراً ہی گاڑی سے اتر کر گیا۔ خفیہ ایجنسی کا پاس اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر پچھا ”سردار دلاور خان! خیریت تو ہے؟“

”خیریت نہیں ہے۔ پیچھے یڈ کر اس کی پانچ گاڑیاں آ رہی ہیں۔ ان میں فریاد علی تیور ایک ڈاکٹر کے بہو ہیں۔ میں تم سے مدد حاصل کرنے جا رہا تھا۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔“ پھر سردار دلاور نے مجھ سے کہا ”براؤر! تمہارا شکر ہے۔ تم نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ تم جا سکتے ہو۔“ ٹرمینہ نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ میں دلاور

کے دماغ پر حاوی رہا۔ وہ خفیہ ایجنسی کے پاس کے ساتھ گاڑی پہنچ کر واپسی سرحدی چوکی کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ پچیس تیس کلومیٹر دور چلا گیا تو میں نے دماغی طور پر فریاد کو کہا ”ٹرمینہ! آگے دوڑنا آگے۔ بائیں طرف گاڑی بڑھا۔ ہم کسی شہر میں پہنچ کر اپنا میک اپ اور گینٹ اپ تبدیل کریں گے۔“

”پھر واپسی کیوں آئیں گے؟“ ”مونا اور کارل یہ دو شکاریوں کے نام ہیں جو مجھے شکار لے آ رہے ہیں۔ لہذا ہم شکاریوں کو دور سے اچھی طرح دیکھ لیں گے۔“

وہ ذرا تیر کرتے ہوئے بڑے پیار سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پھر ل غواشی میں مصروف ہو گیا۔

○☆☆○

میرے قتل کے لیے عالمی سطح کے قاتل درندوں کو خریدنا جا رہا اور بابا صاحب کا ادارہ خاموش رہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ہمارے کے کئی درجن جاسوس دنیا کے ہر ملک ہر شہر میں اس امریکن ایجنٹ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اس دوران میں میں ڈاکٹر سیکرٹ ایجنٹ رابرٹ اور اس کی محبوبہ مورینا کا سراغ لگایا اور ان سے شہنشاہی کے ذمے داری علی کو دے دی تھی۔

رابرٹ کو علاوہ مورینا کے دو بھائی تھے۔ مورینا کے خیالات یہ تھا تھا کہ ان میں سے ایک کو ڈان اور دوسرے کو ڈان ٹو لے ہیں۔ وہ بہت قد آور، باڈی بلڈر، خطرناک فائزر اور بہترین ان میکر تھے۔ مورینا، رابرٹ اور دونوں ڈان کی ایک ٹیم تھی۔ وہ اپنے بڑے ممالک سے کوڑوں آدمیوں ڈالر لے کر ان کے ایسے بڑی مسائل حل کرتے تھے جنہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے بڑے شور کو قتل کرنا اور دشمن ممالک کے اہم راز پانچانے کے لیے بڑی بات نہیں تھی۔ وہ چاروں آرام سے رہتے تھے اور کرائے کے مجرموں کو معاوضے دے کر ان سے کام کراتے تھے۔

علی نے بابا صاحب کے چند سراغ رساںوں کو ان کی نگرانی پر لگا دیا۔ وہ ان چاروں کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ انہوں کو کئی لوگوں سے ملے ہیں، کئی ملکوں میں جاتے ہیں اور کتنے ملک کے اعلیٰ حکام انہیں خوش آمدید کہتے ہیں، یہ باتیں میں نے ان کے دماغ سے معلوم کر کے علی کو بتا چکا تھا۔

یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مورینا اور رابرٹ کا ایک اور مخالف ہے۔ اس گروہ کے سربراہ کا نام مورینا وغیرہ کو معلوم نہیں تھا۔ وہ گروہ بھی بڑے بڑے ممالک سے بڑے اہم سودے کرتا تھا اور ان کی راہ میں اکثر کامیابی کھڑی کرتا تھا۔ وہ دوسرا گروہ میرے قتل کی ذمے داری لیتا چاہتا تھا لیکن اس ممالک نے متفقہ طور پر یہ ذمے داری رابرٹ کو دی تھی اور

دوسرے گروہ کے سربراہ سے وعدہ کیا تھا کہ رابرٹ کو کام رہے گا تو یہ ذمے داری گروہ کے سربراہ کو دی جائے گی۔

علی نے کہا ”پاپا! ہمیں اس دوسرے گروہ کے بارے میں ابھی سے کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے۔“

”بیٹے! میں معلوم کر لوں گا۔ جو لوگ چھپ کر ہراساں کر رہے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ نظریہ آنے والی ہراساں ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں خوف و دہشت طاری کرنے اور خود کو محفوظ رکھنے کے لیے ہراساں رہتے ہیں، وہ ایک دن بے نقاب ہو کر ذلت کی موت مرتے ہیں۔“

میں بیٹے کے دماغ سے چلا آیا۔ فنی اور علی خود اپنی کوششوں سے اور ادارے کے جاسوسوں کے تعاون سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ ڈان اور ڈان ٹو پیرس کے وی آئی ٹی ہینازیم میں روز صبح دو گئے اور شام کو دو گھنٹے کے لیے جاتے تھے۔ وہاں صرف نہایت امیر و کبیر بوڑھے اور جوان، باڈی بلڈنگ کے لیے آتے تھے۔ عورتیں اور جوان لڑکیاں بھی اپنے جھوس کو صحت مندر کھتے اور اساتذہ تیس ہزار روپے کے لیے آیا کرتی تھیں۔

دونوں ڈان لٹنے کے عادی نہیں تھے۔ نہ ہی شباب کی طرف مائل ہوتے تھے۔ ابھی وہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی راہ پر چل رہے تھے۔ شادی کے لیے سوچتے تھے کہ ایسی خوب صورت لڑکیاں ہوں جو ان کی طرح جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتی ہوں۔ ”ذہین، حاضر دماغ اور ان کی طرح بہترین فائزر ہوں۔ بیک وقت ایسی تمام خوبیاں رکھنے والی ایک لڑکی بھی ان کی نظروں میں نہیں آتی تھی اس لیے دونوں کو اسے اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے تھے اور کسی بھی حسد کو کرل فریڈ نہیں بناتے تھے۔“

اس وی آئی ٹی ہینازیم میں عورتوں اور مردوں کے جوڑو کرائے کا بھی شعبہ تھا جہاں ہر ہفتے بہترین فائزر کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ مردوں میں دونوں ڈان نے اپنی جسمانی قوتوں اور فائٹنگ کی صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کیا تھا کہ کوئی بھی فری اسٹائل کشتی لڑنے والا انہیں شکست نہیں دے سکتا تھا۔ خواہ مخواہ کے شیعے میں چار صحت مند لڑکیاں تھیں جو ایک دوسرے سے کبھی جیتی اور کبھی ہار جاتی تھیں۔ کسی بھی بڑے انعامی مقابلے کے لیے دونوں ڈان اور چاروں لڑکیاں منتخب ہوتی تھیں۔

پھر یہ خبر گشت کرنے لگی کہ وہاں ایک نئی لڑکی آئی ہے جو بڑی زیورست فائزر ہے۔ اس ہینازیم کی کئی لڑکیوں کو صرف ایک آٹھ منٹ میں شکست دے دیتی ہے اور اب اس نے ان چاروں لڑکیوں کو مقابلے کے لیے چیلنج کیا تھا۔

اتنی تعریفیں سن کر دونوں ڈان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ جتنی حسین اور پرکشش تھی اتنی ہی باوقار بھی تھی۔ اس سے باتیں کرنے والا اگر مذہب نہ ہو اور شوخی و شرارت سے مخاطب کرے تو وہ سب کے سامنے اس کی پٹائی کو بیتی تھی۔

ایک ڈان نے دوسرے ڈان سے کہا ”اس حینہ کو غصہ مت آتا ہے غصہ ذہانت کو کھاتا ہے لہذا یہ ذہن نہیں ہے۔“
ڈان ٹو نے کہا ”مجھے تو سنجیدہ اور ذہین لگتی ہے کیوں نہ اسے آزما جائے؟“

ڈان ٹو نے اپنی بہن مورینا سے ایک خط لکھوایا۔ اس خط کا مضمون کچھ یوں تھا ”میں تیس روز صبح و شام دیکھتی ہوں۔ تم اپنی حسین اور اسارت ہو کہ تم سے دوستی کرنے کوئی چاہتا ہے پھر سوچتی ہوں۔ تم مغرور ہوگی اور دوستی سے انکار کر دو گی تو میری انسٹ ہوگی۔ میں جواب چاہتی ہوں۔ کیا دوستی کرو گی۔“

اس خط کے آخر میں ایک لڑکی کا نام لکھ دیا گیا۔ ڈان ون نے اپنے ہاتھ سے خط لکھا ”ٹی ڈیز فنی! میں نے کلب کے رجسٹریں تمہارا نام پڑھا ہے اور تیس روز دیکھا ہوں لیکن میں ذرا بزدل ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ تمہیں محبت سے مخاطب کروں گا تو تم جوڑو کرانے شروع کر دو گی۔ اگر جواباً لکھ بھیجو کہ محبت کا جواب محبت سے دو کی تو میں تمہارے سامنے آنے کا حوصلہ کروں گا۔“

اس نے بھی خط کے آخر میں ایک فرضی نام لکھا پھر دو بچوں کے ہاتھ دو گونہ خطوط جہازیم کے کاؤنٹر پہنچ دیے۔ لٹافوں پر فنی کا نام اور مہر شپ نمبر لکھ دیا۔ فنی شام کو وہاں آئی تو کاؤنٹر گرل نے اسے دو لفٹا دیے۔ فنی نے انہیں کھول کر پڑھا۔ دونوں ڈان لارڈ میں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔

فنی نے کاؤنٹر سے کانٹہ اور قلم لے کر لکھا ”مس روٹی! تم مجھے دن رات دیکھتی ہو۔ مجھ سے متاثر ہو لیکن مجھے مغرور سمجھتی ہو۔ کیا تم نے اب تک کسی لڑکی سے گفتگو کرتے وقت میرے روپے میں ناگواری دیکھی ہے؟ اگر نہیں دیکھی ہے تو پھر یہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دراصل کوئی اور مجھ سے ملنا چاہتا ہے اور تم نے اس کی طرف سے یہ خط لکھا ہے۔ میں نے تمہارے تحریری انداز سے حقیقت سمجھ لی ہے۔ جو مجھ سے ملنا چاہتا ہے“ اس سے کوسو ساری زندگی مرد بن کر رہنا کیا ضروری ہے۔ مس روٹی کھلاتے رہو۔ فقط فنی۔“

پھر اس نے دوسرے خط کا جواب لکھا ”مسٹر بزدل! تمہیں بزدل ہی رہنا چاہیے کیونکہ میرا جسم اور جان جس مرد کے لیے ہے وہ ایسا شہ زور ہے کہ تمہیں میرے قریب دیکھنے کا توجہ دکر رکھ دے گا۔ اگر تمہاری ماں زندہ ہے تو اسی کی گود میں رہ کر زندگی گزار لو۔ فقط فنی۔“

اس نے دو لفٹافوں میں دونوں خط رکھ کر کاؤنٹر گرل کو دیے پھر اس سے کہا ”بھتیگی کی شام کو چار ریسٹر چیمبریں لڑکیوں سے میرا مقابلہ ہے ان دونوں سے کتنا وہاں آکر میرے توجہ دکر لیں۔“ وہ وہاں سے جتنا تنگ کی مشقیں کرنے چلی گئی۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں آئے۔ انہوں نے کاؤنٹر گرل سے کہا ”فنی نے ابھی جو دو لفٹا دیے ہیں وہ ہمارے لیے ہیں

لیکن فنی سے یہ نہ کہنا کہ ہم نے اس کا خط وصول کیا ہے۔“
کاؤنٹر گرل انہیں اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے مگر ان دونوں لفٹاؤں میں دے دیے۔ وہ لفٹاؤں نے کراؤن میں آئے پھر خط نکال کر پڑھنے لگے۔ دونوں خطوط مختصر تھے۔ انہیں پڑھنے کے بعد ڈان ٹو نے کہا ”یہ حینہ بہت ذہین ہے۔ پتا نہیں کہ کون لکھا ہے۔“

ایک لڑکی نے ایک لڑکے کی خاطر وہ خط لکھا تھا اور اس کی بخت نہ لکھا ہے کہ مجھے مرد نہیں۔ مس روٹی بن کر رہنا چاہیے۔“
ڈان ون نے ہنستے ہوئے کہا ”مجھے مسٹر بزدل لکھا ہے۔“
ہے کہ مجھے ماں کی گود میں رہنا چاہیے کیونکہ وہ کسی شہ زور کی ملکیت ہے۔ یہ حینہ ذہین سہی لیکن بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہتی ہے۔ میں کسی دن اس کے شہ زور کو اس کی آنکھوں کے سامنے نہچو دکر رکھ دوں گا۔“

دوسری طرف علی نے رابرٹو کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی تھیں۔ رابرٹو کو جاننے کا شوق تھا۔ اس کی اکثر باتیں پیرس کے بڑے بڑے کینینو میں مگرز تھیں۔ علی ایسے ہی ایک کینینو میں رابرٹو کی میز پر غلبہ کھینے بیٹھ گیا۔ رابرٹو نے اسے دیکھ کر کہا ”شاید پہلی بار یہاں آئے ہو؟ میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔“

علی نے کہا ”ہاں پہلی بار اس کینینو میں آیا ہوں لیکن پہلی بار نہیں کھیل رہا ہوں۔“
”کیا کسی ارب پتی کے بیٹے ہو؟“
”کیا تم کھیل سے پہلے کھیلنے والے کا خرافیہ معلوم کرتے ہو؟“

”کھیلنے والے کا وزن معلوم کرتا ہوں کیونکہ میری پہلی چال پانچ ہزار ڈالر سے شروع ہوتی ہے۔“
علی نے پانچ ہزار ڈالر کے نوٹن نکال کر میز پر رکھ دیے۔ رابرٹو نے کہا ”بھئی مرہ گنیا لیکن دو چار ٹیم کھیل کر نہ اٹھا۔ برا موز خراب ہو جائے گا۔“

”فکر نہ کرو۔ میں رات سے صبح کروں گا۔“
تاش کی نئی گڈی کھولی گئی۔ رابرٹو نے گڈی اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ”بھئی تم کیسا یاد کر دو گے۔ لو پہلے تم چنے چیمپئنو بانو۔“

علی چنے چیمپئنو لگا۔ رابرٹو فور سے دیکھ رہا تھا پھر بولا ”اناڈی نہیں ہو۔ تمہارے شغل کرنے کا انداز بتا رہا ہے کہ کھلاڑی ہو۔“
علی نے چین میں چنے پڑے۔ دونوں نے پہلی چال پانچ ہزار کے نوٹن میز پر رکھے تھے۔ دوسری چال میں رابرٹو نے دس ہزار کی چال دیتے ہوئے کہا ”میں چال بڑھاتا جاؤں گا۔ بہتر ہے اپنے دیکھ لو۔“

علی نے دس کی چال دے کر کہا ”میں اندھی چال چلا ہوں۔“
چنے نہیں دیکھا اور مجھے دیکھنا چاہیے یا نہیں اس قسم کے شوق

”بھئی کھیل کے دوران میں باتیں ہوتی رہتی چاہئیں۔ اس میں کچھ نہ کچھ بولنا رہتا ہوں۔“
”بھئی کھلاڑی اس لیے بولتے ہیں کہ باتوں میں الجھا کر ”تو جوان ہو مگر زبان سے بوڑھوں کا تجربہ بولتا ہے۔“

وہ ایک دوسرے سے بولتے جا رہے تھے اور چال بڑھاتے تھے۔ جب ان کی چال ایک لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی تو رابرٹو نے کہا ”تم نے ابھی تک چنے نہیں دیکھے اور اندھی چال چلتے ہو۔ میں کسی دن اس کے شہ زور کو اس کی آنکھوں کے سامنے نہچو دکر رکھ دوں گا۔“

”تیرا باپ اور سو سال بنے لیکن جب پتہ دکھاؤں گا تو تمہارا باپ مر جائے گا۔“
رابرٹو نے اسے ٹوٹتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھی علی کی بات اپنے پتے دیکھے بغیر میز پر ایک لاکھ ڈالر رکھ چکا تھا۔ اس نے کہا ”مجھے تمہاری طرح اندھا اور اناڈی نہیں بننا چاہیے۔“

اس نے اپنے تین بیٹے اس سے چھپاتے ہوئے اٹھا لیے پھر نہیں دیکھا تو خوش ہو گیا۔ بیگم کے تین بیٹے آئے تھے اور جیت کی مقدار بننے والی تھی۔ پتے دیکھنے کے بعد نئی چال کی ڈیل رقم لیا پتی ہے۔ رابرٹو کو دو لاکھ ڈالر کے نوٹن دینے پر علی نے اپنی معمول کی چال کے مطابق ایک لاکھ ڈالر کے نوٹن میز پر رکھے۔ رابرٹو نے کہا ”کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جب میں نے دو لاکھ دیے ہیں تو میرے پاس بڑے پتے آئے ہیں۔“

”آئے ہوں گے میز پر دو لاکھ اور رکھو۔“
رابرٹو نے دو لاکھ کے نوٹن رکھے۔ علی نے اس بار چار لاکھ کے نوٹن رکھے۔ کھیل کے اصول کے مطابق اب رابرٹو کو بھی چار لاکھ دینے پڑتے لیکن وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں تھا۔ دولت تو وہ اپنے بڑے ممالک سے حاصل کرتا تھا لیکن جواری خواہ کتنا ہی بے چارہ اور کھرب ہوتی ہے جوئے میں ہارنے کے بعد اپنی سبکی یا شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ رابرٹو ایک نوجوان سے ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ پتے دیکھنے کے بعد اسے بار بار چار لاکھ دینے پڑے تھے۔ اس سبب سے کہا ”مطلق شک ہو رہا ہے اور مجھ کو جس لے آؤ۔“

علی نے کہا ”تیرا حلق تر ہے۔ میرے لیے کچھ نہ لاؤ۔“
دو بیڑیاں سے آیا۔ بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوس آئے۔ ان میں سے ایک نے دیگر باتوں میں الجھایا۔ دوسرے نے اس وقت جو اس میں اعصابی کمزوری کی دوام لایا۔ دیگر ایک ٹرے میں تین کھانسیاں رکھ کر ان کی میز پر آیا۔ رابرٹو نے علی سے کہا ”تم کھانسیاں نہ کرو۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے پتے نہ اٹھانے کی قسم مار کر آئے ہو۔“

علی نے کہا ”ایسا ہی کچھ ہے۔ میں ایک ہی چال میں اس پار یا

اس پار کر دینا چاہتا ہوں۔“

”مسٹر اناڈی! اسٹراک ڈالر کی چال ہو چکی ہے پہلی چال میں خالی ہو جاؤ گے تو صبح تک کیسے کھیلو گے؟“

”انسانوں کی زندگی میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کی صبح نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے ہم میں سے کسی کی صبح نہ ہو۔ جوس رکھا ہو اسے حلق تر کر لو۔“
وہ ہنسنے لگا بولا ”شو کرو۔“

علی نے کہا ”کھیل کے اصولوں کے مطابق شو کرانے کے لیے اسٹراک کی دہائی رقم سامنے رکھ دو۔“
اس نے دہائی رقم ایک کروڑ چالیس لاکھ کے نوٹن میز پر رکھے۔ علی نے اپنا ایک پتہ لٹ کر دکھایا۔ وہ ڈانڈ کا بادشاہ تھا۔ دوسرا پتہ اٹالیا، وہ بھی بادشاہ تھا۔ پھر اس نے تیسرے پتے کو چھپا کر منہ ایسے بنایا جیسے بارہا ہو۔ رابرٹو نے ہنستے ہوئے کہا ”اندھی چال چلنے والے بیٹھ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ تیرا پتہ شو کرو۔“

جب اس نے شو کیا تو وہ بھی بادشاہ تھا۔ رابرٹو نے ماپوسی اور جیرانی سے دیکھا۔ اس کے پاس بیگم کے تین بیٹے اور علی کے پاس بادشاہ کے تین بیٹے تھے۔ وہ پہلی ہی چال میں دو کروڑ سے زیادہ رقم جیت چکا تھا۔

رابرٹو نے گلاس اٹھا کر جوس کا ایک گھونٹ پیا۔ علی نے پوچھا۔

”پتے چیمپئنو یا خالی ہو چکے ہو؟“
وہ ہنسنے سے بولا ”کچھ کڑا لگے سمجھتے ہو۔ اس بار دیکھو گے کہ میں تمہیں کس طرح ننگا کروں گا لیکن پتے میں چیمپئنو گا۔ تم پتے باز ہو۔ تم نے پہلی بار بازی چال بازی سے جیتی ہے۔“
”کھیل کے اصولوں کے مطابق جیتنے والا اپنے چیمپئنو ہے مگر تم بھی کیا یاد کر دو گے۔ تو میری شغل کرو اور پتے بانو مگر پہلے جوس پی لو۔ حلق تر کر لو۔ دماغ تازہ رہے گا۔“

اس نے گلاس اٹھا کر جوس پیا پھر اسے میز پر رکھ کر تاش کی گڈی اٹھا لی۔ گلاس میں ایک گھونٹ جوس رہ گیا تھا۔ جب وہ پتے چیمپئنو کرنا پڑے گا تو علی نے کہا ”تھمرو۔“ یہ آخری گھونٹ پی لو۔ گلاس خالی کرنے کا شگون ہے ہو سکتا ہے کہ تم میری جیب خالی کرنے والے ہو۔“

اس نے مگر اکر گلاس کو اٹھایا پھر آخری گھونٹ دیکھ کر بولا۔
”ہاں۔ اس بار میں تمہیں اس گلاس کی طرح خالی کروں گا۔“
اس نے آخری گھونٹ بھی پی لیا۔ ادارے کے ایک جاسوس نے کینینو کے باہر ایک گاڑی میں آکر موبائل کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا ”سر! رابرٹو نے جوس پی لیا ہے۔ کیا آپ کچھ اور پوچھنا چاہیں گے؟“

”ہاں اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔“
میں نے موبائل بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے پوچھا ”کیا تم کسی معاملے میں مصروف ہو؟“

○●○

بھٹے کی شام مقررہ وقت پر جنازہ کے ریلنگ ہال میں امیرو
کبیر عورتوں اور مردوں کی بھڑکھی۔ ڈان دن اور ڈان دن بھی وہاں
موجود تھے۔ انہوں نے فحشی کی ذہانت کو آزمایا تھا۔ اب یہ دیکھنے
آئے تھے کہ وہ ریلنگ میں چیمپین بن سکے گی یا نہیں؟

ریلنگ کی ابتدا میں ایک فائرسینہ فحشی کے مقابلے پر آئی۔
وہ وہاں کی چار چیمپین حسیناؤں میں سے ایک تھی۔ فحشی نے
ریلنگ شروع ہوتے ہی اسے باری حیلے کرنے کے مواقع دیے
اور اس کے تمام حیلوں کو ناکام بناتی رہی پھر چاکلے اسیے تازہ توڑ

ان میں سے ایک نے کہا "اچھا یہاں بیٹھو۔ ہم دونوں آپہاں بیٹھ کر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

”نہیں۔“

مٹائی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بری طرح زخمی ہو کر ہانپ رہا تھا۔ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا اور جب تک اس

کے ذمہ نہ بھرتے، وہ ٹائی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتا تھا۔
 ڈان ٹو نے پانتے ہوئے کہا "مٹی! پوائنٹس کے مطابق فیصلہ کرو۔ میں نے زیادہ سچا رہے ہیں۔"
 ڈان ون نے کہا "فزی اسٹائل میں صرف سچ کے نہیں کرانے اور گکس کے بھی پوائنٹس ہوتے ہیں۔ مٹی! تم غیر جانب داری سے اپنا فیصلہ سناؤ۔"

علی ٹٹلے کے انداز میں چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔ مٹی نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ شہ زور میرا تیسرا طلبہ گار ہے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم دونوں میں اتنی جان اور توانائی باقی نہیں ہے کہ اب کسی اور سے مقابلہ کر سکو۔ لہذا جب توانائی بحال ہو جائے گی پھر دیکھا جائے گا۔"

علی نے کہا "یہ دونوں اتنے لولہ مان ہو گئے ہیں کہ غار شہ زور کتے لگ رہے ہیں اور میں کتوں سے لڑتا نہیں ہوں۔ ہماری دنیا کے ابتدائی انسانوں میں سے دو نے ایک عورت کے لیے لڑائی کی تھی۔ تم دونوں نے وہ تباہی دہرائی ہے۔"

وہ مٹی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔
 ٹائی باری باری دونوں زنجیوں کے دماغوں میں جا کر انہیں اپنی رہائش گاہ یا اسپتال بنانے پر بائیں کر رہی تھی تاکہ وہ انہیں تھک کر سلاستے پھر ان پر توبیہ عمل کر سکے۔

○●○

وہ کون سی جگہ تھی جہاں پورس پہنچا ہوا تھا؟
 روشنی کا ہال۔ ایک وسیع و عریض احاطے کی چار دیواری۔ پتا نہیں وہ چار دیواری کتنے کھلمبڑ پر محیط ہوگی۔ اس احاطے کے اندر ایک طرف مسجد تھی۔ دوسری طرف مندر تھا۔ ایک بہت بڑے آشرم میں ہندو عورتیں بیٹھیں اور مرد سوارہ تھے مسلمانوں کے لیے ایک بڑا سا مراقبہ ہال تھا۔ جب پورس ایک دروازے کے سامنے گیا تو وہ دروازہ آپ ہی آپ کھل گیا تھا۔ بڑے سے کمرے کے اندر ایک بزرگ عبادت میں مصروف تھے اور دھیمی دھیمی کلام پاک کی تلاوت کی آواز ابھرنی لگی۔

پھر پورس کے دماغ میں چپے کسی نے کہا کہ اس کی منزل آگے دوسرے دروازے کی طرف ہے۔ وہ وہاں پہنچا تو وہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ بڑے سے کمرے کے اندر ایک سادھو مہاراج یوگا کا ایک آسن جمائے گیان دھیان میں مصروف تھے ان کے قدموں میں ایک عورت جھکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ جب اس نے قدموں سے سر اٹھایا اور چہرے سے زلفیں ہٹے لگیں تو پارس اپنی زہریلی محبوبہ (نیلا) کو دیکھ کر چونک گیا۔

نیلا اس سے جدا ہوئی تھی۔ پارس نے اسے انکار کرنے کے بعد پھر پورس کے بچنے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ پورس سے تقریباً ساڑھے چار سو کھلمبڑ دور تھی لیکن توقع کے باطل خلاف وہاں سادھو مہاراج کے قدموں میں پڑتی ہوئی تھی۔

پورس تیزی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا پھر وہ بھی سادھو مہاراج کے قدموں میں جھک گیا۔ نیلا اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "یہ میرا پورس ہے یا پارس؟ ایسا نہ ہو کہ میں پھر دھوکا کھا جاؤں۔"

اسے اپنے دماغ میں دھیمی آواز سنائی دی "ہمارے چڑیوں میں اکثر بھی دھوکا نہیں کھاؤ گی۔ یہ تمہارا پورس ہے۔"

پورس کو اپنے دماغ میں ایسی ہی آواز سنائی دی "میاں سے جاؤ۔ میاں محفوظ رہو گے۔ ہر ایک آدمی تمہاری رہنمائی کرے گا۔"

وہ نیلا کا ہاتھ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ اگلے قدموں چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر وسیع چوڑا تھا۔ اس کی سیزم کی گئی پورس کا ٹیکہ، سناج اور جوتے تھے اس نے جوتے پہن کر گالچ اور ٹیکے لے کر دیکھا۔ ایک آدمی قریب آکر دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ میرے ساتھ چلیں۔ آپ کے رہنے کھانے پینے اور سونے کے لیے ایک کوارٹر ہے۔"

پورس نے نیلا کے ساتھ اس شخص کے پیچھے چلے ہوئے پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"
 وہ شخص خاموشی سے چتا رہا۔ پورس نے پوچھا "وہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج کون ہیں؟"

ان کی راہنمائی کرنے والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پارس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ جو اب کیوں نہیں دیتے؟"
 وہ بولا "ہم اتنا ہی کتے اور کتے ہیں، جتنا ہم کہہ سکتے اور کر سکتے ہیں۔ زیادہ بولنا چاہیں تو ہماری زبان بول نہیں پاتی۔ آپ دونوں کے رہنے کے لیے کوارٹر ہے۔ آپ فون کے ذریعے ضرورت کی جو چیزیں طلب کریں گے وہ سب میاں گرو کی جائیں گی۔"

وہ انہیں ایک کوارٹر کے سامنے پہنچا کر چلا گیا۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر آئے۔ نیلا نے اس کی گردن میں بائیں ڈال کر کہا "میں تو بالکل مایوس ہو گئی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ مجھے کبھی نہیں ملو گے اور میں ملو گے تو میں خود کشی کروں گی لیکن آئندہ کبھی پارس کو موقع نہیں دوں گی کہ وہ مجھے اغوا کرے۔"

پورس نے پوچھا "تم میاں کیسے آئیں گی؟"
 "چائیں۔ تمہارا انتظار کرتے کرتے سوتی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو خود کو سادھو مہاراج کے قدموں میں دیکھا پھر قدموں سے اٹھایا تو تم نظر آ گئے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ میرے اور نامرہ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ پہلے پارس ہم دونوں کے لیے مسئلہ بن گیا پھر ہم دونوں چپے جاؤ سے میاں پہنچے جبکہ مجھے جادو کو نہیں مانتا۔ اتنی تک کسی کے جادو نے مجھ پر اثر نہیں کیا ہے۔"
 اسے پھر اپنے دماغ میں آواز سنائی دی "پریشان ہونے سے بترہے، محفوظ جگہ ملے تو آرام سے سو جائیں۔ پچھلی شخص وہ

ہیں۔ نیند پوری ہو تو آئندہ سوچنے سمجھنے کے لیے ذہن تازہ اور چمکارتا ہے۔"

وہ جب سے اس وسیع و عریض چار دیواری میں داخل ہوا تھا اس نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں یوتا لیکن وہ پرانی سوچ کی لہریں نہیں ہوتی تھیں۔ کسی حد تک اپنی آواز اور لہجہ لگتا تھا مگر وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کی اپنی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔

پہلی بار اس کے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ اسے جوتے اتار بیگ اور سناج چوتھے کے زینے کے پاس رکھ کر جانا چاہیے۔ پھر دیکھا جائے تو ایسے ایسے طور طریقے کی باتیں اپنے دماغ میں آئیں لیکن جب اس نے ایک کمرے میں مسلمان بزرگ کو بات میں مصروف دیکھا تو اس کے دماغ میں بات آئی "تیری یاد دہرے۔ دوسرے دروازے پر جا۔"

جب وہ دوسرے دروازے پر گیا تو واقعی سادھو مہاراج کے ہل میں اس کی منزل نیلاں مل گئی تھی۔
 پورس کے دماغ میں سوال پیدا ہوا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں بات کیسے آئی کہ دوسرے دروازے پر جانے سے اس کی محبوبہ نیلا؟

پھر یہ بات بھی آپ ہی آپ دماغ میں آئی کہ وہ نیلاں کے قدموں سے باہر جانے کا تو اسے ایک آدمی لے گا جو انہیں محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔

پھر یہی ہوا تھا۔ وہ نیلاں کے ساتھ ایک آرام دہ کوارٹر میں گیا تھا اور اب دماغ میں بات آ رہی تھی کہ اسے آرام سے سو لے جائے۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے اسے نیند آنے لگی ہے اور وہ کوارٹر میں پائے گا تو موجودہ حالات کا تجزیہ کرنے سے پہلے اپنی باتیں بغیر سو جائے گا۔

پارس کی طرح اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ وہ کسی نیلی بیعتی مسئلے کو اپنے چور خیالات پر مبنی کلام نہیں دیتا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی۔ ایسا کرنے کے بعد پھر اس نے محسوس کیا، جو خفیہ کا شمار اس پر طاری ہوا تھا، اب ظاہر نہیں رہا ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جاگ سکتا

تھوڑے عین میں بدل رہا تھا کہ کوئی اس کا لب و لہجہ اختیار کر کے اس کی باتیں نہ کرے۔ وہ بولنے والا آتا ہے تو اس کی سوچ کی لہریں نہیں ہوتیں۔ آئندہ کے لیے پورس نے سوچا "میں نے اپنے چور خیالات والے قیدی خانے کو بند رکھوں گا۔ بیشک اس کے اندر اس کے میرے چور خیالات کبھی میری مرضی اور میری بات خلاف نہ ہوں اور آج رات مجھے نہیں سونا چاہیے۔" پھر غور کرتا چاہیے کہ میری نامرہ ممبئی سے میاں کیسے

وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سانس روک کر نیند کو بھگاتا۔ باہر سوچتا رہا "یہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج کون ہیں۔ انہیں میرے مسائل کا علم کیسے ہوا؟ یہ کیسے جانتے تھے کہ میں پارس سے دور رہنے کے لیے اپنی نامرہ کے قریب اپنے ہی بچنے میں نہیں جا رہا ہوں۔ انہوں نے کیسے میری مجبوری کو سمجھا اور نامرہ کو میاں لے آئے؟"

اس کے اور نیلاں کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اور پھر ہوا تھا وہ روحانیت، آتما گیان، نیلی بیعتی یا پھر کالے جادو سے ہو سکتا تھا۔ پورس کالے جادو کو صرف اس حد تک مانتا تھا کہ اس کا اثر دنیا میں رہتا اور جادو کبھی عبادت گزار اور مضبوط قوت راہی والوں پر اثر نہیں کرتا۔

جس نامعلوم چار دیواری میں اسے نیلاں ملی تھی، وہاں مسلمان اور ہندو عبادت گزار تھے جہاں کلام پاک کی تلاوت ہوتی ہو اور گیتا پڑھی جاتی ہو، وہاں جادو کی عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا جو کچھ ہوا تھا وہ روحانیت یعنی آتما گیان یا پھر نیلی بیعتی کے ذریعے ہوا تھا۔

اس چار دیواری میں ایک نہایت منظم ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ اسے قائم کرنے کے لیے ایک یا ایک سے زیادہ نیلی بیعتی جاننے والوں کی ضرورت تھی۔ جبکہ چند نیلی بیعتی جاننے والے اس دنیا میں رہ گئے تھے پورس نے میرے اور آتمہ کے بارے میں سوچا کہ ہم ایسا ادارہ قائم نہیں کریں گے کیونکہ بابا صاحب کے مشورہ اور مضبوط ادارے کی موجودگی میں ہمیں دوسری پناہ گاہ بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

اپا اور مہاراج میں مستقل اتحاد نہیں تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی غرض کے لیے نیلی بیعتی کا علم استعمال کرتے تھے۔ نیلاں کا کوئی پتا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ اپنے ہوتے کو تلاش کرنے کے لیے کبھی کبھی کسی سے رابطہ کرتی تھی۔ وہ ایسا ادارہ قائم نہیں کر سکتی تھی، جہاں ایک مسلمان بزرگ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ وہاں بے شمار مسلمان بھی آتے تھے اور کلام پاک کی تلاوت بھی ہوتی تھی۔ لہذا نیلاں نے بھی وہ ادارہ قائم نہیں کیا تھا۔

ان تمام حقائق کے پیش نظر ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ الپا نے قدرتی طور پر عبادت اور ریاضت کے ذریعے نیلی بیعتی کا علم حاصل نہیں کیا تھا۔ وہ ٹرانسفا رمرشٹین سے گزر کر آئی تھی۔ جب نیلی بیعتی کے علم کو مٹانے والی دوا اچھرے کی گئی تو وہ چالاکی سے کسی ایسی جگہ چلی گئی جہاں دوا اچھرے کی گئی تھی۔ اس لیے اس کا یہ علم سلامت رہ گیا تھا۔ یہ ممکن تھا "الپا کی طرح دو چار مزید نیلی بیعتی جاننے والے دنیا کے ایسے حصے میں ہوں جہاں دوا اچھرے کرنے سے روک نہ گئی تھی۔"

یہ بات عقل تسلیم کرتی تھی کہ ایسا ہوا ہو گا۔ الپا کی طرح ٹرانسفا رمرشٹین سے نیلی بیعتی حاصل کرنے والے دو چار افراد وہ

گئے ہوں اور انہوں نے متحد ہو کر یہ ادارہ قائم کیا ہو، جہاں ابھی پورس نیاں کے ساتھ پہنچا ہوا تھا۔

دوسری قدرتی حقیقت یہ تھی کہ اس دنیا میں انسان مرتے ہیں لیکن علم کبھی نہیں مرتا۔ نئی پیدہ جیسی ایک ہی قدرتی علم ہے جس طرح میں نے آمنے آمنے سامان اور اس کے تین بھائیوں نے فی آر بھائی اور نیاں نے مسلسل دھیان گیان، عبادت و ریاضت سے یہ علم حاصل کیا تھا اسی طرح دنیا کے مختلف حصوں میں آج بھی نہ جانے کتنے لوگ عبادت و ریاضت سے یہ علم حاصل کر رہے ہوں۔ ایسے ہی قدرتی طور پر یہ علم حاصل کرنے والے دو چار افراد اس نئے ادارے میں ہوں گے جہاں ابھی نیاں اور پورس تھے۔ پورس اسی مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بھارت کے ایک دور افتادہ حصے میں وہ منظم ادارہ کیسے قائم ہو گیا ہے؟ اور کن افراد نے اسے قائم کیا ہے؟

وہ ایک کرسی پر بیٹھا ان مسائل پر غور کر رہا تھا۔ نیاں ایک بیڑ پر مگنی نیند میں تھی۔ اس کی نیند سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کسی نے اسے اسی طرح ٹیلی جیسی کے ذریعے سلاپا ہے جس طرح تھوڑی دیر پہلے پورس کو سلائے کی کوشش کی تھی۔ اگر ایسا عمل نہ کیا جاتا تو نیاں اپنے پورس سے چھڑنے کے بعد اس کو انڈر میں اس سے ملنے ہی اس کی آغوش میں سا کر دیتی۔ اسے اتنی محبتیں دیتی کہ رات سے صبح کو جیتی لیکن وہ اس کو انڈر میں آتے ہی تھوڑی دیر میں سو گئی تھی۔

وہ اسے دیکھتے دیکھتے اچانک کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ پہلے نیند میں ڈرا کسمائی تھی پھر اچانک کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہی تھی اور نہ ہی اس کمرے میں اسے پورس کی موجودگی کا احساس تھا۔

پھر وہ بستر سے اترتی اور نیند کی حالت میں چلتی ہوئی پورس کے سامنے سے گزر کر باہر جانے لگی۔

تھوڑی دیر پہلے پورس یہ سوچ رہا تھا کہ پچھلے سے باہر جانے کا اور احاطے کے اندر جہاں جہاں ناری ہے وہاں سے چھپ کر گزرتے ہوئے اس ادارے کے مختلف حصوں کو دیکھے گا۔ جو جاگ رہے ہوں گے ان کی باتیں سنے گا۔ یوں جاوے گی کہ کچھ اہم معلومات حاصل کرے گا۔

نیاں کے نیند میں چلنے کی عادت نے اس کا یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اگر کوئی اس سے پوچھتا کہ رات کے آخری پہرہ ادارے کے اندر کہاں گھوم رہا ہے تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کی محبوبہ نیند میں چل رہی ہے اور وہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔

وہ نیاں کے پیچھے کو انڈر سے باہر آیا۔ وہاں حد نظر تک بالکل تاریکی نہیں تھی۔ کہیں کہیں روشنی بھی تھی۔ مسجد کے گنبد اور مندر کے کھن والی چار دیواریاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج شاید اب بھی عبادت میں مصروف ہوں

گئے۔ نیاں ادھر نہیں گئی۔ وہ ان چار دیواریوں کی ایک جانب سے گزرتے ہوئے پچھلے حصے کی طرف جانے لگی۔

پچھلے حصے میں ایک پختہ خوب صورت دو منزلہ عمارت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس عمارت میں داخل ہو گئی۔ ایک وسیع لاؤنج میں آگئی۔ ایک طرف زینہ تھا۔ وہ زینے پر چڑھنے لگی۔ پورس اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ بدستور پورس کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

زینے کے اوپری حصے میں ایک کارڈر تھا۔ وہ کارڈر سے گزرتی ہوئی ایک کھلے ہوئے دروازے کے سامنے چند لمحوں کے لیے رک گئی۔ پورس نے کھلے ہوئے دروازے کے اندر دیکھا۔ ایک بہت برا ہوا تھا۔ ہال کے فرش پر سفید چاندنی بھیگی ہوئی تھی۔ سامنے والی دیوار کے قریب دی مسلمان بزرگ اور سادھو مہاراج نظر آئے۔ ان کے آس پاس ایک تیس تیس برس کی خاتون اور ایک حسین نوجوان لڑکی تھی۔ وہ سب سر جھکا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے میں اگر کبھی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ نیاں اس کمرے میں آکر ان سے کچھ فاصلے پر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ پورس کو اپنے ہال میں آواز سنائی دی۔ ”دروازے پر نہ ہو۔ اندر آ جاؤ۔“

وہ اندر آ گیا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ پورس ایک خاموش تماشائی کی طرح نیاں کے پاس آکر دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ وہاں لمحوں تک خاموشی چھائی رہی پھر مسلمان بزرگ نے کہا ”میرا نام سید جلال الدین پاشا ہے۔ میں نے برسوں کی مسلسل عبادت اور ریاضت سے ٹیلی جیسی کا علم حاصل کیا ہے۔ میرے ساتھ میری صاحبزادی شاہشاہ ہے۔ میں نے اسے بھی دن رات کی محنت سے خیال خوانی کا ہنر سکھایا ہے۔“

سادھو مہاراج نے کہا ”میرا نام ملی دھرمیاندر ہے۔ میں نے اٹھارہ برس کی عمر سے تپا شروع کی۔ دن رات گیان دھیان میں مصروف رہا۔ بائیس برس تک مسلسل ریاضت کے بعد میں نے ٹیلی جیسی سیکھی ہے اور یوگا میں مہارت حاصل کی ہے۔ یہ سب ساتھ میری بہن و درشا باندہ ہیں۔ میڈیکل سائنسی میں غیر معمولی تجربہ رکھتی ہے۔ دنیا کے معروف اور نہایت تجربہ کار ڈاکٹروں کے ساتھ کام کر چکی ہے۔ بچپن سے حیرت انگیز طور پر ذہین ہے۔ اپنی ذہانت سے بہترین منصوبے بناتی ہے۔ درشا کی پلاننگ کے مطابق جنہیں اور نامہ (نیاں) کو میاں بلایا گیا ہے۔“

سید جلال الدین پاشا نے کہا ”ہم نے اپنا مختصر ساقاوت کرنا ہے۔ تمہارا تعارف حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہم تمہاری غیر معمولی ذہانت اور مکارانہ صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔“

ملی دھرمیاندر نے کہا ”لیکن تمہاری اس زہریلی محبوبہ ہمیں الجھا دیا ہے۔ جب ہمیں پتا چلا کہ یہ اغوا کی گئی تھی اور اغوا

کے جانے کے بارے غمنوں کے اندر اسے تمہارے بچنے میں واپس پہنچا دیا گیا تھا تو یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس پر تنویری عمل کرنے کے بعد تمہارے پاس پہنچایا گیا ہے۔“

پورس نے پوچھا ”آپ تمہارے بارے میں کب سے معلومات رکھتے ہیں؟“

ملی دھرمیاندر نے جواب دیا ”یوں تو جب سے تم ٹیلی جیسی جانے والوں کے لیے چیلنج بن گئے تھے تب سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے ہیں۔ میں بائیس برس سے تپا کر رہا تھا۔ پچھلے دو ماہ سے میرے اندر ایسی آتما شکتی پیدا ہوئی کہ میں کسی بھی یوگا جاننے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں اور وہ مجھے محسوس نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح تم میری سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرتے ہو لیکن بے شک ذہن ہو۔ ابھی چند لمحوں پہلے تم یوگی بار بار سانس روکنے لگے جس کے باعث میں نامور کی طرح تمہارے اندر کہ تمہیں مگنی نیند سلا نہ سکا۔ میاں بھی تم مجی سانس روک رہے ہو اور بھی لے رہے ہو۔“

”آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر میرے اندر آ کر جو خدایات پھڑکے۔“

”ٹھیک ہے۔ آئندہ میں جنہیں اطلاع دے کہ تمہارے اندر آیا کروں گا۔“

پورس نے پوچھا ”آپ آتما شکتی کے ذریعے فراہم اور اس کے

بیٹوں اور ہوسوں کے دماغوں میں جاتے ہوں گے؟“

”میری آتما شکتی میں ابھی تک ایک کی رہ گئی ہے۔ فراہم اور اس کی فحش کے افراد پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ میں ایک بار پارس، ٹائی، ٹی اور علی وغیرہ کو آڑا چکا ہوں۔ وہ میری سوچ کی لمبوں کو محسوس کر لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ بہر حال مجھے یقین ہے کہ میری تپا جاری رہے گی تو میں روحانی عمل کو کمزور بنا کر ان کے اندر جا سکتا ہوں۔“

”ابھی آپ نے کہا تھا کہ میری نامور نے آپ کو الجھا دیا ہے وہ ابھرنے کیا ہے؟“

”میں پہلے دو بار نامور کے دماغ میں جا کر تنویری عمل کر چکا ہوں۔ اس عمل سے اس کی پچھلی زندگی کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی ہیں لیکن دوبار ٹیلی جیسی اور آتما شکتی کے باوجود نامور کو اپنی پچھلی زندگی کی ایک بات بھی یاد نہیں آ رہی ہے۔“

”مجھے یہ فکر تھا کہ میں آتما شکتی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لوں گا لیکن اس کی رگوں میں لمو کے ساتھ جو زہر دوڑ رہا ہے، اس نے دماغ پر برا اثر کیا ہے۔ اگر یہ تمہاری دیوانی نہ ہوتی اور تمہارے قابو میں نہ رہتی تو ایک نامگن بن کر خونخوار انداز میں لوگوں کو ذہنی کرتی۔ ان حالات میں کوئی اسے گولی مار دیتا اور تم اس سے محروم ہو جاتے۔“

سینس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

میرزا محمد بیگ کی یادداشتیں

شیطان صفت

سبزوتم

شیاروڈی اس کی ملک منجیات کی ڈائری

دست انتقام

اسیر ہوں

ایک شیاروڈی اس کی پشیدہ و زندقہ کے لیے چیدہ کیسیوں کی ڈاؤن ٹاؤن اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

جبر و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی جھجھک و ہوس کا آئینہ ہیں

جنت فی کتاب

پورس نے پوچھا ”کیا آپ کو ناصرہ کی کسی اور غیر معمولی صلاحیت کا علم ہے؟“

”ہاں یہ خیال خوانی کرنا جانتی ہے لیکن شعوری طور پر اسے یاد نہیں رہتا کہ کس طرح کسی کے دماغ کے اندر پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ بھی تمہاری محبت کا کرشمہ ہے کہ یہ تمہاری خاطر نیند کی حالت میں خیال خوانی کرتی ہے۔“

”ہاں یہ پہلی بار تمل ایب میں خیال خوانی کے ذریعے خواب کی حالت میں میرے اندر آئی تھی۔ دوسری بار اسرائیلی فوجیوں اور ان کے کنٹون سے بچانے کے لیے خیال خوانی کی۔ پچھلی رات بھی اس نے شاید میرے ہی کام آنے کے لیے خیال خوانی کی ہوگی اور اتفاق سے پاس کے ہسپتے چڑھ گئی ہوگی۔“

”تمہاری طرح ہمیں بھی یقین ہے کہ کسی نہ کسی حادثہ یا کسی نفسیاتی عمل کے نتیجے میں اسے اپنی نیلی بیٹھی کی صلاحیتیں یاد آجائیں گی پھر یہ شعوری طور پر خیال خوانی کرنے لگے گی تو تمہارے اور ہمارے کام آئے گی۔“

پورس نے پوچھا ”ناصرہ کی نیلی بیٹھی کی صلاحیتوں سے امیدیں وابستہ کر کے ہمیں یہاں بلایا گیا ہے؟“

ورشٹا باندے بڑی دیر سے پورس کو ننواتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا ”ہاں یہ میری پلاننگ ہے۔ اس پلاننگ میں پہلی اہمیت تمہاری ہے۔ تم اپنی ذہانت اور مکاریوں سے میرے ساتھ بڑے کارآمد منصوبے بناؤ گے۔ دوسری اہمیت ناصرہ کی ہے۔ کسی دن اس کی نیلی بیٹھی ہمارے کام آئے گی۔“

پورس نے کہا ”بہت عرصے سے میرے ذہن میں یہ بات پک رہی تھی کہ فراد اور اس کی نیلی کے لیے تمام افراد آج تک صرف اس لیے محفوظ ہیں کہ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں پناہ ملتی رہتی ہے۔ وہ دنیا کے جس حصے میں ہوں وہاں چند منٹوں میں ان کے لیے مدد پہنچ جاتی ہے۔ اگر میں بھی ایسا مضبوط اور منظم ادارہ قائم کروں تو پھر پارس اور اس کے باپ جیسے سیکڑوں مخالفین میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگوں نے کچھ اسی قسم کا ادارہ قائم کیا ہے۔“

ورشٹا نے کہا ”تم نے درست سمجھا ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے سے بھی زیادہ مضبوط اور زبردست فعال ادارہ بنا رہے ہیں۔ جب اس ادارے کے کارنامے دنیا والوں کے سامنے آتے رہیں گے تو تمام ممالک اور تمام میڈیا کے ذریعے یہ چرچے ہوں گے کہ یہ ہندو اور مسلمانوں کا مشترکہ ادارہ ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے والوں کی طرح متعصب نہیں ہیں۔ وہاں ہندوؤں اور یہودیوں کا داخلہ ممنوع ہے لیکن ہم دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کو گلے لگاتے ہیں۔ اس طرح یہ ثابت ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے کے مسلمان انتہا پسند ہیں اور دوسرے کسی مذہب کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔“

پورس نے کہا ”ورشٹا! میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ میرا اور تمہارا ذہن ایک طرح سوچتا ہے۔ میری صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔ میرا وعدہ ہے کہ اس ادارے کو مضبوط قلعہ بنانے کے لیے میں دن رات کام کروں گا لیکن میرے مزاج سے تم سب کو واقف ہونا چاہیے۔“

سید جلال الدین پاشا نے کہا ”ہم تمہارے مزاج اور فطرت سے بڑی حد تک واقف ہیں۔ پھر بھی تم اس ادارے میں رہنے کی شرائط منوا سکتے ہو۔ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنانے کے لیے یہاں تمہاری صلاحیتوں کی بے حد ضرورت ہے۔“

”میں ایک شرط پر یہاں رہوں گا اور وہ یہ کہ میں کسی بھی نیلی بیٹھی جاننے والے کے زیر اثر نہیں رہوں گا۔ ہمارا جملہ دھرم باندے کو بھی میرے دماغ میں اجازت کے بغیر نہیں آنا چاہیے۔“

ورشٹا نے کہا ”تم نے بہت معمولی سی شرط پیش کی ہے۔ ہم دونوں پلان میکر اس ادارے کے انچارج بن کر رہیں گے۔ میرا بھائی ملہی دھر اور سید جلال الدین پاشا اور ان کی صاحبزادی ٹا پاشا بھی کسی دشمن کے دماغ میں جانے اور کسی معاملے کو نٹالے سے پہلے ہم سے مشورے کریں گے۔ ہم تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد انہیں خیال خوانی کی اجازت دیں گے۔“

”ایسا ہی ہونا چاہیے لیکن انسانی فطرت کے حوالے سے کتنا ہوں کہ نیلی بیٹھی جاننے والے بعض اوقات خوش فہمی میں جلاہو کر کسی سے مشورہ لینے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ورشٹا! تم بھی میری طرح نیلی بیٹھی نہیں جانتی ہو اس لیے ہم دونوں کبھی یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ ہمارے نیلی بیٹھی جاننے والے خود ہمارے اندر پہنچ کر ہمارے خیالات کس طرح اپنی مرضی سے بدل رہے ہیں۔“

ملہی دھر باندے نے کہا ”یہ بے اعتمادی دالی باتیں ہیں۔ ہم سب کو ایک دوسرے پر اندھا اعتماد کرنا چاہیے۔ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف کوئی کارروائی کر کے اپنے ادارے کو کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

پورس نے کہا ”بے شک ہمیں اندھا اعتماد کرنے کے لیے ایک مضبوط طریقہ کار پر عمل کرنا چاہیے اور وہ مضبوط طریقہ کار یہ ہے۔“

اس نے یہ کتے ہی لباس سے ایک ریو الوور نکال کر ملہی دھر باندے کو گولی ماری۔ سب ہی چونک کر اور سسم کر دوڑ ہو گئے۔ نیلما نیند کی حالت میں تھی گولی طے کی آواز پر چونک کر بیدار ہو گئی۔ ان سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

ورشٹا نے غصے سے پوچھا ”پورس! تم نے میرے بھائی کو زخمی کیوں کیا ہے؟ کیا دوستی کی ابتدا میں ہی دشمنی کر رہے ہو؟“

پورس نے جواب دیا ”میں دوستی مضبوط کر رہا ہوں۔ تمہارے“

بھائی کی آتما بخشی کنور رہے گی تو یہ چوری چھپے میرے اندر نہیں آئے گا۔ اس مضبوط طریقہ کار سے انہما اعتماد قائم رہے گا۔

ورشانے کا "تم نے اپنے تحفظ کے لیے یہاں آتے ہی میرے بھائی سے دشمنی کی ہے۔"

"اپنے تحفظ کے لیے سب جائز ہے۔ اگر تم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف اپنے اس ادارے کو مضبوط بنانا چاہتے ہو تو دوستی اور رشتے داری بھول جاؤ۔ فریاد علی تیور نیلی جیتی کا شہنشاہ کھاتا ہے لیکن وہ بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں اور قوانین کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں رشتوں کو نہیں، اصولوں کو مضبوط رکھو گے تب ہی یہ ادارہ مضبوطی سے قائم رہے گا۔"

ورشانے کا "میں تمہیں ذہین سمجھتے تھے مگر تم نے داناوی کی ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ میرے بھائی کا زخم بھرے گا تو یہ پھر چوری چھپے تمہارے دماغ میں آتا ہے۔"

"ورشان! تم ذہین اور اچھی زبان نیکو ہو مگر میری پلاننگ کو سمجھنے کے لیے تمہیں خالص سچی کھانا اور خالص دودھ پینا ہوگا۔ آئندہ تم دیکھو گی کہ اس کے زخم بھرنے کے بعد بھی یہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ نیلخان کا ہاتھ تمام کرورشانے بولا "نی کار کی چابی لے کر میرے ساتھ باہر چل پکڑ۔ میں تمہیں یا کسی کو بھی خواہ مخواہ نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہاں سے جانے کے بعد یہ ادارہ اصولوں کے مطابق قائم رکھا جائے گا تو میں پیشہ تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔"

"میرا بھائی بے ہوش ہو گیا ہے۔ پہلے اسے طبی امداد پہنچانے دو۔"

"سسرپاشا اسے امداد پہنچائیں گے۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

ورشان حکم کی تعمیل پر مجبور ہوئی۔ مگر پوچھتے ہی نیلخان اور پورس کے ساتھ کوارٹر میں آئی۔ دونوں نے وہاں سے اپنا سامان لیا پھر کیراج سے ایک کار نکالی گئی۔ پورس نے ورشا کو اپنے اور نیلخان کے درمیان بٹھا کر کہا "صرف ایک کھمبہ کے فاصلے تک تمہیں لے جا کر کاسے آنا دوں گا۔ تم یہیں واپس آسکو گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ اسے ذرا رُخ کرتا ہوا اس ادارے کے احاطے سے باہر آیا۔ ادارے میں مسلح افراد تھے لیکن وہ سمجھ نہ سکے کہ وہ ورشا کو مگن پوچھتے رہے جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا "میں نے گولی چلائی تھی۔ آواز سن کر تمہارا کوئی مسلح محافظ کیوں نہیں آیا؟"

وہ بولی "مسلح محافظوں اور دوسرے کارکنوں کو اس عمارت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں بلایا جائے تب آتے ہیں۔ باقی رات میں تمہاری صلاحیتوں اور تمہارے اسلحہ کو بہت پسند کرتی ہوں۔ کیا میرے بھائی سے دوستی کر کے تمہارے بن کر نہیں رہو گے؟"

"میں زبان کا دمئی ہوں۔ کس چکا ہوں کہ اگر تمہارا ادارہ

اصولوں پر سختی سے عمل کرتا رہے گا تو ضرور تمہارے کام آتا رہوں گا۔ اب گاڑی سے اتر جاؤ۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ کار سے اتر کر بولی "میں تمہاری ذہانت سے کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ بتا دو کہ تم نے کیا سوچ کر میرے بھائی کو زخمی کیا ہے؟ کیا وہ زخم بھرنے کے بعد تمہارے دماغ میں پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچائے گا؟"

پورس نے ورشا کو رپو اور دکھا کر کہا "میں سوچے سمجھے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ یہ رپو اور دیکھ رہی ہو؟ اس کے جسم پر گولیاں ہوتی ہیں۔ میری یہ زہریلی محبوبہ ہر گولی کو منہ میں لے کر ہمارے چوس کر دیتی ہے۔ اس طرح گولیاں کسی حد تک زہریلی ہو جاتی ہیں۔ تمہارا بھائی زہریلی گولی سے زخمی ہوا ہے۔ وہ زہر تو رہے گا لیکن اس کا زخم بھی نہیں بھرے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اپنے پیچھے ورشا پر دھل اڑاتا چلا گیا۔

○ ○ ○

ازبکستان کے سرحدی شہر خفیہ ایجنسی کا دفتر تھا اس کا پاس اپنے مسلح حواریوں کے ساتھ افغانستان کی سرحدی چوکی پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ افغانستان کے مخالف کردہ کارسروار دلاور بھی تھا۔ اس چوکی میں سردار دلاور کا دوست ایک اعلیٰ افسر آفتاب خان تھا۔

آفتاب خان نے دلاور سے کہا "تم ابھی ایک ڈاکٹر اور نرس کے ساتھ ایک گاڑی میں گئے تھے۔ پھر اتنی جلدی واپس کیوں آگئے؟"

سردار دلاور نے کہا "میں جس کے ساتھ گیا تھا وہ ڈاکٹر نہیں، فریاد علی تیور تھا۔ اس نے نیلی جیتی کے زخم بھرنے کے لیے مجھے مجبور کیا کہ میں فون پر تم سے بات کروں اور یہ کہوں کہ رپہ کر اس کی پٹی گاڑی میں میں رہوں گا۔ اسے روکا نہ جائے۔ تم نے دوستی بنائی "اس گاڑی کو نہیں روکا۔ مجھے اس ڈاکٹر کے ساتھ دیکھ کر یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ وہ دشمن تھا۔"

آفتاب خان نے کہا "دوست! خدا کا شکر ادا کرو کہ وہ تمہاری جان کا دشمن نہیں تھا۔ صرف چالاک کی سے تمہیں آلا کار کا سرحد پار کر گیا۔"

بیوی خفیہ ایجنسی کا پاس بولا "سردار دلاور! میں تمہاری دنیا کچھ سمجھتا ہوں۔ فریاد نے ہم سب کو بے وقوف بنایا ہے۔ ہمیں ازبکستان واپس جا کر اسے تلاش کرنا ہوگا۔"

اسی وقت سردار دلاور کے بھائی زور آور خان کے مسلح افرو اپنی گاڑیوں میں آئے ان میں سے ایک نے کہا "سردار! یہ بری خبر ہے۔ آپ کے برادر زور آور خان آپ کی مدد کرنے اور فریاد کو گولی مارنے آ رہے تھے لیکن ان کی گاڑی تیز رفتاری سے بائیں بازووں فٹ کی گمرانی میں گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے۔"

سردار دلاور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اعلیٰ افسر آفتاب خان سے کہا "دوست! ابھی تم نے کہا تھا کہ فریاد میری جان کا دشمن نہیں تھا۔ اس نے صرف سرحد پار کرنے کے لیے مجھے آلا کار بنایا تھا مگر اس نے میرے بھائی کی جان لے لی۔ اسے میری مدد کے لیے یہاں تک پہنچنے نہیں دیا۔"

آفتاب خان نے کہا "میں نے فریاد علی تیور کا بہت نام سنا ہے اور اب اس کی حال بنایاں بھی دیکھ رہا ہوں۔ عرصہ دراز سے بڑے بڑے ممالک کی سازشوں، خفیہ ایجنسیوں، عالمی سطح کے مجرموں اور سراغ رساؤں کی منظم کوششوں کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے فریاد کا کوئی وجود نہیں ہے اور دنیا جہان کے دشمن اس کے سامنے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ آج تک کوئی سامنے کو نہ پکڑا۔ شاید وہ بھی نہ پکڑا جاسکے۔"

خبر ملنے خفیہ ایجنسی کے پاس کے فون کا بزر بیٹھ گیا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کوڈورڈا کیے گئے پھر کہا گیا "میں کارل جیس ہوں۔ ایک مسٹر رابرٹو نے بتایا ہے کہ میں کس مشن پر ہوں اور کہاں آئے والا ہوں۔"

خفیہ ایجنسی کے پاس نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے۔ تمہارے ساتھ میڈم سوما بھی ہے۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ فریاد افغانستان میں نہیں ہے اس لیے اب تمہیں سوما کے ساتھ ازبکستان میں میرے دفتر میں آنا ہے۔"

"میں آ رہا ہوں۔ میں کس کام میں دیر نہیں کرتا۔ آجے گئے ہیں افغانستان کی سرحد پار کرلوں گا۔"

"تو پھر سرحد پار کرنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرو۔ سیدھے سرحدی چوکی میں چلے آؤ۔ یہاں اعلیٰ افسر اور سردار دلاور سب اپنے ہی لوگ ہیں۔"

"کل راستہ ہم ابھی آ رہے ہیں۔"

باس نے رابطہ ختم کر کے سردار دلاور سے کہا "دو خطرناک گال باز قاتل ابھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ میرے ساتھ ازبکستان کے دفتر میں جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "رات ہو رہی ہے۔ سردار دوست! میں چاہوں گا کہ میرے ساتھ رات کا کھانا کھاؤ۔ میں مسٹر بیرلڈ (خفیہ ایجنسی کا پاس) اور اس کے ماتحتوں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔"

بیرلڈ نے کہا "آپ کھانے کا حلف نہ کریں۔ ابھی سوما اور کارل پہنچنے والے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔"

"ابھی سوما اور کارل بھی میرے سامان نہیں گئے۔ آپ انگریزوں کو بھی کبھی افغانی نہیں بھی کھائی چاہئیں۔"

اعلیٰ افسر آفتاب خان نے اپنے ماتحتوں کو فوراً کھانا تیار کرنے کا حکم دیا پھر وہ سب کھلی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر بائیں کرنے لگے۔ کھانا اور شہینہ اپنا میک اپ اور گیسٹ اپ بدل چکے تھے۔ رپہ کر اس

کی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد پبلک کوچ میں بیٹھ کر سرحدی شہر کی طرف جا رہے تھے۔

ادھر خانی رابرٹو، ڈان ون اور ڈان نوپر تو خبی عمل کر چکی تھی۔ اب وہ تینوں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے رابرٹو کے اندر پہنچ کر اسے فون کرنے پر بال کیا۔ اس نے کارل کا موبائل نمبر ملایا پھر کوڈورڈا کو ڈاؤن کرنے کے بعد کہا "کارل! فریاد نے پھر کوئی چال چلی ہے۔ وہ سردار دلاور کو اغوا کر کے افغانستان کی سرحد کے پار کیا تھا۔ سرحد پار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ شہینہ کو ازبکستان میں ایک محفوظ جگہ پہنچانا چاہتا تھا۔ اب وہ پھر افغانستان واپس آ رہا ہے۔"

"کیا آپ کی یہ معلومات کی ہے؟"

"ہاں۔ فریاد کی واپسی کی بات سردار دلاور کا بھائی زور آور خان جانتا تھا۔ فریاد نے نیلی جیتی کے ذریعے دلاور خان تک پہنچنے اور صحیح معلومات فراہم کرنے سے پہلے زور آور خان کو ایک ہانڈی سے گاڑی سمیت گرا کر ہلاک کر دیا ہے۔ دوسری طرف وہ سردار دلاور کو ہلاک کر کے اس کا سرہود بدل کر ہماری خفیہ ایجنسی کے پاس بیرلڈ کے ساتھ پھر افغانستان کی سرحدی چوکی تک پہنچ گیا ہے۔"

کارل نے کہا "میں بھی وہاں پہنچنے والا ہوں۔ بیرلڈ بھی وہاں موجود ہے۔ کیا فریاد اپنی زبان اور لہجے سے پکڑا نہیں جاسکے گا؟"

"نہیں۔ وہ افغانی زبان بڑی روانی سے بولتا ہے اور شہینہ نے اسے قبائلی سرداروں کے بہت سے طور طریقے بتائے ہیں۔ ابھی تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں بھی یقین آئے گا کہ وہ ایک افغانی کردہ کا سردار دلاور ہے۔"

"پھر تو میں افغانستان کی سرحد میں ہی فریاد کی قبر بنا دوں گا۔"

"ایسے معاملات میں سوما تمہیں مناسب مشورے دیتی ہے۔ اس سے مشورہ لو کہ فریاد کو سرحدی چوکی پر ختم کیا جائے یا اس کے ساتھ پھر افغانستان جانا مناسب ہوگا۔ ہم نے سنا ہے کہ طالبان نے ایک مسلمان دہشت گرد کو اپنے پاس ہٹا دیا ہے اور امریکی حکومت اس دہشت گرد کو گرفتار کر کے اپنے ملک میں لا کر سزائے موت دینا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے فریاد اس مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کے لیے افغانستان واپس جا رہا ہے۔"

"تمہیک ہے۔ میں سوما سے مشورہ کر کے آئندہ کے لیے لے لیا۔ عمل تیار کروں گا لیکن سردار دلاور کے ہمیں میں چھپے ہوئے فریاد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

رابرٹو نے میری مرضی کے مطابق فون بند کیا پھر بستر پر لیٹ کر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سوما اور کارل جیس سرحدی چوکی پر پہنچے۔ بیرلڈ، سردار دلاور اور اعلیٰ افسر آفتاب خان نے ان کا استقبال کیا پھر انہیں پروگرام بتایا کہ رات کا کھانا وہاں کھایا جائے گا۔ سوما اور کارل رات کو رات کو رات کی نظروں سے سردار دلاور کو

دیکھ رہے تھے۔ سونائے کا "مستزیرالذوالفوس" ہے کہ ہم ابھی آپ کے ساتھ نہیں جاتیں گے۔ سردار دلاور کے ساتھ واپس افغانستان جانا ضروری ہے۔ وہاں ہم اپنا ایک اہم کام ادا حورا چھوڑ کر آئے ہیں۔"

بیرالذہ نے کہا "لیکن فریاد ازبکستان میں ہے۔ تم اسے کیوں نظر انداز کر رہے ہو؟"

کارل نے کہا "ہم بعد میں ازبکستان آئیں گے۔ جب تک تمہارے جاسوس شہرہ اور فریاد کو وہاں تلاش کرتے رہیں گے۔"

وہ رات کو خوب کھاتے پیتے رہے اور مجھے گفتگو کا موضوع بناتے رہے۔ بیرالذہ اور اعلیٰ افسر نے خوب شراب پی۔ سردار

دلاور بھی پینے کا عادی تھا لیکن میں اس کے دماغ میں تھا اور کہہ رہا تھا "میں نے چنا چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے میں صرف کھاتے میں

ساتھ رہتا رہوں گا۔"

سونتا اور کارل کو اور زیادہ یقین ہو گیا کہ وہ سردار دلاور نہیں، فریاد ہے اسی لیے شراب کو ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ سونائے

تخانی میں کارل سے کہا "ہمیں بدلے میں فریاد کا جواب نہیں ہے۔ برسوں کے تجربات نے اسے کتنی ہی زبانیں سکھا دی ہیں۔

بڑی دوائی سے مقامی زبان بول رہا ہے۔"

کارل نے کہا "میرا خیال ہے اسے کسی طرح زخمی کیا جائے ورنہ یہ کسی وقت بھی ہمیں زخمی کر کے ہمارے خیالات پڑھ سکا

ہے۔"

"ہاں ایسا کرنا چاہیے تاکہ یہ خیال خرابی نہ کر سکے لیکن دوسرے پہلو پر بھی غور کرو۔ اگر یہ خیال خرابی کر کے اپنے لوگوں

سے رابطہ نہیں کرے گا یا اس کی پوری آواز اس کے اندر آکر اس کی دماغی کمزوری معلوم کرے گی تو پھر اس کی طاقت بننے کے لیے

اس کے ذریعے پہلی جتنی کامیابی کا مظاہرہ کرے گی۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہتی ہو۔ ہم اس کے ساتھ افغانستان چلیں گے پھر جب بھی خطرہ محسوس کریں گے اسے گولی مار دیں گے۔"

"یوں تو شراب پینے سے انکار کرنے پر ہی یقین ہو گیا ہے۔ راستے میں مزید اسی کی باتوں اور حرکتوں سے اس کے فریاد ہونے کا

یقین کریں گے۔"

"یہ ٹھیک نہیں تو اس کے قتل کا باقی معاوضہ وصول کرنا ہے اس لیے اس کے فریاد ہونے کی عمل تصدیق کرتے ہی اسے ختم

کر دیا جائے گا۔"

وہاں کھاتے پینے اور ناچنے گانے کی ایسی محفل جمی تھی کہ آدھی رات گزر گئی۔ اعلیٰ افسر آفتاب خان نے سردار دلاور سے

کہا "یار! اتنی رات کو سڑک پر مناسب نہیں ہے۔ راستے میں کسی مخالف گروہ سے تمہارا سامنا ہو سکتا ہے۔ ابھی آرام سے نیند پوری کرو۔ صبح ہوتے ہی چلے جانا۔"

سردار دلاور نے کہا "میں نے فریاد کو دیکھا۔ آفتاب خان نے کہا "یار! ایسی باتیں کر رہے ہو۔ کسی

مسلمان کو داڑھی رکھ کر سوتا نہیں چاہیے پھر تمہارے قہقہے کے بزرگ تمہاری اس حرکت پر اعتراض کریں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں پوری داڑھی صاف نہیں کروں گا۔ بلکہ کنگ کر کے داڑھی رکھوں گا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ چوہہ بدلنے کے

لیے فی الحال ایک اپ کا سامنا نہیں ہے۔"

آفتاب خان نے پوچھا "عجب ہے۔ جس میں ایک اپ کرنا بھی آتا ہے؟"

"کیا تم مجھے جاہل اور بیک ورڈ قسم کا سردار سمجھتے ہو۔ جب میں خفیہ ایجنسیوں سے معاملات طے کرنے میں ملوث ہوں تو یہاں سے

کارل نے کہا "سردار! ہمارے پاس ایک اپ کا سامنا ہے۔ تمہارا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن تمہاری باتوں سے اور انکی

تبدیلیوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم ہمیں بدل کر کسی زبردست دشمن سے نمٹنا چاہتے ہو یا طالبان کے خلاف کوئی بنیاد قدم اٹھانے

والے ہو؟"

سردار دلاور نے کہا "تمہاری دونوں باتیں درست ہیں۔ مجھے ایک دشمن سے نمٹنے کے لیے طالبان کے خلاف کچھ ایسا قدم اٹھانا

ہو گا کہ گروہ یا فوج کی صورت میں طالبان سے ٹکراؤ نہ ہو۔ میں طالبان کے خلاف تنہا بہت کچھ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔"

کارل نے اسے ایک اپ کا مکمل سامنا دیا۔ وہ اسے لے کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

میں نے اس کے اندر رہ کر اس کی داڑھی اور مونچھیں تراش کر چھوٹی کیں اور چہرے کو ایک اپ کے ذریعے ایسے تبدیل کیا جیسے

کوئی ماہر میک اپ مین کرتا ہے۔ آفتاب خان اور بیرالذہ غیورہٹے میں تھے۔ وہ جا کر سو گئے تھے۔ سونتا اور کارل جتنس میں تھے۔

سردار دلاور کی ایک ایک حرکت سے اس کے فریاد ہونے کا ثبوت ملتا جا رہا تھا۔ جب ایک اپ کرتے کرتے رات کے تین بجے تو

ان دونوں نے ایک میز پر چڑھ کر روشنی دان کے ذریعے کمرے کے اندر دیکھا۔ اب انہیں وہاں سردار دلاور نہیں، کوئی دوسرا شخص

نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر آنکھیں کھول کر غلامی یوں تک رہا تھا جیسے خیال خرابی میں مصروف ہو۔

وہ دونوں روشنی دان سے ہٹ گئے۔ میز کو بھی وہاں سے ہٹا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر کارل نے کہا "ایسا ایک اپ کوئی ماہر

کر سکتا ہے۔ اس نے چہرہ ایسی سمارت سے تبدیل کیا ہے کہ اس کے اپنے بھی اسے دیکھ کر نہیں پہچان سکیں گے۔"

سونتا نے کہا "اور ابھی وہ خیال خرابی میں مصروف ہے۔ اب

یہ افغانستان جا کر اس مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کرنا چاہتا ہے جسے دنیا کے تمام مسلمان مجاہد کہتے ہیں۔ فی الحال ہمیں اس دہشت گرد یا مجاہد سے کچھ نہیں لینا ہے۔ داخل مندی یہ ہے

کہ فریاد کو ہلاک کرنے کے لیے اب ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہم رابرٹ سے باقی معاوضے کی رقم لے کر اس

سے نیا سودا کریں گے۔"

سونتا نے پوچھا "کون سا سودا؟"

"افغانستان میں جو دہشت گرد طالبان کی بنیاد میں ہے اس کا

مقابلہ امریکا کر رہا ہے۔ اس کی گرفتاری یا ہلاکت کی قیمت بھی لگائی ہے۔ ہم اسے بھی ہلاک کرنے کا ہماری معاوضہ حاصل کریں گے۔"

"تمہاری یہی عادت خراب ہے۔ ایک کام کو پوری طرح ختم کرنے سے پہلے دوسرے منصوبے بنانے لگتے ہو۔"

"میری جان! مزید آگے کے راستے نکالنے پر توجہ نہ دینا۔"

"کامیابی کا راز یہ ہے کہ صرف ایک کام پر پوری توجہ مرکوز رکھو۔ جب اس میں کامیابی ہوگی تو بڑے ممالک اور خفیہ ایجنسیاں

ذہنی ہماری کامیابی کے پیش نظر آئندہ کام لینے کے لیے معاوضے کی رقم پڑھا چکا کر دیں گی۔"

"تم بڑے سچے کی بات کرتی ہو۔ اب بولو فریاد کا کیا کیا جائے؟"

"تم رابرٹ اور میں سائنسٹر لگاؤ۔ یہاں کسی کو معلوم نہیں ہوتا

ہاں یہ کہ ہم نے اسے ہلاک کیا ہے پھر ہم ابھی یہاں سے افغانستان چلے جاتیں گے۔"

وہ سائنسٹر نکال کر رابرٹ اور میں فٹ کرنے لگا۔ سونتا نے بھی

ایسا کیا۔ رابرٹ اور کو ساؤنڈ پروف بنایا پھر اس نے دروازے پر

ٹکی کی دستک دی۔ اندر سے سردار دلاور نے پوچھا "کون؟"

"میں ہوں سونتا۔"

پھر دروازے کے قریب دلاور خان کی آواز سنائی دی "تم

ٹکی تک جاگ رہی ہو؟ تمہارا ساتھی کارل کہاں ہے؟"

"وہ سو گیا ہے۔ تم نے مجھے دیکھا ہے۔ ایسی بھری جوانی میں

اپنا کمرہ سوجانے تو نیند نہیں آتی۔ جوان عورت بھگ کر دوسرے

سردار دلاور نے پریشان ہو کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ میں فریاد نہیں ہوں۔ میں نے ابھی ایک اپ کے ذریعے چوہہ دلا ہے۔"

میں نے پہلے کارل کے اور پھر سونتا کے دماغ میں جانا چاہا۔

دونوں نے سائنس روک لیں پھر کارل نے کہا "آخری کو کوشش بھی کر چکے ہو۔ میرے دماغ میں نہیں آسکے گے۔"

پیچھے میز پر کھائو رکھی ہوئی تھی۔ میں سردار دلاور کو اگلے

قدموں ادا کر لے جانے لگا۔ سونتا نے کہا "اس نے ابھی میرے

اندر بھی آنے کی کوشش کی تھی۔"

سردار دلاور نے میری مرضی کے مطابق کھائو کی طرف

چلا گیا۔ سونتا اور کارل نے بیک وقت اس پر گولیاں

چلائیں۔ میں نے سردار دلاور کے منہ سے چیخ نکلتے نہیں دی۔ اس کے جسم کے کئی حصوں میں گولیاں بیوست ہوئیں۔ ایک گولی اس

کے سر پر لگی پھر وہ فرش پر گر کر کچھش کے لیے خاموش ہو گیا۔

وہ دونوں اپنے روبرو دونوں سے سائنسٹر نکالے ہوئے اپنے

کمرے میں آئے۔ ان چیزوں کو اپنے سامنا میں رکھا پھر کارل نے

کہا "اب ہمیں یہاں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکتا چاہیے۔

یہاں کے افسران وغیرہ نقشے میں مدھوش ہو کر سو رہے ہیں۔"

انہوں نے اپنا مختصر سامانا اٹھایا پھر بار بار اپنی ہجیرہ کے

پاس آئے۔ ذرا فاصلے پر چودھا مسلح پہرے دار بیٹھ چکے۔ انہوں

نے ان دونوں کو کچھ کرلیٹ کیا۔ کارل نے ایک پہرے دار سے

کہا "تمہارے صاحب اور ہمارے بیرالذہ صاحب گمری نیند میں

ہیں۔ صبح ان سے کہنا ایک ضروری فون آیا تھا۔ ہمیں طلب کیا گیا

ہے اس لیے ہم جا رہے ہیں۔"

پہرے داروں نے ان دونوں کو اپنے افسران کے ساتھ ہم

نوالہ و ہم یہاں دیکھا تھا اس لیے ان کے جانے پر اعتراض نہیں کیا۔ کارل ذرا سوچ کر ہوا ازبکستان کے سرحدی شہر کی طرف

جانے لگا۔ سونتا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مہاراج کی ذریعے رابرٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں وہ خوش خبری سن رہی ہوں جسے سن کر تمہیں اور امریکا مبارک ہو یقین نہیں آئے گا۔ میں

نے اور کارل نے فریاد علی تیمور کو جنم میں پہنچا دیا ہے۔ اب اس دنیا میں صرف اس کی ایک قبر رہے گی۔"

"واقعی یہ خوش خبری ہے اور حقیقتاً مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

رابرٹ نے سونتا اور اس کے دونوں بھائیوں ڈان و ان اور ڈان نو کو بلا کر کہا "یہ فون سنو۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے لیکن

سونتا کا دعویٰ ہے کہ اس نے اور کارل نے فریاد علی تیمور کو قتل کر دیا ہے۔"

ڈان و ان نے ریسور کان سے لگا کر کہا "سونتا! فون کارل کو

دے۔"

پھر کارل کی آواز آئی۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بول رہا تھا "تم لوگوں کو سونتا کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ دے تم کو کیا کچھ عرصے تک ساری دنیا کو یقین نہیں آئے گا کہ ہم نے اتنا بڑا کام انجام

ڈان دن نے کہا "مگر یہ سچ ہے تو جرائم کی دنیا میں تم دونوں کا نام سہری حریف سے لکھا جائے گا۔ میں تمہاری دیر کے لیے یہ رابطہ منقطع کر رہا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے اس کی موت کی تصدیق کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

سومنا نے فون بند کر دیا۔ وہ اپنی جیکب میں اس سرحدی شہری سمت جارہے تھے جہاں میں شہر کے ساتھ پچھلی شام پہنچا تھا۔ ہم نے ایک ازبک میاں پوی کو روک کر کہا کہ ان کا سرب اختیار کیا تھا۔ ان میاں پوی کے عزیز و اقارب زیادہ نہیں تھے اور جو تھے وہ تاجکستان میں رہتے تھے۔ وہ دونوں ایک چھوٹے سے جنگل میں رہتے تھے۔ اس شہر میں ان کے چند واقف کار تھے۔ میں ان کے دماغوں میں بھی پہنچ کر بہت سی ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اس طرح میں نے دشمنوں کے لیے شے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

رابرٹ اور دونوں ڈان نے امریکی حکام سے رابطہ کر کے انہیں میری ہلاکت کی خوش خبری سنائی۔ کسی کو بھی اتنی جلدی میری ہلاکت کا یقین نہیں آسکتا تھا۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنا چاہا لیکن رابطہ نہیں ہوا۔ چلا کہ اس ادارے کے تمام ٹیلی فون اور ٹیکس وغیرہ کے کنکشن کٹے ہوئے ہیں۔ اس ادارے کے انچارج اور جناب حمزہ سے رابطہ کے تمام سلسلے منقطع ہو چکے ہیں۔ فرانس کے کئی بیلی کومپوزیشن فونی افسران نے پرواز کرتے ہوئے رپورٹ دی کہ احاطے میں داخل ہونے کے لیے جو بہت بڑا آہنی گیٹ ہے، وہ بند ہے۔ گیٹ کے باہر کوئی نہیں ہے لیکن اندر سب سے پہلے دار ہیں۔ پورے ادارے میں ایک ویرانی سی ہے۔ وہاں کی اہم عمارتوں کی گھرکیاں اور دوڑاڑے بند ہیں اور وہاں اگاڑا لوگ نظر آ رہے ہیں۔

اسرائیلی اکابرین نے اپنا اور امریکی اکابرین نے ہمارا ج سے کہا۔ "فردا علی تیمور کی موت کی تصدیق کسی حد تک ہو رہی ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ دیران نظر آ رہا ہے۔ اس ادارے سے رابطہ کے تمام ذرائع منقطع ہو چکے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ فراد کی موت کا سوگ بڑی خاموشی اور رازداری سے منایا جا رہا ہے۔ لہذا اب اپنا اور مہاراجی ہی فراد سے دافنی رابطہ کر کے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کا دماغ انہیں مل سکا ہے یا نہیں؟"

آئندہ روحانی ٹیلی جیتھی کے ذریعے میرے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ اپنا اور مہاراج کی سوچ کی لہریں کئی بار میرے دماغ تک آنے سے پہلے جھک کر واپس چلی گئیں۔ اپنا نے خوشی سے چہرہ کر لیا۔ "ہی انڈیا مورٹور ٹول اور اس (وہ اب ہم پر حکومت کرنے کے لیے نہیں رہا ہے) وہ بے شک وہ شہر چکا ہے۔ میں کئی بار خیال خوانی کر کے دیکھ چکی ہوں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔"

مہاراج نے بھی کہا "ہماری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں

مل رہا ہے۔ میں کئی بار اس کے اندر پہنچنے کی کوششیں کر چکا ہوں۔"

میں نے پہلے ہی جناب حمزہ کی اور آئندہ سے کہہ دیا تھا کہ اس بار امریکا اور دوسرے بہترین دشمنوں کو میری موت کی عمل تصدیق کے ساتھ خوش قسمتی میں جتا رکھنا ہے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنے دشمن مجھے قتل کرنے کے لیے میدان عمل میں آئے والے تھے، آئندہ انہیں خاموشی سے ٹھکانے لگایا جائے گا۔

اس سلسلے میں ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے رابرٹ اور دونوں ڈان کے دماغوں میں وہ تمام کرائے کے خطرناک فکروں کے نام اور پتے معلوم کر لیے تھے۔

دوسری صبح سرحدی چوکی کے اعلیٰ افسر اور خفیہ ایجنسی کے پاس ہیرالڈ کو سردار دلاور کی لاش کمرے میں ملی۔ وہ اسے پہچان نہ سکے۔ سومنا اور کارل کے اچانک ازبکستان جانے سے شہر ہوا کہ وہ دونوں دوستی کے باوجود بڑی رازداری سے کسی کو قتل کر کے یہاں سے گئے ہیں۔

اس کمرے میں تراشی ہوئی داڑھی کے بال اور ایک اپ کا سامان دیکھ کر مقتول کے چہرے کو صاف کیا گیا تو انہیں سردار دلاور نظر آیا۔ اعلیٰ افسر آفتاب خان نے کہا "مسٹر ہیرالڈ تمہارے دونوں ساتھی آئین کے ساتھ نکلے۔ انہوں نے میرے بار کو ہلاک کر کے میرے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مقتول سردار کے قتل والے اور ان کے دوسرے ساتھی قبیلوں کے سردار میری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ یہاں میرے پاس مسلح افراد ہیں لیکن میں احمد ہو کر حملہ کرنے والے قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

ہیرالڈ نے کہا "میں اٹھالیں قبیلے والے جانتے ہیں کہ فراد سردار دلاور خان کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ اب یہی ثابت کرنا ہے کہ فراد نے سردار کو کہاں لے جا کر قتل کر کے پھینک دیا ہے۔ اس کی لاش کو ہم بڑا فونڈ کی گمرانی میں پھینک دیں گے۔ اس طرح تم زندہ سلامت رہو گے۔"

انہوں نے یہی کیا۔ اس کی لاش کو ایک بند گاڑی میں لے جا کر اتنی کمری کھائی میں پھینک دیا کہ اس کی ہڈیاں بھی دیر نہ رہے ہو گئی ہوں گی۔

اسی وقت میں نے ہیرالڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابرٹ سے کہا "سرحدی چوکی میں فردا علی تیمور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ یہاں کے افسران اس کی موت کی ذمہ داری اپنے سر لیتا نہیں چاہتے ہیں۔ اس کی لاش کو پہاڑ کی بلندی سے بڑا فونڈ نیچے پھینک کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فراد یہاں نہیں آیا تھا۔ وہ فراد کی موت کی ذمہ داری قبول کرنے سے ڈر رہے ہیں۔"

رابرٹ نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں سرحدی چوکی سے فراد کی لاش لاکر امریکا پہنچانا چاہتا ہوں لیکن سرحدی چوکی والے مجھ پر فائرنگ کر رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر آفتاب خان نے ہیرالڈ کی باتیں جیرائی سے سنیں۔ میں نے ہیرالڈ کے ذریعے اسے گولی مار دی۔ اس کے بعد دو اور ہاتھ افسروں کو ہلاک کیا۔ آخر میں جو وہ گیا تھا اس نے ہیرالڈ کو گولی مار دی۔

دوسری طرف سے رابرٹ مسلسل فائرنگ کی آواز سن رہا تھا۔ رابرٹ کی چیخ سن کر وہ ہیلو ہیلو کر کے اسے مخاطب کرنے لگا۔ وہاں صرف ایک آخری مسلح جو نیزا افسر تھا۔ اس نے ہیرالڈ کا زمین پر گرا ہوا فون اٹھا کر کہا "ہم نے فراد کی لاش کو ٹھکانے لگا کر تمہارے ہیرالڈ کو بھی ٹھکانے لگا دیا ہے۔ تم ہیلو ہیلو کرتے رہو۔"

اس آخری افسر نے موبائل فون کو آف کیا پھر اپنی کچلی پر رولور کی نال رکھ کر ٹنگر کو دبا دیا۔ سرحدی چوکی کا قصبہ تمام ہو گیا۔ اب دشمنوں کو میری لاش نہیں مل سکتی تھی اور انہیں یہ یقین کرنا تھا کہ کن حالات میں میری لاش کو ہزاروں فٹ کی گمرانی میں پھینک دیا جائے گا۔

رابرٹ فون کے ذریعے یہ خبر میرے تمام چھوٹے بڑے دشمنوں تک پہنچا رہا تھا۔ اس سلسلے میں دو اہم باتیں ایسی تھیں جن پر دشمنوں نے کسی شک و شبہ کے بغیر میری موت کا یقین کیا۔ ایک اہم بات یہ کہ اپنا اور مہاراج کی خیال خوانی کی لہروں کو ہیرالڈ داغ نہیں ملا پھر یہ کہ بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے فرانس کے حکام سے فون کے ذریعے صرف اتنا کہا "بابا صاحب کا ادارہ تین دنوں تک ساری دنیا سے کسی طرح کا بھی رابطہ نہیں رکھے گا اور چالیس دنوں تک بین الاقوامی معاملات میں حصہ نہیں لے گا۔"

یہ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا تھا۔ یہ تمام ایسی باتیں تھیں کہ میری ہلاکت کا عمل یقین ہو گیا اور تمام دشمن اپنے اپنے طور پر خوشیاں منانے لگے تھے۔ میرے بعد ان کی گفتگو کا یہ موضوع تھا کہ اب بابا صاحب کے ادارے میں صرف دو روحانی ٹیلی جیتھی جانتے والے ہیں۔

ایک جناب حمزہ کی اور دوسری آئندہ فراد۔ جناب حمزہ کے بارے میں سوچا جا رہا تھا کہ وہ بہت عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔ جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آئندہ فراد کو ختم کرنے کے لیے بڑی رازداری سے منصوبے بنائے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کامیابی کا یقین اس لیے تھا کہ آئندہ ایک فوجی سرے سے بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر پاکستان کے فرار ہو کر رہنے لگی تھی۔ وہاں میرے بیٹے اور پاس کے بیٹے کبیا اور بڑا بڑا پوروش کر رہی تھی تاکہ وہ میرے باپ دادا کی طرح پاکستانی تہذیب کے مطابق زندگی گزاریں۔

اس دنیا میں جہاں بھی میرے دشمنوں کی اکثریت تھی وہاں سب ہی بابا صاحب کے ادارے اور میری قبیلے کے خلاف طرح طرح کی لائیو پھنڈیاں پکا کر خوش ہو رہے تھے۔ امریکا اور اسرائیل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ اپنا نے خیال خوانی کے ذریعے پاس کو غائب کیا۔ پاس نے کمری جیتھی سے کہا "پہلی جاؤ پھر میں نہ

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ اپنا نے ہنسنے ہوئے برین آؤٹ سے کہا "جنگ برادر! میں نے پہلی بار پاس کو کمری جیتھی سے بولتے سنا ہے۔ اس نے زیادہ بات نہیں کی۔ سانس روک لی۔ مجھے بھگا دیا مگر اب وہ تک سانس روک کر بھگائے گا۔ میری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اسے زخمی کروں۔ اس کے اندر پتھروں پھر تو خبی عمل کے ذریعے اسے اپنے غلام بنا لوں۔ میری برسوں کی خواہش پوری ہونے والی ہے۔"

برین آؤٹ نے کہا "اپنا! ہماری سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک کے مقابلے میں صرف تم ایک ٹیلی جیتھی کا ہتھیار بن کر رہو گی۔ مہاراج ہندوستان میں ہے۔ ہندوستان کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ امریکا وغیرہ بڑی سے بڑی قیمت پر مہاراج کی خدمات حاصل کرنا چاہیں گے۔ تم پاس کو ضرور اپنا غلام بناؤ مگر پہلے مہاراج کو کسی طرح اپنا دوست بنا لو اور نہ ہٹا سکو تو سوچو کہ اس کا قصبہ بھی کسی طرح تمام کیا جاسکتا ہے؟"

اپنا نے مہاراج کو مخاطب کیا۔ مہاراج نے کہا "میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم کیوں آئی ہو۔"

"میں نے بیٹھ دوست بن کر رہنا چاہا۔ آج بھی تم سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہے تو پھر غور کرو کہ ہم دو ہی ٹیلی جیتھی جانتے والے رہ گئے ہیں۔ ہم متحد ہو کر تمام دنیا پر چھا جائیں گے۔"

"تم ٹیلان کو بھول رہی ہو۔"

"وہ ٹیلان نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب وہ رابطہ کرے گی تو ہم اسے بھی اپنے اتحاد میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ابھی بابا صاحب کے ادارے میں دو روحانی ٹیلی جیتھی جانتے والے موجود ہیں۔"

"تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں میں جو علاوہ روحانیت کی مہاراج کو پہنچنے لگتے ہیں وہ دنیاوی معاملات سے دور رہتے ہیں۔ آئندہ اور جناب حمزہ کی نے آج تک شاید ایک آٹھ بار اپنے ادارے کے ٹیلی جیتھی جانتے والوں کی مدد کی پھر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔ اگر کبھی وہ ہمارے مقابلے پر آئیں گے تو جنگ کے طریقہ کار کے مطابق شکست تسلیم کریں گے پھر اپنی روش پر آجائیں گے۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ وہ بار بار دنیاوی معاملات کی طرف نہیں آئیں گے۔"

"یہ باتیں میں جانتا ہوں۔ میں نے بھی جناب حمزہ کی اور آئندہ کو اپنے معاملات میں مداخلت کرتے نہیں دیکھا جبکہ میں فراد اور اس کی قبیلے کے افراد کو نقصان پہنچانا رہا ہوں پھر بھی مجھے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیے۔"

"تم ایک نہیں ہزار بار پور کر دو مگر پہلے اپنے دماغ سے ان احسانات کو بھلا دو جو فراد نے تم پر کیے تھے۔ اس نے تمہارے بیٹے

کو ہلاک نہیں کیا، اسے زندہ رکھا۔ ایسا تو ہم بھی مصلحتاً بعض دشمنوں کو ہلاک نہیں کرتے ہیں۔ ان سے دوسرے کام نکالنے کے لیے انہیں زندہ رکھتے ہیں۔ فرہاد نے ہمیں اپنا احسان مندا غلام بنائے رکھنے کے لیے ہی ہمارے بیٹے کو زندہ رہنے دیا تھا۔

”میں ہمارا بات کو غلط نہیں کہوں گا۔ فراد بڑی حکمت عملی سے کام کرتا تھا۔ دراصل امریکی حکام سے میری بات چل رہی ہے۔ ان سے میری مرضی کے مطابق معاملات طے نہیں ہوں گے تو پھر تم سے بات کروں گا۔“

”تو پھر صاف کو کاہت بہت بڑا ہاتھ مارنے کی کوشش میں ہو۔ اس لیے ابھی مجھے حال رہے ہو۔ ہر حال امریکی حکام کی جو بھی آفر ہوگی، میں اس سے زیادہ آفر دوں گی۔ اس سلسلے میں کل بات کروں گی۔“

اسی کو سمجھو پکا کہتے ہیں۔ وہ سب اپنے طور پر آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔ یہ اب تک کسی کے علم میں نہیں تھا کہ ثانی بھی ٹیلی بیٹھی جاتی ہے۔ اگر میں اس دنیا میں نہیں ہوں تو میری ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والی ہو موجود ہے، جو بعض اوقات نیلماں بن کر خالصین سے رابطے کرتی ہے۔

”ابا، مہاراج، امریکا اور اسرائیل وغیرہ کو ایک اور نئی بات معلوم نہیں ہوئی تھی کہ ممبئی شہر سے ساڑھے چار کلو میٹر دہلیا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک ادارہ قائم ہوا ہے جہاں سید جلال الدین پاشا، پاشا اور مولیٰ دھرمادے تین ٹیلی بیٹھی جاننے والے موجود ہیں، جن میں سے ایک مولیٰ دھرمادے کو پورس نے زخمی کر کے ٹیلی بیٹھی اور آتما جیتی سے خروم کر دیا ہے۔

پھر بھی اس نے ادارے میں دو ٹیلی بیٹھی جاننے والے تھے اور ایک زہریلی نیلا تھی جو اب تک برا اسرائیلی ہوئی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کتنی بد فتنوں کے بعد ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والی کی حیثیت سے ظاہر ہو سکے گی اور مستقل پورس کے کام آیا کرے گی۔

پورس نے فون کے ذریعے سید جلال الدین پاشا کو مخاطب کر کے پوچھا ”آپ فرہاد کی ہلاکت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟“ جلال الدین پاشا نے کہا ”پہلے تو مجھے یقین نہیں آیا تھا پھر میں امریکی حکام اور خفیہ ایجنسیوں کے ایجنٹوں کے خیالات پر ہستا رہا۔ افغانستان کی سرحدی چوکی پر نئے افسران آئے ہیں۔ ان کے خیالات سے بھی پتا چلا کہ چوکی والی عمارت کے ایک کمرے میں فرہاد کی لاش تھی۔ سابقہ افسران کسی جواب دی سے بچنے کے لیے فرہاد کی لاش کو ضائع کرنا چاہتے تھے اور میرا لڈ اس لاش کو ثبوت کے طور پر امریکا پہنچانا چاہتا تھا لیکن لاش کو ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دیا گیا۔ بالیر اور سابقہ افسران کاؤنٹر فائرنگ میں مارے گئے۔“

”کیا آپ نے فرہاد کے دماغ میں پہنچنا تھا؟“

”میں نے سب سے پہلے یہی کیا۔ کئی بار کوشش کرنے کے

بادجود میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ ویسے میں ہمارے مزاج کو جانتا ہوں، ہمیں اس کی موت کا یقین نہیں ہو رہا ہوگا۔“

”جب اتنے سارے محسوس ثبوت مل رہے ہوں تو یقین کرنا ہی پڑے گا۔“

”میں ہمارے لیے میں کچھ ادا ہی محسوس کر رہا ہوں۔“

”میری دشمنی بیش پارس سے رہی ہے۔ اب تک دشمنی کے دوران میں مقتول فرہاد نے کبھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ ایک بزرگ کی طرح یوں نظر انداز کرتے رہے جیسے ان کے دو بیٹے لڑتے بھی رہے اور ایک دوسرے کو جانی نقصان پہنچانے سے بھی گریز کرتے رہے۔ بلکہ ان میرے دل کی بات سمجھتا ہے، آج مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرے باپ کا ریمانٹ ہو گیا ہو۔“

پورس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ بڑی سنجیدگی اور ادا سے اس کا برہنہ ہوا تھا۔

کئی دنوں تک مختلف ذرائع سے میری ہلاکت کی تصدیق ہوتی رہی۔ سونا اور کارل جیسے سے کہا گیا کہ وہ افکار کریں۔ انہیں صرف معاوضہ نہیں دیا جائے گا بلکہ انعام میں لاکھوں ڈالر اور جاکیریں بھی دی جائیں گی۔ وہ دونوں اسی سرحدی شہر میں تھے جہاں خفیہ ایجنسی کی عمارت اور دفاتر تھے۔ اس انجمنی کا پاس ہیرالڈ مرکا تھا۔ کچھ دنوں تک وہاں کے انتظامات سنبھالنے کے لیے کارل کی تقرری کی گئی تھی۔ وہ سونا کے ساتھ اسی عمارت کے ایک آرام دار پارٹنٹ میں ایک فائبر کی شان سے آرام فرما رہا تھا۔

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا ”ہیلو کون؟“

”میں علی تیمور ہوں رہا ہوں اور کارل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جھا تو تم مقتول کے بیٹے ہو۔ بولو بیٹے! میں ہی کارل ہوں۔“

”میں اس امید پر یہاں آیا تھا کہ شاید پاپا کی لاش مل جائے۔ کائی بھاگ دوڑ اور چھان بین کے بعد یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ لاش ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پھینک دی گئی ہے۔“

”تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟“

”یہ پوچھنے کے لیے کہ تمہیں کتنے ہزار فٹ کی بلندی سے پھینکا جائے۔“

وہ قہقہہ لگاتے لگا پھر ہوا ”ایک بیٹے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ باپ کے قتل کا بدلہ لے۔ میرے بیٹے! میں تمہیں بدلہ لینے کا موقع ابھی دوں گا۔ یہ بتاؤ، ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے کے لیے کہاں آؤں؟“

”تم سمجھتے ہو۔ میں بلاؤں گا۔ تم پر حملے کروں گا میں دیکھنے ہی گولی مار کر ختم کر دوں گا۔“

”ہاں۔ اسی طرح انتقام لیا جاتا ہے۔ کیا تم کسی نئے طریقے پر چلنے والے ہو؟“

”ہاں۔ تم نے یہ تو سمجھ لیا کہ بیٹا اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لیتا ہے مگر یہ کیوں بھول گئے کہ روحانی ٹیلی بیٹھی جاننے والی شریک حیات بھی انتقام ضرور لے گی۔“

وہ پریشان ہو کر ہوا ”آں؟ روحانی ٹیلی بیٹھی؟“

”کیا ہوا؟ ہوش اڑ رہے ہیں؟“

”نہیں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ تم اپنی چھوٹی سی عقل کے مطابق مجھے پریشان کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر آئندہ فرہاد کو انتقام لینا ہو تو وہ میرے دماغ میں آئی۔“

”روحانیت کا حربہ حاصل کرنے والے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے والے دنیاوی معاملات میں براہ راست ملوث نہیں ہوتے۔ میری ماما نے ان معاملات سے دور رہنے کے لیے مجھے ایسی توانائی دی ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ گے، میری آنکھیں ہمیں دیکھتی رہیں گی۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم ابھی مجھے دیکھ رہے ہو؟“

”بے شک۔ ہمیں انسانوں کی طرح صوفے پر بیٹھنا چاہیے مگر تم صوفے کے پتے پر بیٹھ رہے ہو۔“

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ روحانیت کا علم ایسا ہوتا ہے کہ پلک بچھکنے سے پہلے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ میں نے آئندہ سے کہا تھا کہ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے میری ٹیلی بیٹھی کے علم میں اتنی توانائی پیدا ہو جائے کہ میں سونا اور کارل کے دماغوں میں پنچوں تو مجھے محسوس نہ کر سکیں۔

آئندہ نے جناب حمزہ کی مشورہ کیا۔ انہوں نے اجازت دے دی کہ صرف چوبیس گھنٹوں تک مجھ میں میری مطلوبہ توانائی رہے گی۔ اب میں نے علی تیمور بن کر اسے بتایا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں تو وہ ایک دم سے گہبرا کر صوفے کے پتے پر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شدید حیرانی سے بولا ”کیا تم ٹیلی بیٹھی جانتے ہو؟“

”مقتانہ سوال کر رہے ہو۔ نرائنا نمر مشین کے ذریعے حاصل کی جانے والی خیال خوانی ختم ہو چکی ہے پھر تم یوگا کے ماہر ہو۔ کیا تم مجھے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟“

”نہیں۔ میں حیران ہوں۔ ہمیں محسوس نہیں کر رہا ہوں۔“

”سائنس روک کر خیال خوانی کی لہروں کو بھگا لائے کہ باوجود تم بول رہے ہو۔“

”تم نے ریسپور کان سے لگایا ہوا ہے۔ میں فون کے ذریعے مل رہا ہوں اور تم سے کہہ رہا ہوں کہ جہاں بھی جاؤ گے، وہاں میں اور تمہاری موت دونوں ہی ہمیں دیکھتے رہیں گے۔“

اس نے فوراً ہی فون بند کر کے سونا کو آواز دی۔ وہ بند دوم ٹیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر تکتے لگا کہ ابھی فرہاد کے ٹیلی بیٹھے سے فون پر بات ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی بیٹھی نہیں جانتا ہے

لیکن اسے دیکھ رہا ہے۔

میں ان دونوں کے دماغوں میں جا رہا تھا اور وہ مجھے محسوس نہیں کر رہے تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کارل نے آگے بڑھ کر بیڈ کے سرہانے والی میز پر سے ریسپور اٹھا کر پوچھا ”ہیلو؟“

میں نے فون پر کہا ”تم سونا کے پاس کیوں آئے ہو۔ یہ فون اس کے لیے ہے۔ اے دو۔“

وہ پوچھ کر ہوا ”تم دماغ میں نہیں آ رہے ہو۔ فون پر بول رہے ہو اور میں دیکھ رہے ہو مگر کہاں سے دیکھ رہے ہو؟ کیسے دیکھ رہے ہو؟“

”ریسپور سونا کو دو۔“

اس نے ریسپور سونا کو دیا۔ وہ اسے لے کر کان سے لگا کر بولی۔

”کیا تم علی تیمور ہو؟“

”ہاں۔ ہمارے بارے میں سنا ہے کہ بہت ذہین ہو۔ بڑے زبردست منصوبے بناتی ہو۔ اب خود کو اور کارل کو زندہ رکھنے کی پلاننگ کر۔“

”میں ابھی پلاننگ کروں گی پھر تم ہمیں نہ کیس دیکھ پاؤ گے اور نہ ہمیں ڈھونڈ سکو گے۔“

”اگر اپنی پلاننگ میں ناکام رہو تو میرے پاپا کے قتل کا معاوضہ اور انعام دینے والوں سے پوچھنا کیا وہ دنیا کی تمام فوجیں یکجا کر کے اور تم دونوں کو فواد کی نگلے میں چھپا کر میرے انتقام سے بھاگیں گے؟ تم دونوں کی زندگی صرف پندرہ گھنٹے کی ہے۔ اب پندرہ گھنٹوں میں جہاں پہنچنا چاہو، چاکر چھپ جاؤ۔ وہاں موت پہنچ جائے گی۔“

سونا نے ریسپور رکھ دیا پھر کارل سے بولی ”جیساں سے کیس بھی چلو۔ ہم موبائل کے ذریعے مسٹر رابرٹ سے رابطہ کریں گے۔“

وہ دونوں بڑی چمکتی سے ضروری سامان لے کر اس عمارت سے نکلے پھر ایک کار میں آکر بیٹھ گئے۔ کارل ذرا سو کرنے لگا۔ سونا فون کے ذریعے رابرٹ سے بولی ”فرہاد کا بیٹا علی تیمور یہاں پہنچا ہوا ہے۔ وہ ٹیلی بیٹھی نہیں جانتا ہے اور نہ ہی ہم اسے اپنے دماغوں میں محسوس کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ اس نے ہمیں صرف پندرہ گھنٹے زندہ رہنے کے لیے دیے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس دنیا کی کوئی طاقت ہمیں موت سے نہیں بچا سکتی گی۔“

رابرٹ نے کہا ”وہ ملک چھوڑ دو۔ جو بھی پہلی فلائٹ ملے اس کے ذریعے امریکا پہنچو۔ میں وہاں کے حکام سے باتیں کر رہا ہوں۔ ایئر پورٹ پہنچتے ہی چھپ جاؤ گاؤز تمہاری حفاظت کے لیے پہنچ جائیں گے۔“

رابرٹ نے اس شہر میں رہنے والے جرائم پیشہ افراد سے رابطہ کر کے انہیں حکم دیا کہ ابھی ایئر پورٹ پہنچ کر وہ سونا اور کارل کی حفاظت کریں۔

پھر اس نے امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کر کے انہیں سونا اور کارل کے موجودہ حالات بتائے۔ ان سے کہا ”اگر

ہم نے پندرہ گھنٹوں تک ان کی حفاظت نہ کی تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ ان دونوں کو نہیں مرنے چاہیے۔“
امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران مختلف ذرائع سے ان دونوں کے لیے حفاظتی اقدامات کرنے لگے۔ وہ دونوں انزپورٹ پہنچ گئے تھے۔ چھ چھ افراد آکر ان کے اطراف کھڑے ہو گئے تھے اور محتاط نظروں سے کسی انجانے دشمن کو تازے کی کوشش کر رہے تھے۔

ایک گھنٹے کے اندر تمام خفیہ ایجنسیوں اور انزپول کے جاسوس الرٹ ہو گئے تھے۔ ان دونوں کو ازبکستان سے امریکا بحفاظت پہنچانے کے بڑے محسوس انتظامات کر رہے تھے۔ ان کے لیے ایک خصوصی طیارے کا انتظام بھی کیا گیا۔ جس میں نون فون پر کما۔ ”ہیلو کارل! میں نے پندرہ گھنٹوں کی مسلت ازبکستان میں دی ہے۔ امریکا جاؤ گے تو موت زمین پر نہیں ہو سکے گی۔ آسمان کی بلندی پر ہی طیارے کے پرچے اڑ جائیں گے۔ پندرہ گھنٹوں سے پہلے مرنے چاہتے ہو تو پرواز کرو۔ ویسے اب ساڑھے تیرہ گھنٹے رہ گئے ہیں۔“
کارل نے گھڑی دیکھ کر کہا ”سومنا! اسی کا فون تھا۔ ہم ساڑھے تیرہ گھنٹے یہاں نہ کر رہے ہیں اور آئندہ زندہ رہنے کی پلاننگ کر سکتے ہیں۔ وہ پہنچ کر رہا ہے کہ ہم یہ ملک چھوڑ کر پرواز کریں گے تو طیارے کے پرچے اڑ جائیں گے۔“

انزپول کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ہمارے سراغ رسانیوں نے تمہارے۔۔۔ طیارے کو اچھی طرح چیک کیا ہے۔ وہاں ہم بلاست ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے۔“

سومنا نے کہا ”مٹلی بیٹھی سے بڑی بلاست ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ آئندہ فریاد کو دھانی ملی بیٹھی کچھ بھی کر سکتی ہے۔ ہم امریکا نہیں جائیں گے۔ یہاں کم از کم سو تیرہ گھنٹے زندہ رہ کر اپنی حفاظت کے لیے کوششیں تو کر سکتے ہیں۔ ہم نے فریاد کو قتل کر کے جتنا برا کارنامہ انجام دیا ہے، آپ لوگوں کو اتنی ہی ذمہ داری سے یہاں ہماری حفاظت کرنا چاہیے۔“

وہ پھر رابرٹ سے رابطہ کرنے لگے۔ رابرٹ نے امریکی حکام سے اٹھائی ”پلیز کچھ کریں۔ ایک سپر پارہ اپنے دو دو فاداموں کی حفاظت نہ کر سکتے۔ بڑے شرم کی بات ہوگی۔“

دوسری طرف سے جواب ملا ”ہمیں شرم نہ دلاؤ۔ کسی معمولی شخص کو نہیں، مٹلی بیٹھی کا شنشہ کھلانے والے کو قتل کیا گیا ہے، جتنی بڑی واردات کی گئی ہے اتنی ہی زبردست رد عمل بھی ہوگا۔ ہم ان دونوں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ نہ بچا سکے تو کوئی بات نہیں، ایک سپر پارہ رہن کر رہے والے فریاد سے تو نجات مل ہی گئی ہے۔“

رابرٹ حریف بہ حرف یہ باتیں کارل سے نہیں کہنا چاہتا تھا مگر اس نے میری مرضی کے مطابق سومنا اور کارل سے کہہ دیا کہ امریکا ہمارے ان کی موت کی فکر نہیں ہے۔ یہ اطمینان ہے کہ انہیں فریاد سے نجات مل گئی ہے۔ یہ باتیں سن کر کارل نے بڑے

دکھ سے سومنا کو دیکھا۔ سومنا نے کہا ”میں جیسے جرائم پیشہ افراد کے ساتھ نہیں ہوتا ہے۔ کتنے ہی کرائے کے قابل قربانی کا تجربہ کر فریاد کو قتل کرنے آئے اور مارے گئے۔ ہم نے فریاد کو قتل کیا۔ اس کے باوجود ہم سے کام لینے والا امریکا ہمارے برے وقت میں ساتھ چھوڑ رہا ہے۔“

”مجھے چند دنوں کے لیے جینے کی مسلت مل جائے تو میں رابرٹ اور اس کے تمام آقاؤں کو جن جن کو قتل کروں گا۔“

وہ دونوں انزپورٹ سے باہر آگئے۔ انزپول کے افسر نے کہا ”اس طرح کہیں نہ جاؤ۔ ہماری سیکورٹی میں رہو۔ ہم کسی کو تمہارے قریب نہیں آنے دیں گے۔“

سومنا نے کہا ”ہندو کی گولی دور سے آتی ہے۔ دشمن قریب نہیں آئے گا۔ آپ لوگ کے روکیں گے۔“

ایک دس برس کا لڑکا دوڑتا ہوا ان کے قریب آیا۔ ایک افسر نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

”میں ایک بچہ ہوں مگر ان دونوں کی موت بھی بن سکتا ہوں۔ تمہارا دعویٰ غلط ہوگا کہ تم کسی کو ان کے قریب نہیں آنے دو گے۔“

ایک ماتحت افسر فوراً ہی اس بچے کے لباس کی تلاشی لینے لگا۔ بچہ ہنسنے ہوئے بولا ”کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ تو بارہ گھنٹے میں مٹ کے بعد مرے گئے۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔“

یہ کہہ کر وہ دوڑتا ہوا چلا گیا۔ سومنا نے کہا ”تفسیر! وہ تو ایک بچہ تھا۔ جس نے پہنچ کیا ہے۔ وہ ایک جونی جی کے ذریعے بھی نہیں مار سکتا ہے۔ تم سب قہرنا دیکھتے رہ جاؤ گے۔ تمہاری سیکورٹی ہمارے کسی کام میں آئے گی۔ تم اپنی حسرت پوری کرنا چاہتے ہو تو ہمارے آگے پیچھے چلتے رہو۔“

وہ دونوں انزپورٹ سے باہر آگئے۔ کارل نے فون کو آن کیا پھر فٹ پاتھ پر سومنا کے ساتھ چلتے ہوئے کہا ”ہیلو رابرٹ! میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا ملک کون سا ایسا سراغ رسانی کا ادارہ اور کون سی ایسی کاغذ فوج ہے جو ہمیں موت سے بچا سکے گی؟ امریکا مطمئن ہے کہ فریاد مر چکا ہے۔ تم اس سلسلے میں ہماری معاونہ و موصل کر کے پیش کر رہے ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اب ہماری حفاظت کے لیے جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے وہ سب رکی طور پر کیا جا رہا ہے۔“

ان کے آگے پیچھے انزپول کے افسران اسکاٹ لینڈاؤ کے جاسوس اور کئی مسلح فوجی جو ان فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ ایک افسر نے پوچھا ”تم دونوں اس طرح پیدل کہاں جا رہے ہو؟“

سومنا نے کہا ”ہم وہاں تک جائیں گے، جہاں پہنچنے کی تل تھوڑی دیر ہوئی مسلت ختم ہو جائے گی۔“

وہ کارل سے فون کے نہ ٹھہرانے کے بعد بولی ”میں سومنا بول رہی ہوں۔ ہم سب یہ کرائے کے قابل ہیں۔ تم نے کہہ انہیں قتل کرتے ہیں، جن سے ہماری دشمنی نہیں ہوتی۔ ہم صرف

دولت حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی رچی سے قتل کرتے وقت ایک عجیب سی مسرت اور تسکین محسوس کرتے ہیں۔ آج مجھے اور کارل کو قتل کیا جائے گا۔ ان لمحات میں دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ہماری حفاظت کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ اسکاٹ لینڈاؤ کے جاسوس اور انزپول کے سراغ رساں بھی ہیں۔ اس کے باوجود فریاد کا یہاں ہمیں قتل کر دے گا اور سب مٹ دیکھتے رہ جائیں گے۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ”یہ وقت میری آخری خواہش ہے کہ تم عالمی سطح کے تمام کرائے کے قاتلوں سے رابطہ کرو اور انہیں ہماری حالت زار بتاتے رہو۔ ہو سکتا ہے تم میں سے چند مجرم آئندہ جرائم سے باز آجائیں اور امریکا جیسی بڑی طاقتوں پر محسوسا کرنا چھوڑ دیں۔“

سومنا نے فون بند کر دیا۔ کارل نے پیدل چلتے چلتے دونوں پاتھ اٹھا کر بلند آواز سے کہا ”تھوگو! زندگی اور دنیا کی خوب صورتی کا مزہ لوٹنے والو! سنو۔ ہم دنیا سے جا رہے ہیں۔ موت سے ٹکرا کر حفاظت کرنے والے اتنے بڑے بڑے محافظ جو ہمارے آگے پیچھے چل رہے ہیں، یہ ہمارے لیے نام کے محافظ ہیں۔ ہمیں موت سے نہیں بچا سکیں گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو ہمیں موت سے بچا کر طبی عہدے کا موقع دے؟“

لوگ سن رہے تھے۔ ان کے اطراف بمیلر بڑی جاری تھی۔

ٹھٹھک رک گیا تھا۔ دور تک مختلف گاڑیوں کی لمبی قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ انزپول کے افسر نے کہا ”سٹر کاہل! خاموش ہو جائیں۔ یہ رات چھوڑ کر اس گلی سے چلیں۔“
”کیا اس گلی سے چلے سے موت نہیں آئے گی؟ اگر تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو تو ہم چند گھنٹوں کی زندگی اپنے طور پر گزار لیں گے۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”ہمیں افسوس ہے۔ ہم اپنی ذیولٹی کے مطابق آپ کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔“

کارل نے اچانک اپنا ریوالور نکال کر اس افسر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا ”ابھی ایک گولی چلے گی اور تمہاری ذیولٹی ختم ہو جائے گی۔“

دو تھوڑے سلسلے گاڑوں اور سراغ رسالوں نے اپنی گھنٹیں سیدھی کیں اور کارل کو نشانے پر لے کر کہا ”ریوالور پیچک دوورنہ ہم گولی مار دیں گے۔“

سومنا اور کارل قہقہے لگانے لگے پھر کارل بولا ”تھوگو! دیکھو اوھر دیکھو۔ یہ سب ہماری حفاظت پر مامور ہیں اور ہمیں مار ڈالنے کی باتیں کر رہے ہیں جبکہ ہمیں مرنے سے بھرمان کی دھمکی کیا جاتی رہتی ہے۔“

کارل نے ریوالور کو اپنی جیب میں رکھ کر ایک ٹیکسی والے کو

قلمطین کی جنگ آزادی میں شامل ایک پاکستانی جاں باز کی ناقابل فراموش جدوجہد

جس نے ان کے لیے ایک نیا عالم بنا دیا۔ جس نے ان کے لیے ایک نیا عالم بنا دیا۔

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کہانی صورت (گیارہ حصوں میں مکمل) میں تیار ہے

قیمت فی حصہ = 50 روپے۔۔۔ ڈاک خرچ = 16 روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف 450 روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23

رمضان چیمبرز۔ بلواریا اسٹریٹ (نزد دفتر اخبار جنگ) آئی آئی چندر نگر روڈ کراچی۔ 74200

روکا پھر اس میں سونا کے ساتھ بیٹھ کر جانے لگا۔ ان کی حفاظت کس نے والے کفر سے رہ گئی۔ کئی افسر موبائل فون کے ذریعے اپنے آقاؤں سے سونا اور کارل کے سلسلے میں بول رہے تھے۔ انہیں جواب ملا ”میں تماشا نہ بناؤ۔ امریکی حکام بدنام ہو رہے ہیں۔ انہیں جہنم میں جانے دو۔“

وہ دونوں فیسکی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سونا نے کہا۔ ”بہت دیر ہو چکی ہے۔ فریاد کے بیٹے نے ہم سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ شاید اب وہ مملکت ختم ہونے پر آئے گا۔“

کارل نے کہا ”اس نے مملکت دے کر ہماری زندگی کو بوجھ بنا دیا ہے۔ کیا یہ اچھا ہوتا اگر وہ ہمیں ایک ایک گولی مارتا اور ہم مر جاتے؟“

فریاد کی ہلاکت سے اس کے بیڑوں اور رشتے داروں کو جو صدمہ پہنچ رہا ہے، وہ صدمہ ہمارے آرام سے مرجانے سے دور نہیں ہو گا۔ کچھ تو اپنے اندر کا غصہ اور غبار نکالا جاتا ہے۔ علی تیور بھی یہی کر رہا ہے۔“

وہ خفیہ انجینی والی عمارت کے سامنے جیسی سے اتر گئے۔ اسے کرایہ دے کر رخصت کر دیا پھر عمارت میں داخل ہو کر لفٹ میں اُکڑیو۔ ”ہم کرائے کے قافل ہیں۔ وہ جیسی ڈرائیور کرائے کا رہنما ہے۔ وہ کرایہ لے کر لوگوں کو ان کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ ہم کرایہ لے کر لوگوں کو منزل سے دور کر دیتے ہیں۔ آخری وقت میں سمجھ میں آتا ہے کہ ہم کتنی غلط زندگی گزار رہے ہیں۔“

وہ لفٹ سے باہر آکر ایک کمریہ دُور سے کڑتے ہوئے اپنے اپارٹمنٹ میں آگئے۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سونا نے کہا۔ ”اسے کھلا رکھو۔ بعد میں ہماری لائشیں لے جانے والے آئیں گے۔“

اس نے دروازے کو کھول دیا۔ ایک کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا ”مقتول باپ کے بیٹے! تم ہمیں دیکھ رہے ہو، ہماری آوازیں سن رہے ہو؟ میں پوچھتا چاہتا ہوں، ہمیں مملکت کیوں دے رہے ہو؟“

میں نے کارل کی زبان سے کہا ”تمہاری بات کا جواب تمہاری زبان سے دے رہا ہوں تاکہ سونا بھی سن سکے۔ میں نے اس لیے مملکت دی ہے کہ تم ان چند گنتوں میں دنیا کا وہ روپ اور رنگ دیکھو جو ساری زندگی نہ دیکھ سکے۔ تمام خفیہ ایجنسیاں ہوں، تمام بڑے ممالک ہوں، امریکا، ہمارے ہوا جان مار کرنے والے دوست ہوں، کسی نے تمہارا ساتھ نہیں دیا پھر تم کیسی فریب بھری زندگی گزار رہے؟“

جہیں معلوم ہوتا ہے۔“

نہیں سردار ولاور کو ہلاک کیا تھا۔“ وہ دونوں ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”میری جگہ کو بھی مرا ہو مگر تم نے اور تمہارے آقاؤں نے اپنی دانست میں مجھے مار ڈالا ہے۔ آئندہ میں دشمنوں کو اسی خوش قسمتی میں جلا رکھوں گا۔ تم دونوں کو نہ اس کمرے سے باہر جانا ہے اور نہ کسی کو اندر آتا ہے اس لیے یہ راز تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔“

سونا نے میری مرضی کے مطابق اپنے پرس میں سے ریوالور نکالا اور مسکرا کر بولی ”میری جوانی کے پہلے دن سے تم میرے تھے، آج بھی میرے ہو۔ تمہیں گولی بارے ہوئے ایسا لگا رہا ہے جیسے میں اپنی ہی جان لے رہی ہوں۔“

یہ کہنے ہی اس نے ٹیکہ دیا۔ ایک فائر پیر ہوا سردار فائر کیا۔ کارل گولیاں کھا کر ڈنگا ہوا فرش پر گر کر پھر ذرا دیر تڑپ کر بیٹھ کے لیے ساکت ہو گیا۔

سونا کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر یہ مرحلہ آسان بنا دیا تھا۔ وہ دونوں ہوتی آکر کارل کی لاش سے پلٹ کر روئے تھی۔

میں نے کہا ”تمہیں رونے کا حق ہے۔ تاؤ میں تمہیں ماتم کرنے کے لیے کتنی مملکت دوں؟“

”میں ابھی مر جاتا چاہتی ہوں لیکن مرنے سے پہلے وہ ایک بات کہنا چاہتی ہوں جسے کارل نے نہ کہہ سکی۔ اگر کہہ دیتی تو اس کے لیے مرنا بہت مشکل ہو جاتا۔“

وہ آنسو پچھتے ہوئے بولی ”میں ماں بننے والی ہوں۔ اسے باپ بننے کا بہت ارمان تھا۔ آج میں اسے یہ خوش خبری سنانے والی تھی۔ جب تم موت بن کر آگے تو میرے ذہن نے سمجھایا کہ وہ اپنے بچے کی صورت دیکھنے اور اسے بازوؤں میں لے کر چومنے کے لیے تم سے تڑپ تڑپ کر زندگی کی بجائے گامگر جو درندوں کی طرح انسانوں کو ہلاک کر دیتا ہے اسے تم بھی معاف نہ کرتے۔ اس لیے میں نے اسے خوش خبری نہ سنا کر اس کے لیے موت آسان بنا دی۔“

اس کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے۔ وہ بولی ”آہ! میرے دل میں بھی انسان ہیں کہ اپنی کوکھ سے اسے جہنم دہوں اور اسے سینے سے لگاؤں کہیں زندگی کی بجائے لگنے کے لیے تم سے یہ سب کچھ نہیں کہہ رہی ہوں۔ یہ تو صرف ایک عورت جانتی ہے کہ جب بچہ بیٹھ میں آتا ہے تو زندگی کتنی خوب صورت ہو جاتی ہے۔“

اس نے دوتے ہوئے ریوالور کی نال کو اپنی کپٹی سے لگایا لیکن وہ میری مرضی کے مطابق گولی نہیں چلا سکتی تھی۔

اس نے مجھے نکھٹ میں جلا کر رکھا تھا۔ اسے تو رات ہی تھا لیکن اسے مارنے کا مطلب یہ ہوا کہ میں ایک معصوم بچے کی جان لے رہا ہوں اور اسے زندہ چھوڑنے سے دشمنوں پر یہ راز کھل سکتا تھا کہ فریاد ابھی زندہ ہے۔

سوال اب ایک عورت کو نہیں، ایک ماں اور معصوم بچے کو ہلاک کرنے کا تھا۔ کیا میں بچے کو مارا دوں؟

وہ ریوالور کی نال سونا کی کپٹی سے اسی طرح لگی ہوئی تھی۔ اس کی ایک انگلی ٹریگر پر تھی لیکن میں اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ میری مرضی کے بغیر نہ ٹریگر کو دبا سکتی تھی اور نہ ہی ایک گولی اپنے سر میں پیوست کر کے اپنے محبوب کی طرح موت کی نیند سو سکتی تھی۔

اس نے اور اس کے محبوب کارل جیسے نہ نہ جانے کتنے انسانوں کو قتل کیا تھا۔ پچھلی بار ان دونوں نے سردار ولاور کو فریاد ملی تیور سمجھ کر اسے گولیوں سے چھلکی کر دیا تھا۔ دونوں نے ہی جیسے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں۔ کارل کی طرح سونا بھی سفاک قاتل تھی۔ ہماری معاونہ لے کر کسی کو بھی بے رحمی سے قتل کر دیتی تھی۔ دونوں ہی رحم کے مستحق نہیں تھے اسی لیے میں نے کارل کا کام تمام کر دیا تھا اس کی لاش سامنے ہی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اب میں سونا کو قتل کروں یا نہ کروں۔ وہ خود ہی اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ کارل کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے خودکشی سے روک رکھا تھا۔

وہ جان دینے سے پہلے بتا چکی تھی کہ ایک بچے کی ماں بننے والی ہے۔ کارل سے اس کے برسوں کے تعلقات تھے اور وہ بار بار باپ بننے کی خواہش ظاہر کر چکا تھا۔ سونا نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی قدرت کو منظور ہو گا وہ اس کی باپ بننے کی خواہش پوری کرے گی۔

اسے صبح لیڈی ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ یہ سن کر اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔ وہ یہ خوش خبری کارل کو سنانے والی تھی۔ جو انسانی زندگی کو مکمل سمجھ کر مٹی میں ملا دیتے ہیں ان کے اندر بھی اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کی قدر قیمت ہوتی ہے۔ وہ اپنے محبوب کارل کو بہت بڑی خوش خبری سنا کر اس کی نظروں میں اور زیادہ اہم ہوتا چاہتی تھی لیکن یہ خبر سنانے سے پہلے ہی میں موت بن کر ان کا پیچھا کرنے لگا تھا۔

انہیں میرے قتل کا معاوضہ دینے والے بڑے ممالک، دنیا کی کئی خطرناک ایجنسیاں، انٹر پول اور اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے سراغ رساں اپنے تمام ذرائع اور دساکل اختیار کر کے ان دونوں کو ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ میں جس طرح ان کے دماغوں پر چھایا ہوا تھا اس سے یقین ہو گیا تھا کہ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں اور سیاسی چال بازی انہیں موت سے نہیں بچا سکیں گی۔

سیاسی سودے بازی اس لیے نہیں ہو سکتی تھی کہ میری ہلاکت کے باعث بابا صاحب کے ادارے میں چالیس دنوں تک سوگ منانے کا ذرا بے پایا کیا جا رہا تھا۔ چالیس دنوں تک ادارے کے کسی فورسے بھی فون یا ٹیکس کے ذریعے رابطہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ سب ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ میری ہلاکت کے بعد میرا بیٹا علی تیور

میں نے اس کے موت کو آسان بنانے کے لیے اسے یہ خوش خبری نہیں سنائی۔ جس طرح تمام مجرم اپنا برا انجام سمجھتے ہیں، وہ بھی اپنا یہی انجام سمجھ کر مر گیا۔

انتقام لینے کے لیے ازبکستان پہنچا ہوا ہے اور آئندہ فریاد کی روحانی ملی جیتی اس کی مدد کر رہی ہے۔

دنیا کے تمام محافظوں کی طرح سونا اور کارل بھی یہ سمجھ گئے تھے کہ وہ اب زندہ نہیں بھیجے گئے۔ ان حالات میں سونا کے دل نے کہا ”میں کارل کو اس برے وقت میں باپ بننے کی خوش خبری نہ سناؤں۔ ابھی وہ ایک مجرم ہونے کی سزا پاتے ہوئے علی تیور کے ہاتھوں مر جائے گا۔ لیکن باپ بننے کی خبر ملے گی تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہے گی۔ اپنے بچے کو بارودوں میں لے کر سینے سے لگا کر چومنے کی خواہش اتنی شدت اختیار کرے گی کہ جو موت اس کے لیے آسان تھی، وہ مشکل ہو جائے گی۔ وہ مرنا نہیں چاہے گا اور علی تیور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

سونا نے کارل کی موت کو آسان بنانے کے لیے اسے یہ خوش خبری نہیں سنائی۔ جس طرح تمام مجرم اپنا برا انجام سمجھتے ہیں، وہ بھی اپنا یہی انجام سمجھ کر مر گیا۔

میں نے اس دوران میں سونا کے چور خیالات نہیں بڑھے تھے۔ جب اس نے خود بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے تو میری عجیب جذباتی حالت ہو گئی۔ اسے گولی مارنے کا مطلب یہی ہوا کہ میں اس کے پیٹ میں چلنے والے بچے کو بھی قتل کر رہا ہوں۔

وہ بچہ معصوم تھا۔ اس کے ماں باپ درندے قاتل ہی سی لیکن وہ انسان کا بچہ تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے والدین کی طرح قاتل درندہ بن جائے۔ شیطان کے گھر میں بھی ولی پیدا ہو سکتا ہے۔ فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے پرورش پائی تھی۔ آخری بات یہ تھی کہ کسی بھی بچے کو ہلاک کرنا درندگی اور بدبشت گردی ہوتی ہے اور میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

میری مرضی کے مطابق اس کا ریوالور کپٹی سے ہٹ گیا۔ وہ جس ہاتھ سے خود کو ہلاک کرنا چاہتی تھی وہی ہاتھ اس کی گردن میں ایک بچے کی طرح اٹھایا۔ اب میں اس کے چور خیالات بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنے بچے کو اپنی کوکھ میں محبوب کی امانت بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے بچے کو پیدا کرنے کے لیے تمام تکالیف سے گزرنا چاہتی تھی۔ یہ شدید خواہش تھی کہ اسے جہنم دے کر اس کی صورت دیکھے۔

اسے خوب چوسے اور اپنے سینے سے لگائے۔

ان تمام شدید خواہشات کے باوجود وہ کارل کی موت کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ”مرنا چاہتی ہو؟“

”ہاں ایک محبت کرنے والی ایک بچے کی صورت میں اپنے محبوب کو زندگی کا سب سے خوب صورت اور انمول تحفہ دینا چاہتی ہے۔ مجھ سے تحفہ لینے والا اور میری قدر کرنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ پھر میری کیا کیا کروں گی؟“

”تم نے درجنوں قتل کیے ہیں۔ تمی کا سردار ولاور کو فریاد سمجھ کر مجھ پر بھی گولیاں چلائی ہیں۔ کسی کو بھی ہلاک کرتے وقت

تمہارے اندر انسانیت کبھی نہیں جاتی۔ کیا اس بچے کو بھی ہلاک کرو گی جو تمہارے پیٹ میں ہے؟ ٹھیک ہے کہ تمہاری انسانیت نہیں جاتی۔ کیا مہم بھی نہیں ترپ رہی ہے؟

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر روئے گئے۔ کہنے لگی "مجھ سے ایسی بات نہ کرو۔ آج پہلی بار اپنے بچے کی ہلاکت کا سوچ کر میرا کچا کاپ رہا ہے۔ آج پہلی بار میرے اندر میرا بچہ مجھ سے پوچھ رہا ہے۔ "کیا تمام انسانوں کے بچے میری طرح لاڈلے ہوتے ہیں؟"

وہ دہائیں مار مار کر دوتے ہوئے بولی "میں خود کو گولی مارنا چاہتی ہوں لیکن اندر سے میرا بچہ میرا ہاتھ روک رہا ہے۔ مجھ سے زندگی اور ایک ماں کی محبت مانگ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟"

"زندہ رہو۔"

اس نے چونک کر چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹا کر آنسو بھری آنکھوں سے غلامیوں کو دیکھا جیسے مجھے دیکھ رہی ہو۔ پھر وہ بے یقینی سے بولی "تم سب مجھے ہلاک نہیں کرو گے؟"

"نہیں۔ بچے کو دودھ پلانا دنیا کی ہر ماں کا حق ہے۔ میری ماں نے مجھے دودھ پلایا تھا۔ میں تمہارے بچے سے دودھ پینے کا حق چھیننا نہیں چاہتا۔"

"یہ... یہ تم کہہ رہے ہو؟ میں نے سردار دلاور پر فریاد سمجھ کر گولیاں چلائی ہیں۔ گویا میں نے تمہیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور تم کہتے ہو کہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے زندہ رہو؟"

"تمہارے بچے نے مجھ پر گولیاں نہیں چلائی تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سانپ کے بچے بھی زہریلے ہوتے ہیں لیکن تم سانپ نہیں ہو۔ میں نہیں جانتا تم اسے کارل اور اپنی طرح درندہ بناؤ گی یا تمہاری طرح انسان؟ لیکن میں تمہارے بچے کی زندگی چاہتا ہوں۔"

وہ دوتے ہوئے بولی "تم سامنے ہوتے تو میں تمہارے قدموں سے لپٹ کر خوب روٹی۔ میں... میں اسے جہنم دینا چاہتی ہوں۔ میرے اندر کی ماما مجھے انسان بناری ہے۔ میں تم کھا کر کشتی ہوں کہ اپنے بچے کو انسان بناؤں گی۔ تم میرے اندر ہو۔ میرے دل کی سچائی سمجھ سکتے ہو۔"

"ہاں۔ تم یہ باتیں دل کی گہرائی اور سچائی سے کہہ رہی ہو لیکن میرے لیے ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"کیسا مسئلہ؟"

"اب امریکا اور دوسرے دشمن جنس میں جھلا ہو گئے کہ فراد کے بیٹے علی تیمور نے تمہیں زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ تم سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ تمہیں جواب دینے پر مجبور کریں گے۔"

"میں بہت مجبور ہو جاؤں گی تو جان دے دوں گی لیکن کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم زندہ ہو۔"

"تم بے شک نہیں بتاؤ گی لیکن الپا تمہارے دماغ میں آکر حقیقت معلوم کر لے گی۔"

"تم جانتے ہو؟ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔"

"لیکن جب عورت... دہروزہ میں جھلا ہوتی ہے تو پھر اپنے دماغ میں پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتی ہے۔ ان لمحات میں وہ بچے کو جہنم دینے کے لیے موت سے لڑتی رہتی ہے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ پھر تو مجھے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارے زندہ رہنے کا راز اپنے سینے میں چھپا کر مر جانا چاہیے۔"

"میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ تم زندہ ہو گی۔ میں تم پر بخوبی عمل کروں گا اور تمہارے دماغ کی بے سے یہ بات مٹا دوں گا کہ فریاد زندہ ہے پھر دہروزہ کے لمحات میں بھی تمہارے چور خیالات الپا وغیرہ کو کوئی تاہمیں گے کہ میں واقعی قتل کر دیا گیا ہوں۔"

"فریاد! تم واقعی دوتا ہو۔ مجھے اور میرے بچے کو زندہ رکھنے کے لیے اپنی شخصیت اٹھاؤ گے۔ میں شرم سے گڑی جا رہی ہوں۔"

"جذبائی ہو کر نہ سوچو۔ جتنی جلدی ہو سکے کارل کی آخری رسومات ادا کرتے ہوئے سب کو کوئی تاثر دو کہ تم صدمے سے بے حال ہو اور کسی کے سوالات کے جواب نہیں دے سکو گی۔ طبیعت خستہ کے بعد تم کل جواب دینے کے قابل ہو سکو گی۔ آج رات میں تم پر بخوبی عمل کروں گا۔"

میں نے اسے کوڈروڈز بتائے اور سمجھایا "ان کوڈروڈز کے بغیر جو بھی تمہارے دماغ میں آتا ہے، تم سانس روک لیا کو گی۔ پھر آج رات کے بعد کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو تمہارے ذریعے نہیں معلوم ہو سکے گا کہ میں زندہ ہوں۔"

اب وہ کارل کی موت کا ماتم کرنے، تمام محافظوں کو اطلاع دینے اور اپنے محبوب کی آخری رسومات ادا کرنے والی تھی اس لیے میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔

پچھلے کئی گھنٹوں سے جب دنیا کے تمام جرائم پیشہ افراد اور سراغ رساں سونا اور کارل کو علی تیمور سے بچانے کے لیے اپنے تمام وسائل اور تجربات کو کام میں لا رہے تھے۔ ان کے دماغ میں یہ سوئی بچھی ہوئی تھی کہ میں تو قتل ہو چکا ہوں لیکن میرے ساتھ رہنے والی شرمندہ کہاں چھپی ہوئی ہے؟

کتنے ہی سراغ رساں اسے تلاش کر رہے تھے۔ ہم دونوں اس شر کے ایک علاقے میں میان بوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ اس علاقے کے کچھ لوگ ہمیں ازبک باشندوں کی حیثیت سے جانتے تھے۔ چند سراغ رساں اس علاقے میں بھی شرمندہ کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے تھے۔ وہ تلاش کرنے والے کسی بھی شخص سے تھے کہ میں دنیا میں نہیں رہا ہوں اس لیے شرمندہ جہاں بھی ہو گی اٹھا

ہو گی یا اس کی حفاظت کے لیے میرا بیٹا علی تیمور ہو گا۔

کارل کی تدفین کے بعد سراغ رساں ہماری طرف آئے تھے۔ اس علاقے میں انکو ازبکی کے دوران میں ہم سب سے بھی گفتگو کی تھی۔ ان انگریز سراغ رساںوں کے ساتھ مقامی جاسوس بھی تھے لیکن وہ ہمیں پہچان نہیں پاتے تھے۔

اس رات میں نے سونا پر بخوبی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا کہ میں واقعی اس کے اور کارل کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوں۔ علی تیمور نے اتفاقاً کارل کو ہلاک کر دیا ہے۔ صرف سونا کو اس لیے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ یہ باتیں نقش ہونے کے بعد آئندہ الپا اور سراج بھی اس کے چور خیالات پڑھ کر میری ہلاکت کا یقین کر لیتے۔

دوسرے دن کئی سراغ رساں اور امریکی نمائندے سونا سے ملاقات کرتے رہے اور سوالات کرتے رہے کہ علی تیمور ان کے پاس کیسے پہنچا تھا؟ اس نے کارل کو کیسے ہلاک کیا؟ اور اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟ وہ سب کو جواب دیتی رہی کہ اس نے علی تیمور کو دہروزہ میں دیکھا ہے۔ وہ فون کے ذریعے ہوتا تھا پھر اس نے کارل پر کہاں سے گولی چلائی؟ اسے معلوم نہ ہو سکا۔ اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے اور ایک معصوم بچے کو ہلاک نہیں کیا جاسکتا اس لیے اسے زندہ چھوڑ دیا جا رہا ہے۔

امریکا میڈیا کے ذریعے یہ ظاہر کر رہا تھا کہ فریاد سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ وہ افغانستان میں پناہ لینے والے ایک مسلمان دہشت گرد کی حفاظت کے لیے گیا تھا۔ وہ دہشت گرد امریکا کو مطلوب ہے لیکن فریاد دوسرے انتہا پسند مسلمانوں کی طرح کہہ رہا تھا کہ وہ مسلمان دہشت گرد نہیں بلکہ مجاہد ہے۔ وہ اپنی جان دے کر بھی اس کی حفاظت کرے گا۔ آخر اس نے جان دے دی۔

اس مجاہد کی حفاظت کی اور اس پر چلنے والی گولیاں اپنے سینے پر کھائیں۔

جس نے فریاد پر گولیاں چلائی اس کا نام کارل ہے۔ اس کی معلوم سونا ہے۔ علی تیمور نے باپ کا انتقام لینے کے لیے کارل کو مار ڈالا لیکن سونا کو زندہ چھوڑ دیا ہے۔ سونا کو جلد ہی ٹی وی اسکرین پر لا کر ساری دنیا کے سامنے حقیقت پیش کی جائے گی۔ یہ بتایا جائے گا کہ وہ مسلمان مجاہد نہیں، دہشت گرد ہے اور فریاد نے فائدہ خواہان معاملات میں خود کو الجھا کر اپنی جان دی ہے۔

سونا سے کہا گیا کہ اسے میڈیا کے ذریعے دنیا کے سامنے آکر نمایاں باتیں دینے ہیں۔ سونا نے کہا "مقتول باپ کے بیٹے علی تیمور کی اتنی اعلیٰ غلطی ہے کہ اس نے میرے بچے کو پیرا ہونے اور زندہ رہنے کے لیے مجھے ہلاک نہیں کیا ہے۔ میں اس کے باپ کے خلاف بیانات دے کر کم غلطی کا ثبوت نہیں دوں گی۔ ہم افغانستان میں کسی مسلمان دہشت گرد کو نہیں جانتے ہیں۔ مسٹر رابرٹ نے ملایا معاوضہ دے کر فریاد کو قتل کرنے کا ہم سے سودا کیا تھا اسی

لیے ہم نے کسی دشمنی کے بغیر صرف معاوضے کے لالچ میں فریاد کو قتل کیا ہے۔"

بڑے بڑے اہم افراد نے اسے سمجھایا کہ وہ فریاد اور دہشت گرد کے خلاف بولے گی تو امریکا کے لیے افغانستان پر حملہ کرنے کا جواز پیدا ہو جائے گا۔ یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ فریاد سے دشمنی نہیں کی گئی تھی بلکہ وہ خود جان پر کھیلنے کے لیے افغانستان چلا گیا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونا سے کہا "وہ لوگ جیسا کہہ رہے ہیں، تم ویسا ہی بیان دو۔ مسلمانوں سے امریکا اور اسرائیل کی دشمنی ساری دنیا پر ظاہر ہے۔ تمہارے مخالفانہ بیانات سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

میں نے زبردستی اسے مائل کیا۔ ایسا بیان دینے کے لیے اسے امریکا بلایا گیا۔ سیکورٹی فورس اسے اپنی حفاظت میں لے کر اڑ پورٹ آئی۔ اسی دوران میں وقت کہیں سے ایک گولی آکر سونا کے پیٹ میں لگی۔ اس کے حلق سے ایک جھج نکلی پھر دوسری گولی لگتے ہی وہ فرش پر گر کر اپنے بچے سمیت ترپ ترپ کر مرنے لگی۔ سیکورٹی والوں نے گولی چلانے والے ایک شخص کو دیکھا پھر ترازو فائرنگ کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دیا جبکہ اسے گرفتار کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کے زندہ رہنے اور گرفتار ہونے سے یہ راز کھل جاتا کہ سونا کو باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہلاک کیا گیا ہے۔

اس کی ہلاکت کے بعد پھر میڈیا کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا گیا تھا کہ سونا کو بچ بولنے سے روکنے کے لیے علی تیمور کے ایک آزاد کار نے قتل کر دیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے یہ بات نہیں لائی گئی کہ سونا ماں بننے والی تھی اور علی تیمور نے اسے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ سونا کی زندگی امریکا اور خفیہ ایجنسیوں کے لیے خطرہ بن گئی تھی۔

مجھے اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ میں دشمن ہو کر اسے اور اس کے بچے کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ دوست ہو کر اپنا کام نکالنے کے بعد اسے ہلاک کر چکے تھے اور اس کی ہلاکت سے بھی فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے خلاف زہرا گل رہے تھے۔

سراغ رساںوں کی ایک بہت بڑی ٹیم افغانستان کی سرحدی چوکی کے آس پاس کے علاقوں میں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ میری ہلاکت کا بدلہ لینے علی تیمور سرحدی شرمیں آیا ہے تو سونا اور بارس بھی میری لاش کو ڈھونڈنے کے لیے اس پہاڑی علاقے میں ضرور آئیں گے۔ ان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کے چند افراد بھی ہوں گے۔

میں نے شرمندہ سے کہا "میں افغانستان کی سرحدی چوکی کی طرف جا رہا ہوں۔ دشمنوں کو یقین دلاؤں گا کہ بابا صاحب کے ادارے کے لوگ وہاں میری لاش کے ٹکڑے ڈھونڈنے آئے ہیں اور اس طرح میں ان دشمن سراغ رساںوں کو بھی ٹھکانے لگا دوں

شمرنے نے پوچھا "کیا تم جاؤ گے؟"

"ہاں۔ تم ساتھ رہو گی تو مجھے تمہاری حفاظت کی بھی فکر رہے گی۔"

"اور یہاں جو میں اکیلا رہوں گی؟"

"تم گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہو۔ علاقے کے لوگ بھی ہماری عزت کرتے ہیں۔ میری عدم موجودگی میں تمہارا خیال رکھیں گے۔ میری کوشش ہوگی میں دودن میں واپس آ جاؤں۔ ویسے خیال خوانی کے ذریعے تمہاری خیریت معلوم کرنا رہوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر افغانستان کی سرحد کی طرف گیا۔ راستے میں ایک سرائے تھی جہاں میں نے قیام کیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ میں نے بازار سے پرانے کپڑے خریدے۔ انہیں پہن کر ایک ڈھیلی سے بکڑی بانڈھ کر افغانی بن گیا۔ ایک استعمال شدہ پٹیلے اور کدال خرید لیا پھر ایک کوچ میں بیٹھ کر ایک مزدور کی حیثیت سے سرحدی چوکی پر پہنچ گیا۔

کتنے ہی افغانی بے روزگاری سے تنگ آکر سرحد پار ازبکستان آکر محنت مزدوری کرتے تھے پھر بیوی بچوں کے لیے افغانی یا ازبک کرنسی کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے تھے۔ سرحدی چوکی کے پہلے پہرے دار ایسے مزدوروں کو روزگاری خاطر ازبکستان جانے دیتے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو چوکی کی عمارت کے برآمدے میں کئی مزدور بیٹھے ہوئے تھے مجھے بھی وہاں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ پتا چلا یورپی ممالک سے دو پہیلی کوپڑوں میں سرنگٹیم آئی ہوئی ہے۔ اس ٹیم کے افراد میری ٹوٹی پھوٹی لاش کو تلاش کرنے آئے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ مزدوروں کو مختلف پہاڑوں کے

درمیان ہزاروں فٹ کی گہرائی میں لے جاتے ہیں تاکہ مزدور گہری پٹیوں میں جا کر ہانموار اور خطرناک راستوں سے گزر کر لاش کو تلاش کر سکیں۔

میں برآمدے میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھا سر جھکائے خیال خوانی کر رہا تھا۔ وہاں کے ایک افسر کے دماغ سے دوسرے اہم افسران کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ اس عمارت میں ایک چینی باشندہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس چینی باشندے کا نام پوٹی وان تھا۔ وہ بھی کرانے کا قاتل تھا۔ اس کے ریکارڈ میں درج تھا کہ اس نے آج تک اپنے شکار کو کبھی کسی ہتھیار سے قتل نہیں کیا۔ تنگ فو کا اتنا خطرناک فائر ہے کہ بڑے سے بڑے ہلکے بیلٹ کونٹینوں میں ناک آؤٹ کر کے دوسری دنیا میں پہنچ دیتا ہے۔

جب یہ پتا چلا کہ علی تیمور اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے ازبکستان کے سرحدی شہر میں آیا ہوا ہے تو وہ علی تیمور کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے ہلاک کرنے چلا آیا۔ کارل اور سومنا کی موت کے بعد وہ سرحدی چوکی میں پہنچا تاکہ وہاں سے افغانستان جا کر اس

مسلمان مجاہد کو ہلاک کر سکے جسے مغربی میڈیا دہشت گرد کہہ رہا تھا۔

سرحدی چوکی میں اس لیے موجود تھا کہ اسے ایک یا دو افغانی باشندوں کی ضرورت تھی جو اسے افغانستان پہنچ کر گائیڈ کر سکیں اور افغانی زبان کا ترجمہ انگریزی یا چینی زبان میں کر سکیں۔ اس کے علاوہ دو چار ملازم ان کی خدمت کرنے کے لیے مل جاتیں۔

وہاں کا اعلیٰ افسر تمام مزدوروں سے کہہ رہا تھا کہ وہاں صاحب کی خدمت کے لیے ان کے ساتھ اپنے ملک میں رہو گے تو ہمیں روزانہ مزدوری سے کئی گنا زیادہ رقم ملے گی۔

مزدور کہہ رہے تھے کہ یہ غیر ملکی وان صاحب افغانستان میں ایسی جگہوں پر جائیں گے جہاں محتاج گروہ ایک دوسرے پر فائزنگ اور گولا باری کرتے رہتے ہیں۔ وہاں رقم تو زیادہ ملے گی مگر زندگی کو داؤ پر لگانا ہوگا۔

اعلیٰ افسر قہر میں دلا رہا تھا کہ پوٹی وان صاحب کو بھی اپنی جان پاری ہے اس لیے وہ تنازعہ اور خطرناک علاقوں میں نہیں جائیں گے۔ میں نے اٹھ کر کہا "صاحب! اگر خطرناک علاقوں میں ہمیں نہیں لے جایا جائے گا تو میں وان صاحب کی خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

مجھے تین افغانی مزدوروں کے ساتھ پوٹی وان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے ہم سب کو دیکھا پھر اس کی نظر مجھ پر ٹھہری۔ اس نے بڑی ٹوٹتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے نظریں جھکا لیں۔ اس نے چینی زبان میں کہا "ادھر دیکھو۔ مجھ سے نظریں ملاؤ۔"

میں زبان سمجھتا تھا مگر انجان بنا رہا۔ ایک ترجمان مجھ سے کہا "وان صاحب تمہیں نظر ملانے کو کہہ رہے ہیں۔" میں نے نظریں اٹھا کر پوٹی وان کو دیکھا۔ وہ مجھے اسی طرح ٹوٹتی اور سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ترجمان سے پوچھا "یہ صاحب مجھے ایسے کیوں دیکھ رہا ہے؟ کیا چین والے گہور غمور کرما زموں کا انتخاب کرتے ہیں؟"

ترجمان نے میری بات اس سے کہی۔ وہ اپنے ایک چینی ساتھی سے اپنی زبان میں بولا "میں نے کوئی چھ سات برس پہلے ایک شخص کو انڈیا میں دیکھا تھا۔ اس نے "را" کے کئی افسروں کو ہلاک کیا تھا۔ ان دنوں میں "را" کی طرف سے ایک سی ایئرڈر کو قتل کرنے آیا تھا۔ بہر حال وہاں میں نے جس شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں بالکل اس مزدور جیسی تھیں۔"

میں نے دل ہی دل میں تسلیم کیا پوٹی وان کی یادداشت حیرت انگیز تھی۔ میں واقعی تقریباً چھ برس پہلے انڈیا میں تھا اور "را" کے چند اہم افسران کو قتل کیا تھا۔ "را" والوں نے پوٹی وان کو میری تصویر دکھائی ہوگی۔ اس تصویر میں میرا اصل چہرہ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت میں بھی میں نے آنکھوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور نہ

ی کنکریٹ لینس لگایا تھا۔ اس کم بخت پوٹی وان کو میری آنکھیں ابھی تک یاد تھیں۔

اس کے چینی ساتھی نے پوچھا "را کے افسران کو قتل کرنے والا کوئی معمولی شخص نہیں ہوگا؟"

"ہاں۔ را والوں نے بتایا تھا کہ وہ فریاد علی تیمور تھا مگر سرپوٹ میں تھا۔"

اس کے چینی ساتھی نے ہنسنے ہوئے کہا "ابھی بجلی کا پڑ سے فریاد کی لاش کے ٹکڑے آنے والے ہیں۔ کیا تم اس مفلس مزدور کو فریاد سمجھ رہے ہو؟"

پوٹی وان نے مسکرا کر کہا "میں کیا کچل ہوں کہ مردے کو زندہ سمجھ لوں مگر اس کی آنکھیں فریاد کی آنکھوں سے مماثلت رکھتی ہیں۔ میں اسی لئے اس سے آنکھیں ملا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں فکر پریشانی مجبوری اور بے بسی ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ میں اس دوران میں ایک فکر مند اور مجبور مزدور کی پریشانیاں آنکھوں سے ظاہر کرتا رہا تھا۔ میری آنکھوں نے اسے جو سمجھایا "دی وہ سمجھتا رہا۔ اس نے میرے علاوہ اور تین مزدوروں کا انتخاب کیا۔ اسی وقت ایک بجلی کا پڑ عمارت سے دور ایک کھلے میدان میں اترتا ہزاروں فٹ گہرائی میں جانے والی سرنگٹیم ٹیم تین مقامی مزدوروں کے ساتھ آئی تھی۔ مزدور ایک پلاسٹک کے ٹیلے میں لاش لے کر آئے تھے۔

سب نے قریب جا کر دیکھا۔ اس ٹیلے میں سے ٹوٹا پھوٹا انسانی دھانچا نکلا۔ دھانچے کی ایک ایک ہڈی ٹوٹ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ کسی کسی ٹکڑے پر گوشت اور کھال کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ سرنگٹیم کے لیڈر نے کہا "ہم نے لاش کو وہاں سے لانے میں دیر کی ہے۔ پٹائی گوشت خور جانور اسے کھا چکے ہیں۔ ہم یہ پٹائیاں لے آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بون اسپیشلسٹ اسے جو ڈرکرجو معلوم کر سکیں۔"

ایک سراغ رساں نے پوچھا "مقتول کے لباس میں ایسی کوئی چیز ہوگی جو جانوروں کی خوراک نہیں بن پائی ہوگی۔ کیا ایسی کوئی چیز نہیں ملی؟"

"ہم نے بہت دور دور تک تلاش کیا ہے۔ مجھے ہوئے لباس کے چند پتھر ٹکڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ملا۔"

شام ہو چکی تھی۔ تمام افسران ایک کھلی جگہ کریاں ڈال کر باتیں کرنے لگے۔ میں ان کی گفتگو کا موضوع تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میری موت بڑی عبرت ناک ہوئی ہے۔ میں مرنے کے بعد جانوروں کی خوراک بن گیا ہوں۔

میں مزدوروں کے ساتھ ان افسران سے ذرا دور زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے شمرنے کی خیریت معلوم کی۔ اس نے کہا "میں خیریت سے ہوں مگر تمہارا دل نہیں لگا رہا ہے۔ کب آؤ گے؟"

"جب میں گھر سے نکلتا ہوں تو خود نہیں جانتا کہ واپسی کب تک ہوگی۔ بدلتے ہوئے حالات کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ویسے میری کوشش ہوگی کہ کل شام تک چلا آؤں۔ کیا محلے پڑوس والے تم سے ملے آتے ہیں؟"

"تمہارے جانے کے بعد ایک عورت آئی تھی۔ میں اسے نہیں جانتی۔ وہ مجھے یاد دلا رہی تھی کہ ہمارے مکان کے پیچھے تیسری گلی میں رہتی ہے۔"

"جب وہ کہہ رہی ہے تو تیسری گلی میں رہتی ہوگی۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ اس علاقے کی عورتوں اور مردوں کو اچھی طرح پہچان کر اپنی یادداشت میں محفوظ رکھو۔ کیا وہ انکو انہی کے انداز میں سوالات کر رہی تھی؟"

"اس نے کوئی سوال تو نہیں کیا۔ البتہ ایک ہزار ڈالر دے کر کہہ رہی تھی کہ چھ ماہ پہلے مجھ سے قرض لے کر گئی تھی۔ اس کے شوہر کے کاروباری حالات ٹھیک نہیں تھے اس لیے اسی دیر سے قرض لوٹا رہی ہے۔"

میں نے کہا "ہم جن میاں بیوی کے بھیس میں وہاں ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس نے چھ ماہ پہلے اس عورت سے قرض لیا ہو۔ تمہیں اس کا نام معلوم ہے؟"

"اس نے خودی کہا کہ میرا دماغ کمزور ہے۔ مجھے بادام کا حلوا کھانا ہے۔ اس نے اپنا نام زینون بتایا تھا۔ اس کے شوہر کا نام ششاد ہے اور وہ کھلی گلی محوم کر پرانے کپڑے جوئے اور ٹوئیاں فروخت کرتا ہے۔"

"تم نے اس سے قرض کی رقم لی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے کہا ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ یہ قرض کی رقم اپنے میاں کے کاروبار میں لگاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ وہ مجھے دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔"

"مجھے یاد نہیں آ رہا کہ اس علاقے میں کوئی ششاد نامی شخص پرانی چیزیں گلی گلی محوم کر بیٹھا ہے۔ میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ ہمارے پڑوس میں مولانا ظہیر الدین ہیں جو ہمیں بتائی کتنے ہیں۔ ان کے پاس جا کر زینون اور ششاد کے بارے میں معلوم کرو۔"

"میں ابھی جا کر معلوم کروں گی۔"

میں سرحدی چوکی میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تمام افسران بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ پوٹی وان نے اپنے ترجمان کے ذریعے کہہ "جب فریاد کو پٹائی سے نیچے پھینکا تو اس کے لباس میں بھی کچھ چیزیں ہوئی اور اس نے انکو ٹھنی وغیرہ بھی پہنی ہوگی اور یہ چیزیں وہاں آس پاس گڑھے میں ضرور ہوں گی جہاں سے یہ پٹائیاں لائی گئی ہیں۔ کل میں ایک بجلی کا پڑ میں ایک مزدور کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں کوئی ایسی چیز مل سکے گی جس کے ذریعے فریاد کے دھانچے کی شناخت ہو سکے گی۔"

ایک افسر نے کہا ”فریاد کی موت کے بے شمار شواہد مل چکے ہیں۔ بابا صاحب کا ادا رہا بھی چالیس دنوں تک سوگ منا رہا ہے۔ اب مسز وان وہاں جا کر اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ یہ درست ہے کہ پہلے کی بار فریاد نے اپنی موت کا ڈراما پہلے کیا تھا اور پوری دنیا کو اپنی موت کا یقین دلایا تھا لیکن اس بار وہ جیسا کہ مارا جا چکا ہے۔ بابا صاحب کے اوارے میں پہلے بھی کسی کے لیے چالیس دنوں تک سوگ نہیں منایا گیا۔“

پوشی وان نے کہا ”میں تو سب کو اس کی موت کا یقین ہو چکا ہے۔ مجھے بھی یقین ہے۔ اس کے باوجود بڑے ممالک کے دو بلی کا پتھر اس کی لاش ڈھونڈ رہے ہیں۔ لاش ملی بھی ہے تو ناقابل شناخت۔ اس کے آس پاس کوئی چیز کوئی چھوٹا بڑا ہتھیار بھی نہیں ملا۔“

دوسرے افسر نے کہا ”دراصل بڑے بڑے ملکوں اور مجرموں کے دلوں میں اس کی وحشت ایسی سمائی ہوئی ہے کہ ان ہڈیوں کو دیکھنے کے بعد بھی کسی کو اطمینان نہیں ہوگا۔ آئندہ بھی اس کی موت کی تصدیق کے لیے پتے نہیں کیسے کیسے طریقہ کار اختیار کیے جائیں گے۔“

پوشی وان نے اپنے جرمناں کے ذریعے کہا ”میں بات ہے۔ ہزاروں ثبوت ملنے کے بعد بھی وہ اس پر چھپا رہے گا۔ میں بھی اپنے اطمینان کے لیے کل میں جیل کا پتھر لے کر جاؤں گا۔“

ملازموں نے ایک بڑا سا دسڑخا بچا کر سب کے لیے کھانا لگایا۔ ہم معمولی مزدور تھے۔ ان کے کھانے کے بعد ہمیں کھانے کے لیے دیا گیا۔ گویا ان کا بچا ہوا ہمیں کھانے کو ملا۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے باکمال بنا کر کتنی عزت اور شہرت دی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا سے میں نے زمین پر بیٹھ کر دوسروں کا چھوڑا ہوا کھانا کھایا۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ پروردگار سننے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ سننے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو میں حالات سے سمجھو تاکہ دو کوڑی کا ملازما بنا ہوا تھا۔ لیکن یہ بات سمجھنے والوں کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی ہمارے سے عرش سے فرش پر پہنچا کر دوسروں کا جھوٹا کھانا پر مجبور کر دیتا ہے۔

میں نے کھانے کے بعد شرمینہ سے رابطہ کیا۔ وہ بولی ”کتنی دیر بعد آئے ہو۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔“

”تمہیں سمجھنا چاہیے کہ مجھے ہر وقت دشمنوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔ میں موقع پا کر اپنی خیمے بات کر رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تم نے زیتون اور شمشاد کے بارے میں کچھ معلوم کیا ہے؟“

”ہاں میں مولانا ظہیر کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے شمشاد کا نام سن کر کہا۔ آج باغ ہاؤس پہلے وہ یہاں سے تیری گلی میں رہتا تھا۔ ان دنوں یہاں کا نام معلوم نہیں ہے۔ جب وہ کہہ رہی ہے تو اس کا نام زیتون ہی ہوگا۔“

میں نے پوچھا ”اس کا مطلب کیا ہوا کہ وہ باغ ہاؤس پہلے وہاں رہتا تھا؟“

شرمینہ نے کہا ”میں بات تمہیں میں نے پوچھی تھی۔ مولانا نے کہا۔ میں یوں گھریں آلا لگا کر کہیں چلے گئے تھے شاید واپس یہاں رہنے کے لیے آگئے ہوں۔ ویسے وہ اتنے بد حال نہیں تھے کہ مجھ سے قرض لیتے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب وہ خوش حال تھے تو مجھ سے یہی میری صورت شکل والی سے قرض کیوں لیا تھا؟“

میں نے کہا ”یہ قرض والی بات کچھ گڑبڑ ہے۔ تمہیں تیری گلی میں جا کر معلوم کرنا چاہئے تھا۔“

”تم نے منع کیا ہے کہ میں گھر سے باہر نہ جاؤں۔ میں نے مولانا ظہیر الدین سے کہا تھا کہ وہ وہاں جا کر شمشاد سے ملاقات کریں اور باتیں ہی باتوں میں قرض والی بات کا بھی کھوج لگائیں۔ مولانا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد شمشاد کے گھر جائیں گے۔ پھر میرے پاس آکر مجھے ان میں سے یوں کے بارے میں بتائیں گے۔ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔“

میں اسے اپنے حالات مختصر طور پر بتانے لگا اور کہا کہ کل پوشی وان کے ساتھ افغانستان جانا پڑا تو ابھی میں تین چار دن لگ گئے ہیں۔ ہماری گفتگو کے دوران میں دروازے پر دستک لگائی دی۔ شرمینہ نے کمرے سے نکل کر صحن میں آکر دروازہ کھولنے کے لیے پوچھا ”گوں ہے؟“

مولانا ظہیر الدین کی آواز سنائی دی ”ہی! آئیں ہوں۔“

میں نے فوراً ہی ان کے دماغ میں پہنچ کر یقین کیا پھر شرمینہ سے کہا ”دروازہ کھول دو۔“

اس نے دروازہ کھولا۔ ان علاقوں میں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ رات کو ہلی بارش کی طرح برف بھی گرتی ہے۔ مولانا کوئی کتوپ میں سر اور منہ چھپائے اور کوٹ پہنے اندر آئے۔ انہوں نے کمرے میں آکر اپنے کتوپ اور اور کوٹ سے برف کو جھانڈتے ہوئے کہا ”بیٹی! میں وہاں گیا تھا۔ کیا واقعی زیتون نامی کوئی عورت تمہارے پاس آئی تھی؟“

”جی ہاں۔ آپ بزرگ ہیں۔ میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ ایک ہزار امریکی ڈالر دے رہی تھی۔ مجھے بالکل یاد نہیں ہے کہ میں نے کب اسے یہ رقم قرض کے طور پر دی تھی۔“

مولانا نے کہا ”تعب ہے۔ تیری گلی میں شمشاد کے مکان پر پہلے کی طرح آلا لگا ہوا ہے۔ میں نے پڑی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ باغ ہاؤس پہلے یہاں سے جانے کے بعد وہ اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔“

مولانا کی رپورٹ سنتے ہی میں ٹھٹھکیا۔ میں نے شرمینہ سے کہا۔ ”غیر ملکی جاسوسی مقامی باشندوں کو زیادہ سے زیادہ رقم دے کر ان سے جاسوسی کراتے ہیں۔ کسی نے ایک مقامی عورت

کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ تم شرمینہ ہو یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگی تو چھ ماہ پہلے دیے ہوئے قرض کی بات نہیں جانتی ہوگی۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ مکان کے پیچھے تیری گلی کے کسی مکان پر کتنے عرصے سے آلا پڑا ہوا ہے۔“

وہ بولی ”خدا ہاں! رحم کر۔ لیکن وہ دن کو آئی تھی۔ تقریباً سات گھنٹے گزر گئے ہیں۔ دشمنوں کو اس عورت کی رپورٹ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں وہ نہیں ہوں جو ایک طویل عرصے سے اس محلے میں رہتی تھی۔ یہ معلوم ہونے کے بعد انہوں نے مجھے نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟“

”شاید وہ تمہارے ساتھ رہنے والے مولوی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ مجھنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے کہ جب مجھے ہلاک کر دیا گیا ہے تو تم اس مکان میں کس مروجے کے ساتھ رہتی ہو؟“

مولانا نے پوچھا ”بیٹی! کیا سوچ رہی ہو؟“

”اس عورت کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ جب وہ زیتون نہیں تھی اور مجھ سے قرض نہیں لیا تھا تو پھر یہاں کیوں آئی تھی؟“

مولانا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ”تم کچھ گنتی کیوں دیکھ رہی ہو کہ غیر ملکی جاسوس ہمارے مقامی ساہیوں کے ساتھ آتے ہیں۔ لیڈی کانسٹیبل وغیرہ گھر میں گھس کر انکو اڑی کرتی ہیں کہ یہاں کون کتنے عرصے سے رہائش اختیار کیے ہوئے ہے۔ جو عورت خود کو زیتون کہہ رہی تھی وہ بھی جاسوس ہوگی۔ بہر حال فکر نہ کرو۔ ہم نئے والے تم میں سے یوں کو برسوں سے جانتے ہیں۔ وہ زیتون نامی عورت یہاں سے ناکام ہو کر گئی ہے۔“

اسی وقت اچانک چاروں طرف سے تیز روشنی محسوس ہوئی۔ دونوں نے کمرے سے نکل کر دیکھا تو اس مکان کے چاروں طرف آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ دشمنوں نے جبکہ جبکہ چھڑوں چھڑکا ہوگا اس لیے آگ مکان کے اندر چلی آئی تھی۔ صحن سے گزر کر بیرونی دروازے تک وہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہاں آگ کے شعلے بڑے خوف ناک انداز میں لپک رہے تھے۔

مولانا ظہیر الدین نے فوراً ہی اور کوٹ اتار کر شرمینہ پر ڈال کر کہا ”بیٹی! جوصلہ کر کے دروازہ کھولتے ہو باہر نکل جاؤ۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ پکڑوں میں آگ لگے گی۔ باہر بھجادی جائے گی۔“

میں شرمینہ کے دماغ میں یہ کہ بڑھتی ہوئی ہولناک آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا ”شرمینہ! کوئی راستہ نہیں ہے۔ تیزی سے دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر جاؤ۔“

باہر سے لوگوں کی چیخ بکارت سنائی دے رہی تھی۔ وہ لوگ اندر سے آنے والی کی فوراً مدد کرتے اور اس کے کپڑوں سے آگ بجھا دیتے۔ اسی وقت گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ مولانا کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرے۔ میں نے شرمینہ کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ وہ وہاں کھڑی رہتی تو مولانا کی طرح گولی کا نشانہ

بن جاتی۔ میں نے بڑی تیزی سے اسے دروازے کی طرف دوڑایا۔ اسے بد قسمتی ہی کہہ سکتے ہیں۔ اسی وقت دروازہ پوری طرح جل کر گرا تو دروازے والی شرمینہ اس دروازے کے نیچے آگئی۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا اس لیے وہ واپس اور خوف زدہ نہیں تھی۔ اپنے اوپر سے جلتے ہوئے دروازے کو پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر لپٹ کر دوڑتی ہوئی باہر جانے لگی۔ اس وقت تک وہ پوری طرح آگ کی لپٹ میں آچکی تھی۔ باہر کھڑے ہوئے لوگ دور دور سے اس پر پانی پھینک رہے تھے اور آگ کے خوف سے ہمارے بھی چارے تھے کسی نے کہا ”یہ دقت پانی نہیں پھینکنا چاہیے۔ اس پر کھل ڈالو۔ آگ بجھ جائے گی۔“

آہ! اندر کی بات میں جانتا تھا۔ آگ شرمینہ کی کھال سے... گشت تک پہنچ چکی تھی۔ اسے سرے پاؤں تک جلاری بھی اور وہ جتنی ہوئی مجھے آواز دے رہی تھی۔ ایک شخص دوڑتا ہوا کھیل لے کر آیا۔ گولیاں پھر چلے گئیں۔ کئی گولیاں کھیل لائے والے کو اور کئی شرمینہ کو لگیں۔ وہ دوڑتے دوڑتے گر پڑی۔ ایک آخری سانس کے ساتھ ”فریاد“ کا پھر بیٹھ کے لیے خاموش ہو گئی۔

میری خیال خوانی کی لہر اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئیں۔ ان لحاظات میں میری حالت عجیب سی تھی۔ میرے دانت پر دانت ٹٹے ہوئے تھے۔ دونوں مٹھیاں پہنچی ہوئی تھیں۔ آس پاس زمین پر ہزاروں سورہے تھے اور میں نامراد اور شکست خوردہ بیٹھا ہوا تھا۔

شکست خوردہ! جبکہ میں ناقابل شکست تسلیم کیا جاتا ہوں۔ زوال، شکستگی، ٹوٹ پھوٹ اور فاش زور کے لیے بھی ہے کیونکہ موت سے زیادہ زور آور کوئی نہیں ہوتا۔ میں شرمینہ کے ساتھ ہوتا تب بھی اسے بھانپتا ہوں کہ اس کے ساتھ فنا ہو جاتا۔ میرے لیے اپنے قبیلے، اپنے وطن، اپنی مٹی سے جدا ہونے والی! خدا تجھے پیار کا صلہ دے گا۔

○●○

پوری شہر کی داستان تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ وہاں کے دونوں مہاجر واپائے اور مارک جاتیو بری طرح زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ رابرٹو نے طریقہ کار کے مطابق ان دونوں شہزادوں کو میری ہلاکت کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اب میری ہلاکت کا یقین ہونے کے بعد ان دونوں کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

میں نے مہاجر واپائے کو دودھ بھائی بنا کر اس کی بہن رتنا سے صلہ کرا دی تھی۔ انہیں بھی کسی دن میری ہلاکت کا ظم ہونے والا تھا اس لیے میں نے ان سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

اپنے مہاجر واپائے جاتو کو فحشی حالت میں نرپ کیا تھا اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ وہ بظاہر بھٹانیک، عورت دار اور پراسن شہری ہے، باطن میں اتنا ہی مکار ہے اور فریاد کو ہلاک

کرنے کے لیے بڑی چال بازی سے غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں سے رابطہ رکھتا ہے۔ اپنے تاریخی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنایا تھا لیکن میری ہلاکت کا یقین ہونے کے بعد اس نے بھی ماسکرو ماکس جاتیو کو نظر انداز کر دیا تھا۔

ہمارا جاب تک میرا تابعدار بن کر رہنے کے لیے پوری مشر میں تھا۔ اب وہ بھی وہاں سے دہلی چلا آیا تھا۔ امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف الپا نے چیکنش کی بھی کہ وہ دونوں ٹیلی بیٹھی جانے والے تھے۔ وہ ہر ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔ آئندہ کوئی ان کے مقابلے پر آنے کی جرات نہیں کرے گا۔

ہمارا جاب نے الپا سے کہا تھا کہ ابھی وہ سوچ رہا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر آئندہ کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرے گا۔ اس طرح وہ چند روز گزار کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ واقعی میں اس دنیا میں موجود ہوں یا نہیں؟

اگر موجود ہوا تو پھر اسے تھناری کی سزا دوں گا۔ دوسرے تمام مخالفین کی طرح وہ بھی میری موت کے بعد اندر سے سما ہوا تھا۔ اندیشہ تھا کہ میں پھر اچانک زندہ نہ ہو جاؤں اس لیے وہ کوئی دہلی چال چلنا چاہتا تھا۔ کوئی ایسا درمیان نہ راست اختیار کرنا چاہتا تھا کہ بعد میں مجھے یا میرے بیٹوں کو اس سے کوئی شکایت نہ ہو اور وہ امریکا یا الپا کے ساتھ مل کر ایک ٹیلی بیٹھی جانے والے کی حیثیت سے اپنا ہوا بھی منواتا رہے۔

ہمارا جاب کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے اپنے دہلیس کے حکام اور فوج کے افسران اس سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ فون یا ٹیلی بیٹھی کے ذریعے ان سے رابطہ رکھے اور اپنے بھارت دہلیس کو سپر یا درہائے۔ وہ انہیں تسلیاں دے رہا تھا کہ ایسا ہی کرے گا جبکہ اسے اپنے دہلیس اور وہاں کے عوام سے زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ کالا جاوہ جاننے والے خود غرض اور مطلب پرست ہوتے ہیں۔ ہمارا جاب کی خواہش تھی کہ وہ تمام بڑے ممالک کے اہم راز معلوم کر کے ان سب کو اپنے زیر اثر رکھ دے۔ کسی ایک ملک کا حکمران نہ بنے بلکہ تمام ملکوں کے حکمران اس کی بی حضوری کرتے رہیں۔

امریکی نمائندے اور سیکرٹ سروس کے چند افسران دہلی پہنچے ہوئے تھے۔ ان سے بھی فون یا ٹیلی بیٹھی کے ذریعے رابطہ رہتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارا جاب ٹیلی بیٹھی کے ذریعے امریکا کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کرے۔ اس نے پہلی ہی دن الپا سے کہا تھا کہ وہ سوچ سمجھ کر اس سے متحدہ کر کام کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح وہ امریکی حکام کو ٹال رہا تھا۔

اس نے دوسرے دن امریکی نمائندے سے کہا "میں تمہارے ملک کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کل صبح دس بجے گفتگو کروں گا۔ وہاں میرا ایک آلہ کار موجود ہوگا جس کے داغ میں رہ کر میں اس کی زبان سے گفتگو کروں گا۔"

اس کی یہ بات الپا اور بھارتی حکام کو معلوم ہوئی۔ الپا نے کہا "میری بات یاد رکھو" امریکا تمہیں جو آفر دے گا میں اس سے دہلی آفر دوں گی بھر عقل سے سوچو کہ ہم دو ٹیلی بیٹھی جانے والے تھے ہو کر کتنی بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔"

"میں نے تمہاری بات پر غور کیا ہے۔ بے شک فی الحال اتنی بڑی دنیا میں ہم دونوں متحد ہو کر اپنے مخالف ٹیلی بیٹھی جانے والوں پر بھی غالب آسکتے ہیں۔ ہم بڑے بڑے ممالک کو بھی اپنے زیر اثر رکھ سکتے ہیں لیکن کبھی کوئی آزمائش کی گھڑی آئے گی تو تم اپنے ملک اور بیرونی قوم کو مجھ پر ترجیح دو گی۔"

"تم غلط نہ سمجھو۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ کسی بھی آزمائش میں ملے پر تمہیں ناراض کروں۔"

"اگر کبھی میرے بھارت دہلیس اور اسرائیل کے مفادات آپس میں ٹکرائیں گے تو ایسے وقت میں کیا کریں گے؟"

"اول تو ہم ایسا وقت نہیں آنے دیں گے۔ اپنے ملکوں کے درمیان ہم کبھی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ اپنے اپنے ملک کے سیاست دانوں کی ایسی کوئی بات نہیں مانیں گے جس سے ہماری دوستی میں کوئی فرق آئے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے امریکی حکام سے گفتگو ہونے والی ہے۔ تم خیال خواتی کے ذریعے وہاں موجودہ کر معلوم کر سکو گی کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہے ہیں اور کیا آفر کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ کل میں وہاں خاموشی سے کسی کے داغ میں موجود رہوں گی۔"

بھارت کے ایک فوجی افسر نے اس کے موبائل پر اسے مخاطب کیا اور کہا "ہمارا جاب! ہم تو آپ کو پورے بھارت کا ہمارا جاب کتے ہیں اور آپ امریکی حکام سے نہ جانے کیا معاملات طے کرنے والے ہیں۔"

"میں دہلیس بھگت ہوں۔ امریکی حکام سے اپنے دہلیس کی بھلائی کے لیے معاملات طے کروں گا۔"

"آپ اپنے ساتھ دو چار بھارتی مشیر رکھیں گے تو وہ آپ کو بتاتے رہیں گے کہ بھارت کو سپر یا درہائے کے لیے ان لوگوں سے کیسی شرائط منوانی چاہئیں۔"

"آپ میرے لیے چند مشیر مقرر کریں۔ ابھی تو میں امریکی حکام سے ابتدائی گفتگو کر کے یہ سمجھنا چاہوں گا کہ وہ مجھے اپنے لیے کتنا اہم سمجھتے ہیں اور مجھ سے کیسی کیسی توقعات وابستہ کر رہے ہیں۔ جب ان سے دوسری بار گفتگو ہوگی تو میں مشیروں کو ساتھ رکھوں گی۔"

وہ اپنے طور پر بڑی چال بازی سے سب ہی کو تسلیاں دے کر ٹال رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کس کے ساتھ کس حد تک تعلقات رکھ کر اپنا آلہ کار سیدھا کرتے رہنا چاہیے۔ فی الوقت امریکا اور دوسرے بڑے ممالک اسے الپا سے زیادہ اہمیت دے رہے

تھے۔ یہ حقیقت سب جانتے تھے کہ الپا کسی بھی معاملے میں پہلے اپنے ملک اور بیرونی قوم کو ترجیح دے گی۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس کی عقل کمرہ رہی تھی کہ اسے کسی ایک ملک کا وفادار بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اس طرح تمام ممالک کے حکمرانوں کے لیے وہ جیش اہم رہے گا۔ الپا کی طرح ایک ہی ملک کا وفادار رہنا دانش مندی نہیں ہوگی۔

دوسرے دن الپا امریکی حکام اور فوج کے چند افسران کے داغوں میں پہنچی تو ان کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ایک بند کمرے میں ایک حاکم اور فوج کے چار اعلیٰ افسران بیٹھے ہیں۔ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ فوج کا ایک جوئیز افسر ہے جو ہمارا جاب کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ ہمارا جاب اس کی زبان سے امریکی حکام اور فوجی افسران سے گفتگو کر رہا تھا۔

الپا نے خیال خواتی کے ذریعے ہمارا جاب سے کہا "تم بند کمرے میں رازداری سے گفتگو کر رہے ہو۔ مجھ سے کہا تھا کہ میں اس میٹنگ میں آکر تمہاری اور ان کی باتیں سن سکتی ہوں لیکن وہاں سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مجھے اپنے آلہ کار کے داغ میں آنے دو۔" ہمارا جاب نے کہا "الپا! تمہاری یہاں موجودگی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ امریکی اپنی باتیں راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تم ابھی باؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

"وہ امریکی تو چاہیں گے کہ ان کے اہم راز مجھ تک نہ پہنچیں مگر میں تمہارے ذریعے آلہ کار کے داغ میں چھپ کر وہاں رہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں یہاں اپنے ساتھ چھپائے رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ان امریکیوں کو دھوکا دے رہا ہوں جو مجھ پر بھروسہ کر رہے ہیں۔ میں سب کے ساتھ دیانت دار رہنا چاہتا ہوں ورنہ ایک دن تم ہی کوئی کر جب میں تمہاری خاطر امریکیوں کو دھوکا دے سکتا ہوں تو کسی اور کی خاطر کبھی نہیں سبھی دھوکا دے سکتا ہوں۔"

"تم نے کل کچھ کہا تھا" آج کچھ کہہ رہے ہو۔ اپنی زبان بدل رہے ہو۔"

"مجھے تم مجھے یہی الزام دو گی لیکن جب میں امریکا، اسرائیل، روس اور بھارت سے باتیں کرنے کے بعد کسی ایک کے ساتھ دیانت دار رہوں گا تو تم ضرور میری سچائی اور دیانت داری کی تعریفیں کرو گی۔ پلیز ابھی چلی جاؤ۔"

الپا کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ کوئی بحث کے بغیر چلی آئی۔ اسے دوست بنا کر رکھنے میں کامیاب تھا اس لیے غصہ دکھا کر اختلافات پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دینے وہ بلا کی مکار تھی۔ میری ہلاکت کا یقین ہوئے ہی وہ ان فوجیوں کے داغوں میں پہنچ گئی تھی جو فرانسا مر مشین کی حفاظت کے لیے ایک جزیرے میں رہے تھے۔ جب وہ بارس کے ساتھ شریک جات کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی تو اسے معلوم ہوا تھا کہ فرانسا مر مشین والے جزیرے میں جن

فوجیوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں میں ان کے داغوں میں پہنچ کر اپنا معمول اور تابعدار بنالیتا ہوں۔ اس طرح کوئی امریکی اس مشین سے گزر کر ٹیلی بیٹھی کا علم حاصل نہیں کرتا تھا۔ میرے تابعدار فوجی اس مشین میں کوئی گڑبید کر دیا کرتے تھے۔ اب یہی کام الپا کر رہی تھی۔ اس کے ایسا کرنے سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مجھے صرف اس بات کا خیال رکھنا تھا کہ وہ اپنے بیرونیوں کو اس جزیرے میں رازداری سے پہنچا کر انہیں ٹیلی بیٹھی نہ سکھائے۔

ہمارا جاب ان امریکی اکابرین سے بند کمرے میں کمرہ رہا تھا۔ "میں تم لوگوں کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں لیکن دوسروں پر یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ میں امریکا کا پابند ہو کر رہ گیا ہوں۔" "تم ہمارے لیے کام کرو گے تو خودی ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے مقاصد کے لیے ٹیلی بیٹھی کا علم استعمال کرنے والے تم ہی ہو۔"

"جب ظاہر ہوگا تو یہ کہا جائے گا کہ میں نے تمہارا کام کرنے کا بھاری معاوضہ لیا ہے۔ دیئے میں کچھ ایسے طریقوں سے کام کروں گا کہ دوسروں کو اس معاملے میں ٹیلی بیٹھی کا شبہ نہ ہو۔" "ہم یہ فخر حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ تم صرف امریکا کے لیے وقت ہو چکے ہو۔ اگر تم صرف ہمارے لیے کام کرو گے تو ہم تمہاری بڑی سے بڑی شرائط پوری کرتے رہیں گے۔" وہ ہنسنے ہوئے بولا "مجھے کسی کے بھی سامنے شرائط پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جب چاہوں گا" داغوں میں گھس کر شرائط پوری کر لیا کروں گا۔"

"بے شک۔ جہز بہت بڑھ کر سکتے ہو مگر جو کرنا چاہو گے وہی کام دوستی اور محبت سے ہوگا تو ہم ایک دوسرے کے لیے ڈھال بن کر رہیں گے۔ ہم نے سیکڑوں بار ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے دیکھا ہے اور مصیبت زدہ ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کے کام آتے رہے ہیں۔"

"ہاں امریکا نیکیاں کرنے میں بہت مشہور ہے۔ تم جس ملک کے ساتھ بھی نیکیاں کرتے ہو وہ تمہارا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ جب کبھی میرے ساتھ نیکیاں کرو گے تو میں بھی تمہارا غلام بن جاؤں گا۔"

"ہمارا جاب! یوں طعنے دینے سے بات نہیں بنے گی۔ پلیز ہم پر بھروسہ کرو۔ صرف ہمارے ہو کر رہو۔ اگر کسی بھی شرط پر ہم سے کوئی شکایت ہو تو ہم تمہاری وہ شکایت فوراً دور کریں گے۔ ایک بار ہم سے دوستی کر کے ہمیں آزاد کر دیکھ لو۔"

"میں اس طرح آزمائشیں گا کہ ابتدا میں دوری دور رہ کر تمہارے اہم کام کر رہوں گا۔ جب رفتہ رفتہ اعتماد بڑھ جائے گا تو میں امریکا آکر ہائیں اختیار کروں گا۔" "یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہوگی۔ تم ہمارے ملک میں

آکر رہتا تھا ہو گئے تو جس علاقے میں کوہ گے، وہاں کی زمین ہمارے نام کروں گے اور ابھی سے ہمارے لیے وہاں ایک شاندار محل تعمیر کرائیں گے۔

”میں کچھ عرصے بعد بتاؤں گا کہ امریکا میں مجھے کون سی جگہ پسند ہے مگر میں تقریباً ایک برس تک مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ میرے دل میں ایک اندیشہ ہے، میں اسے رفتہ رفتہ دور کر سکوں گا۔“

”مگر تم مسلمانوں کے خلاف اس طرح تو کام کر سکتے ہو کہ کبھی ہمارا نام ظاہر نہ ہو اور کوئی مسلمان ملک حتیٰ کہ بابا صاحب کا ادارہ بھی تمہیں کسی ثبوت کے بغیر الزام نہیں دے سکے۔“

”ہاں۔ میں چھپ چھپ کر کچھ کر سکتا ہوں۔ کیا مجھ سے کسی مسلمان ملک کے خلاف کام لینا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔ جہاں افراد کو ہلاک کیا گیا ہے، وہیں ایک خطرناک مسلمان دہشت گرد کو ٹھکانے لگا ہے یا اسے زندہ گرفتار کر کے ہمارے ملک میں لانا ہے۔“

وہ ایک مسلمان مجاہد کو دہشت گرد کہہ کر ہمارا جگہ کو اس کے متعلق بتانے لگے۔ ہمارا جگہ تمام باتیں سن کر کہا ”جس سرحدی چوکی کے قریب افراد کو ہلاک کیا گیا تھا اس کے قریب افغانستان کے ایک سرحدی شہر میں علی تیور پٹیا ہوا تھا۔ تم لوگوں کی حفاظتی تدابیر کے باوجود اس نے کرائے کے قاتلوں سونا اور کارل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ میں صاف صاف کہتا ہوں، جہاں افراد کے دونوں بیٹے ہوں گے، وہاں میں ہمارے کسی کام نہیں آؤں گا۔“

”بڑے افسوس کی بات ہے۔ فرہاد مرہکا ہے تو اب اس کے دونوں بیٹوں سے خوف زدہ ہو۔“

”تم سپر یاور ہو۔ انٹر پول اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سرائخ رسالوں کی دھماکہ تمام دنیا پر پھیلتی ہے۔ سب نے مل کر علی تیور کا کچھ نہیں بگاڑا۔ جو کرانے کے قاتل ہمارے لیے جان جو سہم میں ڈال رہے تھے، ان کی حفاظت نہ کر سکے۔ میری بھی حفاظت نہیں کر سکتے تو میں دینا سے چلا جاؤں گا، ہمارا کچھ نہیں بڑے گا۔“

”وہ کرانے کے قاتل تھے مگر تم تو بلی بیٹھی جانتے ہو۔“

”یقینی میں وہاں ٹیلی بیٹھی کا مظاہرہ کر کے خود کو ہمارا پیچھے ظاہر کروں؟ میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے خلاف ہمارا کوئی کام کرتے وقت کبھی ٹیلی بیٹھی کا مظاہرہ نہیں کروں گا اور دوسری بات یہ کہ ابھی کچھ عرصے تک علی تیور اور پارس کے مقابلے پر جانے کی مخالفت نہیں کروں گا۔“

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا ”مافی الحال ہم تمہاری دوستی کا یقین کرتا چاہتے ہیں۔ کیا تم ہر روز کوئی ایک وقت مقرر کر کے ہم سے رابطہ رکھو گے یا اپنا موبائل نمبر دینا پسند کرو گے؟“

ہمارا جگہ نے اپنے ایک آلہ کار کا موبائل نمبر نوٹ کرانے کے بعد کہا ”میرے اس آلہ کار کو پیغام دو گے تو میں تم لوگوں کے پاس پہنچ جایا کروں گا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ الپا بھی مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔“

اعلیٰ حاکم نے چونک کر کہا ”تم الپا سے رابطہ رکھو گے؟ ہم تمہارے ہنگوٹا کا واسطہ دیتے ہیں۔ وہ اتنی مکار ہے کہ پارس جیسے مکار کو الپا بتاتی رہی اور اس طرح خود کو اپنی ٹیلی بیٹھی دواسے بجا کر آج تک خیال خونی کر رہی ہے۔“

”میں الپا کی پوری ہنسی جانتا ہوں۔ اتنا نادان نہیں ہوں کہ وہ مجھے شیشے میں آنارے کی اور میں اتر جاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں اس سے رابطہ کر کے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے اور جو چاہتی ہے، اس کے پیچھے کیسی چالیں چلنے والی ہے۔ آج کی پہلی میٹنگ اب ختم کی جائے۔ دوسری ملاقات میں ہم ایک دوسرے کے کچھ اور قریب آئیں گے۔“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ الپا نے اسے مخاطب کیا۔ ”ہیلو۔ ان سے مذاکرات ہو گئے؟“

وہ حیرانی سے بولا ”میرے وہاں سے آتے ہی تم ایسے آگئی ہو جیسے وہاں موجود تھیں اور تمہیں میٹنگ کے اختتام کا بھی علم ہے۔“

”میں تمہاری حیرانی دور کروں گی۔ پہلے یہ بتاؤ، ان سے کیا باتیں ہوئیں؟“

”تمہیں ضرور بتاؤں گا کیونکہ تم سے بھی وہی باتیں کرنے والا ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میں کچھ عرصے تک علی تیور پارس اور تمام اسلامی ممالک کے خلاف کوئی ایسا کام نہیں کروں گا، جس کے نتیجے میں میری ٹیلی بیٹھی ظاہر ہو جائے۔“

الپا نے کہا ”اور انہوں نے تمہاری تائید کی ہے کہ تمہیں ابتدا میں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔“

”جب ہے وہاں بند کرے میں سب ہی لوگ کے ماہرین تھے اور وہاں تم میرے آلہ کار کے لب دلیو سے واقف نہیں تھیں پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف میری ٹیلی بیٹھی کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتے؟“

”میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ تمہیں مجھ سے رابطہ کرنے سے منع کر رہے تھے اور تم دعوے سے کہہ رہے تھے کہ تم ایسے نادان نہیں ہو کہ میں تمہیں شیشے میں آتاؤں گی اور تم اتر جاؤ گے۔“

”یہ ملک تم بہت چالاک ہو۔ کس طرح اس بند کرے میں پہنچ گئی تھیں؟“

وہ جب بھی کسی ٹیلی بیٹھی جاننے والے سے بند کرے میں گفتگو کرتی ہے، آہی آہی کو ان کے ایک خفیہ ریکارڈنگ موم میں اس بند کرے کی تمام گفتگو ریکارڈ ہوتی رہتی ہے۔ میں اس خفیہ ریکارڈنگ موم کے ریکارڈنگ کے دماغ میں نہ کہ سب کچھ سن رہی تھی۔“

”مانتا ہوں۔ تم چالاک بھی ہو اور امریکیوں کے بارے میں کچھ سے زیادہ تجربہ رکھتی ہو۔“

”جب میرے ساتھ رہو گے تو معلوم ہو گا کہ میں بابا صاحب کے ادارے اور متعلقہ افراد کی فلیٹی کے بارے میں بھی تم سے زیادہ باتیں ہوں۔ تم میری معلومات اور تجربات سے بہت فائدہ اٹھاؤ گے۔“

”اس میں شبہ نہیں کہ میں تمہارے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں لیکن برائے نام، تم کو اپنی اس حق ہی مجھو سا کر سکتا ہے۔“

”تم میری اسلٹ کر رہے ہو۔“

”چنانچہ کو تسلیم کرو۔ تم متعلقہ افراد کی فلیٹی میں ہو بن کر نہ رہیں۔ تم پارس کی شریک حیات تھیں لیکن تمہیں فرہاد کے نامدان اور بابا صاحب کے ادارے میں کبھی نہیں ملایا گیا۔ انہوں نے تم پر اعتماد نہیں کیا اور تم نے اچانک پارس سے رشتہ توڑ کر ثابت کر دیا کہ قابل اعتماد نہیں ہو۔“

”تم ان کا یہ تارک پہلو نہیں دیکھ رہے ہو کہ انہوں نے میری بیٹی مجھ سے چھین لی ہے؟“

”یہ تو سب جانتے ہیں کہ پارس نے بڑی فراخ دلی سے تمہیں لے کر لے جانے کی اجازت دی تھی اور تم اسے لے گئی تھیں۔ اس کے گم ہونے کے بعد تم انہیں الزام دے رہی ہو۔“

”کیا تم جھگڑا کرو گے؟ دوستی کا ارادہ نہیں ہے؟“

”تم سے بیشہ دوستی رکھوں گا مگر بہت محتاط رہ کر۔“

”امریکا کے کام بھی آؤ گے اور مجھ سے بھی دوستی کرو گے کیا؟“

”میں حاکم طائی کی طرح سب کے لیے نیکیاں کر کے دیتا ہوں۔“

”اس بات کو سچائی سے کو کہو کہ سب ہی کو دوستی کا بھانسا دے گا۔“

”چلو مجھ کو تھکا رہا ہے۔“

وہ ہمارا جگہ کے دماغ سے نکل آئی۔ ان دونوں ٹیلی بیٹھی ہائے والوں کے لیے لازمی ہو گیا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ طاقت ور اور کارآمد بن کر بڑے ممالک کے حکمرانوں کے لیے اہمیت اختیار

کر لیں اور ایسے خطرناک بھی بن جائیں جیسے میں برسوں سے خطرہ بن کر رہا کرتا تھا۔

صرف ٹیلی بیٹھی کے ذریعے طاقت حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔ ہمارا جگہ کے پاس ٹیلی بیٹھی کے علاوہ کالا جادو کا علم تھا۔ اس کے باوجود وہ بھی دوسرے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں پر برتری حاصل نہ کر سکا کیونکہ اس کے پاس بہت کچھ ہونے کے باوجود ذہانت نہیں تھی۔ وہ ابھار دینے والی چالیں چلانا نہیں جانتا تھا سی لے وہ کبھی کسی بڑے ملک کے لیے بہت زیادہ اہم نہیں رہا۔

اب اس لیے اہم ہو گیا تھا کہ ٹیلی بیٹھی کے میدان میں کوئی شہ زور نہیں رہا تھا۔ صرف ایک الپا اس کے مقابلے پر بھی اوردہ ایک جاہل مرد کی طرح سوچتا تھا کہ ایک عورت اس سے کیا مقابلہ کرے گی۔ کبھی کبھار آہی تو اس کی گردن موڑ دے گا۔ اب اتنی بڑی دنیا میں ٹیلی بیٹھی کی بادشاہت صرف اس ایک مرد کے لیے ہی ہے۔

ہمارا جگہ کی طرح الپا کی سوچ بھی جی تھی کہ اب اس کی ٹیلی بیٹھی کے سامنے ہمارا جگہ نہیں ٹھہر سکے گا۔ اس سے بات کھاتا رہے گا۔ کبھی کبھی نیلاں خیال خونی کیا کرتی تھی۔ اب وہ خالی میدان میں آکر برتری حاصل کرنا چاہے گی تو اس سے بھی منٹ لیا جائے گا۔

الپا اور ہمارا جگہ دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے کہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے ٹیلی بیٹھی جاننے والے موجود ہیں۔ خانی کی خیال خانی کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا۔ وہ کسی بار خود کو نیلاں کہہ کر ضرورت کے وقت دوسروں سے رابطہ کرتی رہی تھی۔ اور اصل نیلاں اپنی پچھلی زندگی بھول کر خیال خانی بھی بھولی ہوئی تھی۔ پورے کوششیں تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی بھولے ہوئے ٹیلی بیٹھی کے علم کو یاد کرے گی اور اس کے لیے ایک قوت بن جائے گی۔

ابھی دنیا والوں کو شاپا اور سید جلال الدین پاشا کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ ان دونوں کے علاوہ مگر مدلی دھریاندرے ٹیلی بیٹھی اور آتما کشی کا حامل تھا۔ فی الحال پورے نے زہر پٹی کوئی سے اسے زخمی کر کے ناکام بنا دیا تھا۔ مدلی دھریاندرے زندہ تو رہتا لیکن زہر پٹی کوئی کے نتیجے میں کبھی اس کا ذہن نہ بھرا اور وہ آتما کشی اور ٹیلی بیٹھی سے محروم رہتا۔

اگرچہ ٹیلی بیٹھی سے محروم ہونے والوں کا ذکر اب نہیں ہوتا چاہیے لیکن مدلی دھریاندرے کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ اس نے بڑی جتیا اور دھیان گیان کے بعد ٹیلی بیٹھی اور آتما کشی کا علم حاصل کیا تھا۔ محنت اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا قدرتی علم کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ البتہ وہ علم حالات کے تحت کمزور پڑ جاتا ہے۔ مدلی دھریاندرے کی بہن ورشا پاندرے نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ جڑی بوٹیوں کے ذریعے اپنے بھائی کے ذہن سے زہر کے اثرات ختم

کرے گی۔ پھر زخم بھرنے کے بعد وہ ٹیلی میٹھی اور آتما ہتھی کے ذریعے دوسرے تمام ٹیلی میٹھی جاننے والوں پر جاری رکھے گا۔ ویسے آئندہ کا ہونے والا ہے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ابھی تو صرف الپا اور مہاراج ہواؤں میں اڑ رہے تھے۔ الپا کی یہ برسوں سے خواہش تھی کہ وہ پارس کو اپنا تابعدار بنا کر رکھے۔ جب وہ تابعدار بن جائے تو اپنی تمام محبتیں اس کے قدموں میں نچا کر دیتی رہے۔ جہاں تک دل سے محبت کرنے کا تعلق ہے، الپا دل و جان سے پارس کو چاہتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں پارس کے سوا کسی مراد کو نہیں آنے دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے اندر ماں بننے کا جذبہ پیدا ہوا تو اس نے کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کی بلکہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے مطابق اس نے جو بیوب بے بی پیدا کی، اس کا باپ پارس تھا۔ اور یہ حقیقت پارس کو کئی ماہ بعد معلوم ہوئی تھی۔

وہ پارس کی دیوانی تھی مگر اس کی دیوانگی میں خود غرضی تھی۔ یہی سوچتی رہتی تھی کہ اپنے مذہب کے لیے، اپنی یہودی قوم کی خاطر پارس پر کسی طرح تو خبی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اسے بھی یہودی بنالے۔ اس نے کئی بار کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس سے ہونے والے بچے مسلمان ہوں۔ وہ بچے اسی صورت میں یہودی ہو سکتے تھے جب وہ پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیں۔ اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد اس نے بیوب بے بی پیدا کی تھی اور وہ بھی اس کے پاس نہیں رہ پائی تھی۔

اب میری ہلاکت کا یقین آنے کے بعد الپا کے سامنے سے گویا ہاڑ ہٹ گیا تھا۔ اب اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ پارس کو آسمانی سے نہ سہی مشکل سے سہی ٹیپ کر سکے گی۔ کسی طرح اسے اپنے قابو میں لا کر اس پر تو خبی عمل کر سکے گی۔ اس بار ناکامی کا چانس نہیں تھا۔ وہ ذہانت اور چالاکی سے کام لے کر کامیاب ہو سکتی تھی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے پاس آئی۔ وہ بہتر پر لینا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا ”کون ہے؟“

الپا نے کہا ”تم تو میرے آتے ہی مجھے پہچان لیا کرتے تھے۔“

”اچھا تم ہو الپا! میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ تم میری دماغی کمزوری کو محسوس کر سکتی ہو۔“

”ہاں محسوس کر رہی ہوں لیکن دماغی کمزوری کے باوجود تم نے سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا۔“

”میرا دماغ اتنا بھی کمزور نہیں ہے کہ کوئی میرے اندر آکر اپنی من مانی کر سکے۔“

”یہ تو پس جاتی ہوں تم غیر معمولی دماغی توانائی رکھتے ہو۔ ویسے تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا بیماری ہے؟“

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ثانی کی آواز سنائی دی ”یہ

لو۔ گرم دودھ پی لو اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔“

”مجددس ہے تمہارا آپریشن ہونے والا ہے۔“

الپا نے پوچھا ”کیا تم اسپتال میں ہو؟ تمہارا آپریشن ہونے والا ہے؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟“

”پلیز چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ ثانی کو میرے دماغ میں تمہاری موجودگی کا علم ہو۔“

ثانی نے پوچھا ”تم کہاں کھوئے ہوئے ہو۔ دودھ کا گلاس کیوں نہیں چلا رہے ہو؟“

پارس نے چونک کر کہا ”کچھ نہیں آپریشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔“

ثانی نے کہا ”تم مجھ سے کچھ چپا رہے ہو۔ کیا تمہارے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟“

”نہیں۔“ تم مجھ بھی سو کھن بن کر شبہ کرتی ہو کہ الپا تم سے چھپ کر میرے دماغ میں آکر میرا دل بھاتی ہے۔“

ثانی نے کہا ”تم نے الپا سے علیحدگی اختیار کی ہے لیکن اسے طلاق نہیں دی۔ پھر کیا میں سو کھن بن کر نہ بولا کروں۔“

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا ”پلیز الپا جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مایوسی کے جھکے کا تماشا دیکھو۔“

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ الپا کی سوچ کی لہروں کو واپس جانا پڑا۔ پارس نے مسکرا کر ثانی سے کہا ”بے چاری بلی گئی۔“

ثانی نے مسکرا کر کہا ”بے چاری کے لیے بے چین کیوں ہو رہے ہو۔ کل وہ آپریشن کے وقت آئے گی۔“

الپا دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی ”پارس اسپتال میں ہے۔ شاید باپ کی ہلاکت سے شاک پہنچا ہے لیکن اس کا تو آپریشن ہونے والا ہے۔ شاک پہنچا ایک الگ سی بات ہے۔ اسے کوئی اندرونی بیماری ہے جس کے باعث آپریشن ہونے والا ہے۔“

وہ تجسس میں تھی۔ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ اس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کرنے کی بے چینی تھی لیکن دماغ نے سمجھایا۔ پارس دودھ پینے کے بعد اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا ہوگا۔ ایسے میں وہ جائے گی تو پارس پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی جاگ جائے گا۔ اس کے پاس رہنے والی ثانی کو شبہ ہوگا کہ الپا اس کے دماغ میں آئی ہوگی۔

دانش مندی یہ تھی کہ وہ صبر کرتی۔ کل آپریشن کے بعد اس کا دماغ کمزور رہے گا تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ پھر وہ بہ آسانی اس پر تو خبی عمل کر سکے گی۔ اس نے اس رات صبر کیا۔ دوسری صبح دس بجے اس کے دماغ میں پہلی تو وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپریشن ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے۔

ایسے وقت اس کے خیالات پڑھے نہیں جاسکتے تھے اور نہ ہی اس کے اندر رہ کر اس پاس کی آوازیں سنی جاسکتی تھیں اس لیے

وہ واپس آکر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس کے پاس گئی تو وہ ہوش میں آچکا تھا لیکن وہ غیر معمولی دماغ رکھنے والا اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کے خیالات بڑھنے سے پتا چلا کہ بچے کا آپریشن تھا۔ ثانی اس کے پاس رہ کر اس کی تیار داری کر رہی تھی۔ اسے یہ معلوم کر کے ایرانی ہوئی کہ وہ اسرائیلی میں یہودی میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے تھے اور اس وقت قتل ایب کے ایک اسپتال میں تھے۔

ایک یہودی کی حیثیت سے پارس کا نام جس روناٹھ اور ثانی کا نام اولیو! جیسے تھا۔ پارس پر تو خبی عمل کے دوران میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی بیٹی موتا کی تلاش میں آیا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ الپا نے بیٹی کو چھپا کر رکھا ہے اور دوسروں کے سامنے دکھاوے کے لیے دانتا کر رہی ہے کہ بیٹی تم ہو گئی ہے یا پارس نے اسے اپنے پاس چھپا کر رکھا ہے۔

اس نے تو خبی عمل کے ذریعے پارس کی مکاریوں کو سمجھا۔ پھر اپنے عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی۔ اس کی ازلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ جس مسلمان کو اپنے جسم و جان کا مالک بنایا تھا، اب اسے یہودی بنا کر رکھ سکتی تھی۔

ثانی اور پارس ہندوستان میں تھے۔ وہ خیال خوانی کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا ”وہ کیا کر رہی ہے؟“

ثانی نے کہا ”اس بے چارے جیسے روناٹھ پر تو خبی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے اور خوشی سے باگل ہو رہی ہے کہ اب تمہیں یہودی بنا کر رکھے گی۔“

پارس نے ناگواری سے کہا ”پاگل کی بیٹی ابھی سمجھ نہیں پائے گی کہ ماما (آنت) نے روحانی ٹیلی میٹھی کے ذریعے اس کی ازلی خواہش پوری کر دی ہے۔ اب وہ ایک یہودی کو پارس سمجھ کر ملتی رہے گی۔“

○●○

امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران مہاراج سے دوسری بار رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ مہاراج نے اپنے ایک اڈہ کار کا موبائل بھریا تھا۔ اس فون میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی مہاراج نے آڈیو کار کے ذریعے کوئی خرابی پیدا کر دی تھی تاکہ ان سے فیصلہ کن معاملات طے کرنے میں ذرا تاخیر ہوئی رہے۔

فون کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کی لمبائی سنی۔ فوراً ریسیور اٹھا کر پوچھا ”ہیلو کون؟“

”میں ٹنگ کا فون بول رہا ہوں۔“

رابرٹ، مورٹن، ڈان وین اور ڈان ٹو کی طرح ٹنگ کا فون بھی ایک خفیہ ایجنسی تھی، جو کارکردگی کے اعتبار سے رابرٹ کی خفیہ ایجنسی سے کم نہیں تھی۔ دونوں ہی ایجنسیاں بڑے ممالک کی بڑی خطرناک خفیہوں کے اہم خفیہ سیاسی مسائل حل کیا کرتی تھیں۔

کسی بھی ملک کے باغیوں کو یا اپوزیشن لیڈروں کو قتل کرنے اور کسی بھی ملک کے اہم راز چر کر لانے کے لیے ہماری معاوضے حاصل کیا کرتی تھیں۔

وہ دونوں ایجنسیاں ایک دوسرے کی مخالف تھیں۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بڑے ممالک سے کوئی بہت بڑا ٹھیکہ حاصل کریں۔ اس بار رابرٹ نے مجھے قتل کرانے کا بہت بڑا ٹھیکہ عطا کیا تھا اور اپنی دانت میں اس کی ایجنسی مجھے قتل کرانے کے بعد تمام بڑے ممالک اور خطرناک خفیہوں کے لیے بہت اہم اور قابل اعتماد ہو گئی تھی۔

ٹنگ کا فون نے فون کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ ”سپلے تو مہاراج کا دوسرا موبائل کریں۔ آپ نے رابرٹ کی ایجنسی کو ٹھیکہ دے کر بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہماری دانتیں کرانے کا کوئی قاتل فریاد چھپے ہاڑ کاٹ کر رکھ دے گا۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ رابرٹ کی ایجنسی اتنا بڑا کارنامہ انجام دے سکے گی؟“

اعلیٰ افسر نے کہا ”سچ تو یہ ہے کہ ہمیں یقین نہیں تھا۔ ہماری توقع کے خلاف رابرٹ نے کمال کر دکھایا ہے۔“

”آپ اپنے لیے الفاظ یاد رکھیں کہ رابرٹ کا کارنامہ توقع کے خلاف ہے کیونکہ جو بات توقع کے خلاف ہوتی ہے، وہ توقع پر پوری نہیں اترتی۔“

”تم کتنا کیا چاہتے ہو؟“

”میں جو کتنا چاہتا ہوں، وہ آنے والا وقت بتائے گا کیونکہ میں ابھی یقین اور بے یقینی کے درمیان ہوں۔ ہم درخت کاٹ کر گرا دیتے ہیں وہ گر جاتا ہے، مرتا نہیں ہے۔ اس کی جڑیں زمین کے اندر ہوتی ہیں۔ وہاں سے پھر ایک درخت نکل آتا ہے۔ جنہوں نے فریاد کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا ہے وہ بھی قتل کر دیے گئے ہیں۔ کرائے کے جو قاتل افغانستان جا رہے ہیں، وہ بھی قتل کیے جا رہے ہیں۔ فریاد کی موت سے آپ کو فائدہ کیا پہنچا؟“

”کیا تم فائدہ پہنچانے آئے ہو؟“

”ہاں۔ عرض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فریاد کو قتل کرنے کی ذمہ داری رابرٹ کو دی تھی۔ اب جو مسلمان دہشت گرد افغانستان میں پناہ لے رہے ہیں اس کے قتل کی ذمہ داری آپ مجھے دیں۔ اگر یہ ذمہ داری بھی آپ نے رابرٹ کو دی تو آپ ناکام رہیں گے۔“

”تم ناکامی کی پیش گوئی کس بنیاد پر کر رہے ہو؟“

”میرا اپنا حساب کتاب ہے۔ میں اپنے طور پر حالات کا جائزہ لے کر آپ سے عرض کر رہا ہوں، اس بار رابرٹ ناکام رہے گا۔ آپ کامیابی چاہتے ہیں تو مسلمان دہشت گرد کو ٹھکانے لگانے کی ذمہ داری مجھے دیں۔“

”ہم مانتے ہیں ٹنگ کا فون! تم بہت ذہن دہست ہو۔ تم نے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں لیکن اصول کی بات ہے۔

جیتنے والے کو انعام بھی دیا جاتا ہے اور اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اسے اتھوہ بھی جھگے دیے جاتے ہیں۔“

”آپ بھول رہے ہیں کہ میں نے بھی آپ کے لیے بڑے کارنامے انجام دیے تھے کیا ان کا صلہ مجھے نہیں ملے گا؟“

”ملے گا۔ اگر رابرٹو کا کام ہوگا۔“

”کوئی بات نہیں۔ رابرٹو کی ناکامی چند روز میں ثابت ہو جائے گی۔ پھر مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے ضرور یاد کریں گے۔“

لنگ کا فون ریسیور رکھ کر اپنے خاص دست راست ہرمول بیکر کو دیکھا۔ ہرمول بیکر مخالف ایجنسی کے ڈان دن اور ڈان نوکی طرح قد اور بازی بلڈر ایک خطرناک فائزر اور بے رحم قاتل تھا۔ اس نے لنگ کا فون سے کہا ”اسٹرا میں ٹیلی فون کے...“

اگر کسی باتیں سن رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ رابرٹو کی ایجنسی نے ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام دے کر اپنی قد وقیمت بڑھا لی ہے لیکن یہ قیامت کراہا بھی جانتے ہیں۔“

لنگ کا فون سے کہا ”یہی میں چاہتا ہوں۔ رابرٹو اور دونوں ڈان کو اس طرح ٹھکانے لگاؤ کہ ان کی ہلاکت کا الزام مقتول فرما دے بیٹوں پر آئے۔“

”آئیڈیا اچھا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان معاملات میں ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔ فرما دے بیٹے رابرٹو وغیرہ سے انتقام لے رہے ہیں۔“

اس رات موریتا دھکیلی رہی تھی۔ رابرٹو کہہ رہا تھا ”میں نہیں پتا۔ تمہارے دونوں بھائی نہیں جیتے۔ اس طرح ہم ٹیلی جیتتی جانتے والوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ کیا تم یہ فضول سی عادت نہیں چھوڑ سکتی؟“

وہ ہنستے ہوئے بولی ”اس خوشی میں تم سب کو پینا چاہیے کہ ٹیلی جیتی کا ششہا مٹی میں مل چکا ہے۔ جب وہ ہم تک نہیں پہنچ پایا تھا تو دوسرے کیا خاک پہنچیں گے؟“

”وہ ہم تک نہیں پہنچ پائیں لیکن تم نے دیکھا ہے کہ دنیا کی تمام سیکورٹی ایجنسیاں فرما دے قاتلوں کو نہ پچا سکیں۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے شاید اسی لیے چالیس دنوں تک سوگ منانے کے بجائے خاموشی اختیار کی ہے کہ وہ فرماؤ قتل کرانے والوں کا بھی سراغ نہ لگیں۔ وہ ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرنے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔“

وہ پہلے جام کا آخری گھونٹ پی کر بولی ”وہ تمام عمر کوششیں کرتے ہیں پھر بھی یہ راز معلوم نہیں کر سکیں گے کہ اس خفیہ ایجنسی کے اہم کردار ہم ہیں۔“

”نہیں جانتے ہیں۔ تمہاری مخالف ایجنسی کا پاس لنگ کا فون اور اس کا وہ خطرناک مانت ہرمول بیکر ہمیں جانتا ہے۔“

”خطرناک مانت ہرمول بیکر؟“ وہ عمارت سے بولی ”میرے دونوں باڈی بلڈر بھائی اسے جوتوں کے مسل دیں گے۔“

”میں ہرمول بیکر اور تمہارے پہلوان بھائیوں کے مقابلے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میری بات سمجھو۔ فرما دے بیٹے ہماری مخالف ایجنسی کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔“

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ دوسرا جام پیتے ہوئے اور نہس کر بولی ”یعنی بول رہی ہے کہ وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں۔ خوف سے تمہاری جان نکل رہی ہوگی۔ ریسیور مت اٹھاؤ۔ خطرے کی گھنٹی آخر تک بجے گی؟“

رابرٹو نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ اس کے پہلوان بھائیوں کے خوف سے وہ اسے برا بھلا بھی نہیں کہتا تھا۔ اس نے بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر بولا۔ ”ہیلو۔“

دوسری طرف سے فنی نے کہا ”میں بول رہی ہوں۔“

”میں کون؟ اپنا نام بتاؤ؟“

”موت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ وہ کسی بھی نام سے آجاتی ہے۔“

”تم کون ہو؟ اس طرح سرا رکیوں بن رہی ہو؟“

”جب تک موت نہیں آتی پورا سرا رکھتی ہے۔ آجائے تو اسرار ختم ہو جاتا ہے۔ میرے ریوالور میں چار گولیاں ہیں۔ پہلی گولی موریتا کے لیے ہے تاکہ ابھی تجھیں یقین آجائے کہ موت ان ہی لحاظ میں اس کمرے کے اندر آسکتی ہے۔“

وہ موریتا سے بولا ”فون پر کوئی عورت نہیں دھکی دے رہی ہے۔ کہہ رہی ہے ابھی تجھیں گولی بادی جائے گی۔“

وہ ہنسنے لگی ”رابرٹو! تم نہیں جانتے ہو کہ پینے والوں کی طرح ہنسنے ہو۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے تمام گھڑکیاں دواؤں کے اندر سے بند کیے تھے۔ پھر گولی مارنے والی چیل کیا جاوے یہاں آجائے گی؟“

فنی نے فون پر کہا ”رابرٹو! وہ یقین نہیں کرے گی اور تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا کہ موت بند دواؤں کے اندر کیسے چل آتی ہے۔ جب موریتا کو گولی لگے اور وہ مرجائے تو پھر یاد رکھنا کہ میرے ریوالور کی دوسری گولی ڈان دن کے لیے ہے۔ تیری ڈان نوکے لیے اور جو تھی اور آخری گولی تمہارے لیے ہے۔“

وہ بولا ”موت کا نام ایک الگ بات ہے اور کسی گولی مارنے والی کا نام دوسری بات ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ میں نے ہی اپنے بیڈ کے تمام دواؤں کے اندر سے بند کیے ہیں۔ پھر تم اندر کیسے آؤ گی؟“

”یہ تمہیں پندہ منٹ کے اندر معلوم ہوگا۔ اگر احتیاطی تدابیر نہ کرنا چاہا تو دونوں ڈان کو فون کر کے بتاؤ کہ ابھی پندہ منٹ کے اندر ان کی بہن کو قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ڈان دن کو صبح تک دو زایا جائے گا تاکہ وہ کہیں بھی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے۔ پھر ڈان نو اور تمہاری باری کب آئے گی؟ یہ بعد میں بتاؤں گی۔ فون کا یہ رابطہ ختم ہوئی ہے موریتا کو بچانے کے لیے صرف پندہ منٹ

کا وقت رہے گا۔“

اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ رابرٹو نے فوراً ہی ڈان دن سے رابطہ کر کے اسے بتایا کہ ایک دھکیلی خیر فون پر اسے کیا کیا گیا ہے؟ ڈان دن نے کہا ”یہ دھکیلی مسئلہ خیر لگتی ہے۔ پھر بھی تم اپنے بیڈ کے تمام گھڑکیاں اور دواؤں کے چیک کرو۔ وہ اندر سے بند ہوں تب بھی تمام کمروں میں جا کر دیکھو۔ ہو سکتا ہے تمہاری اعلیٰ میں وہاں کوئی چھپا ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔ تم فون کو آن رکھو۔“

رابرٹو تیزی سے چلا ہوا بیڈ کے ہر کمرے کے دواؤں کو چیک کرنے لگا۔ اس نے وہاں کے ایک ایک گوشے کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے فون پر کہا ”تمام دواؤں سے بند ہیں اور اندر کوئی نہیں ہے۔ میں رست واضح دیکھ رہا ہوں۔ پندہ منٹ پورے ہونے۔“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ”فنا میں“ سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ دوسری طرف سے ڈان دن نے چونک کر پوچھا۔ ”یہ فانی آواز کہاں سے آئی ہے؟“

رابرٹو دوڑتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا پھر دواؤں پر پڑتی ہی ٹھٹک گیا۔ موریتا مرنے سے نیچے گری ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی میں موجود سوراخ سے خون ابل رہا تھا اور اس کے دیے کے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔

وہ فون پر لرزتی ہوئی آواز میں بولا ”ڈان! اہم! لٹ مجھے تمہاری بہن! میری جان حیات مرچکی ہے اس کی پیشانی پر گولی لگی ہے۔ اور اس کا اپنا ہی ہسپتال اس کے قریب قاتلین پر پڑا ہوا ہے۔“

ڈان دن نے گرج کر پوچھا ”جب تمہارے سوا وہاں کوئی نہیں ہے تو پھر اسے کس نے گولی ماری ہے؟“

”میں کیا بتاؤں؟ تم خود آکر دیکھ لو۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں تم سے فون پر مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھا اور دوسرے کمرے میں تھا۔ یہاں آکر دیکھا تو وہ خود کو موت کتنے والی اپنے پندہ منٹ پورے کر چکی تھی۔ موریتا کی لاش دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے اس نے خود کشی کی ہو۔“

”میں ابھی آ رہا ہوں۔ تم ڈان نو کو اس ٹیڈی کی اطلاع دو۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈان دن اس وقت ایک رستوران میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر فوراً ہی بی ادا کر کے تیزی سے چلا ہوا سڑک کے کنارے اپنی کار کے اندر آیا۔ اسے اشارت ہی کر رہا تھا کہ فون کا پوز سنائی دیا۔ اس نے جیب سے موبائل نکال کر آن کیا پھر پوچھا ”ہیلو کون؟ رابرٹو؟“

دوسری طرف سے علی نے کہا ”تم رابرٹو کے گھر میں موت کی آواز اور اپنی بہن کی ابدی خاموشی کا ذکر سن چکے ہو۔ رابرٹو تمہیں یہ بھی بتا چکا ہے کہ ریوالور کی دوسری گولی تمہارے لیے ہے۔ کیا بہن کی موت کے بعد بھی تم ہماری باتوں کو دھکیلی سمجھ رہے ہو؟“

”کون ہو تم؟“

”موت سوٹ ہے۔ میں اس کاغذ کر ہوں۔“

”میں سمجھ گیا۔ تم لنگ کا فون کے کٹے چائے والے کتے ہرمول بیکر ہو۔“

”تم صرف دوسری گولی کو یاد رکھو اور صبح پانچ بجے تک اپنی سلامتی کے لیے بھاگتے رہو۔ اپنے آقاؤں سے سیکورٹی طلب کرتے رہو۔ صبح ٹھیک پانچ بجے تمہاری سائیس تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی۔“

”مجھے بچوں کی طرح خوراک سانسے آکر مقابلہ کرو۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی دھماکا سا ہوا۔ اس کی کار کا ایک پہرے زور دار آواز کے ساتھ پھٹ گیا تھا۔ اب وہ کار میں نہیں جاسکتا تھا اور سوچے سمجھے بغیر کار سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اتنا تو سمجھ میں آ گیا تھا کہ اس پر گولیاں چلانے والا قریب ہے۔ کچھ لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ایک پولیس والا آکر پوچھنے لگا ”یہ وہیل کیسے برست ہو گیا؟“

ڈان دن نے کہا ”کسی نے گولی چلا کر اس کار کو بیکار کر دیا ہے۔ وہ مجھے فون پر دھمکیاں دے رہا ہے۔ آپ بھی نہیں۔“

اس نے موبائل فون پولیس والے کی طرف بڑھایا۔ وہ فون کو کان سے لگا کر بولا ”کون ہے؟ کیا تم ایک شریف آدمی کو پریشان کر رہے ہو؟“

علی نے کہا ”تمہاری دنیا میں شریف آدمیوں کو ہی پریشان کیا جاتا ہے۔ میں تو اسے سمجھا رہا ہوں کہ کوئی دشمن اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اسے اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔“

پولیس میں نے پوچھا ”وہ دشمن کون ہے؟“

”آکر یہ معلوم ہوتا تو میں پولیس والا بن جاتا۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ اسے حفاظت سے کہیں بچاؤ دو لیکن ہوشیاری سے، کیوں اسے لگے والی گولی غلطی سے تمہیں بھی لگ سکتی ہے۔“

اس نے فوراً ہی موبائل فون ڈان دن کو دے کر کہا ”پتا نہیں تم نے کسے اپنا دشمن بنالیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنی سیکورٹی کا انتظام کرو۔ میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں گھر جا رہا ہوں۔“

ڈان دن نے موبائل فون کان سے لگا کر کہا ”چمپ کر حملہ کرنا بڑی ہے۔ مرہو تو سانسے آؤ۔“

”تم کرائے کے قاتلوں سے بڑی اہم شخصیتوں کو ہلاک کراتے ہو۔ کبھی مرہو کی طرح سانسے نہیں آتے۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ گیارہ بج کر میں منٹ ہوئے ہیں۔ تمہاری زندگی صرف پانچ گھنٹے چالیس منٹ کی رہ گئی ہے۔ تم کار سے نکل کر کہیں بھی پناہ لینے جاسکتے ہو۔ میں پانچ بجے سے پہلے تمہیں قتل نہیں کروں گا۔“

اس نے فون کو آف کر کے اپنے بھائی ڈان ٹو سے رابطہ کیا پھر پوچھا ”تمہیں موریتا کی ہلاکت کے بارے میں معلوم ہو چکا ہوگا؟“ ڈان ٹو نے کہا ”ہاں۔ میں رابرٹو کے بچنے کی طرف جا رہا ہوں۔ تم تک یک پہنچ رہے ہو؟“

”میں کیسے پہنچوں۔ کیا رابرٹو نے تمہیں دشمن کا یہ چیلنج نہیں بتایا تھا کہ دوسری گولی تھمے، تیسری تمہیں اور چوتھی گولی رابرٹو کو ماری جائے گی؟“

”ہاں۔ رابرٹو نے مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ کیا تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟“

”محسوس کیا کرتا ہے۔ میں خطرے سے دوچار ہوں۔ وہ صبح ٹھیک پانچ بجے مجھے قتل کرنے کا چیلنج کر چکا ہے۔ اس سے پہلے مجھے دوڑتے بھاگتے ہوئے اپنے آقاؤں سے سیکورٹی طلب کرنے کو کہہ رہا ہے۔ اس نے گولی مار کر میری کار کا پیپر برسٹ کر دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے گاڑی کے بغیر پیدل چلنے اور دوڑنے پر مجبور کر رہا ہے۔“

”مجھے بتاؤ۔ تم کہاں ہو۔ میں اپنی گاڑی لا رہا ہوں۔“

ڈان ون اسے رستوران کا پتا بتا کر ان تمام کرائے کے قاتلوں سے رابطہ کرنے لگا جو اس کی انجینی سے معاوضہ لے کر مطلوبہ شخص کو قتل کیا کرتے تھے۔ اس نے ان قاتلوں کو اپنے موجودہ حالات بتائے۔ ان سب نے اسے یقین دلایا کہ وہ آٹھ گھنٹے کے اندر اس کے آس پاس آکر حوالہ بن جائیں گے اور جیسے ہی دشمن نظر آئے گا اسے گولی مار دیں گے۔

ڈان ٹو نے کارڈ راز کر کے ہونے اپنے بھائی کی طرف جاتے ہوئے فون کے ذریعے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ موریتا، دونوں ڈان اور رابرٹو کو ہلاک کرنے کا چیلنج کیا گیا تھا۔ اس چیلنج کے مطابق موریتا کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اب ڈان ون کو صبح پانچ بجے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے اور ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ ڈان ون غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے انجینئر سیکورٹی فورس کا انتظام کریں۔ اعلیٰ افسر نے کہا ”ابھی تم سب کی حفاظت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔“

ڈان ٹو نے کہا ”سیکیورٹی مشہور نہیں ہوگی تو ہم سب سونا اور کارل کی طرح مارے جائیں گے۔“

”سونا اور کارل کا معاملہ دوسرا تھا۔ یہ نہ سمجھو کہ مقتول فریاد کے بیٹے تم لوگوں سے انتقام لے رہے ہیں۔ وہ شاید تمہاری خفیہ انجینی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔ دراصل ننگ کا فو تم سب کو ختم کر کے ہم سے دوسرا ہڑتاکر حاصل کرنا چاہتا ہے۔“

ڈان ٹو نے حیرانی سے پوچھا ”آپ کیسے جانتے ہیں کہ ننگ کا فو ہم سے دشمنی کر رہا ہے؟“

”اس نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ افغانستان میں اس مسلمان

دہشت گرد کو قتل کرنے کا کنٹریکٹ مجھ سے چاہتا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ یہ ذمے داری تم لوگوں کو دے دی گئی ہے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ تم لوگ یہ کام نہیں کر پاؤ گے اور میں مجبور ہو کر اسے یہ کام سونپ دوں گا۔“

”میں سمجھ گیا۔ ننگ کا فو ہم سب کو راستے سے ہٹا کر یہ دوسرا کنٹریکٹ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ کا شکر ہے۔ آپ نے دشمن کی نشان دہی کی ہے۔ اب وہ زندہ نہیں رہے گا۔“

اس نے رابطہ ختم کر کے فون کے ذریعے ڈان ون کو امریکی فوج کے اعلیٰ افسر کی باتیں بتائیں۔ اس سے کہا ”دشمن کا پتا چل گیا ہے۔ میں آپہاں ہوں۔ ہم دونوں ننگ کا فو سے ختم ہو جائیں گے۔“

پھر اس نے فون کے ذریعے رابرٹو سے کہا ”موریتا کی لاش کا پوسٹ مارٹم ہو جائے تو اس کی تدفین کے انتظامات کرو۔ ہم اپنے دشمن سے نمٹ کر جلد سے جلد آئیں گے۔“

ڈان ون نے ننگ کا فو سے فون پر کہا ”ہمیں توقع نہیں تھی کہ تم اگلا کنٹریکٹ حاصل کرنے کے لیے اس حد تک آگے جاؤ گے اور میری بہن موریتا کو قتل کر آؤ گے۔ اب تمہارے کرائے کے قاتل میرے پیچھے بڑے ہیں۔ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ میں صبح کے بعد زندہ نہیں رہوں گا۔ کیا تم صبح تک زندہ رہو گے؟“

ننگ کا فو نے کہا ”تمہاری کچھ باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں اور کچھ باتیں سمجھ سے باہر ہیں۔ بے شک میرا دست راست درندہ تمہاری بہن موریتا اور رابرٹو کو قتل کر گیا تھا لیکن انہوں نے بچنے کی کوششیں اور دو درازوں کو اندر سے بند کر رکھا تھا۔ میرا درندہ قاتل ہر مول بیکر بچنے کے اندر نہ جا سکا۔ وہ موریتا اور رابرٹو دوسرے دن قتل کرنے کے لیے واپس آ گیا تھا۔ پھر یہ الزام کیوں دے رہے ہو کہ میں نے موریتا کو ہلاک کر دیا ہے؟“

”جب تمہاری کھوپڑی اور سینے میں ہماری گولیاں اتریں گی تو تمہارے کرائے کے قاتلوں اور ہر مول بیکر کی سمجھ میں آجائے گا کہ ہم اپنی ایک بہن کے بدلے تمہاری پوری انجینی کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔“

ننگ کا فو نے ہنستے ہوئے کہا ”میرے درندوں کے کرائے کے قاتل تم سب کی ناک میں ہیں۔ ان سے بچ پاؤ گے تو مجھ تک پہنچ سکو گے۔“

یہ کہہ کر وہ پھر قہقہے لگنے لگا۔ ڈان ون نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت تک ڈان ون رستوران کے قریب اپنے بھائی کی کار کے پیچھے پہنچ کر بولا ”ڈان! میں آ گیا ہوں۔ میری گاڑی میں آ جاؤ۔“

ڈان ون اپنی ناکارہ گاڑی سے نکل کر دوڑتا ہوا ڈان ٹو کی کار کا دروازہ کھول کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کار اشارت ہوتی، پھر ایک دھماکا ہوا اور ڈان ٹو کی کار کا بھی ایک پیپر برسٹ ہو گیا۔ دونوں بھائیوں نے خطرے سے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ڈان ون کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس

نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے علی کی آواز سنائی دی ”ایک منبرے میں ایک ہی پرندے کو ہونا چاہیے۔ تم اپنے بھائی کے پاس کیوں چلے آئے۔ تمہاری باری اس کے بعد آئے گی۔“

ڈان ٹو نے گرج کر کہا ”ہر مول بیکر! آواز بدیل کر مت بولو۔ ہم دونوں بھائی بچنا ہو چکے ہیں۔ اب موت ہمارے پاس نہیں۔“

نہارے اور ننگ کا فو کے پاس آئے گی۔“

”تو پھر آؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔“

ڈان ون کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگا کر پوچھا ”کون ہے؟“

”میں ننگ بول رہا ہوں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ میرے دست راست ہر مول نے تمہیں صبح پانچ بجے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے۔ کسی نے فون پر تمہیں گمراہ کیا ہے۔“

”کیوں اس مت کر۔ ابھی ہر مول آواز بدیل کر ڈان ٹو سے فون پر باتیں کر رہا ہے۔ تمہارے قاتلوں نے ڈان ٹو کی گاڑی کا پیپر بھی بیکر کر دیا ہے۔“

”میں مانتا ہوں۔ میرے کرائے کے کسی قاتل نے تمہاری گاڑیاں بیکر کر دی ہیں لیکن ہماری طرف سے تمہاری موت کا وقت مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی، کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔“

ننگ کا فو موبائل پر باتیں کر رہا تھا۔ اسی وقت ہات لائن کی ٹھنکی سنائی دی۔ اس نے موبائل کو بند کر کے ہات لائن کا رسیور اٹھایا پھر کہا ”لیس سراہیں ننگ کا فو بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”تم رابرٹو کی انجینی کو ختم کرنا چاہتے ہو۔ ان سب کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اپنے کرائے کے قاتلوں کو واپس بلاؤ۔“

”مرا آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔ ہم رابرٹو کے دشمن فرور ہیں لیکن جان کے دشمن نہیں ہیں۔“

”تو پھر موریتا کو کس نے قتل کیا ہے؟“

”آپ ہم سے قسم لے لیں۔ ہم نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ آپ رابرٹو اور دونوں ڈان سے پوچھ لیں۔ وہ جس بچنے میں بھی اس کے تمام دروازے بند تھے۔ بچنے کے اندر ہم میں سے کوئی نہیں باسکتا تھا۔ آپ تحقیقات کریں تو معلوم ہوگا۔ مقتول فریاد کے بھائی نے علی تیمور اور پارس ان لوگوں سے انتقام لے رہے ہیں۔“

”میں حقیقت معلوم کروں گا لیکن رابرٹو اور دونوں ڈان کے لیے سخت سیکورٹی کا انتظام ہو چکا ہے۔ تمہارے کرائے کے قاتلوں کی شامت آجائے گی۔“

”یہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے قاتل کسی کے لیے موت کا وقت مقرر نہیں کرتے۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے وہ اپنے شکار

کو گولی سے اڑا دیتے ہیں۔ فریاد کے بیٹوں نے ڈان ون کی موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ ٹھیک اسی وقت مارا جائے گا۔ بے شک آپ کو رابرٹو وغیرہ کی سیکورٹی کا مکمل انتظام کرنا چاہیے۔“

دونوں ڈان کا ریس بیٹھ ہوئے تھے۔ ان کے کرائے کے قاتل تین گاڑیوں میں وہاں پہنچ گئے۔ ایک نے گاڑی سے اتر کر کہا۔ ”پاس! ہم آگئے ہیں۔ اب دیکھیں گے کہ وہ حملہ کرنے والے کون ہیں۔ ہمارے کچھ آدمی رابرٹو صاحب کی حفاظت کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ آپ ہماری گاڑی میں آ جائیں۔“

وہ دونوں کار سے نکل کر ان کی ایک گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہی پھر ایک دھماکا ہوا اس گاڑی کا بھی ایک پیپر بیکر ہو گیا۔ دونوں ڈان کے تمام حواریوں نے اپنی اپنی گھنٹے لے کر گاڑیوں سے نکل کر چاروں طرف دور تک دیکھا۔ اس سڑک پر گاڑیوں کا جھوم تھا۔ ایک طرف رستوران اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پارک کے پیچھے کئی عمارتیں تھیں۔ ڈان ون نے کہا ”کوئی ٹیڈ اسکویگن کے ذریعے کسی ادنیٰ بلڈنگ سے فائر کر رہا ہے۔“

”میں اس کئی عمارت میں ہیں۔ اسے کہاں کہاں تلاش کیا جائے گا؟“

فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈان ون نے اسے آن کر کے کہا ”میں جانتا ہوں۔ تم سانس والی عمارت میں ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب ہماری سیکورٹی کا انتظام ہو چکا ہے۔ تم ہمیں گولی نہیں مار سکو گے۔“

علی نے کہا ”دیادہ بولنے سے پہلے یہ سمجھو کہ تین گاڑیوں کے تین بیٹوں پر صبح نشانہ لگایا گیا ہے۔ نشانہ تم پر بھی لگایا جاسکتا تھا لیکن تم صبح پانچ بجے مرنے والے ہو۔ ان بیٹوں کو بیکر کرنے کا ایک ہی مقصد ہے کہ تم اپنی آخری سانس تک پیدل چلو گے یا دوڑو گے۔ یقین نہ ہو تو پھر کسی گاڑی میں بیٹھ کر کچھ لو۔“

ڈان ون نے فون بند کر کے کہا ”وہ گاڑیوں کے بیٹوں کو صرف اس لیے بیکر رہا ہے کہ میں صبح اپنی موت تک پیدل چتا رہوں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ ڈھونڈتا رہوں۔“

تمام حواریوں نے ایک گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان میں سے ایک نے کہا ”آپ اس گاڑی میں آکر بیٹھیں۔ اب وہ کسی پتھر پر گولی نہیں مار سکتا گا۔“

دونوں بھائی اس گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ اس بار گولی نہیں چلی۔ کوئی پیپر برسٹ نہیں ہوا۔ گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔ آگے بڑھنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس گاڑی کو چاروں طرف سے محفوظ رکھنے والے اپنی جگہ کھڑے نہ گئے۔ وہ آگے بڑھنے والی گاڑی کو گھیر کر نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس گاڑی کے آگے بڑھتے ہی پھر ایک دھماکا ہوا۔ اس کا پیپر بھی برسٹ ہو گیا۔

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈان ون نے کہا

ہوئی ماری کی ہے اور آپ ہماری حفاظت کرے گا دوسری کر رہے ہیں۔ آپ کے وہ خفیہ محافظ کہاں ہیں جو سول ڈپس میں ہماری حفاظت کر رہے ہیں؟ کیا آپ اسی طرح ہماری حفاظت میں ناکام

”تو پھر تم کون ہو؟“

پہچانے کے لیے کہاں کہاں بھٹک رہے ہیں۔ جاں بازان دونوں

دوسری طرف سے کتاب کا فونے کما ”مجھ سے جھوٹ بول کر نئی چالیس نہ چلو۔ فرہاد کے بیٹے اپنے باپ کو قتل کرانے والوں کو کبھی

کسی طرح کی سہولت نہیں دیں گے۔ مورینا اور رابرٹ کی لاشیں بچکے میں پڑی ہیں۔ پولیس کاروائی کر رہی ہے۔ آپ تم دونوں بھائیوں کی لاشوں کو وہاں پہنچانے میں دیر نہیں لگے گی۔“

کنگ کا فو کے سامنے دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا ”کون ہے؟ کیا بات ہے؟ جلدی بولو؟“

دوسری طرف سے آواز آئی ”باس! وہ دونوں ڈان اس عمارت سے باہر آگئے ہیں۔ ان کے لیے چار گاڑیاں آئی تھیں۔ وہ دونوں جس گاڑی میں جا کر بیٹھے اس کے کسی پہنے پر اس بارگولی نہیں چلائی گئی۔ شاید فرہاد کے بیٹوں نے انہیں جانے ہوئے دیکھا ہے۔“

کنگ کا فو نے کہا ”تم میں سے کسی کو گولیاں چلائی تھیں۔ اس گاڑی کے پینے کو بھی ناکاہ بنا چاہیے تھا۔“

”باس! ہماری گولیاں میں ٹیلی اسکوپ نہیں لگا ہوا ہے۔ ہم دور سے صحیح نشانہ لے کر اس گاڑی کو ناکاہ نہیں بنا سکتے تھے۔“

”تم لوگ ان کا پیچھا کر رہے ہو یا نہیں؟ ان دونوں کو نظروں سے اوجھل ہو کر کہیں چھپنے کا موقع نہ دو۔ اگر وہ کسی خفیہ پناہ گاہ میں پھنس گئے تو پھر انہیں ڈھونڈنا مشکل ہو گا۔ مجھے ایک ایک منٹ کی رپورٹ دیتے رہو۔“

اس نے ریسیور رکھ کر دوسرے موبائل فون پر ڈان سے کہا۔ ”تم نے ہماری گفتگو سنی ہوگی۔ میرے تمام حواری تم دونوں سے غافل نہیں ہیں۔ جاؤ کسی خفیہ پناہ گاہ میں جا کر چھپو۔ ہم وہاں بھی تمہاری موت بن کر پہنچیں گے۔“

ثانی اس حواری کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، جو کنگ کا فو کو رپورٹ سنا رہا تھا۔ اس نے اس حواری کے ذریعے دوسرے کئی حواریوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ وہ سب تین گاڑیوں میں اس گاڑی کا پیچھا کر رہے تھے جس میں دونوں ڈان ستر کر رہے تھے۔

اس نے ایک گاڑی کے حواری کے دماغ پر قبضہ بنالیا۔ وہ گاڑی کو روک کر بولا ”ابھی میں نے فون پر پاس سے بات کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتلایا ہے۔ تم لوگ دوسری گاڑیوں میں جاؤ۔“

اس کے سامنے گاڑی سے اتر گئے آلاکار بننے والا حواری اس گاڑی کو موڈر تیز رفتاری سے چلائے ہوئے کنگ کا فو کے پاس جانے لگا۔ وہ اور ہرمول بیکر ایک بھونٹے سے بچنے میں دوسرے ناموں سے رہائش پذیر تھے۔ وہاں انہیں کنگ کا فو اور ہرمول بیکر کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس طرح وہ دونوں خود کو وہاں بالکل محفوظ سمجھ رہے تھے صرف چند قابل اعتماد حواری اس بچنے میں ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک ثانی کا آلاکار بھی تھا۔

اس نے گاڑی کو بچکے کے سامنے روک کر پھر وہاں سے اتر کر برآمدے میں آکر کال تیل کے ٹبن کو دبا۔ کال تیل سے ایکسٹیوڈی

.... اور انیکرو فون خشک تھا۔ ٹبن دباتے ہی کنگ کا فو اور ہرمول بیکر نے اس حواری کو کوئی وی اسکرین پر دیکھ کر پوچھا ”ایڈی! تم یہاں کیوں آئے ہو؟“

ایڈی نے کہا ”باس! صبح ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ ہم نیم آرتاری میں دشمن کا صحیح نشانہ نہیں لے سکتے تھے فوراً دو ٹیلی فونکپ گولوں کی ضرورت ہے۔ مورینا اور رابرٹ کی ہلاکت سے تمام پولیس والے الٹ ہو گئے ہیں اور امریکن سپر ملٹی فورس بھی دونوں ڈان کی حفاظت کر رہی ہے۔ اگر صبح سے پہلے ان دونوں کو ختم نہ کیا گیا تو وہ پچ نکلیں گے۔“

ہرمول بیکر نے آکر دوواڑہ کھولا۔ دوواڑہ کھلتے ہی ثانی نے اپنے آلاکار کے ذریعے ہرمول بیکر کے بازو پر فائر کیا۔ وہ جھج مار کر لوکڑا ہوا اچھے گیا۔ فائرنگ کی آواز پر کنگ کا فو نے اپنی گول سے دوڑتے ہوئے دوسرے دوواڑے کی آڑ میں آکر ثانی کے آلاکار کو گولی ماری۔ وہ گولی کھا کر فرش پر گرا۔ ثانی ہرمول بیکر کے اندر آئی۔ وہ دوواڑے سے نکل لگے کنگ کا فو سے کہہ رہا تھا ”شکریہ تم نے فوراً ہی اسے گولی ماری۔ ویسے دشمنی ہونے کے باوجود میں نے یہ ریوالور نکال لیا تھا۔ تم نہ آتے تو میں اسے اس طرح گولی مارتا۔“

ہرمول نے کنگ کا فو کی ٹانگ پر گولی مار کر بتایا کہ وہ کس طرح اس حواری کو گولی مارتا۔ کنگ کا فو کے ہاتھ سے گول چھوٹ گئی۔ وہ دشمنی ٹانگ کے باعث کھڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر گر کر بولا ”ہرمول! یہ... تم نے کیا کیا؟“

ہرمول اور کنگ کا فو کی سمجھ میں اس وقت یہ بات نہیں آئی کہ وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے ٹریپ کیے جا چکے ہیں۔ ایک عام سی بات یہ سمجھ میں آئی کہ دونوں ڈان نے اس حواری کو بھاری ریم دے کر خرید لیا تھا۔ اس لیے وہاں آکر ٹنگ حواری کرتے ہوئے اپنی جان دے دی۔ اصلی بات دیر سے سمجھ میں آنے والی تھی۔

○●○

ورشابا باندے، ملہ دھرباندے، شیشا پاشا اور سید جلال الدین پاشا نے بابا صاحب کے ادارے کے مقابلے میں جو نیا ادارہ قائم کیا تھا، پورس وہاں سے نکلان کو نکال لایا تھا۔ اس نے ملہ دھرباندے کو زہریلی گولی سے زخمی کیا تھا تاکہ وہ ٹیلی بیٹھی اور آتما ہتھی کے ذریعے اس کے اور نکلان کے دماغ میں نہ پہنچ سکے۔

پورس نے ان سب سے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف وہ اس نئے ادارے کے لیے کام کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ محسوس اصولوں کے مطابق اس ادارے کو قائم رکھا جائے۔ اصولوں کے سامنے رشتے داری کو اہمیت نہ دی جائے اور نہ کوئی ایک دوسرے سے برتر رہے۔

ملہ دھرباندے آتما ہتھی کے ذریعے پورس وغیرہ کے چور خیالات پر دھمکا تھا اس لیے پورس اسے زخمی کر کے چلا آیا تھا۔

ملہ دھرباندے کی بہن ورشابا نے اپنے ماتحتوں سے کہا ”وہ اپنی نیویہ کو ٹھیک یا کسی دوسرے شہر میں لے جائے گا۔ وہ ہمیں بدل کر ہم سے اور پارس جیسے دشمن سے چھپے رہنے کی کوششیں کرے گا۔ اس کا تعاقب کرو۔ دوسری دور سے اس کی عمرانی کرو۔ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے، مجھے رپورٹ دیتے رہو۔“

پھر اس نے سید جلال الدین پاشا اور اس کی بیٹی شیشا سے کہا ”آپ دونوں ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کبھی کبھی ان دونوں کے دماغوں میں جا کر انہیں دوست بنا کر مخاطب کریں۔ انہیں یقین دلائیں کہ آپ دونوں ان کے دوست ہیں۔ مجھ سے اور بھائی باندے سے آپ کو کبھی اختلاف ہے۔“

جلال الدین پاشا نے پوچھا ”ورشابا! تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ ہم دوست بن کر اسے دھوکا دیں؟“

”اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو زخمی کر کے اس کی ٹیلی بیٹھی اور آتما ہتھی کو ختم کر کے دشمنی میں ہم سے بدل کی ہے۔ اب ہم اسے کیس سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔“

جلال پاشا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پورس کا زورنا یہ کر رہا تھا۔ نکلان اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پورس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا ”کون ہو؟ فوراً بتاؤ ورنہ سانس روک لوں گا۔“

”میں سید جلال الدین پاشا ہوں۔“

”اچھا یہ دیکھنے آئے ہو کہ میں کہاں جا کر پناہ لینے والا ہوں۔“

میں نے ورشابا کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ مجھ سے اپنے بھائی کا انتقام ضرور لے گی۔“

”اگر تم مجھ پر بھروسہ کرنا تو میں کہتا ہوں، ورشابا واقعی تم سے انتقام لے گی۔ وہ میرے اور میری بیٹی کے ذریعے تمہارے حالات سے باخبر رہنا چاہتی ہے لیکن میں تمہارے پاس سے جا کر کون کا کہ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دے رہے ہو۔ بار بار سانس روک رہے ہو۔“

”تم میری خاطر ورشابا سے جھوٹ کیوں بولو گے جبکہ ورشابا اور اس کے بھائی ملہ دھرباندے سے تمہاری برسوں کی شناسائی ہے؟“

”میں تمہارے سوال کا جواب بعد میں دوں گا۔ ابھی واپس جا کر ورشابا کو یقین دلاؤ ضروری ہے کہ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دے رہے ہو۔“

جلال پاشا نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر انہیں سمجھنے کے سامنے بیٹھی ہوئی ورشابا اور اپنی بیٹی ٹاکو دیکھا پھر کہا۔ ”پورس! بہت محتاط ہے۔ مجھ بھی پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔ میں دھنکے دھنکے سے تین بار چاچکا ہوں اور نام ہو کر گیا ہوں۔“

ورشابا نے کہا ”میں پہلی سی سمجھ گئی تھی کہ وہ میری کرے گا۔“

آپ تھوڑی دیر بعد پھر اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کریں۔“

جلال پاشا نے کہا ”پھر سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو کھنکھانے گا۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ تمہارا کوئی ماتحت کسی طرح اسے زخمی کرے تو میں اس کے دماغ پر قبضہ بنا لوں گا۔“

”میرے تعاقب کرنے والے ماتحت فون پر رابطہ کریں گے تو میں ان سے یہی کہوں گی لیکن اسے زخمی کرنا بھی آسان نہ ہو گا۔ وہ بہت مکار ہے۔ اپنے بھائی کی تدابیر کا خوب جانتا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں بھی دیکھوں گی کہ وہ کتنا مکار ہے۔“

وہ تھوڑی دیر بعد پورس کے بارے میں باتیں کرتے رہے پھر سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے کیونکہ کچھ بج چکی تھیں۔ رات جاگتے رہے تھے۔ ٹانے اپنے بیزروم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستے کے سرے پر بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ جلال پاشا سے کہا ”ابو! کیا آپ واقعی پورس کو ورشابا دیدی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں؟“

”ہاں بیٹی! تم دیکھتی آ رہی ہو کہ ملہ دھرباندے مجھ سے ٹیلی بیٹھی میں برتر نہیں تھا لیکن آتما ہتھی کے ذریعے مجھے اپنے زیر اثر رکھتا تھا۔ بیٹا! اپنی جائز باتیں منوانا تھا۔ مجھے تمہاری نظر بھی کہ وہ تمہیں بھی آتما ہتھی کے ذریعے اپنے قابو میں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پورس رحمت کا فرشتہ بن کر آگیا۔ اس کی وجہ سے ہمیں ملہ دھرباندے کی آتما ہتھی سے نجات مل گئی ہے۔ اب ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم پورس کے کام آئیں۔“

”میں بھی یہی سوچا کرتی تھی، کیا ہم باپ بیٹی اس ادارے میں ملہ دھرباندے کے ماتحت بن کر رہیں گے؟ خدا کا شکر ہے، آپ بھڑی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔“

”بیٹی! میں نے تمہیں بڑی محنت سے ٹیلی بیٹھی کا علم سکھایا ہے لیکن تمہیں چالاکی اور مکاری نہ سکھاسکے۔ تم بچپن سے معصوم ہو۔ ناجائز باتوں کو سمجھتی ہو لیکن ان کے خلاف اقدامات کرنا نہیں جانتی ہو۔“

”جانتی ہوں اب! میں بالکل ہی نادان نہیں ہوں البتہ آپ کی موجودگی میں خاموش رہتی ہوں۔ سوچتی ہوں، جو کرنا ہو گا، وہ آپ کریں گے۔“

”آئندہ مجھ سے مشورے کر کے خود بھی خیال خوانی کے ذریعے اقدامات کرو۔“

”میں پورس کو مزید خطرات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا اس سے رابطہ کروں؟“

”ضرور رابطہ کرو اور اس سے گفتگو کے دوران میں یہ بھی سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہ کتنا بچہ ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔“

ٹانے باپ کے مشورے کے مطابق پورس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”بھائی! میں سید جلال الدین پاشا کی بیٹی ٹاکو ہوں۔“

”تم نے مجھے بھائی کہا ہے اس لیے سانس نہیں روکوں گا۔ بولو

کس لیے آئی ہو؟

تمام دواؤں کے فارمولے حاصل کرنے ضرور جائے گی۔ تم اس پر نظر رکھو۔ وہ اپنے ادارے سے باہر جائے تو فوراً مجھے اطلاع دو۔

”میں ضرور آپ کو اطلاع دوں گی لیکن بھائی! اس کے چند ماتحت بڑے ذہین، خطرناک اور مہم جو ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کو ایسی جگہ بھیجے گی تو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ وہ یوگا کے ماہر ہے، ہم باپ بیٹی اس کے دماغ میں جا کر اس کے بدلے ہوئے ارادوں کو سمجھ نہیں پائیں گے۔“

”پھر تو مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں ان فارمولوں کو وہاں سے ہٹانے کے لیے آج ہی وہاں جاؤں گا۔“

”ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ابو اور ورشا سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں گئے ہیں۔ میں بھی اب سونے والی ہوں۔ اور بھائی! آپ نے بھی تو نیند پوری نہیں کی ہے؟“

”میری بہن! میری فکر نہ کرو۔ میں اس خفیہ اڈے تک پہنچنے کے لیے سفر کے دوران میں نیند پوری کر لوں گا۔ کیا ورشا کے ماتحت یوگا کے ماہر ہیں؟“

”چار ماتحت یوگا کے ماہر بھی ہیں اور اس کے بازی کارڈز بھی ہیں۔“

”ان چاروں کے علاوہ کوئی اور ورشا کی خدمت کرنے والا ملازم ہے؟“

”ایک داسی ورشا کے کوارٹر میں رہ کر اپنی مالکن کی خدمت کرتی ہے۔“

”اس کے ذریعے معلوم کرو، ورشا اپنے کوارٹر میں پہنچ کر کیا کر رہی ہے؟“

”ٹانے پورس کی ہدایت کے مطابق اس داسی کے خیالات پڑھو تو معلوم ہوا، وہ اپنے کوارٹر میں آئی تھی۔ اپنے چار خاص ماتحتوں کو بلا یا تھا اور ان سے کہا تھا کہ ان میں سے دو بازی کارڈز اسی ادارے میں رکھنا اور جلال پاشا کی نگرانی کریں گے اور باقی دو کارڈز ابھی اس کے ساتھ اجتناب کی طرف جائیں گے۔ چونکہ اسے نیند آرہی ہے اس لیے سفر کے دوران میں وہ پچھلی سیٹ پر تین گھنٹوں تک سوئی رہے گی۔“

”ٹانے نے تمام باتیں پورس کو بتائیں اور کہا ”بھائی! وہ بہت عمدہ طرار ہے۔ ایسے معاملات میں وقت ضائع نہیں کرتی ہے۔ وہ اپنے دونوں کارڈز کے ساتھ یہاں سے جا چکی ہے۔ اس کی خاص داسی کے خیالات یہی بتا رہے ہیں۔“

”بس میری بہن! میری جان! تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ نیند پوری کرنے کے بعد ہر ایک گھنٹے یا آٹھ گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ کرنا اور ایک بات بتا دوں کہ میرے دماغ میں آتے ہی فوراً نہ بولنا۔ چند سیکنڈ تک خاموش رہنا کیونکہ الپا اور مہاراج کبھی کبھی میرے دماغ میں آکر بولتے ہیں۔ تم میرے اندر بولو گی تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے علاوہ بھی

”آپ کو رحمت کا فرشتہ سمجھ کر آئی ہوں۔ آپ دل کی گہرائیوں سے مجھے اپنی بن بنائیں۔ میں آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی راز کی بات بتا رہی ہوں جسے پہلے صرف آپ جانتے تھے لیکن اب ملی دھرا اور ورشا کو بھی معلوم ہے۔“

”ایسی کون سی راز کی بات ہے؟“

”ملی دھرنے زخمی ہونے سے پہلے اتمان شکتی کے ذریعے آپ کے چور خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ ایک بہت ہی ذہین اور تجربے کار ڈاکٹر آپ کو اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔ وہ ایک سوچے برس تک زندہ رہا۔ اس ڈاکٹر نے آپ کو کئی غیر معمولی شے دے دی ہیں۔ ان میں سے ایک فارمولے کے ذریعے آپ نے ٹیلی پیتھی کو ختم کرنے والی دوا تیار کرائی تھی۔ اور بھی کئی فارمولے آپ نے ایک خفیہ اڈے میں چھپائے ہیں۔ ان میں سے ایک غیر معمولی دوا کا فارمولا یہ ہے کہ اس دوا کو جس کے جسم پر اسپرے کیا جائے گا، وہ ایک آدھ گھنٹے کے لیے بالکل ساکت ہو جائے گا۔ اگر وہ کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہ جائے گا۔ بیٹھا ہے تو بیٹھا ہی رہ جائے گا۔ جو قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا ظلم حاصل کیے ہوئے ہیں، ان پر بھی یہ دوا اثر کرے گی اور وہ بھی ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔“

”تم بالکل درست کہہ رہی ہو۔ ایسے چند غیر معمولی دواؤں کے فارمولے میرے پاس ہیں۔ میں نے انہیں ایک جگہ چھپایا ہے۔ کسی کو اس جگہ کا ظلم نہیں ہے۔ کیا ورشا اور ملی دھرنے میرے خیالات پڑھ کر وہ جگہ معلوم کی ہے؟“

”ملی دھرنے جب آپ کی لاعلمی میں اس راز کو پڑھا ہے تو اس جگہ کے بارے میں بھی ضرور جانتا ہو گا اور اس نے اپنی بہن کو بھی بتایا ہو گا۔ وہ دونوں بہن بھائی ایسی کئی اہم باتیں مجھ سے اور میرے ابو سے چھپاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے میرے معمولی دواؤں کا ذکر ہمارے سامنے کیا ہے لیکن وہ جگہ نہیں بتائی ہے۔“

”وہ راز جو اب تک میرے سینے میں دفن تھا، اسے وہ بہن بھائی جان گئے ہیں۔ تم نے یہ باتیں بتا کر واقعی بہن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔“

”وہ بولی ”اگر آپ ملی دھرا یا ندے کو زخمی نہ کرتے اور اپنی ناصبرہ (نیلان) کے ساتھ ہمارے اس ادارے کے کوارٹر میں رہتے تو ملی دھرنے دوسرے کام کے بھانے اس جگہ جا کر وہ فارمولے حاصل کرنے والا تھا۔ اب تو وہ بہتر پڑا ہے اور ادارے کے تجربے کار ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے ہیں۔“

پورس نے کہا ”پھر تو ورشا وہاں ضرور جائے گی کیونکہ ان غیر معمولی دواؤں میں ایک ایسی دوا کا فارمولا ہے جس کے ذریعے دنیا کے خطرناک زہر کا بھی توڑ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے ملی دھرنے کو زہریلی گولی سے زخمی کیا ہے۔ ورشا اس کا توڑ کرنے کے لیے ان

وہ ایک سڑک کے کنارے کار روک کر ٹھا سے بائیں کر رہا تھا۔ بائیں اتنی اہم تھیں کہ وہ ٹکی مسلسل خیال خوانی کے باعث کار نہیں چلا سکتا تھا۔ حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس سے بائیں کرنے کے بعد اس نے نیلواں کو دیکھا۔ وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر آدمی بیٹھی اور آدمی لیٹ ہوئی گمری نیند میں تھی۔ دیے پچھلی رات بھی اسے سونے کا موقع ملا تھا۔ اب وہ جاگ کر کار ڈرائیو کر سکتی تھی۔ پورس نے اسے جگا کر پوچھا ”بہت گمری نیند میں ہو؟ کیا خواب دیکھ رہی تھیں؟“

پورس نے کہا ”ہم دشمنوں سے نمٹ رہے ہیں۔ تم میرے ساتھ جن حالات سے گزر رہی ہو، ان پر توجہ دیتی رہو اور دشمنوں کو سمجھتی رہو۔“

نئے نئے سامعوں ہمارا جگہ رہی ہو، وہ ہمارا دشمن تھا۔ ہماری دنیا میں سامعوں اور فرشتے کم ہی ہوتے ہیں۔ دشمنوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہو۔“

اس نے کارائٹار کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا ”آگے ایک بستی میں دھابا ہے، وہاں تاشا کے چائے پی کر آگے جائیں گے۔ کیا تم کارڈرائیو کو گیٹ سونا چاہو گی؟“

آباد تھیں گلو میرے فاصلے پر رہے تو مجھے نیند سے جگا دیا۔
وہ دُراخ کر رہے ہوئے ہوئی ”تم بالکل مطمئن ہو کر سو جاؤ۔ میں
ہمت مختار رہوں گی۔ اگر کوئی پریشانی ہوگی یا خطہ محسوس کروں گی تو
تمہیں آواز دے کر جگا دوں گی۔“
پورس نے آرام سے پچھلی سیٹ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں

سپاہی نے کہا ”شرعی مسمیٰ جی! آپ ناراض نہ ہوں۔ دو منٹ کے بعد ادھر والی گاڑیوں کو گزرنے کی اجازت دی جائے گی۔ آپ اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھیں۔“

وہ لپٹ کر جانے لگی۔ جپ کے قریب سے گزرتی ہی ٹھٹھک

اس کی نظر پچھلی سیٹ پر جمی تھی اور وہاں درشا گمری نیند میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے مٹی دھرا ہاندے، ”مید جلال الدین پاشا اور شا کے ساتھ اس ادارے میں درشا کو بھی اچھی طرح پڑھا تھا۔ پھر پورے درشا کو پرغمال بنا کر اس ادارے کے ایک گلوبل میڈور لارے گاڑی سے اتار دیا تھا۔

تیناں وہاں رک کر درشا کو پچھلے سیٹ پر سوتے دیکھ رہی تھی

پورس نے بیچے سے اس کے شانے کو تھک کر کہا ”پاپے
 داغ سے ساری پریشائیں ختم کرو۔ دوشاٹھلے کیلئے نہیں بلکہ مجھ پر
 برتری حاصل کرنے کے لئے فارمولے پرانے جاری ہے۔“

پورس نے اسے مختصر طور پر ان غیر معمولی دواؤں کے بارے
 میں بتایا پھر کہا ”ہم اس جپ کے بیچے بہت دور رہیں گے۔ مجھے
 دوشا کی منزل معلوم ہے۔ موقع ملا تو منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی
 اس کے دونوں گامڑ کو ختم کر دوں گا۔ پھر وہ تنہا ایک چیونٹی کی
 طعنہ ہمارے رحم درکرم پر ہی پڑے گی۔ چاہیں گے تو اسے مسلہ یں گے
 ورنہ بھٹکے اور ذلیل و خوار ہونے کے لیے اسے جھوڑیں گے۔“

”میں تو اس جہل کو نہیں چھوڑوں گی۔ جب سے تمہارے

وہ بڑے پیار سے سوچنے لگی ”میں اپنے پورے جو کمانے سے زیادہ چاہتی ہوں۔ اے مصیبت یا خطرے میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے لیے جان کی بازی لگا کر اس کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ شاید اسی



لے قدرتی طور پر اسے بچانے کے لیے خیال خدائی کرنے لگتی ہوں۔

اس نے کار کے اندر عقب نما آئینے کا زاویہ ذرا سیدل کر کچھلی بیٹ پر سونے والے کو دیکھا پھر بڑے بار سے مسکرانے لگی۔ تقریباً تین گھنٹے بعد اچانک پورس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا پھر جلال پاشا نے کہا ”سوری۔ تمہاری نیند خراب کی۔ ابھی میری بیٹی نے بتایا ہے کہ اس نے تمہیں ان فارمولوں کے بارے میں بتایا ہے جنہیں تم نے بڑی راز داری سے چھپا رکھا ہے۔“

”ہاں۔ آپ کی بیٹی میری سگی بہن جیسی ہے۔ اس نے مجھے بروقت اطلاع دی ہے۔ میں اسی راستے پر ہوں جس راستے پر ورشا سفر کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ دو بڑی گاڑز ہیں۔“

”اس کے چار گاڑز ہیں۔ چاروں بہت خطرناک ہیں۔ میں مشورہ دوں گا کہ ان دونوں سے مقابلہ نہ کرنا۔ انہیں فوراً گولیاں مارنے کی تدبیر کرو گے تو بہتر ہوگا۔“

”پیش آنے والے مصائب سے بچنے کی سب ہی تدابیر کرتے ہیں، میں بھی کرتا ہوں۔ آپ بھی اچھی تدبیر تیار ہے ہیں لیکن میں کچھ باتیں حالات پر چھوڑتا ہوں۔ پھر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ناخر دماغی سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”تمہارا اپنا طریقہ کار ہے۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کو سب ہی مانتے ہیں۔ میں ابھی ورشا کے پاس جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ جب وہ اہتا کے قریب پہنچے تو میں اس کے داغ میں جا کر رہوں۔ ان فارمولوں کو حاصل کرتے وقت اسے میری ٹیلی بیٹھی کی ضرورت پڑے گی۔“

پورس نے چونک کر کہا ”او گاڑا میں تو بھول ہی گیا تھا۔ مجھے بھی آپ کی ضرورت پڑے گی۔ ہم اہتا کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ پلیز آپ پہلے ورشا کے داغ میں نہ کرے بھلا دیں۔ اسے جنون جی کے مندر نہ جانے دیں۔ وہاں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک اور جنون جی کا مندر ہے۔ آپ ٹا سے کہیں کہ وہ ورشا کے اندر اس کی سوچ میں بولتی رہے اور یاد رکھتی رہے کہ اسے اہتا سے دو کلومیٹر دور جانا ہے۔ ٹا اس کے داغ میں رہے گی اور آپ میرے پاس رہیں گے۔“

جلال پاشا اپنی بیٹی ٹا کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے سمجھانے لگا کہ اسے ورشا کے داغ میں نہ کر ورشا کا کلب ولجو اختیار کر کے اسے کس طرح اصل منزل سے بھٹکانا چاہیے۔

پورس نے ان اہم فارمولوں کو جنون جی کے ایک بہت بڑے جیسے کی لمبی سی دم میں چھپا کر رکھا تھا۔ نہایت قدیم سے ہندوؤں میں یہ دستور رہا ہے کہ وہ سونا چاندی، نمبرے جو اہرات اور دوسری اہم اور قیمتی دستاویزات بڑے بڑے مندروں کی بڑی بڑی صورتیں میں چھپا کر رکھتے آئے ہیں۔ پورس نے بھی تمام اہم فارمولے جنون

جی کی موتی میں چھپائے تھے۔ ایسا کرنے سے پہلے اس نے وہاں کے بڑے پجاریوں اور پنڈتوں پر تو بھاری غمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔

پورس ان دنوں ٹیلی بیٹھی جانتا تھا۔ اس نے ان تمام پجاریوں اور پنڈتوں کے داغوں پر یہ نقش کر دیا تھا کہ جب تک وہ ان کے داغ میں آکر حکم نہیں دے گا تب تک وہ ان فارمولوں کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے اور نہ ہی کوئی بھی ان فارمولوں کو کھل کر دیکھیں گے۔ جب وہ ان کے داغوں میں آکر حکم دے گا کہ وہ فارمولے جنون جی کی دم سے نکال کر کسی کے حوالے کیے جائیں تب تک وہ جنون جی کی موتی سے میرے جو اہرات نکالیں گے لیکن ان فارمولوں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔

جب ملی دھریاندرے زخمی نہیں ہوا تھا تب اس نے ٹیلی بیٹھی اور آتما ہتھی کے ذریعے پورس کے داغ میں پہنچ کر وہ تمام معلومات حاصل کی تھیں۔ اس کی آتما ہتھی کے باعث پورس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس وقت ملی دھرنے ورشا کو ان فارمولوں کی تفصیلات بتانے کے بعد کہا تھا ”ان فارمولوں کو میرے سوا کوئی حاصل نہیں کرے گا۔ صرف میں ہی پورس کا کلب ولجو اختیار کر کے وہاں کے پجاریوں اور پنڈتوں کے داغوں میں جا سکتا ہوں۔ وہ لوگ مجھے اپنا عامل سمجھ کر وہ تمام فارمولے میرے حوالے کریں گے۔“

لیکن پچھلی رات بازی پلٹ گئی تھی۔ پورس نے ملی دھرو کو زخمی کر کے ٹیلی بیٹھی اور آتما ہتھی سے محروم کر دیا تھا۔ تب سے ورشا تدبیر سوچ رہی تھی کہ وہ فارمولے کیسے حاصل کرے گی۔ اس کے ساتھ ٹا اور جلال پاشا دو ٹیلی بیٹھی جانتے والے تھے لیکن وہ فارمولے ایسے اہم تھے کہ وہ انہیں راز دار نہیں بنا سکتی تھی اس لیے اس نے جلال پاشا سے کہا تھا کہ وہ اپنی تین بیٹھکی کی نیند پوری کر کے اس کے داغ میں آئے۔ وہ اس کی ٹیلی بیٹھی سے ایک اہم کام لیتا جانتی ہے۔

جلال پاشا نے اس سے اہم کام کی نوعیت معلوم نہیں کی۔ وہ جانتا تھا کہ دونوں بہن بھائی اہم اور خاص باتیں ان باپ بیٹی سے چھپاتے ہیں۔ ملی دھریاندرے کے زخمی ہونے کے بعد جلال پاشا کے داغ میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ اسے اپنے اور اپنی بیٹی کے تحفظ کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

ایک بار دل نے کہا ”فرا دایلی تیور سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے بابا صاحب کے ادارے میں جگہ مل جائے۔ وہاں ہم باپ بیٹی کی قدر کی جائے گی اور ہم عزت سے رہ سکیں گے۔“ لیکن ٹیلی بیٹھی جانتے والے آزاد اور خورسرن کر رہتا چاہے ہیں یا طاقت ور گو اپنا احسان مند بنا کر انہیں دوست کا نام دے کر اپنا تحفظ بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے اصول بڑے سخت تھے۔ میں اور میری فیملی کے افراد ہی ایسے تھے

جو سخت اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ایک محفوظ اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔

سید جلال الدین پاشا مستقل مزاجی سے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اس ادارے میں پورس کی ذہانت، حاضر دماغی اور غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر ہونے لگا۔ ملی دھر پورس کی لاطینی میں اس کے اندر جاتا تھا اور اس کی بہت سی باتیں چھپانے کے باوجود کتنا تھا کہ جس دن پورس ان کے ادارے میں آجائے گا اس دن وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے ادارے کا اعلان کریں گے اور مسلمانوں کو یہ طعنہ بھی دیں گے کہ وہ متعصب اور انتہا پسند ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہندوؤں کا داخلہ ممنوع ہے لیکن ملی دھریاندرے کے ادارے میں مسلمانوں کو خوش آمدید کہا جاتا ہے اور انہیں برابر کی حیثیت دی جاتی ہے۔

ملی دھریاندرے کے ارادوں میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی اور ورشا کو ششیں کر رہی تھی کہ اس کا زہریلا زخم بھر جائے۔ اس کی آتما ہتھی لوٹ آئے تاکہ پورس کو تابعدار کر رکھا جاسکے۔

اور جلال پاشا نے سوچ لیا تھا کہ پورس کے کام آئے گا تو پورس بھی اس کے مشکل وقت میں کام آتا رہے گا اس لیے وہ باپ بیٹی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ٹا منصوبے کے مطابق ورشا کا کلب ولجو اختیار کر کے اس کے داغ میں پہنچی۔ اسے غائب داغ بنا دیا۔ اس کی زبان سے ایک گاڑو کہہ کر اسے راستہ بدل کر اہتا سے دو کلومیٹر دور جانا ہے۔

اس کے حکم کی فیملی کی بھی اور جب کو ذرا بڑھ کر دیکھنے والے گاڑو نے راستہ بدل دیا۔ ادھر پورس ٹیلیٹاں کے ساتھ جنون جی کے مندر کے سامنے پہنچا۔ دونوں کار سے اتر کر مندر میں آئے وہاں پوجا کرنے والوں کی خاصی جمیڑ تھی۔ جلال پاشا پورس کے داغ میں تھا۔ وسیع و عریض مندر میں ایک چار دیواری تھی، جس میں جنون جی کا بہت بڑا مجسمہ تھا۔ اس چار دیواری کا دروازہ صرف پوجا کے اوقات میں کھلتا تھا پھر اس دروازے کو بند کر دیا جاتا تھا۔

پوجا کرنے والے روپے سونا ہا چاندی نذرانے کے طور پر موتی کے قدموں میں رکھ کر جاتے تھے۔ اس کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد پنڈت اور پجاری وغیرہ روپے سونے اور چاندی کا حساب کر کے مندر کے خزانے میں جمع کرتے تھے۔ پورس نے دروازے کے پاس آکر وہاں کھڑے ہوئے پجاریوں کو مخاطب کیا۔ پڑھنا کے لیے انہیں پچھ رقم دیتے ہوئے باتیں کیں تو جلال پاشا ان کے داغوں میں پہنچ گیا۔ ان کے خیالات پڑھنے لگا پھر سوچ کے ذریعے پورس سے بولا ”تم نے جن پنڈتوں اور پجاریوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا؟ یہ پنڈت اور پجاری ان میں سے نہیں ہیں۔“

پورس نے کہا ”ہاں۔ میں ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ رہا ہوں کہ چار برس پہلے والے پنڈت اور پجاری نہیں رہے ہیں۔ ان کی جگہ دوسرے آگئے ہیں۔ اب آپ ان پر تو بھاری غمی عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار کرنا ضروری ہے۔ پچھلے دروازے سے اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جب یہ سامنے والا دروازہ بند ہو جائے گا اور تمام پوجا کرنے والے چلے جائیں گے۔“

جلال پاشا نے کہا ”ایک پجاری کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ یہ سامنے والا دروازہ شام کے چھ بجے بند ہوتا ہے میں نے اور بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے لیکن ہمیں رات ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔“

”ہم انتظار کر سکتے ہیں لیکن ٹا تک بند ورشا کے داغ پر قبضہ ہمارے رہے گی؟ بہتر ہے ہم یہاں سے چلیں اور پہلے ورشا سے نمٹ لیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اپنی بیٹی ٹا کی مدد کے لیے جا رہا ہوں۔ تم ادھر جاؤ۔ ٹا نے پہلے بار ٹھیک دیا میں قدم رکھا ہے اور ٹیلی بیٹھی کے ذریعے ہمارے ساتھ اتار بڑا کام کر رہی ہے۔“

”یہ اچھی بات ہے۔ اس طرح میری بہن کی حالات سے نشتے کا تجربہ ہوتا رہے گا۔ آپ اس کے پاس جائیں۔ میں ادھر آ رہا ہوں۔“

جلال پاشا وہاں سے ورشا کے داغ میں پہنچا۔ وہ جیپ سے باہر



آکر ایک مندر کو دیکھ کر اپنے گاڑے سے کمرہ ری تھی ”یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟“

گاڑے نے کہا ”میڈم! آپ نے جو راستہ بتایا تھا“ میں اسی پر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوں۔“

”میں ہونامی جی کے مندر جانا چاہتی تھی۔“

”میڈم! یہ ہونامی جی کا مندر ہے۔“

”میں اس مندر کی نہیں“ اس مندر کی بات کر رہی ہوں جو اجنتا کے پاس ہے۔“

”لیکن آپ نے اجنتا کا نہیں“ یہاں کا راستہ بتایا تھا۔“

”نوٹ اپ“ وہ مجھے میں بولی پھر ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگی ”یہ گاڑی ٹھیک کتا ہے۔ میں نے ہی یہ راستہ بتایا تھا مگر غلط راستہ کیوں بتایا تھا؟ کیا میرا داغ چل گیا ہے؟“

پاشا کہاں مڑ گیا ہے؟ ابھی تک نہیں آیا۔ آرام سے سو رہا ہوگا۔“

اسی وقت جلال پاشا اس کے اندر آکر جمائی لیتے ہوئے بولا۔

”سواری میں ڈرائیو تک سو رہا گیا لیکن کوئی خاص دیر نہیں ہوئی ہے۔“

وہ غصے سے بولی ”کیا خاص دیر نہیں ہوئی ہے؟ میں واسے سے بھگ کر کہیں سے کہیں پہنچتی ہوں۔ تم قوت پر آجائے تو یہ پریشانی نہ ہوئی۔ تمہاری اتنی عمر ہو گئی ہے مگر اپنی ذمے داریوں کو نباہنا نہیں جانتے ہو۔“

”ورنہ! ابھی تمہی نادان بچی نہیں ہو۔ بزرگوں سے بات کرنے کی تیز نہیں ہے۔ خواہ خواہ غصہ دکھا رہی ہو۔“

”تم میرے قصے کے بارے میں برسوں سے جانتے ہو۔ اگر آج میرا بھائی زخمی نہ ہوتا تو تم اس انداز میں گفتگو نہ کرتے۔“

”ٹھیک کہتی ہو۔ تمہارا بھائی زخمی نہ ہوتا تو ہم اس کی دھونس میں رچے اور جب اس کے زخم بھر جائیں گے تو ہم پھر اس کے دباؤ میں رہیں گے۔ سواری ورنہ! ہم تمہارے بھائی کا زخم بھرے نہیں دیں گے۔ اس کے ساتھ تمہاری غصہ بھری عکرائی کا دور گزر چکا ہے۔“

یہ کہتے ہی اس نے ورشا کے داغ میں ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی زمین پر گر کر دماغی تکلیف کی شدت سے ترپنے لگی۔ دونوں گاڑوں اس کے پاس آکر اسے زمین پر سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے؟ وہ کس تکلیف سے ترپ رہی ہے؟ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ سنے سے کچھ بول نہیں پاری تھی۔ ٹانے پورس کے پاس آکر بتایا کہ اس کا باپ ورشا کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟

پورس نے کہا ”اپنے ابو سے کسو۔ کسی طرح پہلے ورشا کے ذریعے گاڑوں کو ناکاہ مانگیں۔“

ٹانے باپ کے پاس آکر پورس کا مشورہ سنایا۔ اس وقت تک ورشا کی دماغی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی مگر وہ اس قافلہ میں

تھی کہ سانس روک کر جلال پاشا کو اپنے اندر سے نکال سکتی۔ جلال پاشا نے اس کے داغ پر پوری طرح قبضہ نہ کیا۔ وہ گاڑوں کے سارے اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر ایک گاڑے سے بولی ”مائی گن مجھے دو۔“

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے اپنی گن دی۔ ورشا دماغی تکلیف سے غمگین ہو رہی تھی۔ اس نے ڈنگا گئے ہوئے دونوں گاڑوں کو دیکھا پھر اچانک زبردستی دانی چلی گئی۔ کئی گاڑیوں کے کئی گولیاں چلیں پھر خاموشی چھا گئی۔ دونوں گاڑوں کے لوہے میں ناکارہی پیدا ہو گئی۔

سڑک کے آس پاس لوگ دو بھاگے کے بعد پلٹ کر لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔

پورس کار ڈرائیو کرتا آ رہا تھا۔ اس نے اپنی کار روک دی۔ پولیس کی گاڑی ورشا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ مگن پیچک کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہی تھی۔ جلال پاشا نے پورس کے پاس آکر کہا ”تم دیکھ رہے ہو۔ پولیس والے اسے لے جا رہے ہیں۔“

پورس نے کہا ”ورشا کو پولیس والوں کے ہتھے نہیں چڑھانا چاہیے تھا۔“

جلال پاشا نے پھر ”اس میں نقصان کیا ہے؟“

”نقصان یہ ہے کہ اس کا بھائی مری دھر اپنے ادارے میں ڈائریکٹرز کے زیر علاج ہے۔ اسے بھائی کی گھر ہوگی۔ پھر آپ کی دشمن بن کر صاف کہہ سکتی ہے کہ آپ نے نیلی بیٹی کے ذریعے اس کے گاڑوں کو قتل کرایا ہے۔ آپ دونوں باپ بچی کو نور اس ادارے سے بھاگنا ہوگا۔“

”ہم اس کی نوبت کیوں آئے دیں۔ ورشا کو خود کٹی پر مجبور کر دیں گے۔ وہ پولیس والوں کو کوئی بیان نہیں دے سکے گی۔“

پورس نے کہا ”میں نہیں چاہتا میری بہن ٹاپر کوئی مصیبت آئے۔ ابھی وہ آرام سے اس ادارے میں ہے۔ آپ بھی وہاں رہیں۔ مری دھر کا زخم اچھا نہ ہونے دیں۔ ورشا کا کام تمام کر دیں۔ میں اجنتا کی طرف جا رہا ہوں۔ وہاں بیٹھے تک رات ہو جائے گی۔ آپ بھی وہاں چلے آئیں۔“

اس نے گاڑی موڑ لی۔ نیلان نے کہا ”واپس جا رہے ہو؟ کیا ورشا کو میرے حوالے نہیں کرو گے؟“

”وہ پولیس کسٹڈی میں ہے۔ اسے وہیں ختم ہو جائے۔ یہ اس کا اور جلال پاشا کا معاملہ ہے۔ وہ آپس میں نمٹ لیں گے۔ ان کے ادارے میں دو گاڑوں پر ہیں جن کا خاتمہ ضروری ہے۔ میں انہیں ڈسنے کے لیے تمہیں موقع دوں گا۔“

نیلان خاموش رہی۔ وہ ڈرائیو کرتا رہا۔ جب وہ اجنتا پہنچے تو رات ہو رہی تھی۔ جلال پاشا نے آکر پورس سے کہا ”ورشا تھانے میں ہمارے خلاف بیان دینے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے داغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس نے ایک اسپیکر کے ہولنر سے اچانک ہی ریوالتور نکال لیا پھر اس سے پہلے کہ سپاہی اس سے

ریوالتور چھیننے“ اس نے خود کو گولی مار لی۔“

پورس نے کہا ”اب آپ لوگوں کے قائم کیے ہوئے ادارے میں کسی کو خبیث نہیں ہوگا کہ آپ نے ورشا اور اس کے گاڑوں کو ہلاک کیا ہے۔ اگر آپ اس ادارے میں سکون سے رہنا چاہتے ہیں تو مری دھر یا اندر سے کبھی ختم کرنا ہوگا۔ پھر وہاں سب ہی آپ کے اور شا کے تابع دار ہوں گے۔ میں بھی آپ کے کام آتا ہوں گا۔ اس طرح میری اور نیلان کی وہاں موجودی سے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ ادارہ کھلائے گا۔“

ہونامی جی کے مندر کا وہ سامنے والا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ جہاں عام ہندو آکر ہو گیا کرتے تھے۔ اس دوران میں وقت مندر کے کچھ دروازے کو بند اور پجاری اندر سے بند رکھا کرتے تھے تاکہ روئے، سونا اور چاندی کا حساب کر کے انہیں نہ خانے میں چھپا کر رکھ سکے۔

جلال پاشا نے ایک پجاری کے خیالات پڑھ کر پورس سے کہا ”ہونامی جی کے کمرے میں ایک پنڈت اور دو پجاری ہیں۔ ایک پجاری کے خیالات بتا رہے ہیں کہ نندولال، بھنڈاری ہونامی جی کا بھگت ہے۔ بھنڈاری کے تیس چیلے ہیں۔ ہونامی کے بھگت اکثر کنوارے رہتے ہیں اور پولیو کی مشقیں کر کے ہونامی جی کی طرح بلوان (ہمارے اور بے باک) بنے ہیں۔ خود کو نلاد کی طرح سخت اور ناقابل شکست بناتے ہیں۔“

پورس نے کہا ”میں جانتا ہوں کہ ہونامی جی کے اکثر بھگت پولیو کی ضرورت کرتے ہیں۔ آپ نندولال بھنڈاری کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”بھنڈاری اپنے تیس چیلوں کا گروہ ہے اور خطرناک حد تک طاقت ور ہے۔ اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ مانی ہے۔ پندرہ برس پہلے ایک کروڑ پتی ہندو نے یہ مندر بنایا تھا۔ دو برس پہلے جب نندولال بھنڈاری کو معلوم ہوا کہ اس مندر کے نہ خانے اور ... ہونامی جی کے ہتھے کے اندر سونا چاندی اور ہیرے جو اہرات رکھے جاتے ہیں تو اس نے مندر تعمیر کروانے والے کروڑ پتی ہندو کے اکلوتے بیٹے کو اغوا کر لیا۔ پھر اس سے کہا ”اگر وہ اسے مندر کی انتظامیہ کا سربراہ بنا کر مندر کے تمام معاملات سے دست بردار ہو جائے گا تو اس کے بیٹے کو زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کروڑ پتی نے اپنے اکلوتے بیٹے کی سلامتی کے لیے مندر کے انتظام اور دوسرے تمام حقوق نندولال بھنڈاری کے حوالے کر دیے۔ اس نے اس کے بیٹے کو واپس کر دیا مگر اس کروڑ پتی کو ایک حادثے میں ہلاک کر دیا تاکہ وہ زندہ رہ کر دنیا والوں سے یہ نہ کہہ سکے کہ بھنڈاری اسے مجبور کر کے زبردستی مندر کی انتظامیہ کا سربراہ بن گیا ہے۔“

پورس نے کہا ”اب سمجھ گیا۔ ان تمام پنڈتوں اور پجاریوں کو یہاں سے بھگا دیا گیا ہے۔ جن پر میں نے توہمی عمل کیا تھا۔ یہ جو

سنے پنڈت اور پجاری آئے ہیں، یہ سب نندولال بھنڈاری کے بیٹے ہیں۔“

”ہاں۔ یہاں کا سربراہ بیٹے کے بعد بھنڈاری نے نہ خانے میں چھپا ہوا خزانہ دیکھا تھا۔ پھر ہونامی جی کے ہتھے کو پیچھے سے کھول کر ہیرے جو اہرات دیکھے تھے۔ ایسے ہی وقت ہونامی جی کی دم میں چھپائے گئے وہ تمام فارمولے برآمد ہوئے۔ نندولال بھنڈاری نے انہیں سرسری طور پر پڑھ کر اپنے چیلوں سے کہا ”یہ بہترین اور غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہیں۔ انہیں تجربہ کار ڈاکٹر بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ وہ چند تجربہ کار ڈاکٹروں سے اس سلسلے میں بات کرے گا۔“

پورس نے پریشان ہو کر پوچھا ”اس کا مطلب ہے کہ وہ تمام فارمولے نندولال بھنڈاری نے کیا ہے؟“

”ہاں۔ میں جن پنڈتوں اور پجاریوں کے خیالات پڑھ رہا ہوں، انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ بھنڈاری وہ فارمولے کہاں لے گیا ہے؟ اور ان سے کوئی ناکہ اٹھا رہا ہے یا نہیں؟“

”بھنڈاری اس وقت کہاں ہوگا؟“

”وہ کچھ دنوں کے لیے اٹلی گیا ہے۔ انڈر گراؤنڈ مانی سے اس کا تعلق ہے۔ اسی سلسلے میں گیا ہوگا۔“

پورس نے دونوں باتوں سے سر کو تھام کر کہا ”کیا مشکل ہے۔ ہم منزل تک پہنچ کر بھی منزل سے دور ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ بھنڈاری نے وہ فارمولے کہاں رکھے ہیں۔ اگر اس نے ڈاکٹروں کو دکھایا ہوگا تو اس کے خاص ڈاکٹر ان فارمولوں کے مطابق دواؤں تیار کر رہے ہوں گے۔“

جلال پاشا نے کہا ”ایک ہی صورت ہے۔ نندولال بھنڈاری کی کوئی تصویر حاصل کی جائے۔ پھر تصویر کی آنکھوں میں جمنا کر اس کے داغ میں پہنچ کر فارمولوں تک پہنچا جائے۔“

”آپ بھول رہے ہیں۔ بھنڈاری اور اس کے تمام چیلے پولیو میں ہیں۔ وہ پرانی سوچی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔“ پورس نے کہا۔ ”البتہ بھنڈاری کے گھروالے اور رشتے دار پولیو میں نہیں ہوں گے۔ ہمیں جلد سے جلد بھنڈاری

بدنام ترین مجرم چارلس سوہراج کے کجرام کی مکمل تفصیل

چارلس مہراج کی سرگزشت

بین ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریب انال سلطانہ کے ساتھ راست میرے حامل کریں

کتابیات - بین کیشرز © پبلشنگ کمپنی ۲۳ کرچی ۱

ایب میں چھوڑ دیا اور اس کی اعلیٰ میں الپا کے پاس لندن آیا۔
الپا نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور
ڈی پارس کو اپنا تابع دار بنا کر زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔
اب ثانی اس ڈی کے دماغ میں جا کر معلوم کرتی رہتی کہ الپا اپنی
رہائش گاہیں بدلنے کے لیے کس ملک اور کس شہر میں جاتی رہتی
ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہو تا کہ وہ ایک یہودی جنیس روائٹ کو
پارس سمجھ کر اپنا تابع دار شو رہتا ہے ہوئے ہے۔

ایک پہلو سے دیکھا جائے تو پارس نے الپا کے سچے بہاری
توہین کی تھی۔ اس نے پارس کے سوا کسی کو اپنے جسم کا مالک نہیں
بنایا تھا۔ اب ڈی پارس یعنی ایک یہودی جنیس روائٹ اس کے جسم
کا مالک بن گیا تھا۔ الپا کی آبرو اب دوسرے کے ہاتھ میں آگئی
تھی۔

لیکن ایمان کی آبرو نہ ہو تو جسم کی آبرو کیا معنی رکھتی ہے؟
ایمان کی آبرو لوٹنے کی ابتدا الپا نے کی تھی۔ ایک مسلمان باپ کی
بچی کو یہودی بنانے کے لیے کئی طرح کی چالیں چلتی رہی تھی۔ اس
مقصد کے لیے اس نے پارس سے بھی علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لہذا
پارس نے اس سے بیشہ کے لیے علیحدہ رہنے اور اپنی بیٹی کے ایمان
کی آبرو رکھنے کے لیے الپا کی آبرو ایک یہودی مرد کے حوالے
کردی تھی۔

پارس اور ثانی نے اپنی آواز اور لب و لہجہ ڈی پارس اور ثانی
کے دماغوں میں نقش کر دیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی بیٹھی جانے والا جب
بھی رابطہ کرتا تو ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ کر ٹھہر کر لپٹا کہ وہی
ثانی اور پارس ہیں۔ اصل ثانی اور پارس ایک ہی آواز اور لب
ولہجہ اختیار کر چکے تھے، جسے صرف بابا صاحب کے اوارے کے چند
اہم افراد جانتے تھے۔

الپا نے مہاراج کے پاس آکر کہا ”ہیلو کیا آرام فرما رہے
ہو؟“ مہاراج نے پوچھا ”ایسے طرزیہ انداز میں کیوں پوچھ رہی ہو؟“
”مہاراج! تم بڑی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود ذہانت سے کام
لیتا نہیں جانتے ہو۔ تمہیں کسی سنہری موقع سے فائدہ اٹھانا نہیں
آتا۔ فراد کی ہلاکت کے بعد تم بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن کچھ نہیں
کر رہے ہو۔“

”کیا تم بہت کچھ کر رہی ہو؟“

”بے شک۔ میں نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ فراد کی
ہلاکت کے بعد میں نے اس کی فیملی کو اور زیادہ توڑ دیا ہے۔ ایک
سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر پارس کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا
ہے۔ اب وہ تمام عمر میرا غلام شوہر اور اپنے خاندان کا دشمن بن کر
رہے گا۔“

کی تصور حاصل کرنا چاہیے پھر اس شہر میں بہت سے لوگوں سے
معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی رہائش گاہ کہاں ہے اور وہ کب تک
اٹلی سے واپس آئے گا۔“

ہندو لال بھنڈاری کے بارے میں مطلوبہ معلومات حاصل کرنا
کچھ مشکل نہ تھا۔ جلال پاشا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم
کر سکتا تھا لیکن پورس کی توقع کے مطابق فارمولے آسانی سے
حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ ابھی ایک ہندو لال بھنڈاری رکاوٹ بنا
تھا۔ آگے اور نہ جانے کتنی رکاوٹیں پیدا ہونے والی تھیں۔

○●○

یہ طریقہ کار شروع سے رہا ہے کہ تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے

ایک دوسرے سے چھپ کر رہتے ہیں۔ کوئی کسی کو معلوم نہیں
ہوئے دیتا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں کس علاقے میں اور کس
رہائش گاہ میں قیام پذیر ہے۔

جو غلطی سے ظاہر ہو جاتا ہے یا اتفاقاً روہو آ جاتا ہے اسے
زخمی کر کے دوسرا ٹیلی بیٹھی جانے والا اسے اپنا معمول اور تابع
دار بنا لیتا ہے۔ اب تو چند ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے۔
ان باقی رہنے والوں نے اپنے چروں پر سرجی کرائی تھی۔ چرے
بدل لیے تھے۔ نام بدل لیے تھے۔ اس طرح ایک دوسرے کے
سامنے سے گزرنے کے باوجود کوئی کسی کو پہچان نہیں پاتا تھا۔ الپا
نے پارس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد مختلف ممالک کے
مختلف شہروں اور دیہاتوں میں رہائش اختیار کی تھی۔ پھر ایک
عرصے سے ٹیلی بیٹھی کو ختم کرنے والی دوا اسپرے نہیں کی گئی تھی۔
اس لیے وہ مطمئن ہو کر اپنے وطن اسرائیل آگئی تھی۔ یہ فیصلہ کیا
تھا کہ وہ وہاں مستقل نہیں رہے گی۔ جلد ہی جگہ بدل دے گی اور
کسی دوسرے ملک میں چلی جائے گی۔

میری ہلاکت کی تصدیق ہونے کے بعد اس نے جو سب سے
بڑی کامیابی حاصل کی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے اپنی دانست میں
پارس کو اپنا معمول اور تابع دار بنالیا تھا۔ اپنی ایک ازلی خواہش
پوری کر لی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی جیسے دنیا جہاں کا خزانہ اسے مل
گیا ہو۔

اس نے اسپتال میں ڈی پارس کو اس کی کمزوری کے دوران
میں اپنا تابع دار بنالیا تھا۔ اس کے ساتھ ڈی ثانی اس کی بیوی کی
حیثیت سے موجود تھی۔ وہ ثانی جیسے سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی
تھی۔ لہذا ڈی پارس جب ذرا صحت مند اور چلنے پھرنے کے قابل
ہوا تو اس وقت الپا لندن پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے معمول اور تابع
دار پارس نے اس کے حکم کے مطابق اپنی بیوی ثانی کو وہیں قتل

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (38) دیں

حصے میں ملاحظہ فرمائیں